بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُحَمَّدٌ · اَحْمَدُ · حَامِدٌ · مَحْمُوْدٌ · قَاسِمٌ

عَاقِبٌ · فَاتِحٌ · شَاهِدٌ · حَاشِرٌ · رَشِيْدٌ · مَشْهُوْدٌ · بَشِيْرٌ · نَذِيْرٌ

دَاعٍ · شَافٍ · هَادٍ · مَهْدٍ · مَاحٍ · مُنْجٍ · نَاهٍ · رَسُوْلٌ

نَبِيٌّ · اُمِّيٌّ · تِهَامِيٌّ · هَاشِمِيٌّ · اَبْطَحِيٌّ · عَزِيْزٌ · حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ · رَءُوْفٌ

رَحِيْمٌ · طٰهٰ · مُجْتَبٰى · طٰسٓ · مُرْتَضٰى · حٰمٓ · مُصْطَفٰى · يٰسٓ

اَوْلٰى · مُزَّمِّلٌ · وَلِيٌّ · مُدَّثِّرٌ · مَتِيْنٌ · مُصَدِّقٌ

طَيِّبٌ · نَاصِرٌ · مَنْصُوْرٌ · مِصْبَاحٌ

اٰمِرٌ · حِجَازِيٌّ · نِزَارِيٌّ · قُرَشِيٌّ

مُضَرِيٌّ · نَبِيُّ التَّوْبَةِ · حَافِظٌ · كَامِلٌ

مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

صَادِقٌ · اَمِيْنٌ · عَبْدُ اللّٰهِ · كَلِيْمُ اللّٰهِ · حَبِيْبُ اللّٰهِ · نَجِيُّ اللّٰهِ

صَفِيُّ اللّٰهِ · خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ · حَسِيْبٌ · مُجِيْبٌ · شَكُوْرٌ · مُقْتَصِدٌ · رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ · قَوِيٌّ

حَفِيٌّ · مَامُوْنٌ · مَعْلُوْمٌ · حَقٌّ · مُبِيْنٌ · مُطِيْعٌ · رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ · اَوَّلُ

اٰخِرٌ · ظَاهِرٌ · بَاطِنٌ · نَبِيُّ الرَّحْمَةِ · يَتِيْمٌ · كَرِيْمٌ · حَكِيْمٌ · خَاتِمُ الرُّسُلِ

سَيِّدٌ · سِرَاجٌ · مُنِيْرٌ · مُحَرَّمٌ · مُكَرَّمٌ · مُبَشِّرٌ · مُذَكِّرٌ · مُطَهِّرٌ

قَرِيْبٌ · خَلِيْلٌ · مَدْعُوٌّ · جَوَّادٌ · خَاتِمٌ · عَادِلٌ · شَهِيْرٌ · شَهِيْدٌ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

سیرت سرورکونین

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جلد سوم

حضور پُرنور

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے ظہور پُرنور اور اوصاف مقدسہ کے بارے میں بشارات

رانا محمد سرور خاں

رانا محمد سرور خاں پبلی کیشنز
103-A کینال ویو کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی-لاہور (پاکستان)

سیرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اشاعت اول جلد ۳	----	27 رمضان المبارک 1428ھ (10 اکتوبر 2007ء)
مؤلف	----	رانا محمد سرور خاں
ناشر	----	رانا محمد سرور خاں پبلی کیشنز
تعداد	----	1100
مطبع	----	شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ہدیہ (مکمل سیٹ)	----	8800 روپے

ISBN 9789699116-05-6 Vol. 3

سیرت سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حسن ترتیب

شمار	فہرست ابواب	صفحہ

صحیفہ آدم علیہ السلام میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بشارت

اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام پر جو صحیفہ نازل فرمایا وہ کسی کے پاس محفوظ نہیں ہے اور نہ ہی بائبل میں اس صحیفہ کا کوئی الگ وجود ہے۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ پس اس طرح توراۃ میں جو حیثیت دیگر قصص کو حاصل ہے وہی حیثیت حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کو حاصل ہے۔ مفسرین بائبل کے نزدیک آدم نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لفظ آدم عبرانی ہے جس کا عبری لغت میں معنیٰ 'سرخ مٹی یا سرخ رنگ کے ہیں'

کتاب موسیٰ میں لکھا ہے

''تو خاک ہے اور خاک میں واپس جائے گا'' (از: پیدائش 19,3)

بعض عیسائی نکتہ آفرین صاحبان نے کتاب موسیٰ (علیہ السلام) کی مذکورہ عبارت میں اپنی طرف سے چند الفاظ شامل کر کے نہ صرف حقائق سے کوسوں دور خیالات درج کئے ہیں بلکہ انتہائی درجے کی علمی خیانت کا بھی ارتکاب کیا ہے جو ایک سوچی ہوئی سکیم (منصوبہ) کا ثبوت ہے۔ ان لوگوں نے اس عبارت میں جو اضافہ کیا ہے وہ بالکل بے معنی اور غلط ہے۔ اضافہ شدہ الفاظ یہ ہیں ''اگر نافرمانی کرے گا'' اس طرح انہوں نے عبارت یوں بنادی ہے۔

''تو خاک سے نکلا ہے اگر نافرمانی کرے گا تو خاک میں جائے گا''

قرآن کریم فرقان حمید نے توراۃ کی عبارت مذکورہ کی تصدیق یوں فرمائی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے (سورۃ آل عمران آیت 59)

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ
مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾

ترجمہ: ''عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے''

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کوئی الگ صحیفہ بائبل میں موجود نہیں بلکہ اس صحیفہ کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلمات ہی پائے جاتے ہیں البتہ اہل یہود کے ہاں کتاب پائی جاتی ہے جس کا عنوان ہے '' آدم وحوا'' یہ صحیفہ آدم وحوا یہود کے ہاں بڑا مشہور ہے۔ یہودیوں نے یہ صحیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش مبارکہ سے غالباً سو دو سال پہلے تحریر کیا تھا۔ ایسی صورت میں جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کوئی

صحیفہ نہ تو بائیبل میں موجود ہے اور نہ ہی کسی دوسری مستند کتاب میں اسکا پایا جانا ثابت ہے ان کی کسی پیشگوئی کے اصل الفاظ کا پتہ چلنا قریباً ناممکن ہے تاہم حضرت آدم علیہ السلام کا جو قصہ توراۃ میں مذکور ہے اور ہم تک پہنچا ہے اسکی روشنی میں ہی ہم خاتم النبیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کی پیشگوئی تحریر کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

مسیحی حضرات کی یہ پرانی عادت ہے کہ وہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے اقوال صحیفے اور ارشادات میں جہاں ہمارے آقا ومولا سرکار دوعالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف، آمد مبارکہ کی پیشگوئی اور اسوہ حسنہ کے متعلق پڑھتے ہیں تو یہ سب کچھ توڑ مروڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ یہاں بھی صورت حال ایسی ہی ہے۔ مسیحی حضرات نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشادات جو کتاب موسیٰ (علیہ السلام) میں بیان کئے گئے ہیں ان میں سے بعض پیشگوئیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں تراشنے کی کوشش کی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آدم ثانی قرار دے کر ان کے مشن کو حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی تعبیر کو مکمل کرنے والا ثابت کیا ہے۔ یہ سب کچھ خودساختہ خیالات اور غیر معتبر جعلی کتب کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ ان لوگوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہبوط (اترنا) نسل انسانی کا ذمہ قرار دیا ہے۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر نسل انسانی کے اتارنے کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور پھر اپنے اسی خودساختہ نظریہ کے مطابق یہ ثابت کرنے کی کوشش ناکام کوشش کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمام بنی نوع انسان کا کفارہ ادا کر دیا ہے اور خود صلیب پر چڑھ گئے اور یوں انسان کو اس تنزلی اور ہبوط سے نکال دیا ہے۔ عیسائیوں کا یہ کیا ہی عجیب وغریب قسم کا لغو نظریہ ہے۔

ہم اوپر صحیفہ حضرت آدم علیہ السلام کی عبارت کی کچھ تفصیل پیش کر چکے ہیں جسکی روشنی میں صورت حال کافی حدتک واضح ہو چکی ہے۔ اب بائیبل کے باب پیدائش 3-15 کی عبارت کی روشنی میں بائیبل میں مذکور وہ پیشگوئی تحریر کر رہے ہیں جس کے مصداق ہمارے آقا ومولا فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کتاب موسیٰ علیہ السلام کی درج ذیل آیت کو مسیحی حضرات نے ایک پیشگوئی قرار دیا ہے وہ الگ بات ہے کہ انہوں نے اس پیشگوئی کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ پیشگوئی کی عبارت پڑھنے اور اسکی تشریح واقعات وحالات کی روشنی میں پڑھ کر ایک صاحب علم ودانش آسانی سے فیصلہ کر سکے گا کہ اس پیشگوئی کے مصداق ہمارے پیارے نبی ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

کتاب پیدائش کی پیشگوئی

”سانپ (شیطان) کو خداوند نے آدم کو دھوکہ دینے کی وجہ سے ملعون ٹھہرایا اور کہا ”میں تیرے اور عورت کے درمیان تیری اولاد اور عورت کی اولاد میں دشمنی ڈالوں گا۔ یہ (اولاد) تیرے سر کو کچلے گی اور تو اس کی ایڑی کو کاٹے

گا'' (از: پیدائش 3-15)

مسیحی حضرات مذکورہ پیشگوئی کی یوں تشریح کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کفارہ ہوکر شیطان کا سرکچل دیااور یوں حضرت آدم علیہ السلام کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ مسیحی حضرات کی اس تشریح کوحقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو ہرصاحب علم یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہوا خود اناجیل کی تصریحات کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہرگز شیطان کا سرنہیں کچلا کیونکہ اول تو شیطان حواریوں میں ہی گھسارہا۔ مثلاً پولوس میں ہوکراس نے جناب مسیح کو بے حد تکالیف پہنچائیں۔ اس نے پطرس کو جوکلید (کنجی) بردار جنت اور کلیسا کی چٹان ہے حضرت مسیح کی سرکار سے شیطان کا خطاب دلوایا۔

''پر اس نے (مسیح نے) پھر کے یعنی پلٹ کر پطرس سے کہا، اے شیطان میرے سامنے سے دور ہوجا تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے'' (انجیل متی 16-23)

انجیل یوحنا میں یوں ہے۔

''یہودا اسکریوطی میں ہوکر خدا کے اکلوتے بیٹے کوصلیب دلوادی اس کے متعلق جناب مسیح خود فرماتے ہیں ''کیامیں نے تم بارہوں (12) کونہیں چنااور ایک تم میں سے شیطان ہے'' (از: انجیل یوحنا 6-7)

مسیحی حضرات کی تحریر شدہ عبارات پڑھ کرکیا یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ پیدائش کی عبارت میں جو پیشگوئی ہے اس کے مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جواب یقیناً نفی میں ہی ہوگا۔ اگر اس جگہ پادری صاحبان حسب عادت منہ بسور کر یہ کہتے ہیں کہ یہ تو شیطان کی ظاہری فتح تھی جبکہ معنوی اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کفارہ نے گناہوں کومعاف کرادیا ہے۔ یہاں اگر پادری حضرات کی اس بات کو چند لمحوں کے لئے مان بھی لیا جائے تو پھر بھی شیطان کا سرتو نہیں کچلا گیا کیونکہ شیطان کا کام تو جہنم تک پہنچا دینا ہے اور یوں تو بقول ان لوگوں کے شیطان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں کامیاب ہوگیا جبکہ ایسا عقیدہ رکھنا یا ایسی بات سوچنا ہی کفر ہے۔

کتاب موسیٰ علیہ السلام کے باب کی اس عبارت کوجسکا ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں غور سے پڑھیئے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس میں مذکور پیشگوئی کے حقیقی معنوں میں مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی ذات مقدسہ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کوگناہ سے اس قدر نفرت دلادی کہ وہ گناہ سے یا بالفاظ دیگر گناہ کی رغبت دلانے والے یعنی شیطان سے ہمیشہ کے لئے بیزار ہوگئے اور یوں شراب، جوا، چوری، ڈاکہ، زنا اور جھوٹ وغیرہ ودیگر تمام بری عادتوں کو ترک کرکے آئندہ آنے والوں کے لئے ایسی نیکی، پارسائی، اخوت، پیارومحبت، عبادت وریاضت اور بھائی چارے کی زندہ عملی مثالیں چھوڑ گئے جن پر تاریخ عالم اور تاریخ اسلام کو ہی نہیں بلکہ تاریخ انسانیت کوفخروناز ہے۔ یہ وہ جاں نثاران مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اسکے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کے مقدسین کی ایسی محبت موجزن تھی جس نے حقیقی معنوں میں شیطان کا سرکچل کر رکھ دیا۔

اس سلسلے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال ہمارے سامنے ہے جن کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''شیطان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سایہ سے بھی دور بھاگتا ہے''

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے۔(سورۃ الحجر آیات 41 تا 42)

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِينَ ﴿٤٢﴾

ترجمہ:''فرمایا یہ سیدھا راستہ میری طرف پہنچتا ہے میرے بندوں پر تیرا (شیطان کا) کوئی غلبہ نہیں ہے۔سوا ان گمراہوں کے جو تیرا ساتھ دیں''

ہماری اس پوری گفتگو وتحریر سے جو کہ حقائق کی روشنی میں بیان کی گئی ہے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ کتاب موسیٰ علیہ السلام میں بیان شدہ پیشگوئی کے مصداق سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی پیشگوئی

توراۃ میں حضرت ادریس علیہ السلام کے صحیفہ کا ذکر موجود ہے۔یہ کتاب عبرانی زبان میں تھی اس صحیفہ میں آپ علیہ السلام کا اسم گرامی حنوک درج ہے یہی وجہ ہے کہ اس صحیفہ کو ''صحیفہ حنوک'' کہا گیا ہے۔قرآن کریم میں آپکا اسم گرامی ادریس علیہ السلام آیا ہے۔یوں قرآن کریم اور کتاب توراۃ کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام اور حنوک ایک ہی پیغمبر کے نام ہیں۔حضرت ادریس یا حنوک علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مبارکہ میں ایک نہایت ہی عظیم الشان پیغمبر گزرے ہیں۔ان کی شان میں قرآن کریم یوں ارشاد فرماتا ہے۔سورۃ مریم آیات 56 تا 57۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾

ترجمہ:''اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو وہ یقیناً صدیق نبی تھا اور ہم نے اسے بلند درجہ عطا کیا''

قرآن کریم کے علاوہ کتاب توراۃ کی درج ذیل آیت میں حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں یوں آتا ہے۔

''حنوک تین سو برس خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور غائب ہوگیا۔اس لئے کہ خدا نے اسے لے لیا''

(از: پیدائش 5-22-24)

اسی طرح کتاب جوبلی جو کہ بائیبل کے یونانی نسخہ میں شامل ہے۔ اس میں حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں یوں لکھا ہے۔

''اس نے سب سے پہلے علم وحکمت، رسم الخط، اور علم نجوم ایجاد کیا خدا کے فرشتے تین سو سال تک اس کے ساتھ ساتھ رہے اور انہوں نے اسے آسمان اور زمین کی ہر ایک چیز کا علم دیا'' (از جوبلی، باب 4)

صحیفہ حنوک (علیہ السلام) جو پہلے عبرانی زبان میں تھا اب اسکا ترجمہ اتھی اوپیا (کش) کی زبان میں موجود ہے۔ انکی دوسری کتاب اسرار حنوک سالونیکا زبان میں موجود ہے۔ موجودہ زمانے کے عیسائیوں نے ان کتابوں کو غیر مستند اور جعلی قرار دیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ابتدائی زمانے میں مصنفین انہیں کتب سے سند لیتے رہے ہیں۔ ثبوت کے طور پر ایک حوالہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

یہودا کا وہ خط جو عیسائی مذہب میں مسلمات کی حیثیت رکھتا ہے عہد نامہ جدید میں اب بھی موجود ہے۔ اس خط میں یہودا لکھتا ہے۔

''حنوک جو آدم (علیہ السلام) کی ساتویں پشت میں سے تھا اس نے اسکی بابت پیشگوئی کی ہے کہ دیکھ خداوند اپنے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے تا کہ سب کی عدالت کرے اور سب بے دینوں کو ان کی بے دینی کے سب کاموں پر جو انہوں نے بے دینی سے کئے اور ساری سخت باتوں پر جو بے دین گنہگاروں نے اسکی حفاظت میں کہی ہیں ملزم گردانے''۔ (از: یہودا کا خطِ عام 14-15)

حضرت ادریس علیہ السلام نے جو پیشگوئی فرمائی اسے یہودا نے اپنے خط میں جسکا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں تحریر کیا ہے اس پیشگوئی کے الفاظ پر غور کیجئے تو یہ لفظ بہ لفظ کسی قسم کے شک وشبہ کے بغیر پوری ہوئی۔ ہزاروں سال پہلے بیان کی ہوئی یہ مذکورہ پیشگوئی مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہی ہے۔

1. دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو آپ علیہ السلام کے ہمراہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تعداد دس ہزار ہی تھی۔
2. فتح مکہ کے وقت سب کی عدالت ہوئی یعنی اسلام نے مذاہب عالم کے متعلق عدل وانصاف کرنے کا فیصلہ کیا۔
3. فتح مکہ کے وقت تمام بے دین ومشرکین کی سخت زیادتیوں اور بے انصافیوں کے باوجود جو انہوں نے عرصہ تک مسلمانوں کے ساتھ روا رکھیں رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو نہ صرف معاف ہی فرما دیا بلکہ ایک حرف ملامت تک بھی ارشاد نہ فرمایا۔
4. تمام مسیحی حضرات اسی خداوند کی آمد کے منتظر تھے جس کا حضرت حنوک (ادریس علیہ السلام) سے لے کر اب تک مصداق پیدا نہیں ہوا تھا۔

5. اگر عیسائی حضرات میں سے کوئی سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی پیشگوئی کا مصداق خیال کرے تو اسکا یہ خیال بے بنیاد لغو اور بالکل جھوٹا ہوگا کیونکہ یہودا کا یہ خط جس میں اس نے پیشگوئی درج کی ہے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے زندہ آسمانوں پر تشریف لے جانے کے بعد لکھا گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی پیشگوئیاں

حضرت ادریس (حنوک) علیہ السلام کے بعد دوسری عظیم الشان شخصیت جو نبی علیہ السلام تھے حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ آپ علیہ السلام کی شخصیت، ہندو، یہودیوں، عیسائیوں، پارسیوں اور اہل اسلام و اقوام عالم کے نزدیک نہایت ہی محترم و مکرم ہے۔ اہل ہنود کی کتب میں حضرت نوح علیہ السلام کو منو کے نام سے یاد کیا گیا ہے جنہیں ساری نسل انسانی کا باپ بتایا جاتا ہے جبکہ یہود و نصاریٰ اور اہل اسلام حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہتے ہیں۔ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو آدمی کہا جاتا ہے جبکہ منو سے منش (انسان) کہلاتا ہے۔ رگ وید میں قریباً پچاس سے زائد ایسے حوالہ جات موجود ہیں جن میں اس بات کی صراحت پائی جاتی ہے۔ یہاں ہم مختلف مذاہب کی کتب سے چیدہ چیدہ وہ واقعات اور حالات جو حضرت نوح اور منو دونوں کی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے بارے میں بطور پیشگوئیاں بیان ہوئے تحریر کر رہے ہیں۔

کتاب پیدائش جلد۔9، صفحہ۔14-16 میں آتا ہے:۔

''میں اپنی کمان بدلی میں رکھتا ہوں اور یہ ایک عہد کا نشان ہوگی میرے اور زمین کے درمیان اور ایسا ہوگا کہ میں جب زمین کے اوپر بادل لاؤں گا تو کمان بدلی میں نظر آئے گی اور میں اپنے عہد کو جو میرے اور تمہارے اور ہر جاندار کے درمیان ہے یاد کروں گا اور طوفان کا پانی پھر نہ ہوگا کہ سب جانداروں کو تباہ کرے اور کمان بادلی میں ہوگی اور میں اس پر نگاہ کروں گا تاکہ اس ہمیشہ کے عہد کو جو خدا اور زمین کے سب جانداروں کے درمیان ہے یاد کروں''۔

حضرت نوح علیہ السلام کی اس مذکورہ پیشگوئی کے متعلق اگر قدر مشترک نکالی جائے تو یہ معلوم ہوگا جیسے بابل، بائیبل، پارسی، ہندو اور دیگر اقوام نے بطور قصہ طوفان بیان کیا ہے۔

1. کسی آنے والے وقت میں پھر بدیوں یعنی ہر قسم کے برے کاموں کی کثرت ہوگی یہ کثرت علاقائی نہیں بلکہ عالمگیر ہوگی یوں دنیا کی تمام اقوام ایک ہی زمانہ میں بگڑ جائیں گی۔
2. بدی کے اس طوفان کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کی طرف سے پانی کا کوئی ایسا طوفان نہیں آئے گا جو کل دنیا کو انکی شرارت اور بدی کی سزا کے طور پر غرق کردے۔
3. حضرت نوح علیہ السلام اور انکی ذریت سے یہ عہد ہے کہ وہ اپنی کمان بدلی میں رکھتا ہے۔ پھر جب بدیوں کا عالمگیر طوفان ہوگا تو اس وقت خدا کی کمان بدلی سے باہر نہ ہوگی بلکہ شریروں اور بدکاروں کو بذریعہ کمان

(جنگ) سزا ملے گی۔ بائبل، وید، ژند اوستا اور مثنوی گل گمشیں یعنی بابل کی قدیم مذہبی کتاب وغیرہ میں ''کمان اٹھانے'' کا محاورہ جنگ کے لئے تیاری کے مترادف ہے۔ جبکہ ''کمان رکھ دینے'' کا محاورہ جنگ ختم کر دینے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اس پیشگوئی کے الفاظ پر غور کیجئے تو دو باتیں کھل کر ہمارے سامنے آتی ہیں:۔

1. حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ جس طرح بدکاریوں میں مبتلا تھے۔ سزا پانے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی باقی بچ جانے والی ذریت میں آگے چل کر پھر کسی زمانہ میں وہی بدکاریاں شروع ہو جائیں گی جو عالمگیر ہوں گی۔

2. جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو عرصہ دراز تک (ساڑھے نو سو سال) حق و صداقت کی تبلیغ فرمائی مگر وہ بدبخت قوم اپنی ہٹ دھرمی، طاقت اور غرور اور تکبر کی وجہ سے راہ راست پر نہ آئی تو آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور قوم کی تباہی کی بد دعا کی۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر طوفان کا عذاب مسلط فرمایا اور یوں قومِ نوح علیہ السلام کو غرق کر دیا۔ صدیاں گزر جانے کے بعد جب پھر عالمگیر بدکاریوں نے زور پکڑا تو اللہ تعالیٰ کا عہد کہ میری کمان بدلیوں سے باہر نہ آئے گی پورا رہا۔ البتہ اس نے وقتی تقاضا کے تحت رحمت عالم نور مجسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ کی اجازت ضرورت عطا فرمائی جس کا عرصہ نہایت ہی مختصر ہے۔ جبکہ آپ علیہ السلام نے ہمیشہ اپنے دشمنوں جو کہ بدکاریوں میں غرق ہو چکے تھے اپنی رحمت کے صدقے ان کے لئے مغفرت ہی طلب فرمائی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے اس عالمگیر طوفان کے تذکرہ میں دوسری مشترکہ چیز ایک کشتی ہے۔ بدیوں کا وہ طوفان گو عالمگیر ہوگا مگر اسکی سزا عالمگیر نہیں ہوگی اسکی وجہ یہ ہے کہ اس کشتی کو ساحل تک پہنچانے والے کشتی بان کی آمد کی دعا تمام انبیاء علیہم السلام نے کی جو اس کشتی کو اپنی رحمت سے ساحل نجات تک پہنچا دیں گے۔ وہ ذات مقدسہ صرف اور صرف سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ہے۔ کیونکہ حالات و واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نوح انسان کو اپنی رحمت سے کفر و شرک، ظلم و بربریت، فسق و فجور اور جاہلیت کے اندھیروں سے نکال کر راہ مستقیم پر گامزن فرما دیا۔ یوں حضرت نوح علیہ السلام کی وہ پیشگوئی جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں حرف بحرف سچ ثابت ہوئی تاریخ عالم اسکی گواہ ہے۔

ہمارا یہ مضمون خاصا طویل ہو گیا ہے اس لئے آخر میں ویدوں میں مذکورہ اس کشتی کی صفات اور اس کشتی کے

کشتی بان کے اوصاف کے چند حوالے یہاں تحریر کر رہے ہیں تا کہ نفس مضمون اوراسکی حقانیت کھل کر سامنے آجائے۔

1. ''چونکہ ہم نے اِندر کے لئے تحالف پیش کئے ہیں ہم اس کی طرف چڑھیں گویا اسلام کی کشتی پر دور دور تک پھیلے ہوئے وسیع جہانوں کی مانند ہم دونوں وقت سلامتی میں ہوں اسکے آنے کے وقت اور جب وہ تم سے رخصت ہو''

(رگ وید، منڈل۔10، سوکت۔178، منتر۔2)

2. ''جو قربانی کی کشتی پر نہیں چڑھ سکتے ہلاکت میں ڈوب جائیں خوف سے کانپتے ہوئے''

(رگ وید، منڈل۔4، سوکت۔10، منتر۔44)

3. ''اے دیوتا جس کا منہ ہر طرف نظر آتا ہے (سب پر اس کی توجہ ہے کوئی قوم اس کے فیض سے محروم نہیں اور اسکی دعوت کسی خاص قوم سے مخصوص نہیں) ہمیں دشمنوں کے پار کشتی کی مانند اٹھا اسکی روشنی ہمارے گناہوں کو خشک کر دے''

(رگ وید، منڈل۔1، سوکت۔99، منتر۔1)

4. ''ہاں وہ نجات دہندہ جو بکثرت پکارا گیا ہے اِندر ہمیں ایک کشتی میں حفاظت کے ساتھ اٹھا لے تمام ہمارے دشمنوں کے پار''

(رگ وید، منڈل۔8، سوکت۔16، منتر۔11)

ہم مذکورہ چند وید کے منتروں پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان میں جس کشتی کا ذکر کیا گیا ہے وہ کوئی لکڑی کی بنی ہوئی کشتی نہیں بلکہ دکھوں، مصیبتوں، گناہوں، غم و پریشانیوں اور خطرات سے بچانے والی حقیقی کشتی یعنی ذات مقدسہ ہے۔ یہ وہ ذات کریم ہے جو ہر نقص وعیب سے پاک کشتی ہے جو اپنے اندر کسی قسم کے طوفان بد کا پانی نہیں گھسنے دیتی۔ یہ حقیقت میں عمدہ چپوؤں سے آراستہ آسمانی کشتی ہے سلامتی اور صداقت والی شریعت والی۔ اس کشتی کے کشتی بان عالمگیر فیض تقسیم کرنے والے ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت عالم ہی ہیں۔ جن کے سامنے گناہوں کے بڑے بڑے طوفان تنکے کی مانند بہہ جاتے ہیں۔ مدتوں سے رسم رواج اور بدیوں میں پھنسے جکڑے بدبخت انسان جن کا ان چیزوں سے بچنا مشکل تھا اس عظیم کشتی بان کی عجیب عملی کشتی رحمت نے ان تمام مصائب سے انسان کو نجات دلا دی۔ ان تمام خوبیوں کا مالک اور مصلح کون ہے ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی نسبت دوست و دشمن سب یہی شہادت دیتے ہیں۔

ترجمہ: ''تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام مذاہب سے زیادہ کامیاب ترین شخصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ہے''

(Encyclopaedia Britannica Subject Quran")

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشگوئی یعنی بشارت

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اقوام عالم کے مشترکہ باپ ہیں۔ ہنود کا خیال ہے کہ برہما جی ہی ابوالبشر کہلاتے ہیں اور وہی ابراہیم (علیہ السلام) ہیں برہمن انکی خصوصی اولاد ہے۔ ہندو کی کتاب منڈل۔ اپنشد جو کہ اپنیشد کہلاتی ہے اس میں مذکورہ بات کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ ہندوؤں کی ہی ایک اور متبرک کتاب بھوشیہ پران کے رشی کے الفاظ یہ ہیں:۔

''ایور ینہ درومتہ پراپتوان'' اس آنے والے مجاہد نے مجھ سے برہما کا خطاب حاصل کرلیا ہے''۔ اس عبارت میں برہما کی پاکیزگی اور کل قوموں کے لئے باعث برکت اور روحانیت کا معلم ہونے کا ذکر ہے۔ اس پیشگوئی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پاربتی (ہاجرہ) کا خاوند کہا گیا ہے۔ عبرانی زبان میں (پاربتی) یعنی ہاجرہ کو ''ھاغار'' کہتے ہیں جس کے عربی زبان میں معنی ہجرت کرنے والی کے ہیں۔ اگر اس نام کو ھاغار کی بجائے ''ہاجرہ'' لکھا جائے تو اس کے معنی ہیں پاروتی یا پہاڑی عورت۔ سیدہ حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا کا دکھوں مصیبتوں اور سخت حالات کو ایک مضبوط چٹان کی طرح برداشت کرنا تاریخ عالم سے ثابت ہے۔

توراۃ باب پیدائش میں آتا ہے۔

''وی ای علیبنمـا لغؤ کـا دل وی ابـار کینـمـا و اکدیله شمیخ و هیه بیرالـه واباریکیریباریکخح و میقلیعٰ ارو نبریکو بیغ کل مشقی هوث ارمه''

(از: پیدائش 12-2)

ترجمہ: اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا اور تجھے مبارک کروں گا اور تیرا نام بڑا کروں گا اور تو باعث برکت ہوگا اور ان کو برکت دوں گا جو تجھے برکت دیتے ہیں اور تجھے خفیف کرنے والوں کو لعنتی کروں گا اور برکت پائیں گے تجھ سے اس زمین کے سب گھرانے''۔

حضرت زرتشت دساتیر میں یوں بیان کرتے ہیں

''زرتشت نے فرمایا تھا مسلمان ''مہاباذ'' (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کا بیت اللہ بتوں سے خالی کر کے اسکی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھیں گے پس آریہ، پارسی، یہود اور عیسائی ان تمام قوموں کی مجموعی شہادت سے ثابت ہے کہ یہ پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہے۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس پیشگوئی میں چار باتوں کا ذکر ہے۔

1. آپ علیہ السلام کی اولاد سے ایک عظیم الشان امت یا قوم پیدا ہوگی۔
2. وہ عظیم الشان امت یا قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برکت کی وارث ہوگی۔

3. اس عظیم الشان امت یا قوم کی پہچان یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دعائے برکت دے گی۔
4. دنیا کی دیگر کل قومیں اس امت کے ذریعے تجھ سے برکت پائیں گی۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس پیشگوئی میں خصوصیت سے یہ الفاظ نہایت ہی قابل توجہ اور قابل غور ہیں کہ

''جو تجھے برکت دیتے ہیں انکو میں برکت دوں گا''

اس حقیقت سے کوئی صاحب عقل ودانش انکارنہیں کرسکتا کہ دنیا میں صرف اور صرف امت مسلمہ ہی وہ قوم ہے جو ہر روز پانچ وقت کی نمازوں اور دیگر وظائف ودرود شریف پڑھتی اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے دعائے برکت کرتی ہے یوں دنیا میں چوبیس گھنٹوں کے دوران کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا کہ مسلمان سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود نہ بھیجتے ہوں۔اسی طرح امت مسلمہ اپنے آقا ومولا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے دعائے برکت اور درودِ سلام کا ورد جاری رکھتی ہے۔یہود ونصاریٰ جو کہ اہل کتاب ہیں ان کے ہاں روزانہ پڑھی جانے والی کوئی دعا ایسی نہیں جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے خیر وبرکت کا ذکر ہو اسی طرح دنیا کی کسی دوسری قوم وملت کے ہاں بھی ایسی کسی دعا کا تصور موجود نہیں۔

اب پیشگوئی کے دوسرے حصہ پر غور کیجئے لکھا ہے'' دنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پائیں گے'' یہ پیشگوئی بھی صرف امت مسلمہ سے ہی خاص ہے کیونکہ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں تبلیغ اہم فریضہ ہے۔اس فریضہ کی مدد سے امن وسلامتی کا پیغام گھر گھر، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں اور شہر شہر وملک ملک پہنچایا جاتا ہے۔یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ واحد نبی ہیں جو دنیا کے تمام گھرانوں کے لئے مبعوث فرمائے گئے اور آپ علیہ السلام کی ذات مبارکہ ان سب کے لئے برکت لے کر آئی ہے۔قرآن کریم میں ارشاد خداوند کریم ہے۔سورۃ الاعراف آیت 158۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

ترجمہ:''فرمادو اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول (بنا کر بھیجا گیا) ہوں''۔

ہمارے مذکورہ بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی دنیا کے تمام گھرانوں کے لئے رحمت وبرکت لائے حقائق کی روشنی میں صحیح ترین ہے اگر کوئی اس بات کو ماننے سے انکار کرے یا اس بات کا ثبوت چاہے تو یہاں مختصر الفاظ میں ثبوت پیش کیا جارہا ہے۔

سب سے پہلے مذہب یہود کو ہی لے لیجئے۔یہود اہل کتاب ہیں مگر اس مذہب میں تبلیغ دین کا سرے سے صرف یہی نہیں کہ وجود ہی نہیں بلکہ اس مذہب میں تبلیغ دین ممنوع ہے۔اس لئے دنیا کے تمام گھرانے تجھ سے برکت پائیں گے کی پیشگوئی یہود کے کسی نبی کے حق میں نہیں ہوسکتی۔

دوسرا اہل کتاب مذہب نصاریٰ کا ہے انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں
''میں صرف اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں''

(از: انجیل متی 15-24)

اہل ہنود جو کہ ایک مت یا ازم کو مانتے ہیں ان کے ہاں بھی کسی رشی، برہمن یا راہنما کا تبلیغ کرنا ثابت نہیں۔ اس لئے پیشگوئی کہ ''دنیا کے تمام گھرانے تجھ سے برکت پائیں گے'' انکے لئے بھی نہیں ہے۔

مذکورہ پیشگوئی کے کچھ اور اجزاء بھی ہیں جن کا بائیبل میں اس قدر خوبصورت انداز میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس پیشگوئی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین اسلام کے حق میں سچ ثابت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ چند حوالہ جات تحریر کر رہا ہوں۔

1. ختنہ کا عہد جس قوم میں ہوگا، وہی خدا کے عہد کی وارث ہوگی۔

(از: کتاب پیدائش 17,13-14)

2. اسماعیل (علیہ السلام) کے حق میں دعا کا قبول ہونا۔ یعنی ان سے عظیم امت پیدا ہوگی۔

(از: کتاب پیدائش 17-20)

3. فرشتہ کا حضرت ہاجرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے وعدہ کہ تیرے بیٹے سے ایک عظیم الشان قوم پیدا ہوگی۔

(از: کتاب پیدائش 21-18)

نورمحمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حُسنِ یوسف علیہ السلام میں

حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن مبارک دنیا میں ضرب المثل ہے۔ حقیقت میں یہ حسن مبارک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نور کا پرتو تھا جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو اس قدر تابانی عطا فرمائی کہ وہ دنیا میں ضرب المثل بن گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے لئے جو پیشگوئی فرمائی اسکا مختصراً حال والفاظ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

بائیبل کتاب پیدائش میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے وصال کے وقت اپنے بارہ بیٹوں کو طلب فرمایا اور ہر ایک کی عادت کے مطابق فضیلت کے اعتبار سے دعا دی۔ یہاں موضوع کے مطابق اس کا ذکر کر رہا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

1. ”یہودا سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ امر اس کے پاؤں سے جاتا رہے گا جب تک شیوہ نہ آجائے اور قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی“۔

(از: کتاب پیدائش باب 49، آیت 10)

2. ”یوسف (علیہ السلام) ایک پھل دار پودا ہے۔ وہاں وہ پھل دار پودا جو لب جو لگا ہو جس کی شاخیں دیوار پر چڑھ جاتی ہیں تیرانداز چھیڑتے مارتے اور ستاتے تھے۔ لیکن اس کی کمان زور میں پائیدار ہے۔ اور اس کے ہاتھوں کے بازو نے یعقوب (علیہ السلام) کے خدائے قادر کے ہاتھوں سے قوت پائی“

(از: کتاب پیدائش، باب 49، آیت 22)

3. ”اور اس نے یوسف (علیہ السلام) کے لئے برکت چاہی اور کہا کہ خدا جس کے سامنے میرے باپ ابراہیم اور اسحاق (علیہم السلام) چلے اور وہ خدا جس نے آج کے دن تک میری پاسبانی کی اور وہ فرشتہ جس نے مجھے ساری بلاؤں سے بچایا ان جوانوں (یوسف علیہ السلام کے بیٹوں) کو برکت عطا کرے اور جو میرا نام ہے اور میرے باپ دادوں ابراہیم اور اسحاق (علیہم السلام) کا نام ہے وہی ان کا رکھا جاوے“

(از: کتاب پیدائش، باب 48، آیت 15)

بائیبل میں تاریخ اول شامل ہے جو حضرت عزرا نبی (عزیر علیہ السلام) سے منسوب ہے۔ اس میں تحریر پیشگوئی کے الفاظ یوں ہیں۔

”اور نبی روبن اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے پلوٹھے کے کہ وہ تو اسکا بڑا بیٹا تھا لیکن اس لئے کہ اس نے اپنے باپ کے بچھونے کو ناپاک کیا تھا۔ اس کے پلوٹھے ہونے کا حق یوسف (علیہ السلام) بنی اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کے بیٹوں کو دیا گیا۔ اور نسب نامہ کا ثبوت پلوٹھے ہونے پر موقوف نہیں کہ یہوداہ البتہ اپنے بھائیوں سے زور آور ہو گیا۔ مگر پلوٹھے ہونے کا حق یوسف (علیہ السلام) کو ملا“

(از: تاریخ اول، باب 5، آیت 1 تا 2)

مذکورہ بالا تصریحات اور بشارات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برکات نبوت کا وارث یوسف (علیہ السلام) اور انکی اولاد کو ٹھہرایا گیا۔ جبکہ دوسری طرف یہوداہ تنومند اور طاقت ور ہوتے ہوئے بھی نافرمانی کی وجہ سے ان برکات سے خود اور اسکی اولاد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم کر دی گئی۔ یوں بنی اسرائیل کا آخری نجات دہندہ شیلا یا شیوم اولاد یوسف (علیہ السلام) کا ایک روشن چراغ سمجھا گیا۔ گو یہوداہ کو حکومت ملی لیکن یہ حکومت کا عصاء بھی آخر کار یوسف (علیہ السلام) کے عصاء نبوت میں ضم ہو جانے والا تھا۔

(از: حزقیل نبی کی کتاب، باب 37، آیت 16 تا 19)

تاریخ انبیاء علیہم السلام و تاریخ عالم نے ثابت کر دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے نیک کاموں کی بنا پر

دوسرے تمام بھائیوں سے سبقت لے گئے۔اور یوں بنی اسرائیل کے گھرانے کی کل قوموں کی گلہ بانی بالآخر یوسف یا شیلوم علیہ السلام کے عصاء کے ساتھ وابستہ رہی۔یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ:۔

''یوسف کے معنی عبرانی زبان میں سبقت لے جانے، بڑھ جانے اور حزن وملال سے دور کیا جانے کے ہیں''

لفظ شیلوہ یا شیلوم سے کیا مراد ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام کی جس پیشگوئی کا ذکر چل رہا ہے اس میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ بنی اسرائیل میں حکومت یہودا کے عصاء کے ساتھ ہوگی جو آخر کار شیلوم کے قبضہ میں چلی جائے گی۔اس پیشگوئی میں لفظ شیلوہ یا شیلوم قابل غور ہے۔جب تک اس لفظ کے معانی کی وضاحت اور مطلب بیان نہ کیا جائے پیشگوئی مکمل سمجھ نہیں آسکتی کیونکہ پیشگوئی کی مکمل وضاحت اسی لفظ کے مطلب پر منحصر ہے۔تورات کے مختلف نسخوں کے مطابق اس لفظ کے معانی عرض کر رہا ہوں۔

''تورات کے مختلف نسخوں میں کہیں یہ لفظ ''شیلوہ'' ہے کسی جگہ ''شلوہ'' جبکہ کچھ مقامات پر ''شلوم''''شِلو'' اور ''شیوہ'' ہے۔جیسے اس لفظ کی قرات وتلفظ میں اختلاف پایا جاتا ہے اسی طرح اس کے معانی میں بھی اختلاف موجود ہے۔عام طور پر اس لفظ کے معنی صلح کرانے والا، سلامتی کا شہزادہ وغیرہ کے کیے گئے ہیں''

(دیکھئے: کتاب پیدائش، باب 49)

''حکومت کا عصاء یہوداہ سے جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ شیلوہ آجائے جو لوگوں کی اطاعت کا حقدار ہے''

کلیسا نے توراۃ کے جس نسخہ کو مستند قرار دیا ہے اس میں عبارت کے الفاظ یہ ہیں:۔

''یہودا سے ریاست کا عصاء جدا نہ ہوگا اور نہ قانون اس کے پاؤں تلے سے جاتا رہے گا یہاں تک کہ شیلوہ آجائے''

مسوراتی نسخہ کی قرأت کے یہ الفاظ ہیں:۔

''عصاء یہودا سے جدا نہ ہوگا اور نہ اس کا وکیل اس کے قدم سے یہاں تک کہ وہ آجائے جو حکومت کا مستحق ہے لوگ اسی کے انتظار میں ہیں''۔

مذکورہ قرأتوں کے تراجم سے یہ بات ظاہر ہے کہ یہود شیلوہ کی آمد کا نہایت بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ وہ لوگ شیلوہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے ہونے کے اس وقت تک منتظر تھے جب تک یوسف علیہ السلام کے دونوں بیٹے ''افرائیم'' اور ''منسی'' کی اولاد یا قبائل سماریہ والوں کے ساتھ مل کر مشرکین میں نہیں مل گئے۔ اس پیشگوئی میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کی شخصیت ہی مراد نہیں لی بلکہ پورا

قبیلہ اور افرا ہیم ومنسی کی اولاد مراد لی ہے۔ یہود جب اس بات سے کہ شیلوم حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہوگا مذکورہ وجہ کی بنا پر مایوس ہو گئے تو بعض یہودی علماء نے اس پیشگوئی کو حضرت سلیمان علیہ السلام پر چسپاں کرنا چاہا انکی یہ کوشش بے سود اور غلط تھی کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں بلکہ یہودہ کی اولاد میں سے تھے اور انہیں یہودہ کا عصاء وسلطنت ورثہ میں مل چکی تھی۔

یہاں ایک سوال یقیناً ذہن میں آئے گا کہ مذکورہ حالات کی بنا پر جب حضرت یوسف علیہ السلام کے دونوں بیٹے مشرک ہو گئے تو کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کی فرمائی ہوئی پیشگوئی باطل ہو گئی؟ ہرگز باطل نہیں ہوئی کیونکہ ارشاد نبی وکتاب کبھی باطل ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام بلاشبہ ''ایک پھلدار پودا ہے جو لب جو لگا ہے'' جو یقیناً پھل دے گا۔ ''شیلوم'' ضرور آئے گا اور دنیا کی قومیں انکے جھنڈے تلے جمع ہوں گی۔ یہودا کا عصاء سلطنت شیلوم کے عصاء میں ضم ہو جائے گا اور یوں وہ ذات نبوت وحکومت دونوں کی مالک ہوگی۔ اس پیشگوئی میں لفظ شیلوم آیا ہے جسکا صحیح مفہوم بتانے کے متعلق عبرانی اور بائیبل کی لغت دونوں مضطرب ہیں۔ دیکھیے عبرانی لغت جیسینس اور ہبرولیکسین۔

پیشگوئی کے الفاظ میں اہم نکتہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیشگوئی میں ایک اہم نکتہ یہ ہے جیسے قرآن کریم نے سورہ یوسف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر یوں ارشاد فرمایا۔ سورۃ یوسف آیت 102۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝۱۰۲

ترجمہ: ''یہ واقعات غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ داؤں چل رہے تھے''۔

اللہ تعالیٰ کی شان کیا ہی بلند ہے کہ غیب کی وہ خبریں جو آثار قدیمہ آج بابل اور فلسطین سے ظاہر کر رہا ہے۔ جہاں ان خبروں نے عیسائی اور یہودی مذہب کو بنیاد سے اکھاڑ دیا ہے وہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کو عیاں کر دیا ہے۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیشگوئی میں لفظ ''شیلون'' استعمال ہوا ہے۔ عبرانی زبان کی لغت اور مفسرین اس لفظ کا کوئی معنوی یا لغوی حل پیش نہیں کر سکے۔ ہم یہاں اس لفظ کو موجودہ تحقیقات اور واقعات کی روشنی میں حل کرتے ہیں۔ لفظ شیلوہ کا ترجمہ ''یوسف'' ہونا چاہیے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ لفظ شیلو، شیلوہ اور شلوم کا ترجمہ ہرگز یوسف نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لفظ شیلون (Sheilon) کا غلط تلفظ ہے جسے

بائبل میں درج کر دیا گیا ہے۔ جبکہ شیلون عربی زبان میں یوسف کا نام ہے۔ ہماری اس بات کے ثبوت کے لئے دیکھیے (بائیبلیکل ریسرچ ان پلسطین (فلسطین)، صفحہ۔86 تا89)

کتاب پیدائش کے عربی ترجمہ میں بھی اس کا تلفظ ''شیلون'' ہے چنانچہ لکھا ہے

''حتّٰی یَاتِیَ شیلُونَ وَلَہٗ یَکُونُ خُشوُعُ شعُوب'' (از پیدائش باب 49، صفحہ 10)

ترجمہ: ''یہوداہ سے عصاء حکومت جدا نہ ہوگا اور نہ امر اس کے نیچے سے جاتا رہے گا یہاں تک کہ یوسف آجائے اور اس کے پاس قومیں اکٹھا ہوں گی''۔

یہ نکتہ معرفت کہ جناب یعقوب علیہ السلام نے عبری نام یوسف لے کر بشارت نہیں دی مگر یوسف کے عربی نام سے پیش خبری دی کہ شیلون آئے گا۔ یوسف علیہ السلام بے شک عبری نبی ہے مگر شلون عبری نہیں بلکہ عربی نبی ہے جو کہ یوسف علیہ السلام کی مثل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں

حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیشگوئی کے مصداق یوسف عربی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں آمد مبارکہ سے یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ یہاں آخر میں ہم چند دلائل کی روشنی میں اپنی اس بات کی وضاحت پیش کر رہے ہیں۔

1. کتاب پیدائش باب 49، آیت 10 میں ہے کہ یہوداہ سے عصاء حکومت چھن جائے گا اور یہ عصاء عربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں آجائے گا۔ چنانچہ واقعات وحالات نے ثابت کر دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد یہ عصاء یہوداہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بنی اسرائیل سے چھن گیا اور آج تک اسکا کوئی وارث نہ ہوا۔ یوں حکومت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والوں کے پاس آگئی۔
2. حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل متفرق ہو گئے اور اس کے بعد کبھی ایک جگہ اکٹھے نہ ہو سکے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو ایک جگہ اکٹھا کرنے اس منتشر گلہ کو ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش فرمائی مگر خدا کو ایسا منظور نہ تھا۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر نصاریٰ، یہود اور دیگر اقوام عالم کا کثیر تعداد میں اکٹھا ہو جانا تاریخی واقعات سے ثابت ہے۔ اس طرح پیشگوئی کی دوسری شق کہ ''اقوام عالم اسکے پاس اکٹھی ہوں گی'' پوری ہوگئی۔
3. اسی بشارت میں ہے کہ یوسف ایک پھلدار پودا ہے جو لب جو لگا ہے۔ الخ۔ عبری یوسف کا وہ پودا تو اسی وقت خشک ہو گیا جب یوسف علیہ السلام کا گھرانہ مشرکین کے ساتھ مل گیا تھا۔ دوسری طرف عربی یوسف علیہ السلام کا پودا اس شان سے لب جو لگا کہ اس کے شیریں پھل اور ٹھنڈی چھاؤں سے دنیا بھر کے انسانوں

نے خوب فائدہ اٹھایا اور امت مسلمہ کی شکل میں قیامت تک یہ پھلدار پودا اسی شان سے قائم رہے گا۔ گو اس کے دشمن اسے ستاتے اور چھیڑتے ہیں لیکن اسکی کمان وہ ہے جس کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کی کمان ملی ہوئی ہے۔

4. حضرت یعقوب علیہ السلام نے جناب یوسف علیہ السلام کی اولاد کے لئے برکت چاہی اور توحید کی امانت اس کے سپرد کی مگر یوسف عبری کی اولاد مشرکین کے ساتھ جاملی یوں انہوں نے توحید کی امانت کو ضائع کر دیا۔ بشارت کے مطابق ان کے نام ابراہیم اسحاق اور یعقوب کے نام پر رکھنے کو کہا گیا مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ جبکہ عربی یوسف علیہ السلام کی اولاد کو ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے ناموں کی برکت ملی اور انہوں نے توحید کی امانت کو سینوں سے لگایا۔ اپنی اولاد کے نام مذکورہ انبیاء علیہم السلام کے ناموں کی نسبت سے رکھے۔

5. حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی مبارک زبان سے یوسف علیہ السلام کا عبرانی زبان میں نام شیلوہ، شیلون یا شیلوم فرمایا۔ عبری لغت کے مطابق ان ناموں کے معنی ''صلح اور امن کا لانے والا یا سلامتی والا کے ہیں''۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ ان تمام صفات کا حامل جس نے دنیا کو عملی اعتبار سے یہ سب کچھ کر دکھایا وہ کون تھا ہر ایک اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ ہمارے آقا و مولا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور مجسم ہی تھے۔ قرآن کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اول المسلمین (سورۃ الزمر آیت 12) کہا ہے۔ یعنی آپ علیہ السلام سلامتی والے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے شیلوم اور شیبوہ یا تسلی دینے والے صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

6. حضرت حزقیل علیہ السلام جو حضرت یوسف علیہ السلام سے صدیوں بعد دنیا میں تشریف لائے انہوں نے مکاشفہ میں دیکھا۔ فرماتے ہیں:۔

''پھر خداوند عالم کا کلام مجھے پہنچا اور اس نے کہا کہ اے آدم زاد تو ایک لکڑی لے اور اس پر لکھ یہوداہ اور بنی اسرائیل اور اسکے رفیقوں کے لئے۔ پھر دوسری لکڑی لے اور اس پر یہ لکھ یوسف کے لئے جو افرائیم کا عصاء تھا۔ اور سارے اسرائیل اس کے رفیقوں کے لئے اور ان دونوں کو جوڑ تا کہ وہ ایک لکڑی تیرے لئے ہو جائے۔ اور وہ تیرے ہاتھ میں ایک ہوں گی۔ اور جب تیری قوم کے لوگ تجھ سے پوچھیں اور کہیں کہ ان کاموں سے تجھے کیا واسطہ ہے۔ کیا تو ہمیں نہیں بتائے گا؟ تو تو انہیں کہہ خداوند یہوداہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ میں یوسف کی لکڑی کو جو افرائیم کے ہاتھ میں ہے اور اس کے رفیقوں کو جو اسرائیل کے گھرانے ہیں لوں گا

اوراس کے ساتھ ہاں یہوداہ کی لکڑی کے ساتھ ملادوں گا اور یوں ان کو ایک عصاء کرڈالوں گا۔اور دے میرے ہاتھ میں ایک ہوں گی''۔

(ازحزقیل،باب37،15،19)

یہاں نہایت ہی قابل غورنکتہ یہ ہے کہ حضرت حزقیل علیہ السلام کے بعدوہ کون سانبی ہوا ہے۔جسے یہوداہ کا عصاءاور یوسف کا عصاء ملاکرایک ہی وقت میں حکومت اورنبوت کی نعمتیں حاصل ہوئیں۔تاریخ عالم کا ہرنقطہ نظر سے مطالعہ کرلیجئے تو وہ ذات مقدسہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ہے جنہیں ایک ہی وقت میں نبوت اور حکومت کی نعمت عظمیٰ عطاہوئی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے صدیوں پہلے جو پیشگوئی ارشادفرمائی تھی وہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں حرف بحرف حق وسچ ثابت ہوئی۔

تورات مقدسہ میں بشارات

قرآن کریم فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام گذشتہ آسمانی کتب اورصحائف کے بارے میں ارشادفرمادیا جن میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور پرنوراوراوصاف حمیدہ کا ذکر موجود ہے اہل ایمان کے لئے یہ امرتو جزوایمان ہے لیکن کفار کے سوالات والزامات سے بچاؤ اوران کے مکمل جوابات کیلئے ان کتب گذشتہ میں سے فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہوراوراوصاف مبارک کا ثابت کرنا اشدضروری ہے تا کہ کفارمیں سے جواہل بصیرت ہیں شاید ایمان کی دولت سے مالامال ہوسکیں۔اوران مدلل جوابات کو پڑھ کراہل ایمان کی محبت وعقیدت میں پختگی آئے جوان کے لئے درجات کی بلندی کا سبب بن سکے۔

گوحضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعداس قوم کے بدنصیب عالموں نے تورات میں حذف،تحریف اورتغیر و تبدل کیا اورخداوندکریم کی نازل شدہ آسمانی کتاب میں خیانت کی ہے لیکن اس کے باوجودابھی تک اس کتاب میں یہ موجود ہے کہ حق تعالیٰ نے سینا سے تجلی فرمائی ساغیر سے ظہورکیا اور فاران سے آشکار ہوا۔سینا اس پہاڑ کو کہا جاتا ہے جسے طورسینا یا طوس سینین کہتے ہیں۔خداوندقدوس نے اس پہاڑ پراپنی تجلی ڈالی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوتارہااور یہاں ہی آپ پرنبوت کا ظہورہوا۔ساغیروہ مقام ہے جہاں انجیل کا نزول ہوا۔فاران عربی زبان کا لفظ ہے یہ مکہ مکرمہ میں بنوہاشم کی ملکیت پہاڑیوں کا نام ہے۔ان میں سے ایک پہاڑی پرظہورنبوت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت فرمایا کرتے تھے۔یہ وہی پہاڑی ہے جس پرسب سے پہلے وحی کا نزول ہوا۔یہ تین پہاڑیاں ہیں جن میں سے ایک کا نام جبل ابوقبیس ہے اس پہاڑ کے نیچے مکہ مکرمہ ہے۔اس کے سامنے جبل قیقعان (قعیقعان) ہے جووادی کے بطن تک ہے اوراس سے مشرق کی جانب جبل قیقان ہے۔جس کے ساتھ ہی شعب بنوہاشم واقع ہے

اسی شعب میں وہ جگہ ہے جہاں سید کونین فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

ابن قتیبہ امت کے ایک قابل عالم تھے انہوں نے سابقہ کتابیں پڑھیں اور خود ان کا ترجمہ بھی کیا۔ وہ اپنی کتاب ''السلام نبوت'' میں کہتے ہیں کہ اگر قاری تھوڑی بہت سوچ بچار سے کام لے تو اس کو یہ بات سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کہ کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حق تعالیٰ کا تجلی فرمانے سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کا نزول فرمانا ہے۔ اسی طرح ساغر کے پہاڑ سے ظاہر ہونا سے مراد اس پہاڑ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل مقدس کا نزول ہونا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارض قلیل میں ساغیر کے پہاڑ پر سکونت پذیر تھے اس لئے اس پہاڑ کو ناصرہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور آپ علیہ السلام کے پیروکار اسی وجہ سے نصاریٰ کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

جب یہ بات حقیقت کو پہنچ گئی کہ ساغیر سے حق تعالیٰ کا ظاہر ہونے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نزول انجیل ہے تو پھر فاران کی پہاڑیوں سے آشکار ہونے کا مطلب بغیر کسی شک وشبہ کے یہی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن ہی کا نزول ہوا۔ اس سلسلے میں اہل کتاب اور اہل اسلام میں کوئی فرق نہیں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے کہ فاران مکہ مکرمہ کی پہاڑیوں ہی کا نام ہے۔ اور اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ فاران مکہ کے علاوہ کسی اور پہاڑیوں کا نام ہے تو یہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہوگا جس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ وہ دوسری جگہ ہمیں بتائی جائے دکھائی جائے جس کا نام فاران کی پہاڑیاں ہیں۔ پھر اس جگہ خداوند کریم بھی آشکار ہوا ہو نیز اس نبی پر بعد از عیسیٰ علیہ السلام کوئی کتاب بھی نازل ہوئی ہو۔ کسی نبی کا مبعوث ہونا ثابت ہو۔ ہمارا ایمان ہے وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن ہے کیونکہ جس طرح ساری کائنات میں اسلام کا دین آشکار ہوا ہے مشرق مغرب شمال جنوب میں کوئی دوسرا دین اس طرح آشکار نہیں ہوا۔

تورات میں ایک اور جگہ مذکور ہے کہ اللہ کریم نے سفر خامس کے اندر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے خطاب فرمایا کہ:۔

''تمہارا رب بنی اسرائیل کی خاطر تمہارے برادروں میں ایک نبی پیدا کرے گا اور اسے مبعوث فرمائے گا اس کے منہ میں اپنا کلام رکھے گا پھر وہ وہی کچھ کہے گا جو میں اسے حکم کروں گا جو آدمی اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا اس کو سزا دوں گا''۔

تورات موسوی کی پانچویں کتاب میں نہایت ہی بلیغ الفاظ میں یہ بشارت موجود ہے۔ گو اس عبری عبارت کے الفاظ میں یہودی علماء نے تحریف کر دی ہے مگر تحریف کے باوجود ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارے میں پیشگوئی پھر بھی موجود ہے۔ عبرانی زبان کی عبارت ترجمہ کے ساتھ تحریر کر رہا ہوں۔

نابی مقر بخانا حسیخا کامونی یا قیم یخا یھورہ ایلو ھیخا الاؤتشماعون و یوسر یھودہ ایلدی ھطیبو اشرد بیرونابی اقیم لا ھم مقرب احیم کامو فاونتی دیبارا لے بغیؤ و

دبر انیهم اث کل اشرا هو نو (از استثناء، 15-5، 17، 18)

ترجمہ: ''خداوند تیرا معبود ایک نبی تیرے (درمیان یا) رحمی رشتہ سے تیرے بھائی (یا بھائیوں) میں سے ایسا شخص جیسا کہ میں خود ہوں تیرے لئے مبعوث کروں گا اسکو مان لینا اور کہا خدا نے مجھے انہوں (بنی اسرائیل) نے جو جی چاہا مجھے کہا۔ ایک نبی میں مبعوث کروں گا۔ ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تیری مثل اور دوں گا۔ اپنی وحی اس کے منہ میں اور کہے گا۔ ان کو وہ سب کچھ جو میں اسے حکم دوں گا''۔

آیت کے عبری الفاظ ''یاقیم'' (مبعوث کرے گا) ''تشماعون'' (اسے ماننا قبول کرنا) ''قیم'' (میں مبعوث کروں گا) ''وثنی'' (میں دوں گا) ''دبر'' (کہے گا) ''اصولو'' (میں اسے حکم دوں گا) ''نابی'' نبی ''نثی دیبارائے بغیو'' (اس کے منہ میں اپنا کلام دوں گا) ''مقربخا'' (تیرے درمیان یا تیرے رشتہ داروں سے) ''ماحیخا'' (تیرے بھائیوں میں سے) ''احیم'' (ان کو بھائیوں سے)۔

ان تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ تشریف لانے والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی اسرائیل کے بھائیوں بنی اسماعیل میں سے ہی ہو گا۔ مذکورہ تشریح سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ بشارت اور پیشگوئی آئندہ آنے والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہی ہے۔

توراۃ کی یہ عبارت آقائے دو جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت شریف کی ایک عیاں دلیل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سمیت یعنی اسرائیل جو حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور ان کے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اگر یہ موعود نبی بھی حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں یعنی بنی اسرائیل میں سے ہی ہوتے تو پھر وہ موعود انہی میں سے ہوتا نہ کہ ان کے برادران میں سے۔ اگر اس کے جواب میں یہود یہ کہیں کہ بنی اسرائیل ان کے بھائی ہیں۔ اخوت کے اعتبار سے ان کا یہ جواب ٹھیک ہے لیکن اس جواب سے تو انہوں نے تورات کو ہی جھٹلا دیا۔ کیونکہ تورات میں تو ذکر آیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی نبی بھی بنی اسرائیل میں سے نہیں ہو گا۔ اس طرح چند ایک یہود جو یہ کہتے ہیں کہ موعود سے مراد یوشع بن نون ہیں۔ ان کی بات بھی غلط ہو گی کیونکہ یوشع بن نون نہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کفو تھے اور نہ ہی ان کی مثل۔ بلکہ وہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان کی خدمت کرنے والے تھے اور سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد انہوں نے بھی دعوت موسیٰ کی ہی تاکید و تائید کی تھی۔ لہٰذا یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ اس موعود سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی مراد ہیں۔ آپ ہی موسیٰ علیہ السلام کے کفو اور دعوت حق کے قائم کرنے والے ہیں۔ تحدی معجزہ میں تشریح احکام الٰہیہ میں اور سابقہ شریعتوں کی منسوخی کی اجزاء میں یہ چیز بے شمار دلائل قطعی سے عیاں و ثابت ہے کہ نبی موعود جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی آخری نبی ہیں اور اس امر میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ رہا تورات میں اس ارشاد کا مفہوم کہ ہم اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالیں گے اس سے مراد یہ ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرف

جس طرح ہم تحریر شدہ کتب یا صحائف نازل کرتے تھے اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم کلام کے ذریعے وحی نازل کریں گے اور اس طرح یہ نبی مکرم وہی ارشاد فرمائیں گے جو میں کلام کروں گا۔ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ النجم آیات 3 تا 4۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ﴿٤﴾

ترجمہ: ''یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے''۔

مشہور سیرت نگار، حاکم، امام بیہقی و ابونعیم اپنی اپنی الگ تصانیف میں روایت کرتے ہیں کہ خیبر اور مدینہ کے یہود جب عرب کے مشرکوں یعنی جہینیہ اور غطفان و بنی اسد سے مقابلہ کرتے تو کہتے ''اے اللہ ہمارے پروردگار ہم بحق احمد پیغمبر اُمّی کے جس کے بھیجنے کا اس زمانہ میں تم نے وعدہ کیا ہے اور اس کتاب حق کے واسطے جو تو اس نبی امی پر اتارے گا ہمیں دشمنوں پر مدد دے'' اور یوں وہ یہود ہمیشہ مشرکوں پر فتح حاصل کرتے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی یہود مدینہ کسی شکل یا مشرکین کے ساتھ جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دیتے کامران رہتے۔

تورات موسوی کی پانچویں کتاب میں بیان کی گئی نہایت بلیغ پیشگوئی جسکا ذکر اوپر کر چکے ہیں کے مطابق مختصراً الفاظ میں تشریح تحریر کر رہا ہوں تاکہ اس پیشگوئی کی عبارت اپنے مطالب کے ساتھ کھل کر سامنے آجائے اور یوں اعتراض کرنے والوں کو تسلی بخش جواب مل جائے کہ اس پیشگوئی میں جس عظیم ہستی کا ذکر کیا گیا ہے حقائق کی روشنی میں وہ ہمارے آقا و مولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

اس مذکورہ بشارت و پیشگوئی میں سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں ''آنے والا مجھ سا نبی ہوگا''۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی تھے اس اعتبار سے تشریف لانے والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برگزیدہ اور محبوب ہونا ضروری تھا۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں نہایت جرأت اور دلیری سے توحید کا وعظ کیا۔ فرعون اور اہل فرعون کی خدائی انکی طاقت مال و دولت کچھ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلمہ حق کہنے سے نہ روک سکا۔ جزیرہ نما عرب کے مشہور شہر مکہ مکرمہ کے مشرکین انکے سردار انکا مال و دولت طاقت و ثروت اور دیگر دشمنان اسلام کی شب و روز کی سخت ترین مخالفت کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے سامنے ڈٹ کر توحید کا وعظ فرمایا۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ مزمل آیت 15۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾

ترجمہ: ''ہم نے تمہاری طرف رسول کو بھیجا جیسے فرعون کی طرف رسول بھیجا''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عرب کے سرکش اور گنوار لوگوں کو فرعون سے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت دی ہے۔ یہاں وجہ تشبیہ عرب کے سرکش اور ضدی طاقتور لوگوں کے سامنے بے دھڑک ہر قسم کے خوف وخطر سے بے نیاز ہو کر توحید کا وعظ کہنا ہے۔

سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وصال شریف سے کچھ عرصہ پہلے اپنی طرف کی جانے والی وحی کو الواح پر لکھ کر بنی اسرائیل کے سپرد کرتے ہوئے ان سے یوں خطاب فرمایا:۔

''اپنے فرقوں کے سارے بزرگوں اور عہدے داروں کو میرے پاس جمع کرو تا کہ میں یہ باتیں ان کے کانوں تک پہنچا دوں اور آسمان اور زمین کو گواہ لا کے ان پر گواہ کروں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد تم اپنے آپ کو خراب کرو گے۔ اور اس راہ سے جس کی بابت میں نے تمہیں حکم دیا ہے پھر جاؤ گے''۔

(از استثنا 31:28,29)

جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب فرمایا اور اسی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ سورۃ المائدہ آیت 67

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ
مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ
مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: ''اے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تیری طرف اتارا جاتا ہے وہ سب لوگوں کو پہنچا دیں اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد خداوندی کے مطابق پورے کا پورا قرآن مجید لکھوایا اسے لوگوں تک پہنچایا بلکہ لاتعداد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حفظ بھی کرا دیا۔ لوگوں سے اپنی رسالت اور تبلیغ رسالت و دین کا حجۃ الوداع کے روز یوں خطاب فرما کر اقرار بھی لے لیا۔ فرمایا'' ھل بلغت '' کیا میں نے تمہیں قرآن پہنچا دیا؟ ''فقال الناس الّھم نعم ''لوگوں نے کہا بیشک آپ علیہ السلام نے پہنچا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پیغام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کامل اور دائمی تھا اس لئے حضور علیہ السلام نے اس پیغام کے پہنچانے میں بھی کمال فرمایا۔ ایسا کمال جسکی مثال نہ پہلے تاریخ عالم میں تھی اور نہ قیامت تک ہو گی۔

اس بشارت کے مصداق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد کتاب مقدس گم ہو گئی تھی کافی عرصہ بعد جناب عزار (عزیر علیہ

السلام) نے لوگوں کی روایات لے کر دوبارہ خود اس کتاب کو تالیف کیا اور اس میں اپنی یہ شہادت شامل فرمائی۔
''اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا''

(از استثنا 10:34)

حضرت عزار سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ہزار سال بعد ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ ابھی تک مثل موسیٰ علیہ السلام نہیں ہوا۔ ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) سے سوال کیا گیا تو انہوں نے بھی فرمایا ''ہاں آج تک مثل موسیٰ علیہ السلام کوئی نہیں ہوا اور نہ ہی میں مسیح ہوں''۔ تب ان سے پھر پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ کیا الیاس (علیہ السلام) ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں میں الیاس نہیں ہوں پھر پوچھا گیا تو وہ نبی ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں''۔

(از یوحنا۔1 ص۔21)

مذکورہ سوال وجواب سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے 1400 سال بعد یہود کو تین شخصیات کا شدت سے انتظار تھا۔ ایک مسیح دوسرا الیاس اور تیسرا وہ نبی جسکے بارے میں پیشگوئی موجود تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت دو موعود آپ اور الیاس علیہم السلام آچکے تھے اور تیسرے آنے والے حضور علیہ السلام تھے۔

توریت میں خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے ''اے موسیٰ علیہ السلام تو چاہتا ہے کہ میں تجھ سے اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو جاؤں جیسے تیرا کلام تیری زبان سے اور تیرا خطرہ تیرے دل سے تیری روح تیرے بدن سے اور تیری بینائی تیری آنکھوں سے نزدیک ہے کہا ہاں یارب فرمایا اگر تجھے میری نزدیکی مطلوب ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا رہ اور بنی اسرائیل سے کہہ دے جو مجھے مانے گا اور احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکار کرے گا اس پر دوزخ کے فرشتے یوم حشر کو مسلط کر دوں گا۔ جو ایسے شخص پر کسی قسم کا رحم نہیں کریں گے اور اس کو کھینچ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ اے موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے کہہ دو جو احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق اور اس کی کتاب کو تسلیم کرے گا اس پر قیامت کے دن رحمت کی نظر کروں گا۔ اے موسیٰ علیہ السلام تجھے اس لئے اپنی ہم کلامی سے مشرف فرمایا کہ تو احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اگر ایمان نہ لاتا تو میری رحمت سے مشرف نہ ہوتا۔ بہشت کی نعمتوں سے محروم رہتا۔
اے موسیٰ علیہ السلام جو شخص تمام انبیاء اور مرسلین میں احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق نہ کرے وہ میرے حفظ ونگہداشت سے محروم رہے گا''۔

موسیٰ علیہ السلام کو ایک جگہ ارشاد فرمایا ''میں نے تمہارے واسطے زمین کو مسجد اور طہور کر دیا اور تم پر سکینہ نازل فرمایا'' بنی اسرائیل نے کہا ہم سکینہ کی طاقت نہیں رکھتے اور کلیسا کے سوائے اور کسی جگہ نمازیں نہیں پڑھیں گے ارشاد ہوا ''قریب ہے کہ میں اس کو ان کے لئے لکھوں جو پرہیزگاری کریں گے زکوۃ دیں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں

گے۔وہ لوگ رسل امی کی پیروی کریں گے جس کے بارے توریت وانجیل میں لکھا پائیں گے۔وہ نبی ان کو اچھے کام کا حکم کرے گا اور بری بات سے منع فرمائے گا۔پاک چیزیں ان پر حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرے گا۔وہ ان سے بوجھ اتار کران کی گردنوں کے طوق دور فرمائے گا۔پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اس کی مدد ونصرت اور اس نور کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا پیروی کریں گے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''۔

حضرت عبداللہ بن عمر وحضرت عبداللہ بن سلام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مروی ہے کہ توراۃ میں حضور علیہ السلام کے یہ اوصاف منقول ہیں ''تحقیق ہم نے اے نبی اکرم تمہیں اپنی امت کے احوال پر شاہد وگواہ بنا کر مبعوث فرمایا جبکہ تم اہل طاعت کو جنت اور رضائے الٰہی کی بشارت سنانے والے ہو اور اہل معصیت کو جہنم کی دہکتی آگ اور جبار وقہار کے غضب سے ڈرانے والے ہو اور امت محمدیہ کا ملجا و ماویٰ ہو۔تم نہ سخت کلام ہو اور نہ سخت دل اور نہ ہی بازاروں میں بلند شور سے شور کرنے والے۔برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ عفو ودرگزر سے کام لیتے ہو اور ظلم و زیادتی کرنے والے کے لئے دعا مغفرت فرماتے ہو''۔

کعب احبار ارشاد فرماتے ہیں توراۃ کے حصہ اول میں نبی کریم علیہ السلام کی تعریف ان الفاظ میں مذکور ہے۔''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پسندیدہ بندے ہیں،وہ نہ درشت کلام ہیں نہ سنگدل نہ بازاری لب و لہجہ استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی بدی کی جزا بدی سے دینے والے بلکہ وہ پیکر عفو ومغفرت ہیں۔ان کا مقام ولادت مکہ ہے اور وہ مدینہ کو ہجرت کریں گے اور دار السلطنت ملک شام ہے''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری ضروری وصیت اور پیشگوئی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وصال مبارک سے پہلے ایک نہایت ہی ضروری وصیت فرمائی جس میں ہمارے آقا ومولا سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آمد کی بشارت دی۔اس وصیت میں کوہ طور سینا اور فاران پہاڑ کا بھی ذکر فرمایا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس وصیت کو پڑھ کر یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جس عظیم ہستی کا ذکر کیا گیا ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت مبارکہ ہی ہے۔ہم یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت بیان کر کے اسکی مختصر تفصیل بھی تحریر کریں گے تاکہ صورت حال کھل کر سامنے آجائے کہ کس طرح یہ پیشگوئی حضور علیہ السلام کے لئے ہی ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت و پیشگوئی کے وہ الفاظ اور انکا ترجمہ جو کتاب استثنا میں درج ہے درجہ ذیل ہے:۔

ویومر یھووہ مسینائی باوزارح مشعیرلا موھوفیّعَ سِرَ پاران واتا مر ببوث قود ش میمینو الشیں داث لامو(از کتاب استثنا 2:33)

ترجمہ:''اور کہا خداوند سینا سے آیا اور طلوع ہوا شعیر سے ان کے لئے وہ جلوہ گر ہوا۔فاران کے پہاڑ سے اور

وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے۔اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت ہے''

طور سینا وہ مقام ہے جہاں سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شریعت دی گئی۔اور یوں قوم اسرائیل کے دینی اور دنیوی ارتقاء کی بنیاد رکھی گئی۔انجیر سے مراد بنی اسرائیل کی روحانی ترقی اور نبوت ہے۔جبکہ زیتون انکی بادشاہت کی طرف اشارہ کرتا ہے یوں طور سینا وہ مقام ہے جہاں ان دونوں باتوں کی بنیاد قائم کی گئی اور اسے کتاب انبیاء میں شریعت کے ساتھ بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت شعیا علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی اس حالت کو جب وہ شریعت پر پہلے عامل ہوئی۔ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

''میں نے اسرائیل کو ان انگوروں کی مانند جو بیابان میں ہوں پایا جیسا کہ انجیر کا پہلا پکا ہوا پھل جو پہلی مرتبہ لگے ویسے تمہارے باپ دادوں کو دیکھا''۔(ہوشعیا9:10)

حضرت داؤد علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں

''زیتون کا درخت حکومت کا مترادف ہے لیکن میں خدا کے گھر میں زیتون کے ہرے بھرے درخت کی مانند ہوں''(زبور52:8)

حضرت یرمیا علیہ السلام فرماتے ہیں

اے بنی اسرائیل ''خداوند نے تیرا نام ہرے زیتون کا درخت جس کا پھل خوشنما ہے رکھا''

(یرمیا11:16)

بائبل میں زیتون اور تین سے مراد روحانیت، نبوت اور حکمت ہے۔ان نعمتوں کا وعدہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معرفت حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کی اولاد سے کیا گیا۔تاریخ عالم گواہ ہے کہ یہ وعدہ پورا ہوا بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل علیہ السلام دونوں سلسلوں میں حکومت اور نبوت قائم ہوئی۔

1. الوفا باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔از: علامہ عبدالرحمان ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ
2. مدارج النبوت۔از: الشیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ۔ج۔اول
3. انوار جمال مصطفیٰ علیہ السلام۔از: مولانا نقی علی خان رحمتہ اللہ علیہ
4. شرف النبی علیہ السلام۔ از: علامہ ابوسعید نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ
5. صحیح بخاری شریف کتاب المناقب وغیرہ

اس سلسلے میں قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد خداوندی ہے۔سورۃ التین آیات 1 تا4۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ﴿۲﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴿۳﴾
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿۴﴾

ترجمہ: ''انجیر اور زیتون اور طور سینا اور اس امن والے شہر (مکہ) کی قسم، بے شک ہم نے انسان کو بہترین انداز پر پیدا کیا ہے''

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں زیتون اور تین نبوت وحکمت کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین انداز میں پیدا فرمایا ہے۔ طور سینا پر جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا گیا وہ نسل آدم کی ترقی وفلاح کی تعلیم تھی۔ اس روحانی تعلیم نے ایک غلام وذلیل قوم کو اسکی انتہائی پست حالت سے نکال کر نبوت اور حکومت کے عہدے پر سرفراز کر دیا اور یوں وہی غلام قوم نبوت، حکمت اور حکومت کی وارث ٹھہری، اسی طرح خالق کائنات نے امن والے شہر مکہ مکرمہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر مدتوں سے کفر، بدامنی، جہالت، گمراہی اور شرک میں غرق قوم کی ایسی حالت بدلی کہ وہی قوم اقوام عالم کے روحانی اور سیاسی امن وسلامتی کی ضامن بن گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی سے متعلق اپنے وصال شریف سے پہلے وہ ضروری وصیت ارشاد فرمائی تھی جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں اور یہاں اسی وصیت کی مزید مختصر تفصیل عرض کر رہے ہیں۔

پہاڑ فاران سے وہ (علیہ السلام) جلوہ گر ہوتا ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت جسکا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں ہے کہ 'فاران کے پہاڑ سے وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے''۔

عرب اور دنیا کے دیگر جغرافیہ نویسوں کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ فاران مکہ مکرمہ کے پہاڑوں کا نام ہے۔ اس تحقیق کی مزید وضاحت اور ثبوت تورات سامری جو کہ قدیم تحریر ہے کے عربی ترجمہ سے بھی ہو جاتی ہے۔ اس عربی ترجمہ کو ''آرکیونن'' نے 1951ء میں شائع کیا اس میں پیدائش 21:21 کے ترجمہ میں فاران کو حجاز مقدس میں واقعہ ہونا بتایا گیا ہے۔ ترجمہ کے اصل عربی الفاظ یہ ہیں۔

وَسَكَنَ بريّة فاران (الحجاز) واخذت لهٗ اُمُّهٗ امرآة من ارض مصر (تكوين21:21)

ترجمہ: ''اسماعیل بیابان فاران واقعہ حجاز میں سکونت پذیر ہوا اور اسکی ماں نے اس کے لئے مصر سے ایک عورت لی''

عجیب بات یہ ہے کہ فاران اس وقت تک حجاز مقدس کا پہاڑ ہی رہا جب تک مسلمانوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مذکورہ وصیت کو مسیح حضرات کے سامنے پیش نہ کیا۔ مگر جوں ہی مسلمانوں نے اس وصیت کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت کے ثبوت میں مسیحی حضرات کے سامنے بیان کیا تو مسیحی لوگ فوراً فاران پہاڑ کو اٹھا کر سینا

کے مقام پر لے گئے تا کہ مذکورہ وصیت و پیشگوئی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ثابت نہ ہو۔ یوں ان لوگوں نے گویا تاریخی حقائق کو ہی بدلنے کی ناممکن کوشش کی۔ یوں یہ متعصب لوگ بھول گئے کہ جس طرح جغرافیائی اعتبار سے پہاڑ کی جگہ تبدیل کرنا ناممکن اور پہاڑ کو حجاز مقدس کے مقام سے اٹھا کر مقام سینا میں لے جانا دیوانے کا خواب ہے۔ اسی طرح فاران کا حجاز مقدس سے ٹلنا بھی ناممکن ہے۔ کتاب پیدائش کی اسی مذکورہ آیت 31:31 میں عربی خط کے الفاظ یہ ہیں:

ویشییب ید برپاران وتقه لو امرایشه مآدص حصرئیم (پیدائش 31-31)

ترجمہ: ''اور سکونت کی وادی غیر ذی زرع فاران میں اور اسکی ماں نے اسکے لئے ملک مصر سے ایک عورت لی''۔

اس عبارت میں جملہ ''ید برپاران'' قابل غور ہے عبری زبان میں ید بر کے معنی ہیں ''زمین غیر ذی زرع''۔

اس بات سے پوری دنیا باخبر ہے کہ وادی غیر ذی زرع صرف مکہ مکرمہ کی تعریف کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ ابراہیم آیت 37 میں مکہ مکرمہ کو وادیٔ ''غیر ذی زرع'' فرمایا ہے۔

دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آمد

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت و پیشگوئی میں ''دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آتا ہے'' کے الفاظ درج ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مخصوص اور روشن نشان کے بارے میں ہم حضرت حنوک یا ادریس علیہ السلام کی پیشگوئی میں بحث کر چکے ہیں کہ اس بشارت کا ابتداء عالم سے ہی کل تشریف لانے والے انبیاء علیہم السلام کو اپنے اپنے وقتوں میں انتظار تھا۔ اس کے علاوہ ہندو کتب کی بشارات کے سلسلہ میں اس پیشگوئی پر ویدوں کی عبارات سے تسلی بخش بحث پیش کر چکے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کے 33 سال بعد یہوداہ کے وہ خط اور اسکی عبارت میں تحریر یہ پیشگوئی بھی تحریر کر چکے ہیں جس میں وہ اس پیشگوئی کے مصداق شخصیت کی زیارت کی تمنا بیان کرتا ہے۔ تاریخ عالم شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف ایک ہی نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے کریم آقا ہیں جن کے بارے میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ عرصہ دراز سے بائیبل کے ترجمہ میں دس ہزار قدسیوں کے ہمراہ خداوند کے آنے کا ذکر موجود ہے۔

اب کچھ عرصہ سے بائیبل کے نئے ترجموں میں اس پیشگوئی کو ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق مبہم بنانے کے لئے دس ہزار قدسیوں کی بجائے اس تعداد کا ترجمہ ''لاکھوں قدسیوں'' کے الفاظ سے کیا جانے لگا ہے۔ اس لئے اشد ضروری ہے کہ اصل عبرانی زبان کے ان الفاظ پر مختصر بحث کر دی جائے جس میں تحریف کی گئی ہے۔ عبرانی زبان کی جس آیت کا ہم ترجمہ پیش کر چکے ہیں اس میں ایک لفظ ''ربوث'' استعمال ہوا ہے جس کے ہم نے معنی دس ہزار کئے

ہیں۔ کتب انبیاء میں یہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ ربوث کا مادہ ربث ہے جس کے معنی دس ہزار ہیں (دیکھیے نحمیا 81:8)

ولیم جینس کی عبری انگریزی لغت میں ربوث کے معنی ہیں

A myriad ten thousands (ربوث)

Twice ten thousand (شیتی ربوث)

اسی طرح مسیحی حضرات نے قدسیوں کی جگہ لاکھوں ملائکہ کا ترجمہ بھی پیشگوئی کو مبہم بنانے کے لئے ایجاد کیا ہے کیونکہ آیت میں جو لفظ ''قودش'' استعمال ہوا ہے اسکا ترجمہ مطلق پاکیزہ اور پاک کے معنی رکھتا ہے۔ ملائکہ کے ہرگز معنی نہیں رکھتا۔ لفظ قودشِ ہر ایک پاک اور مقدس شے، چیز، قوم اور جگہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً

''آدم قودیش'' معنی مقدس سرزمین (از: خروج 5:3)

''مقوم ہقودیش'' معنی مقدس جگہ (از: احبار 10:17-14-13)

''ہر قادیش'' معنی میرا مقدس پہاڑ (زبور 6:2)

''عم قودیش'' معنی مقدس لوگ (از: دانیال 7:12)

مذکورہ کتب اور لغت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ''مربوث قودش'' دس ہزار قدسیوں کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔ اس لفظ کے لاکھوں قدسیوں یا ملائکہ کے معنی کرنا نہ صرف عبرانی لغت، محاورات اور کتب یہود کے مطابق غلط ہیں بلکہ یہ مسیحوں کی سخت ترین علمی خیانت ہے جو انہوں نے حال میں دنیا کو مذہب اسلام کی حقانیت چھپانے کے لئے کی ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ دس ہزار قدسیوں کی آمد سے نہ صرف فاران کے جائے وقوع کا ہی فیصلہ ہو جاتا ہے بلکہ یہ بات پیشگوئی کے اصل مصداق کی ناقابل تردید شہادت فراہم کرتی ہے۔ دنیا کی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ دس ہزار قدسیوں کے عظیم ترین آقا و مولا صرف اور صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں یہ بات صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہی ارشاد نہیں فرمائی تھی بلکہ یہی پیشگوئی حضرت ادریس علیہ السلام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے گزر چکے ہیں ارشاد فرما چکے تھے۔ اہل یہود کے علاوہ اگر ہندوؤں کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو ہزاروں سال پہلے ویدوں کے رشیوں نے بھی موعود کا یہ نشان بتایا ہے۔ جس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ایسا واقعہ قیامت تک ایک ہی رہے گا دوسرا واقعہ پیش آنا ممکنات میں سے ہی نہیں۔ دس ہزار قدسی بنانا تو ایک بے نظیر قدوس کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

ظہور پرنور اور اوصاف حمیدہ کے بارے میں زبور مقدسہ میں بشارات

زبور کتاب الٰہی ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی اس میں ایک سو پچاس سورتیں ہیں سب میں دعا

اور اللہ تعالیٰ کی ثنا اور اسکی تحمید وتمجید ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے (زبور میں) فرمایا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور اسم مبارک سے فرمایا ہے نیز فرمایا کہ ان کی امت خیر الامم ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی اس آسمانی کتاب زبور کے چوالیسویں باب کے آخر میں خداوند کریم نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب فرمایا:

فَاضَتِ النِّعمَةُ شَفَيکَ

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں ہونٹوں سے ہر دو جہان کی نعمتیں اور برکتیں فائض ہیں۔

مِن اَجلِ هٰذَا بَارَکَ للّٰهُ لَکَ اِلَی الاَبَدِ

اللہ تعالیٰ نے اس کی خاطر ابد تک آپ کو برکت عطا فرمائی۔ فائض کا لفظ فیض سے ہے۔

(کذانی الصراح) اور صداح میں فیض کے معانی ہیں خبر کا خاموش ہوجانا، پانی کی بہتاب ہونا، ندی کا لبالب بھری ہونا پانی کا بہنا وغیرہ فیاض سے مراد جوانمرد بہت بخشش کرنے والا۔

لَقَدُ اَيُّهَا الُجَبَارُ السَّيفِ

اے بزرگ اپنی تلوار کو اپنی گردن میں لٹکاؤ شکستہ دل بندوں کے کاموں کو سنوار دو اور جبار بلند اور اونچے درخت کو کہا جاتا ہے جس تک کسی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ نخلہ حیارہ کا معنی کھجور کا اونچا درخت۔

فَاِنَّ شَهرِ يَعُکَ وَسُنَّتِکَ مَقرُونِهٖ لَهُبَيهٖ يُمِينکَ

مطلب یہ ہے کہ آپ کی شریعت حکمت اور سنت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں ہاتھ کی بزرگی کے ساتھ پیوستہ ہیں اور آپ علیہ السلام کے تیر تیز ہیں۔

وَجَمِيعِ الُامَمِ يَخِرُّ وُنَ تَحتَکَ

اور تمام امتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحت سرنگوں ہیں اس زبور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور نعمت جو دو لبوں سے خالص ہے آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ کلام ہے جو وہ کرتے ہیں اور کتاب ہے جو آپ پر بھیجی گئی۔ سنت وعمل ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے ہیں گردن میں تلوار لٹکانا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی عربی ہیں۔ کیونکہ عربوں کے سوا کوئی بھی امت گلے میں تلوار نہیں لٹکاتی۔ تلوار گلے میں لٹکانا عربیوں ہی کی خصوصیت ہے اور شریعت کا داہنے ہاتھ کی بزرگی سے پیوست ہونا سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تلوار سے لوگوں کی درستی کرتا ہے اور حق پر قائم فرماتا ہے۔ تلوار کے ذریعے انہیں کفر سے باہر نکالتا ہے۔

زبور میں آیا ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے پروردگار کی بارگاہ میں رو کر درخواست کی یارب سنت ظاہر کرنے والے پیغمبر کو بھیج تاکہ لوگ جان لیں کہ مسیح بشر ہے نہ کہ معبود۔ داؤد علیہ السلام جانتے تھے کہ لوگ مسیح کے بارے دعویٰ

الوہیت کریں گے نیز داؤد علیہ السلام کے ذکر میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خداوند کریم نے کردار و گفتار کی درستی کے ساتھ برگزیدہ کہا اور برگزیدہ کیا ہے ان کو اور امت کو نصرت عطا کی ہے اور آپ کے امتیوں کو کرامت عطا کی ہے۔ یہ امت اپنی خواب گاہ میں تسبیح بیان کرتی اور بلند آواز میں تکبیر کہتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں تلواریں ہیں جن کی مدد سے ان لوگوں کے ساتھ فی سبیل اللہ انتقام لیں گے جو عبادت نہیں کرتے ان قوموں کے بادشاہوں کو قید کرتے ہیں اور ان کے بڑوں کے گلوں میں طوق ڈالتے ہیں۔

دوسری زبور میں آیا ہے کہ خداوند کریم نے صیہون سے تاج مدصّح محمود کا ظاہر کرنا مقرر فرمایا ہے۔ صیہون سے مراد مکہ شریف ہے اور تاج مدصّح سے مراد ریاست و امانت ہے۔ اس طرح محمود سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

دیگر زبور میں آیا ہے کہ "وہ مالک ہوگا اور دریا سے دریا تک جود و سخاوت کرے گا اور نہروں میں زمین کے آخری کناروں تک اور جزائر کے باشندے اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھیں گے اور اس کے دشمن اپنی زبانوں سے خاک زمین ہو جائیں گے۔ بادشاہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سر کے بل اسکے حضور حاضری دیں گے اور اسکی امت کی فرمانبرداری کرنے میں فخر محسوس کریں گے۔ گردن جھکا دینے والوں کو نجات اور ستم رسیدہ لوگوں کی ظلم و ستم سے خلاصی کرائے گا۔ جس کمزور کا کوئی مددگار نہیں ہوگا اسکی مدد کرے گا۔ کمزوروں، ناتوانوں و مسکینوں پر مہربانی کرے گا۔ اس ذات مقدسہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا جائے گا اور امت کے اس فعل میں خداوند کریم بھی شامل ہوگا۔ اس ذات پر ہر وقت دعا کی جائے گی اسکا ذکر ہمیشہ اور تا ابد قائم و دائم رہے گا۔ ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ زبور شریف کے ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوا جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف ان الفاظ میں مذکور ہے۔" اے قدرت الٰہیہ اور سطوت خداوندی کے مظہر نبی اپنی تلوار حمائل کرو کیونکہ تمہاری عزت و عظمت اور شرائع و احکام کا اجر تمہارے زور بازو کے ساتھ وابستہ ہے۔ تمہارے تیر تیز کئے ہوئے ہیں اور قوم امم تمہارے آگے تعظیماً جھکنے والی ہے۔ پس کون ہے تلوار کو حمائل کرنے والا سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کونسی امت ہے جن کے آگے اقلیتیں سرنگوں ہوئی ہیں علاوہ حضور علیہ السلام کی امت کے۔ وہ کون ہے جس کا احکام و شرائع اس کی ہیبت و شوکت سے وابستہ ہیں وہ صرف اور صرف وہی نبی ہیں جن کا مخالفوں کے لئے صرف یہ پیغام ہوتا تھا کہ اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ یا جزیہ دے کر رعایا بن جاؤ یا پھر تلوار کے ساتھ فیصلہ ہوگا"۔

1. الوفا با احوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
2. مدارج النبوت
3. انوار جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حضرت مولانا نقی علی خان رحمتہ اللہ علیہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام (1012 ق م-972 ق م) بنی اسرائیل میں

صاحب کتاب وصاحب حکومت نبی ہوئے ہیں۔عبری زبان کی بائیبل میں حضرت داؤدعلیہ السلام کو'وادید' جبکہ انگریزی میں 'ڈیوڈ' کہتے ہیں یہ نام عربی مادہ 'دو' یعنی بمعنی دوست سے مشتق ہے۔یوں داود کے معنی دوست یا محبوب کے ہیں۔حضرت داؤدعلیہ السلام کے زبور میں جگہ جگہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خداوند کہا گیا ہے اور تعریف کی گئی ہے۔اس لفظ ''خداوند'' کی تصریح کے لئے زبور میں ایک جگہ یوں آتا ہے۔

''ابناء اللہ میں خدا کی مانند کون ہے'' (یعنی خداوند تمام انبیاء اور انسانوں اور فرشتوں سے افضل ہے۔(از: زبور89-17)

زبور میں ہی ایک اور جگہ یوں فرمایا:

''وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے'' (از:زبور118-26)

زبور میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے۔اس پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔

''خداوند ابد تک تخت نشین ہے (یعنی حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں جو آپ علیہ السلام کی نبوت کو منسوخ کردے۔بلکہ آپ علیہ السلام کی نبوت تو ہمیشہ اور ابدالآباد تک قائم رہے گی) اس نے عدالت کے لئے اپنی مسند تیار کی ہے۔اور یوں وہ عدل وانصاف سے جہان کا انصاف کرے گا اور راستی سے قوموں کی عدالت کرے گا۔ خداوند مظلوموں کے لئے محکم مکان ہے۔مصیبت میں جو تیرا نام جانتے ہیں انہیں پناہ گاہ دے۔وہ تیرا بھروسہ رکھیں گے کہ تو نے انکو جو اے خداوند تیری تلاش میں ہیں۔ترک نہیں کیا ہے۔غیر قومیں اس کنویں میں جو انہوں نے کھودا تھا گری ہیں۔اس دام میں جو انہوں نے چھپایا تھا انہیں کے پاؤں پھنسے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستی سے، قوموں کی عدالت کی'' یعنی دنیا کی ہر قوم کو مساوات کا حق عطا کیا۔یوں جن پر ظلم ہوتا تھا انہیں اس ظلم سے نجات عطا فرمائی۔یہاں غیر قوموں سے مراد وہ قومیں ہیں جو اسرائیلی نہیں یعنی اہل عرب جنہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدید ترین مخالفت کی اور وہ لوگ انجام کار اس ہلاکت کے کنویں میں خود ہی گر کر تباہ وبرباد ہوئے جو انہوں نے مسلمانوں کے لئے کھودا تھا''۔(از: زبور،9-10,8-15)

زبور میں ہی ایک اور جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ان الفاظ کے ساتھ پیشگوئی تحریر کی ہے کہ:

''خداوند مشہور ہوا کہ اس نے عدالت کی ہے۔شریر اپنے ہاتھوں کے کام کے پھندے میں پھنسا ہے۔غور کرو شریر پلٹائے جائیں گے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔وے ساری قومیں جو خدا کو بھول جاتی ہیں کہ مسکین ہمیشہ فراموش نہیں کیا جائے گا۔عاجزوں کی امید سدا توڑی نہ جائے گی۔اٹھ اے خداوند کہ انسان غالب نہ ہوئے۔

قوموں کی عدالت تیرے حضور کی جائے۔ اے خداوند ان کو ڈرا تا کہ قومیں اپنے آپ کو بشر ہی جانیں''۔(از: زبور (20-16:9

اس بشارت میں جو الفاظ بیان کئے گئے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی زندگی مبارک کی عیاں پیشگوئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکینوں اور یتیموں کی خبر گیری فرمائی انہیں تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ بیکسوں اور عاجزوں کی دستگیری فرمائی۔ لوگوں کو مساوات، توحید، رسالت، اور نسل انسانی کی فلاح و بہبود کی تعلیم دے کر لوگوں کو بتایا انہیں احساس دلایا کہ وہ بشر ہی ہیں جن کا کام ایک دوسرے کی مصیبت، دکھ اور درد میں مدد کرنا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات مبارکہ کے بارے میں زبور ایک اور جگہ یوں کلام کرتی ہے۔

''مسکین آپ کو تیرے سپرد کرتا ہے۔ یتیم کا تو مددگار رہے۔ شریر اور برے کا بازو توڑ ایسا کہ اس کی شرارت پھر ڈھونڈے نہ پائی جائے۔ خداوند ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بادشاہ ہے۔ بیگانی قومیں اسکی زمین پر سے فنا ہوئیں ہیں''۔ (از: زبور10:14-18)

زبور کی مذکورہ بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کس قدر واضح اور صاف ہے۔ اس پیشگوئی میں تین کلام ہیں۔ مسکینوں اور یتیموں کی کفالت اور شریر و برے لوگوں اور غیر قوموں کو سرزمین عرب سے نکالنا۔ تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو یہ بات شفاف آئینہ کی مانند نظر آئے گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطہ عرب سے غیر اقوام اور شریر لوگوں کو نکال باہر کیا چودہ سو پچیس (1425) سال گزر جانے کے باوجود وہ لوگ زبردست طاقت اور تمام مادی وسائل رکھتے ہوئے بھی اس خطے میں داخل نہیں ہو سکے اور انشاء اللہ روز قیامت تک داخل نہیں ہو سکیں گے۔

زبور کی چھٹی بشارت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام پاک کی پاکیزگی اور اس کلام کے خالص ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

''خداوند کا کلام خالص کلام ہے۔ جیسے چاندی مٹی کی کٹھالی میں تاؤ دی گئی۔ اور سات مرتبہ صاف کی گئی تو ہی اے خداوند ان کا محافظ ہے۔ تو انہیں اس زمانہ کے لوگوں سے ابد تک بچا رکھے گا۔ شریر لوگ ہر طرف اکڑتے پھرتے ہیں۔ پر ان کی جتنی سرفرازی ہے بنی آدم کی اتنی ہی پستی ہے''۔(از: زبور16:6-8)

اس پیشگوئی پر غور کریں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ دنیا بھر کی تمام مذہبی کتب میں قرآن کریم فرقان حمید ہی واحد کتاب ہے جو خالق کائنات نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی جس کا کلام خالص اور محفوظ تھا، محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔ مشرکین مکہ اور دیگر اقوام وقبائل کے لوگوں کا شر، فساد اور اکڑبازی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی جبکہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم علم اور برداشت کا جذبہ اس انتہا تک پہنچا ہوا تھا جس کا اظہار الفاظ میں کیا ہی نہیں جا سکتا۔

زبور کی ساتویں اور آٹھویں بشارت میں بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں جس قدر فساد برپا ہوں گے فسادیوں کی اصلاح صیہون (بیت المقدس) سے نہیں ہوگی بلکہ اس فساد، گمراہی اور بدی کو مکہ مکرمہ میں مبعوث ہونے والے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے۔ اسی طرح آپ علیہ السلام کے امتی ایسے کردار کے مالک ہونگے کہ نہ تو وہ اپنا عہد توڑیں گے اور نہ ہی سود پر قرض لیں دیں گے زبور کی عبارت یہ ہے۔

''وے سب گمراہ ہوئے وے ایک ساتھ بگڑ گئے۔ کوئی نیکوکار نہیں ایک بھی نہیں۔ کیا ان بدکاروں کو سمجھ نہیں جو میرے بندوں کو اس طرح کھا جاتے ہیں جیسے روٹی کھائی جاتی ہے۔ وے خداوند کا نام نہیں لیتے۔ وے وہاں بڑے خوف میں ہوئے کیونکہ خدا سچوں (صادقوں) کی ذریت کے درمیان ہے۔ تم مسکین کی اصلاح کی تحقیر کرتے ہو۔ اس لئے خدا اس کی پناہ ہے۔ کاش اسرائیل کی نجات صیہون (بیت المقدس) میں سے ہوتی جب خداوند اپنی قوم کے قیدیوں کو پھیر لائے گا۔ تو یعقوب شاد ہوگا اور اسرائیل خوش''۔ (از: زبور 3:14 تا 6:53)

آٹھویں بشارت میں یوں ہے۔

''اے خداوند تیرے خیمہ (حرم) میں کون رہے گا۔ تیرے کوہ مقدس پر کون حکومت کرے گا۔ وہ جو صراط مستقیم پر چلتا ہے۔ اور صداقت کے کام کرتا ہے۔ اور اپنے دل سے سچ بولتا ہے۔ وہ جو اپنی زبان سے چغلی نہیں کھاتا۔ اور اپنے ہمسایہ سے بدی نہیں کرتا۔ اور اپنے پڑوسی پر عیب نہیں لگاتا۔ وہ جس کی نظر میں نکما آدمی خوار ہے۔ پر وہ انہیں جو خداوند سے ڈرتے ہیں، عزت دیتا ہے۔ اور وہ جو اپنے ضرر پر قسم کھاتا ہے۔ اور بدلتا نہیں۔ وہ جو سود کے لئے قرض نہیں دیتا۔ اور بے گناہوں کو ستانے کے لئے رشوت نہیں لیتا۔ وہ جو یہ کرتا ہے کبھی نہ ٹلے گا'' (از: زبور 5:1)

مذکورہ دونوں بشارات پر غور کیجئے ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے امتی کی کس قدر واضح الفاظ میں تعریف اور آمد کی بشارت موجود ہے۔ یہ امر کسی صاحب علم و دانش سے مخفی نہیں کہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہر جگہ فساد و ظلم کی حکمرانی تھی۔ نیکی محض نام کی حد تک رہ گئی تھی۔ مساکین و یتامیٰ کو ہر جگہ ذلیل و رسوا کر کے دھتکار دیا جاتا تھا۔ صیہون (بیت المقدس) کے رؤساء حکمران اور اعلیٰ حیثیت کے مالک ان حالات پر قابو نہیں پا سکتے تھے۔ فسادیوں کے شر سے عوام الناس کو محفوظ رکھنے کے لئے مکہ معظمہ مقرر تھا۔ بنی اسرائیل جو افغانستان اور وسطی ایشیا وغیرہ میں آ کر آباد ہوئے شرک و بت پرستی کی دلدل میں پھنس چکے تھے۔ پیشگوئی کے الفاظ کے مطابق ان لوگوں کو اس دلدل سے نکالنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لانا تھا۔ پھر پوری دنیا نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور آپ علیہ السلام نے دنیا کے ان لوگوں کی لٹی ہوئی ایمان کی دولت انہیں واپس دلائی۔

دوسری بشارت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی یعنی مسلمان کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اہل حق کی ان صفات کو قرآن کریم فرقان حمید نے بھی بیان کیا ہے۔ یہ مسلمان وہ ہوں گے جو اپنا ذاتی و اجتماعی نقصان ہوتا

دیکھ کر بھی اپنے عہد واقرار سے نہیں پھریں گے۔ یہ اہل حق کسی کو نہ تو سود پر قرض دیں گے اور نہ ہی کسی سے سود پر قرض لیں گے۔ تاریخ عالم نے دیکھا ہے کہ مذہب اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے اور اہل حق اس تعلیم پر عمل کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف دنیا کی اصلاح کرنے کے دعوے دار یعنی یہود و نصاریٰ اپنے نفع کو اولیت دیتے ہوئے سود کا عام کاروبار کرتے ہیں۔ حالانکہ انکے مذہب میں بھی سود پر لین دین حرام ہے۔ اہل اسلام کا اپنے دین حنیف کی تعلیمات کے مطابق عمل کرنا جسکی بشارت مذکورہ میں نشاندہی کی گئی ہے اس بات کا عیاں ثبوت ہے کہ یہ بشارت و پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ علیہ السلام کی امت کے لئے تھی جو سچ ثابت ہوئی۔

زبور کی نویں اور دسویں بشارت میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری اور اہل اسلام کی صفات کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"بدکار کاٹ ڈالے جائیں گے۔ لیکن وے جو خداوند کے منتظر ہیں۔ زمین کو میراث میں لیں گے۔ کہ ایک تھوڑی سی مدت ہے کہ شریر نہ ہوگا۔ تو غور کر کے اس کا مکان ڈھونڈ لے گا۔ اور وہ نہ ہوگا لیکن وے جو حلیم ہیں۔ زمین کے وارث ہوں گے۔ اور بہت سی راحت پا کے خوش دل ہوں گے۔ شریر صادق کے خلاف بندشیں باندھتا ہے اور اس پر دانت کچکچاتا ہے۔ خداوند اس پر ہنستا ہے۔ کیونکہ دیکھتا ہے کہ اس کا دن آتا ہے۔ شریروں کی نسل کاٹی جائے گی۔ صادق زمین کے وارث ہوں گے۔ اور ابد تک خدا کی شریعت اس کے دل میں ہے۔ اس کا پاؤں کبھی نہ پھسلے گا"۔

(از: زبور 37:9 تا 29,13 تا 31)

زبور کی اس پیشگوئی کے مطابق مسلمان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سربراہی میں ارض مقدس کے وارث ہوئے۔ جبکہ دوسری طرف اہل حق کے شدید مخالف اور شریر مشرکین و دیگر ذلیل و رسواء ہوئے۔ ان لوگوں کو اہل اسلام نے نہایت ہی قلیل مدت یعنی صرف 23 سال کے عرصہ میں جڑوں سمیت کاٹ کر رکھ دیا۔ یوں وہ لوگ جو اسلام کو مٹانا چاہتے تھے خود ان کا نام ونشان مٹ گیا۔ تاریخ عالم میں یہ واحد ایسی معجزانہ مثال ہے کہ بہت ہی کم مدت میں ایک جاہل، مشرک اور ہٹ دھرم قوم و معاشرہ کی ایسی کایا پلٹ دی گئی کہ اس ملک میں جہاں ہر طرف اہل اسلام کے خون کے پیاسوں کی حکمرانی تھی۔ لوٹ مار قتل و غارت کا راج تھا وہی لوگ امن کے دائرہ میں آ کر عزت و ناموس اور دوسروں کی زندگیوں کے محافظ بن گئے۔ چشم فلک نے یہ نظارہ دیکھا کہ مدتوں پہلے زبور میں بیان شدہ پیشگوئی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی۔

زبور کی دسویں پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔

"وہ قوم کے مسکینوں کا انصاف کرے گا۔ اور محتاجوں کے فرزندوں کو بچائے گا۔ اور ظالم کے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔ جب تک سورج اور چاند باقی ہیں ساری پشتوں کے لوگ تجھ سے ڈرا کریں گے۔ وہ بارش کی مانند جو کاٹی ہوئی گھاس پر پڑے نازل ہوگا۔ اور موسلا دھار مینہ کی طرح جو زمین کو سیراب کرتا ہے۔ اس کے عصر میں جب تک

چاند رہے گا صادق پھلیں گے اور سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔ سارے گروہ اسکی تعظیم و تکریم کریں گے کیونکہ وہ فریاد کرنے والوں محتاجوں، مسکینوں اور بے یار و مددگار لوگوں کو تمام مظالم اور تنگیوں سے چھڑا دے گا۔ ان کا خون اسکی نظر میں بیش قیمت ہوگا۔ وہ جیتا رہے گا۔ اور سباء کا سونا اسے دیا جائے گا۔ اس کے حق میں ہمیشہ دعا ہوگی۔ ہر روز اسکو مبارک باد کہی جائے گی۔ اس کا نام ابد تک باقی رہے گا۔ جب تک کہ آفتاب رہے گا۔ اس کے نام کا رواج رہے گا۔ لوگ اس کے باعث اپنے آپ کو مبارک کہیں گے۔ ساری قومیں اسے مبارک دیں گی۔ خداوند اسرائیل کا خدا جو اکیلا ہے عجائب کام کرتا ہے''۔ (از: زبور 72:4 تا 7، 1 تا 9)

اس عظیم پیشگوئی میں حضرت داؤد علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مذکورہ خوبیوں و کمالات کے مالک جو دنیا میں تشریف لائیں گے وہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔ کیونکہ انکا زمانہ نبوت دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح محدود نہیں ہوگا بلکہ وہ قیامت تک کے لئے نبی ہوں گے۔ اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ وہ حضور علیہ السلام یتیموں، مسکینوں، لاوارثوں غرض پوری انسانیت اور دیگر خدائی مخلوق کے ملجا و ماوا ہیں۔ شریروں، گمراہوں و دیگر بدعادات و عمال والوں کو کاٹ کر رکھ دیں گے۔ جبکہ دوسری طرف نیکوں، پرہیزگاروں اور صراط مستقیم پر چلنے والوں کے لئے انکی شخصیت ایک زوردار ابر رحمت کی سی ہوگی۔ یوں مذہب حق اسلام اطراف عالم میں پھیل جائے گا اور یہ سچا مذہب اپنے آقا و مولا محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ جیتا رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کبھی بھی ختم نہیں ہوگی۔ سباء کی حکومت کے تحائف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بطور تحفے پہنچے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہمیشہ دعا ہوگی۔ کیا ہی ایمان افروز پیشگوئی ہے ہر ایک جانتا ہے کہ روزانہ ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمان، فرشتے اور خود خالق کائنات اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہ جانے کتنی مرتبہ درود کی شکل میں دعا بھیجتے ہیں۔ اور ہر روز لاتعداد مرتبہ آپ علیہ السلام کے لئے ''اَللّٰھُمَّ بَارِک عَلٰی مُحَمَّدٍ'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پڑھ کر گویا مبارک باد پیش کی جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ''بَارِک عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اپنے آپ کو مبارک دے رہے ہیں۔ دنیا کی تمام قوموں اور مذاہب میں سے لاتعداد لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ کر رہے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ جب تک آفتاب اپنی نورانی کرنوں سے عالم کو منور کرتا رہے گا سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حقانیت کے چراغ یوں ہی روشن رہیں گے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے عجائب کاموں میں سے ہے۔

زبور میں ویسے تو بہت سی اور بشارات بھی بیان کی گئی ہیں جن میں سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری آپ علیہ السلام کی نبوت کل، اخلاق حمیدہ و آخری نبی ہونے کے بارے میں صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی فضیلت اور

کارہائے نمایاں کا ذکر بھی موجود ہے۔ ہم یہ تمام کی تمام پیشگوئیاں وبشارتیں تفصیلاً اگر بیان کرنا چاہیں تو ہمارا موضوع بڑا طویل ہوجائے گا اس لئے چند بشارات جو کہ اہم تھیں انکا ذکر کردیا ہے۔ یہاں دواہم ترین بشارات کا مزید ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری اور آپ علیہ السلام کی عظمت وبلندی ظاہر کرنے کے لئے زبور میں ہزاروں سال پہلے بیان کردی گئیں تھیں۔ یہ بشارات اصل میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت یعنی آخری ایسا نبی جس کے بعد کوئی دوسرا ظلی یا بروزی نبی نہیں آسکتا کے سلسلے میں فیصلہ کن پیشگوئی ہے۔ گیارہویں اور بارہویں پیش گوئی کی عبارت یہ ہے۔

''یہ پچھلی پشت کے لئے لکھا جائے گا اور لوگ جو پیدا ہوں گے خداوند کی حمد کریں گے''۔

(از: زبور18:102)

اس پیشگوئی میں پچھلی پشت کا ذکر کیا گیا ہے جس سے مراد حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد دنیا میں آنے والی آخری قوم یعنی مذہب ہوگا۔ تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ آخری پشت صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔ جس نے بشارت کے مطابق پوری دنیا میں جس قدر کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کی ہے اسکی مثال کسی دوسرے مذہب میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ مذہب اسلام میں دیگر عبادات جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی جاتی ہے لاتعداد ہیں مگر نماز ایسی عبادت ہے کہ جس میں مسلمان روزانہ پانچ وقت کسی بھی قسم کے تعطل کے بغیر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی اس بارہویں پیشگوئی میں نہایت وضاحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔

''میں تیری حمد وثنا کروں گا۔ تونے میری سن لی۔ اور میری نجات ہوئی۔ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا۔ وہی چوٹی کا پتھر ہوگیا۔ یہ خداوند سے ہوا جو ہماری نظروں میں عجیب ہے۔ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے''۔ (از: زبور118:23-26,24)

اس پیشگوئی میں سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ''میں تیری حمد وثنا کروں گا''۔ یہود ایسے بدبخت تھے کہ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام پر ایسے مکروہ عیب لگائے کہ جن کا ذکر بھی کرنا گناہ عظیم ہے۔ یہ سب کچھ بائیبل میں موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ان گناہوں اور الزامات سے مبرا اور معصوم قرار دیتے ہوئے سختی سے ان سب عیوب کی تردید فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام مدتوں پہلے رسول ونبی ہونے کی حیثیت سے یہ سب کچھ جانتے تھے کہ میرے اوپر قوم الزامات وعیوب لگائے گی جس کی تردید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے اور یوں مجھے ان لگائے گئے عیوب سے نجات ملے گی اس لئے فرمایا میں داؤد علیہ السلام اس عظیم ہستی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد وثنا کرتا ہوں۔

''وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ علیہ السلام کی امت وقوم ہی وہ پتھر ہے جسے بنی اسرائیل کے معماروں یعنی علماء وغیرہ نے ہٹ دھرمی اور تعصب کی بنا پر رد کیا۔ اور کہا کہ بنی اسماعیل میں تو کوئی خوبی ہی نہیں۔ یہ تو ہمارے نزدیک ایک ردشدہ قوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنی اسماعیل میں مبعوث فرمایا جنہوں نے چوٹی کا پتھر ہونے کی حیثیت سے نبوت عالم کے عمل کی تکمیل فرمائی اگر یہ چوٹی کا پتھر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف نہ لاتے تو قصر نبوت کی ساری عمارت ہی بے کار رہوتی۔ عبری بائیبل میں اس چوٹی کے پتھر کو ''روش پناہ'' کہا گیا ہے جو گنبد کی چوٹی کا پتھر ہوتا ہے۔ یا پھر وہ عمارت جو دشمن سے محفوظ رہنے کے لئے بنائی جاتی ہے اس میں تعمیر شدہ برج کے آخری پتھر کو بھی ''روش پناہ'' کہا جاتا ہے۔ پناہ کے معنی حفاظتی برج کے ہیں۔ (دیکھیے 2 تواریخ 26:15 اور صفنیاہ 1:16 اور 3:6)

مذکورہ تشریح سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ قصر نبوت کی چوٹی کے پتھر سے مراد صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہی ہے جس نے دنیا میں تشریف لا کر تمام نبوتوں کا خاتمہ فرما دیا اور یوں آپ علیہ السلام کے بعد کوئی دوسرا ظلی، بروزی یا کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ تاریخ عالم کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے خود یا اس کے متعلق خالق کائنات نے یہ کہا ہو یا دعویٰ کیا ہو کہ وہ خاتم النبیین ہے اور اس کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جبکہ حضور علیہ السلام نے خود اللہ کے حکم سے اپنے لئے خاتم النبیین کا دعویٰ کیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظیم الشان پیشگوئی

جس طرح اللہ تعالیٰ کے دیگر انبیاء علیہم السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اپنے اپنے وقتوں میں پیشگوئیاں فرماتے رہے اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق نہایت عظیم الشان پیشگوئی فرمائی ہے۔ آپ علیہ السلام نے حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں کئی نعتیہ غزلیں تحریر فرمائیں جن میں اس حد تک واضح الفاظ میں پیشگوئی فرمائی کہ اس سے زیادہ وضاحت کرنا شاید ممکن نہ ہو۔ یہاں تک کہ ایک پیشگوئی میں حضور علیہ السلام کا اسم مبارک محمدیم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی تحریر فرما دیا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں عبری خط میں تحریر نہیں کی گئی تھی کیونکہ اس وقت عبری خط کا تو وجود ہی نہیں تھا۔ حوادث زمانہ سے اصل تورات یہود سے گم ہوگئی پھر عرصہ دراز گزر جانے کے بعد حضرت عزرا (عزیر علیہ السلام) نے زبانی روایات کی مدد سے تورات کو ترتیب دیا یوں حضرت عزرا اس کتاب کے مولف ٹھہرے۔ اس کتاب کی غلطیاں ان کثیر اختلافات عبارات سے ظاہر ہیں جو اس کتاب کے نسخوں

میں پائی جاتی ہیں۔مثلاً

عبری الفاظ یہودہ، ابراھام، یروشلایم وغیرہ جیسے سینکڑوں الفاظ ہیں جو معروف ہونے کے باوجود قواعد زبان کے لحاظ سے ناقابل تشریح ہیں۔ان تمام وجوہات کے باوجود سرکار دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے بارے میں بیسیوں پیشگوئیاں انہی معروف اور مبدل کتابوں میں نہایت ہی وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔یہاں سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اصل کتاب گم ہوجانے کے باوجود اپنے پیارے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تمام پیشگوئیوں کو یہود کے ہاتھوں ہی محفوظ رکھواتا رہا ہے۔اس کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام کی گواہی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں موجود ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ پیش گوئی جس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی محمدیم موجود ہے عبری آیت کے الفاظ بخط عربی یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

حِکّو مَمتّقِیمُ وی کلُّ محمدّیم ذہ دُودِیُ وی زِہ دیے عی بینوت یروشلایم

(از: غزل لغزلات ، باب 5، آیت 16)

یہاں مذکورہ پیشگوئی کے الگ الگ لفظوں کی مختصر تشریح تورات کے نسخوں سے پیش کررہا ہوں تاکہ پیشگوئی نہایت آسانی سے سمجھ میں آجائے۔اس کے علاوہ اگر کوئی اس پیش گوئی پر اعتراض یا نکتہ چینی کرے یا ایسا خیال رکھتا ہو اسے تسلی بخش جواب مل جائے اور یوں وہ اپنے اعتراض سے رجوع کرسکے اللہ توفیق دے۔

آیت کا پہلا لفظ ''حکوٗ'' ہے اس لفظ کا مادہ 'خ یا حخ' ہے۔جس کے لغوی معنیٰ 'منہ کا اندرونی حصہ، تالو، یا جبڑے کے ہیں۔دیکھیے :۔

کتاب ایوب، باب23، آیت2، باب21، آیت13

کتاب حس ایوب حنی، ذائقہ، کلام ایوب حنی، زبان، 12-11:6-30

مذکورہ حوالاجات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ لفظ ''حکوٗ'' منہ، تالو اور زبان کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔عبرانی زبان اور تورات (توریت) میں یہ الفاظ کلام کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔جیسے ہمارے ہاں کہا جاتا ہے۔

i) میرے منہ سے سچ کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔

ii) اس کے منہ سے سچی بات نکلی۔

iii) میں اپنے منہ کو ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ وہ جھوٹ نکالے وغیرہ

اس تشریح سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس آیت میں لفظ حکو کے معنیٰ ''اس کا کلام'' ہیں۔

آیت کا دوسرا لفظ ''مَمتّقِیم'' ہے

اس لفظ کا معنیٰ شیریں چیز کا کھانا شیرینی، مٹھائی یا شہد کے ہیں۔(از: ایوب۔10:24) اس طرح

حکومتقیم کے مجموعی معنیٰ ہوئے ''اس کا کلام شہد ہے'' عام اردو محاورات اور گفتگو میں ان الفاظ کو یوں استعمال کیا جاتا ہے بولا جاتا ہے۔

اس کی زبان میں تو غضب کی شیرینی ہے۔

حمید کا منہ تو گویا الفاظ و گفتگو کا شیریں چشمہ ہے۔

غور کیجیے تو تورات کے مذکورہ الفاظ قرآن کریم فرقان حمید پر ہر اعتبار سے صادق آتے ہیں۔ کلام پاک کی زبان اسقدر شیریں ہے کہ تلاوت کے دوران قاری اور سننے والے پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ کائنات میں یہ اعجاز صرف اور صرف قرآن کریم کو ہی حاصل ہے۔ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ اس کا کلام اعلیٰ درجے کا فصیح و بلیغ ہے اس میں ایسی فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے جو دنیا کے دوسرے کسی کلام کو حاصل نہیں۔ ''آیت دی کل محمدیم'' آیت کے آگے الفاظ ہیں ''دی کل محمدیم'' اور وہ سراپا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ یعنی اس کا کلام نہ صرف شہد یا شیریں ہے بلکہ وہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خود تعریف مجسم یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ لفظ محمدیم کا مادہ ''حمد'' ہے جس کے عبرانی میں معنی تعریف، خوبی اور راحت پہنچانے و کرنے کے ہیں۔ کل محمدیم میں حضرت سلیمان علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ ''میرے محبوب میں تمام خوبیاں موجود ہیں وہ تعریف والا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ محمدیم میں 'یم' جمع کی نہیں بلکہ عظمت وشان کی ہے۔

ایک بات خاص طور پر ذہن میں رہنی چاہیے کہ تورات میں آیت غزل الغزلات میں لفظ محمدیم صرف ایک مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ دوسری کسی جگہ یہ لفظ استعمال نہیں ہوا۔ تورات کا ترجمہ کرنے والے حضرات نے ہر جگہ ہمیشہ اس لفظ کا ترجمہ ''سراپا عشق انگیز ہے'' کیا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی سے عشق و محبت بھی اس ذات کی خوبیوں کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ تورات کے مترجمین کو چاہیے تھا کہ آخر میں 'یم' استعمال ہونے کی وجہ سے اس لفظ کا ترجمہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عظیم ہیں ہی کرتے نہ کہ دیگر کسی اور لفظ سے۔ بہرحال تورات میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے بارے میں اس سے زیادہ واضح پیشگوئی اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود حضور علیہ السلام کا ذاتی اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں مذکور ہے۔ اس قدر واضح پیشگوئی کی موجودگی میں حضور علیہ السلام کی ذات اور حقانیت کو تسلیم نہ کرنا ہٹ دھرمی تعصب اور بدقسمتی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

''آیت، زِہ دُودِی''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی نشانی انکا شیریں کلام ہونا دوسری نشانی ''محمدیم'' فرما کر سلسلہ کلام ختم نہیں کر دیا بلکہ تیسری نشانی یہ بتائی کہ انکا شجرہ نسب ''زِہ دُودِی'' ہوگا۔ عبرانی زبان میں زہ کا معنیٰ ہے یہ جبکہ

دُودِی کا معنی ہے دوست یا محبوب

یادرہے کہ یہ لفظ خصوصیت کے ساتھ چچا یا باپ کے بھائی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔عبرانی اور کلدانی انگریزی لغت میں اس لفظ کی یوں تشریح ومعنی لکھتے ہیں۔

"A friend specially a father's brother or uncle by a father's side".

'ایک دوست خاص طور پر باپ کا بھائی یا باپ کی طرف سے چچا'۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی غزل کی ایک آیت میں دُودی کا لفظ اس منشا سے استعمال کیا ہے کہ ہر ایک کو باخوبی علم ہوجائے کہ ''محمدیم'' ان کے چچیرے بھائیوں میں سے ہیں اسرائیل میں سے نہیں کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے تھے۔یوں بنی اسماعیل حضرت سلیمان علیہ السلام کے چچیرے بھائی ہیں۔اس حقیقت کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دنیا میں کسی اور ذات کے حق میں ہو ہی نہیں سکتی۔ان دلائل قاطعہ کے ہوتے ہوئے بھی اگر مسیحی حضرات یا اور کوئی اس پیشگوئی کو نہ مانیں یا اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ثابت کرنے کی ناکام کوشش کریں تو ان کی عقل پر افسوس کرنے کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔کس قدر افسوس کی بات ہے کہ مسیحی حضرات اس مذکورہ پیشگوئی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں حالانکہ انکی موجودہ متی اور لوقا کی انجیل میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شجرہ نسب بیان کیا گیا ہے اس میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں سے ہی بتایا گیا ہے۔جبکہ ''محمدیم'' کو بنی اسماعیل (علیہ السلام) یا چچا کی اولاد میں سے بتایا گیا ہے۔

آیت میں اگلے الفاظ یہ ہیں ''وی زِہ رے عی''

حضرت سلیمان علیہ السلام محمدیم کو اپنا چچیرا بھائی ظاہر کرنے کے بعد اپنے اسی محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ایک اور نشان بیان فرما رہے ہیں تاکہ انکی ارشاد کی ہوئی پیشگوئی کھل کر ہر ایک کے سامنے آجائے۔اس لئے فرمایا ''وی زہ رے عی''

وی زہ، اور یہ

رے عی، اس لفظ کا مادہ رعہ ہے۔جس کے معنی تورات میں ''ہمسایہ'' اور ''دوسری شاخ'' اور ''نسل انسانی کے دوست'' کے ہیں۔حوالہ جات کے لئے دیکھیے۔

یرمیاہ۔21:6	ایوب۔10:42	سموئیل اول26:30
ایوب۔2-16 , 19-21	امثال 25-17	یرمیا:3-1
ہوسیع1:3	خروج 17-22-25وغیرہ	

اس کے علاوہ عبرانی کلدانی اور انگریزی زبان کی لغت میں ''رے عی'' کے معنی یوں درج ہیں۔

"A companion, a friend with whom one has intercourse"

اس لفظ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے محبوب ہمسایہ کے لئے دو نشان بیان کئے ہیں۔ پہلا نشان یہ بیان فرمایا ہے کہ میرا محبوب ہمسایہ ہے۔ اس سلسلے میں عرب کے جغرافیہ پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ملک عرب کا ہمسایہ ملک شام ہے جسکی سرحدیں ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہیں اس نسبت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہمسایہ ملک عرب ہوا۔ دوسرا نشان یہ فرمایا کہ ''رَےعی'' قوم یا شاخ اور دوست ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے ہیں جبکہ اسی سلسلے کی دوسری شاخ بنی اسماعیل ہے اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنی اسماعیل ہے۔ یوں میرے محبوب کی قوم میری قوم کی ہمسایہ اور ہماری دوسری شاخ میں سے ایک محبوب ہے۔ پیشگوئی کے یہ الفاظ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ومقام کو ظاہر کر رہے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس مذکورہ نعتیہ غزل کے آخری الفاظ پیش کرتے ہوئے سلسلہ کلام ختم کر رہا ہوں۔ ان الفاظ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پیدائشی والے شہر مکہ مکرمہ کا ذکر نہایت حسین انداز میں فرمایا ہے۔

''بینوت یروشلایم''

بینوت، اے بیٹو، یہ لفظ عربی محاورہ میں باشندگان یا اہالیان کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لغت میں اس لفظ کے ماتحت یوں لکھا ہے۔

"The inhabitants of a city or country both men an women"

''یروشلایم'' عام طور پر اس لفظ کے معنی شہر یروشلم کے لئے جاتے ہیں جبکہ قواعد زبان کے مطابق اس لفظ کے معنوں میں بہت اختلاف ہے۔ بعض علماء عبرانی اس لفظ کی اصل یروش شلیم قرار دیتے ہیں اور اسکے معنی ''مقبوضہ امن'' کرتے ہیں۔ یہ معنی زبان کے قواعد کے لحاظ سے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں یروشلم کے ''ش'' پر تشدید ہونی چاہیے تھی جبکہ ایسا نہیں ہے۔ کچھ عبرانی زبان کے علماء کے نزدیک یروہ کے معنی بنیاد رکھنے کے ہیں۔ اس لحاظ سے یروشلم کے معنی امن کی بنیاد بنتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس نے تورات کو غور سے پڑھا ہے اچھی طرح جانتا ہے کہ یروشلم دو ہیں۔ ایک قریب کا یروشلم اور دوسرا دور کا یروشلم۔ ایک ہاجرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا یروشلم یعنی قریب والا اور دوسرا سارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا دوسرا والا یروشلم۔ ہمارے اس خیال کی تصدیق پولوس نامہ گلاتیون سے ہو جاتی ہے جس میں وہ لکھتا ہے۔

''یہ باتیں تمثیلی ہیں۔ یہ دو عورتیں دو عہد ہیں۔ ایک کوہ سینا کا عہد جو صرف شریعت کے غلام پیدا کرتی ہے۔

یہ ہاجرہ ہے۔ کیونکہ ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے۔ جو یروشلم کا مثل ہے۔ اور وہ اپنی اولاد کے ساتھ شریعت کی غلام ہے۔ جبکہ دور کا یروشلم شریعت سے آزاد ہے۔ وہی ہم سب کی ماں ہے۔ (از: نامہ گلاتیون باب 4 آیت 25)

مذکورہ حوالے سے ثابت ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دونوں یروشلم کے اہالیان یعنی بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل یا حضرت سارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی اولاد اور حضرت ہاجرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی اولاد دونوں کو مخاطب فرمایا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یروشلم کے معنوں کے لحاظ سے حقیقی یروشلم یا سلامتی اور امن کا گھر کونسا ہے۔ پولوس جو کہ عیسائی دنیا کا بڑا ہی بلند پایہ عالم اور سرخیل مانا جاتا ہے نامہ گلاتیون میں خود تحریر کر چکا ہے جسے اس کے تمام ہم مذہب حجت تسلیم کرتے ہیں کہ ''حضرت ہاجرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا یروشلم شریعت کا پابند ہے اور یہ دنیا کا یروشلم ہے۔ پالوس کے اس بیان کی روشنی میں معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی یہ بات آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ امن والا گھر ہو ہی وہ سکتا ہے جو شریعت اور قانون کا پابند ہو۔ جہاں کوئی شریعت و قانون ہی نہ ہو وہ گھر امن والا کس طرح ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دنیا میں صرف ایک ہی گھر ایسا ہے یعنی بیت الحرام جو دار السلام کہلانے کا مستحق ہے۔ اور مذکورہ پیشگوئی کے مطابق یہ پاک پر امن گھر یروشلم ہے۔ جو حجاز مقدس ہاجرہ کا یروشلم ہے۔ جو نہ صرف خود دشمنوں سے محفوظ اور سلامتی والا ہے بلکہ جو اس گھر میں داخل ہو گیا وہ بھی امن میں آجاتا ہے۔ قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ آل عمران آیت 97۔

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ

ترجمہ: ''جو اس (مکہ مکرمہ) میں داخل ہو گیا وہ امن میں رہا''

مذکورہ تشریحات کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی کہ سلیمان علیہ السلام کی پیشگوئی میں انکے محبوب محمد یم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

ظہور پرنور کی حضرت شعیا علیہ السلام کے صحیفہ میں انوار اور بشارات

حضرت شعیا علیہ السلام کے صحائف میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مسعود ہے۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے وہ میرا محبوب ترین بندہ ہے جس سے میں خوش ہوں اور وہ مختار ہے۔ وہ مجھ سے خوش ہے اور میں اس سے اپنی روح میں اضافہ کرتا ہوں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کی طرف اپنی وحی نازل کرتا ہوں اس طرح امتوں پر اس کا عدل ظاہر ہوتا ہے۔ وہ قہقہے لگانے والا نہیں اور نہ ہی وہ بازاروں میں بلند آواز سے گفتگو کرتا ہے۔ وہ بہرے کانوں کو سنواتا اور اندھی آنکھوں کو بینائی عطا کرتا ہے۔ وہ مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے میں اس کو وہ کچھ عطا کروں گا جو اس سے قبل کسی کو عطا نہیں کیا اس کا نام گرامی ''احمد'' ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی حمد بجالاتا ہے۔ تازہ حمد و ثناء نہ ہی وہ کمزور ہو گا اور نہ ہی اس کو مغلوب ہونے دیا جائے گا۔ وہ نیک لوگوں کو ذلیل نہیں سمجھتا اور نہ ہی نفسانی لالچ کے ساتھ میلان رکھتا

ہے۔وہ صدیقوں کو طاقتور کرتا ہے۔وہ خدا کا ایسا نور ہے جو بجھایا نہیں جا سکتا۔وہ تواضع کرنے والوں کا ساتھی ہے۔ میری محبت اس کے ہر فعل وقول وعمل سے ثابت ہے۔اس کی کتاب پڑھنے سے جنات وانسان اس کے مطیع وفرمانبردار ہوجاتے ہیں۔یہاں تورات کتاب سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی قائم مقام کتاب ہے۔

حضرت شعیا علیہ السلام کے ذکر میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔بحوالہ کتاب یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ خدا کریم وعظیم ہوں جس نے تمہیں عظیم بنایا اور حق کے ساتھ قوی کیا تمہیں امتوں کا نور بنایا ہے تاکہ تو نابینا آنکھوں کو بینا کرے اور نفس وہوا کے قیدیوں کو اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے والی دلیل و برہان ہو۔ مجھے اللہ کریم نے ارشاد فرمایا اٹھ جو کچھ تو دیکھتا ہے اس کو اکٹھا کر اور لوگوں کو اس کی خبر دے۔پس میں نے دیکھا کہ دو سوار میرے سامنے آتے ہیں ان میں سے ایک گدھے پر سوار ہے اور دوسرا اونٹ پر ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ بابل اور اس کے بت گر گئے جو اہل بابل نے خود تراشے ہوئے تھے۔

ابن قتیبہ جوامت کے عالم اور آسمانی کتابوں کے جاننے والے محقق ہیں ارشاد فرماتے ہیں گدھے کی سواری کرنے والے مسیح ابن مریم علیہ السلام اور نصاریٰ اسی بات پر ایمان رکھتے ہیں لہذا اونٹ کی سواری کرنے والے سے مراد یقیناً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بابل اور اس کے بتوں کا سقوط آپ نبی علیہ السلام کے ہی ہاتھ مبارک پر ہوا نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ مبارک پر۔اقلیم بابل کے بادشاہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ہی بتوں کی پرستش کرتے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اونٹ اور عیسیٰ علیہ السلام کے لئے گدھے کی سواری نہایت ہی مشہور ہے۔

شعیا علیہ السلام کی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے کہ آل قیدار کے محلات سے تمام جنگل اور شہر بھر دیئے جائیں گے وہ تسبیح خدا بیان کریں گے اور پہاڑوں کی بلندیوں پر اذانیں بلند کریں گے یہ لوگ اللہ کریم کی بزرگی اور عظمت بیان کریں گے۔خشکی تری اور سمندروں پر اللہ کریم کی پاکی اور تقدس جاری کریں گے۔وہ زمین کے انتہائی کناروں سے تکبیر کا شور بلند کرتے ہوئے تیز رفتاری سے آئیں گے۔وہ اپنے پاؤں کو ماریں گے جس طریقے سے گل کار مٹی کو کھودتا اور کوٹتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ محبت و پیار سے آئیں گے اور ان کا تیز رفتاری سے آنا سے مراد حج کی خاطر تیزی سے آنا بلند آواز سے مراد تلبیہ یعنی لبیک کہتے ہوئے آنا اور طواف کے دوران مل کر اکڑ اکڑ کر چلنا ہے۔اہل قیدار عرب لوگ ہی ہیں کیونکہ اس امر پر اجماع ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے کا نام قیدار تھا۔حضرت شعیا علیہ السلام کی کتاب میں مکہ شریف، بیت اللہ اور حجر اسود کے بارے میں بھی ذکر موجود ہے۔یعنی وہ حجر اسود کا استیلام کریں گے بوسہ دیں گے۔حضرت شعیا علیہ السلام فرماتے ہیں خبردار ہو جاؤ سیون یعنی مکہ شریف میں اپنا گھر بناؤں گا یہ رب کریم کا ارشاد ہے۔جس کے ایک کونہ میں حجر اسود ہوگا میں نے اس کونے کو بزرگی اور کرامت عطا کی ہے۔اسے چوما جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

''میں اپنی ذات اقدس کی قسم اٹھاتا ہوں جیسے نوح علیہ السلام کے ایام نبوت میں اٹھائی تھی کہ زمین کو طوفان کے ساتھ غرق کروں گا۔ اب یہ قسم اٹھائی ہے کہ تجھ پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور نہ ہی تجھے نظر انداز کروں گا۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں قلعے زمین بوس ہو سکتے ہیں لیکن میرے احسانات وانعامات تجھ سے زائل نہیں ہونگے''۔

پھر ارشاد فرمایا اے مسکین اور مضطرب و بیقرار مکہ میں حسن و جمال کے ساتھ تیرے پتھروں کی تعمیر کرنے والا ہوں۔ جواہرات کے ساتھ سجانے والا ہوں اور تیری چھتوں پر موتیوں کے ساتھ دروازوں پر زمرد کے ساتھ جڑاؤ کرنے والا ہوں۔ ظلم ظالموں سے دور ہو جائے گا لہٰذا خوف نہ کھا کمزوری و ناتوائی تجھ سے دور ہو جائے گی پس عجز و توانائی کا احساس ختم کر دے۔ جو ہتھیار بھی بنائے جائیں گے تجھ پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ جو زبان بھی تیرے خلاف سخت درشت کلمات کہے گی بند ہو جائے گی۔ فلاح و کامرانی صرف اور صرف تیرے مقدر میں ہو گی۔

مکہ مکرمہ کے بارے میں حضرت شعیا علیہ السلام فرماتے ہیں چل اور جھوم جھوم کر چل جا اے عاقر و عقیم جس نے کسی کو جنم نہیں دیا۔ خوشی منا جبکہ تو حاملہ نہیں ہوئی کیونکہ تیری اہل و اولاد میرے اہل و عیال سے زیادہ ہُوگی۔ یعنی بیت المقدس کی نسبت اہل بیت اللہ زیادہ ہوں گے۔ مکہ کو ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ و تمثیل دی گئی جو عاقر و عقیم ہو اور کسی بچے کو جنم نہ دیا ہو اور وجہ تشبیہ کو ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ و تمثیل دی گئی جو عاقر و عقیم ہو اور کسی بچے کو جنم نہ دیا ہو اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعثت سے قبل صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہوئے تھے جبکہ وہ بانیان کعبہ مبارک اور مکہ شریف میں داخل ہیں اور کتاب تو سرے سے نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس آیت میں عاق سے مراد بیت المقدس لینا درست نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو انبیاء علیہم السلام کا گھر ہے اور نزول وحی کا محل و مرکز لہٰذا اس کو عقیم عورتوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی کوئی وجہ جواز ہو ہی نہیں سکتی۔

شعیا علیہ السلام کو یہ بھی خطاب ہوا کہ میں نے زمین اور آسمانوں کو پیدائش کے روز ٹھہرا دیا کہ پیغمبری دوسری قوم میں منتقل کر دوں گا رعایا کو بادشاہت اور ذلیلوں کو عزت اور ضعیفوں کو قوت اور فقیری کو تونگری جاہلوں کو علم ان پڑھوں کو حکمت عطا فرماؤں گا میں اس بات کے لئے ایک پیغمبر بے پڑھا ان میں بھیجوں گا اور اس کو اندھوں اور نادانوں میں پیدا کروں گا۔ اسے ہر خوبی سے آراستہ کروں گا اور ہر اچھی عادت عنایت فرماؤں گا سکینہ اس کا لباس کروں گا۔ نیکی اس کا شعار اور تقویٰ اس کا دل حکمت اور صدق و وفا اس کی طبیعت عفو اس کا خلق اور عدل اس کی خصلت حق اس کی شریعت ہدایت اس کا امام اور اسلام اس کی ملت حمد اس کا دین اور احمد اس کا اسم گرامی ہوگا۔ اس کی وجہ سے گمراہی کے بعد ہدایت کو ظاہر کروں گا جہالت کے بعد علم کا چراغ روشن کروں گا اور پستی کے بعد بلندی بخشوں گا۔ گمنامی کے بعد شہرت اور قلت کے بعد کثرت عطا کروں گا۔ تنگ دستی کے بعد تونگری جدائی کے بعد اتفاق۔ میں پراگندہ خواہشوں اور متفرق امتوں کو اکٹھا کروں گا۔

ابن قتیبہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحیفہ شعیا علیہ السلام میں مکہ مکرمہ کے راستوں کا ذکر یوں آتا ہے۔ میں

ویرانہ آبادی سے خالی مقام کو لبنان والی کرامت اور کرمان والی رونق عطا کروں گا۔ کرمان ولبنان مراد شام وبیت المقدس ہیں جہاں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مسلسل تشریف آوری اور وحی کا نزول ہوتا تھا میں یہی خیر وبرکت بادیہ عرب میں مکہ مکرمہ کی وادی کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت عطا کروں گا اور فریضہ حج کی وجہ سے یہ برکت بھی ظاہر ہوگئی۔

جنگل میں پانی کے چشمے پھوٹیں گے اور سیراب کرنے والے نالے اور ندیاں بہنے لگیں گی خشک چٹیل اور پیاسے صحرا پانیوں سے بھر جائیں گے اسی جگہ حج کا مقام ہوگا۔ حرم کی جگہ وبراہ پر قوموں کی نجاستوں اور غلاظتوں کا گزر نہیں ہوسکے گا۔ نہ اس میں درندے ہوں گے نہ شیر وغیرہ اس عظیم ومتبرک مقام پر صرف اور صرف صالحین ومخلصین کا گزر ہوگا۔

بھیڑیے اور اونٹ اس میں اکٹھے چریں گے اور ایسے ہی دوسرے درندے حرم کے اندر کسی بھی دوسرے جانور یا جاندار کو کسی قسم کی ایذا نہیں پہنچائیں گے اور جب حدود حرم سے نکل جائیں گے تو درندوں سے خائف ہوکر بھاگ جائیں گے۔ اور شکاری جانور دوسروں کی شکار پر حریص نظر آئیں گے جیسا کہ حرم میں داخل ہونے سے قبل تھے۔

1. الوفا باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از: علامہ عبدالرحمان ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ
2. مدارج النبوت از: الشیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ
3. انوار جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از: حضرت علامہ مولانا نقی علی خان رحمتہ اللہ علیہ

یسعیاہ یا الیسع نبی علیہ السلام کی بشارات

یسعیاہ یا الیسع، بائیبل میں یسعیاہ اور قرآن کریم میں الیسع علیہ السلام دو دفعہ نام آیا ہے۔ یہ دونوں نام ایک ہی نبی علیہ السلام کے ہیں۔ یسعیاہ علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے نہایت متقی وپرہیزگار شخصیت تھے۔ قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد خداوندی ہے۔ سورۃ ص آیت 48

وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيْلَ وَ
الْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿٤٨﴾

ترجمہ: ''اور یاد کرو اسمعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو اور وہ سب نیک بندے تھے''

سورۃ الانعام آیت 86

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ
وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٦﴾

ترجمہ: اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی۔

حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے اپنی تحریر میں سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو جو بشارات و پیشگوئیاں بیان کی ہیں ان سب کا ذکر کرنا تو ہمارے موضوع کو بہت ہی طویل بنا دے گا اس لئے یہاں ان بشارات میں سے چند تحریر کرنے پر اکتفا کر رہا ہوں۔ حضرت یسعیاہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

ترجمہ: ''قوم اسرائیل کا ذکر یا شرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں ہے''

ارشاد فرمایا ''اس سے پہلے زبلون اور نفتالی (یعقوب علیہ السلام کے بیٹے) کی سرزمین کو ذلت دی پر آخر زمانہ میں غیر قوموں کے جلیل میں سمندر کی طرف یردن کے پار شرف دے گا۔ وے لوگ جو تاریکی میں چلتے تھے۔ بڑی روشنی دیکھتے اور پر جو موت کے سایہ کے ملک میں رہتے تھے۔ نور چمکتا ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا۔ اور سلطنت اس کے کاندھے پر ہوگی۔ اور وہ اس نام سے کہلاتا ہے ''عجیب مشیر خدائے قادر'' ہدایت کا باپ ''سلامتی کا شہزادہ'' اسکی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔ وہ داؤد کے تخت پر اور اسکی مملکت پر ابتدا سے لے کر ابد تک انتظام کرے گا۔ اور عدالت و صداقت سے اسے قیام بخشے گا۔ رب الافواج کی غیوری یہ کرے گی''

(از: یسعیاہ 9:1 تا 8)

یسعیاہ نبی علیہ السلام کی مذکورہ بشارت میں وہ الفاظ جن کے مصداق صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں انکا معنی تحریر کر رہا ہوں تا کہ اس بشارت کو سمجھنے میں آسانی ہو اور کسی قسم کے بھی اعتراض اور سوال کا تسلی بخش جواب سامنے آجائے اور یوں حقیقت حال مکمل واضح ہو جائے۔

''زبلون اور نفتالی'' ان الفاظ سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کے پسران مراد ہیں۔

''جلیل'' عبری زبان میں اس لفظ کے معنی علاقہ یا سرزمین کے ہیں۔

''شلوم'' اس لفظ کے عبری زبان میں معنی سلامتی دینے والا یا مسلم کے ہیں۔

حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی اس بشارت کو غور سے پڑھا جائے تو پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں ان پانچ چیزوں یا بصیرتوں کا مختصر ذکر کر رہا ہوں جنکی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ یہ پیشگوئی ہمارے آقا و مولا فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے لئے ہی ہے۔

1. یہ بشارت کب پوری ہوگی؟
2. ان کی شرافت کا سامان کس ملک میں پیدا ہوگا؟
3. انکی شرافت کو لوٹانے (واپس) والے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔
4. بنی اسرائیل کا نجات دہندہ مسلم کہلائے گا۔
5. داؤد علیہ السلام کے تخت پر اسکا قبضہ ہوگا۔

1. یہ بشارت کب پوری ہوگی؟

بشارت کے الفاظ ہیں کہ ''اس نے پہلے زبلون اور نفتالی کی سرزمین کو ذلت دی'' زبلون اور نفتالی حضرت یعقوب علیہ السلام کے پسران کی سرزمین جلیل کہلاتی ہے۔اسکو خداوند تعالیٰ نے ذلت دی۔یعنی جب بنی اسرائیل اپنی بداعمالیوں میں انتہا کو پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انکو ذلیل کر دیا اور ان سے انکا ملک چھین لیا۔اس ذلت آمیز زندگی کے بعد پھر آخری زمانہ جب بنی اسرائیل مکمل طور پر دم توڑ چکے ہوں گے تو حکومت اور نبوت ان سے چھین لی جائے گی۔ اس کے بعد وہ وقت آئے گا کہ ان کو مکرر شرافت دی جائے'' دیکھیے

(سلاطین2-26:15 تواریخ2-4:16)

2. ان کی شرافت کا سامان کس ملک میں پیدا ہوگا

غیر قوموں کے جلیل یعنی سرزمین یا علاقہ میں ''سمندر کی جانب یردن کے پار انکو پھر شرف دے گا'' غیر قوموں کے جلیل سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں یہود دوسری قوموں کے ساتھ رہتے ہوں۔ وہ علاقہ کونسا ہے تاریخ عالم گواہ ہے کہ یہود جس علاقے میں دوسری قوموں کے ساتھ رہتے تھے وہ علاقہ مدینہ منورہ ہے۔ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت فرما کر یثرب (بیماریوں کی جگہ) والے شہر میں تشریف لائے اور آپ علیہ السلام کے صدقے یثرب مدینہ منورہ بن گیا اور یوں اس شہر کی ہی قسمت نہیں بدلی بلکہ وہاں رہنے والے یہود نے اسلام قبول کر لیا اور یوں وہ لوگ بھی اس شرف وعزت میں حصہ دار بن گئے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔اس سرزمین کا بشارت میں دوسرا نشان یہ بتایا گیا وہ تاریکی کا ملک تھا۔موت کے سایہ کی سرزمین تھی۔ جہالت، بت پرستی، گمراہی اور قتل وغارت کا افریت (جن) ہر سو کھلے عام راج کر رہا تھا۔ وہاں انہوں نے نورانی روشنی دیکھی جس نے دنیا کی قسمت بدل کر رکھ دی۔ وہ نور ایک ایسے لڑکے کے ذریعے عطا کیا گیا جسے خود اللہ تعالیٰ نے اس غرض کے لئے معبوث فرمایا۔ وہ نور والا ایسی کامل واکمل شریعت لے کر تشریف لایا جس نے ہر سو امن، سلامتی اور بھائی چارہ کی نہ ختم ہونے والی حقیقی فضاء پیدا فرما دی۔ یہ شریعت ہمارے آقا ومولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی گئی۔

3. انکی شرافت کو لوٹانے والے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے

یسعیاہ علیہ السلام کی بشارات میں ہے ''اور سلطنت اس کے کاندھے پر ہوگی'' تاریخ اسلام وعالم کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالق کائنات نے سلطنت اور شریعت دونوں چیزیں عطا فرمائیں جبکہ بنی اسرائیل میں کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کو سلطنت وشریعت دونوں چیزیں ایک ہی وقت میں عطا کی گئی

ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ فرمایا اس کا نام

''پیلے یوعیص ایل جیورابی اور سر شلوم''

یعنی وہ آنے والا موعود بے نظیر واعظ، خداوند قدرت ہمیشہ رہنے والا باپ ہے۔ اس ارشاد کے مطابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے نظیر واعظ، قدرت اور طاقت والے جو ہمیشہ رہے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نبی اور خاتم النّبیین ہیں۔ آپ علیہ السلام کے بعد دنیا میں قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا کہ وہ کسی بھی قوم کا باپ کہلا سکے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابوت اور نبوت دائمی ہے۔ بشارت کے یہ الفاظ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی صادق آتے ہیں۔

4. بنی اسرائیل کا نجات دہندہ مسلم کہلائے گا

اس پیشگوئی میں ''شلوم'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی سلامتی دینے والا یا ''مسلم'' کے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی اور ذات مقدسہ ہی شلوم یعنی سلامتی دینے والا یا مسلم ہیں۔ قرآن کریم فرقان حمید میں (سورۃ الزمر آیت 12) ''اول المسلمین'' کا خطاب آپ علیہ السلام کو دیا گیا ہے۔ عبرانی الفاظ کی بنا پر آپ علیہ السلام بے مثال واعظ، ہمیشہ دشمنوں پر غالب آنے والے اور تمام اقوام کے والد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا کہ وہ امت کا باپ کہلا سکے گا۔ جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی ظلی، بروزی یا کسی قسم کا بھی نبی دنیا میں آسکتا ہے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے باہر ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہونا ممکن ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی یہ ارشاد نہ فرماتے کہ ''میں خاتم النبین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔ اس کے علاوہ یہ مذکورہ پیشگوئی بھی اس امر کا ثبوت ہے۔ اگر کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا یا اپنی ہٹ دھرمی اور غلط تاویلات کی بنا پر ایسا ہونا مان لیا جائے تو یہ پیشگوئی ہی مبہم ہو جائے گی۔ جبکہ نبی کا فرمان ہمیشہ حق اور سچ پر مبنی ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: سورۃ الاحزاب آیت 40

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین (سب نبیوں میں پچھلے) ہیں۔

5. داؤد (علیہ السلام) کے تخت پر اسکا قبضہ ہوگا

بشارت کے الفاظ ہیں ''وہ داؤد (علیہ السلام) کے تخت پر اور اسکی سلطنت پر تدبیر امور کرے گا اور عدالت و صداقت کے ساتھ شروع سے آخر تک قیام بخشے گا۔ رب الافواج کی غیرت یہ سب کچھ کرے گی''۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے تخت کا ہم انکی پیشگوئیوں کے باب میں تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا تخت شاہی مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور یہ تخت ابد تک انشاء اللہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہی رہے گا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس پیشگوئی میں داؤد علیہ السلام کا تخت اضافت کے ساتھ شان وشوکت اور پرشکوہ حکومت وتخت کے اظہار کے لئے بھی استعمال ہوا ہو۔ کیونکہ جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام شب وروز دشمنوں کی شرارتوں اور دکھ وتکالیف کی وجہ سے ہجرت پر مجبور ہوئے اور بعد میں آپ علیہ السلام اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت سے ایک فاتح کی حیثیت سے زبردست سلطنت کے مالک کی حیثیت سے ان دشمنی کرنے والوں کے ہی حکمران بنے۔ اسی طرح سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مکہ مکرمہ میں آپ علیہ السلام کے قبیلے والوں اور دیگر مشرکین نے بڑی تکلیفیں اور دکھ پہنچائے یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اللہ کے حکم سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ کچھ عرصہ بعد ہی چشم فلک نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام اپنے جانی دشمنوں پر اس شان وشوکت سے فاتح بن کر غالب آئے جسکی مثال تاریخ عالم میں نہ پہلے کبھی تھی اور نہ ہی قیامت تک ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی اللہ کے فضل وکرم سے اب تک قائم ہے اور قیامت تک اسی طرح روز بروز ترقی کی منازل طے کرتی قائم رہے گی۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ بنی اسرائیل میں آج تک کوئی ایسا موعود پیدا نہیں ہوا جو مذکورہ صفات کا حامل ہو یہ تمام صفات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ میں ہی پائی جاتی ہیں۔ لہذا حضور علیہ السلام ہی سب قوموں کے روحانی باپ ہیں اور سلطنت وحکومت کے اعتبار سے تخت داؤد علیہ السلام کے وارث ہیں۔

یسعیاہ علیہ السلام کی ایک اور بشارت

حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے اپنی ایک اور بشارت میں فرمایا کہ نبی برحق جو بعد میں تشریف لائیں گے وہ بنی اسماعیل (علیہ السلام) میں سے ہوں گے۔ یہاں وہ بشارت اور اسکی مختصر تفسیر عرض کر رہا ہوں۔ حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے فرمایا۔ ترجمہ:

''یسّی کے تنے سے ایک کونپل نکلے گی اور اسکی جڑوں سے ایک پھلدار شاخ پیدا ہوگی۔ اور خداوند کی روح اس پر ٹھہرے گی۔ حکمت اور خرد کی روح مصلحت اور قدرت کی روح معرفت اور خداوند کے خوف کے روح اور وہ خداوند کے خوف کی بابت تیز فہم ہوگا۔ وہ اپنی آنکھوں کے دیکھنے کے مطابق حکم نہ کرے گا۔ اور نہ ہی اپنے کانوں کے

سننے کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ بلکہ وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کرے گا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کے لئے انفصال کرے گا۔ اور وہ اپنے منہ کی لاٹھی سے زمین کو مارے گا۔ اور اپنے لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کر ڈالے گا۔ اسکی کمر کا پٹکا راست بازی ہوگی۔ اور اس کے پہلو وفاداری کے پٹکے سے کسے ہوئے ہوں گے۔ اس وقت بھیڑیا بھیڑوں کے ساتھ رہے گا۔ اور چیتا بکرے کے ساتھ بیٹھے گا۔ بچھڑا اور شیر کا بچہ اور پالا ہوا بیل ملے جلے رہیں گے۔ اور ننھا بچہ انکی پیشروی کرے گا۔ گائے اور ریچھنی مل کر چریں گی اور ان کے بچے ملے جلے بیٹھا کریں گے''۔

اس پیشگوئی میں یشی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اہل یہود و نصاریٰ اپنی فطرت کے مطابق ہر اس لفظ کو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور شان کا بیان ہو لفظوں کے ہیر پھیر سے اس مطلب کو اپنی قوم یا اپنے پیغمبر کے ساتھ غلط انداز سے منسوب کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ یہاں بھی علماء یہود نے ایسی حرکت کی ہے۔ یہود علما کہتے ہیں کہ داؤد موعود کا یشی کی نسل سے ہونا ضروری ہے۔ یشی حضرت داؤد علیہ السلام کے والد کا نام تھا اس لئے مذکورہ بشارت کے مطابق یہود کا یہ کہنا ہے کہ وہ یشی یعنی موعود کونپل ابھی تک نہیں پھوٹی۔ یہود علماء پیشگوئی کے اس لفظ یشی کی تشریح میں بیان کرتے ہیں کہ یشی کا ایک ہی بیٹا داؤد تھا یوں موعود کا نسل داؤد سے ہونا فرض کیا جاتا ہے حالانکہ سموئیل اول سے یہ ثابت ہے کہ یشی کے حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ سات بیٹے اور بیٹیاں بھی تھیں۔ ان میں سے ایک بیٹی ابی جبل کا نکاح میترا اسماعیل کے ساتھ ہوا تھا۔ اگر یشی سے مراد حضرت داؤد علیہ السلام کے والد لئے جائیں تو اس سے جو کونپل پھوٹی تھی وہ عماسا میترا اسماعیل کا بیٹا تھا۔ پس یوں یشی کی کونپل سے مراد انکی بیٹی کی اولاد بنی اسماعیل ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ اگر بقول علماء یہود یشی کی کونپل سے مراد حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل ہوتی تو پیشگوئی کے الفاظ یوں ہونے چاہیے تھے۔

''داؤد کے تنے سے ایک کونپل نکلے گا'' جبکہ الفاظ یوں ہیں ''داؤد کے تنے سے ایک کونپل نکلے گی''۔ پس کونپل کا یشی کی جانب منسوب ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اس کونپل کے ساتھ داؤد علیہ السلام کا کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اس سے مراد یشی کی وہ کونپل ہے جو یشی کی بیٹی سے بنی اسماعیل میں ظاہر ہوئی۔ اسی لفظ یشی سے عبری زبان میں مراد حضرت داؤد علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ اس لفظ کو یشماعیل کا مخفف بتایا گیا ہے جس سے مراد سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اسم مبارک ہے۔ عبری بائیبل کا قائدہ ہے کہ اکثر لمبے ناموں کو مختصر یا مخفف کر کے لکھا جاتا ہے۔ یوں یشی ان کے نزدیک یشماعیل کا مخفف ہے۔ اس سلسلے میں تمام مخففات کے بارے میں انسائیکلو پیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے

"Other abbreviations have the ending "I or ai" the first part of the name being sometime more violently contracted" (Encyclopaedia Bibil "Names")

''یعنی جن الفاظ کے آخر میں ''ی'' یا ''آئی'' آتا ہے وہ الفاظ اکثر مخفف ہوتے ہیں مثلاً امصی، اماصیہ کا یشی

یشعیا کا ذکری ذکریا کا اور زبی، زبادیاہ کا مخفف ہے۔

اسی سائیکلو پیڈیا ببلیکا میں جہاں ناموں Names کی بحث ہے وہاں یشی کے بارے میں یوں لکھا ہے۔

"Jesse is contracted from yeshmail"

''یعنی یشی اسماعیل کا مخف ہے''۔

مذکورہ سائیکلو پیڈیا ببلیکا کے مطابق اصل عبارت یوں ہوگی۔''اسماعیل کے تنے سے ایک کونپل نکلے گا''

پس یہ عبارت الفاظ اور معنی کے مطابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہی عظیم الشان بشارت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مقدسہ اور آپ علیہ السلام کی عملی زندگی مبارکہ کو دیکھیں تو یہ بشارت عین حق کے ساتھ پوری ہوئی۔

مذکورہ پیشگوئی و عبارت میں جتنے نشانات بیان کئے گئے ہیں کیونکہ وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں بالکل صاف اور عیاں ہیں انکی مزید شمار کے ساتھ مختصر وضاحت پیش کر رہا ہوں تا کہ کسی قسم کی تشنگی باقی نہ رہے۔اس کے علاوہ اگر کوئی ان الفاظ کے معنوں پر اعتراض کرے تو اس کو حقائق کی روشنی میں تسلی بخش جواب مل سکے۔پیشگوئی میں ہے۔

1. خداوند کی روح کا اس پر ٹھہرنا
2. حکمت و خرد کی روح
3. مصلحت و قدرت کی روح
4. خداوند کے خوف کی روح یا کلام الٰہی کا ان صفات پر مشتمل اترنا ہے۔کیونکہ روح کے معنی بائبل اور قرآن کریم دونوں میں کلام کے ہیں۔
5. پھر خداوند کے خوف کے بابت اس کا تیز فہم ہونا۔
6. اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کرنا بلکہ راستی اور کلام حق کے مطابق مسکینوں کا فیصلہ کرنا۔
7. اپنے منہ کی لاٹھی سے زمین کو مارنا یعنی اعجاز کلام سے لوگوں کو شکست دینا۔
8. اپنے لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کرنا۔یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تاثیر کلام کی طرف اشارہ ہے۔
9. اسکی کمر کا پٹکا راست بازی کا ہوگا۔
10. اس کے پٹکے اور پہلو کا وفاداری کے ساتھ کسا ہوا ہوگا۔یعنی اسکا حد درجہ مستقل مزاج ہونا یا اس کی ہر حرکت و سکون کا الٰہی حکم کے مطابق ہونا۔

11. بھیڑیا صفت انسانوں اُفعی سیرت شریروں اور درندہ خصلت لوگوں کو بالکل سیدھے راہ پر یوں گامزن کر دینا کہ وہ نہایت حلیم و بردبار بن کر ایسے زندگیاں بسر کریں گے کہ ملک میں امن وسلامتی کا دور دورہ ہو جائے گا۔

مذکورہ تمام نشانات وہ ہیں جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ میں حرف بحرف پورے ہوئے اور پوری دنیا نے ان نشانات کی تصدیق کی۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ یسعیاہ علیہ السلام کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دنیا میں کوئی اور ہستی ایسی پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی قیامت تک پیدا ہوگی جسے شریعت اور حکمرانی کی ایسی برکت عظمیٰ حاصل ہوئی ہو۔ اب بھی اگر کوئی شخص ان نشانات کو پڑھ کر انکی عملی صورت سے آگاہی حاصل ہوتے ہوئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت آپ علیہ السلام کے مرتبہ اور دین حق کو تسلیم نہ کرے تو یہ اسکی ہٹ دھرمی جاہلیت اور حقائق سے انکار کے سوا کچھ نہیں۔

یسعیاہ علیہ السلام کی تیسری بشارت

یسعیاہ علیہ السلام نے یہ تیسری بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سات سو چالیس (740) برس پہلے ارشاد فرمائی جس میں اقوام عالم کے لئے ایک جھنڈا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر پاک مدینہ منورہ کا ذکر کیا۔ بشارت کی عبارت کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

''اور اس دن ایسا ہوگا کہ یشی کی اس جڑ کی جو قوموں کے لئے علم کی طرح کھڑی ہوگی۔ قومیں طالب ہوں گی۔ اور اس کی آرام گاہ جلال بنے گی۔ اور اس دن ایسا ہوگا کہ خداوند دوسری مرتبہ اپنا ہاتھ بڑھا کے اپنے لوگوں کا بقیہ جو بچ رہا ہوا سورا اور مصر فتروش اور کوش اور ایلام اور صنعاء اور حمّات اور سمندری اطراف سے سے پھیر لائے گا۔ اور وہ تمام قوم کے لئے ایک جھنڈا کھڑا کرے گا۔ اور ان اسرائیلیوں کو جو خارج کئے گئے ہیں جمع کرے گا۔ اور سارے بنی یہوداہ کو جو پراگندہ ہوں گے زمین کے چاروں کونوں سے فراہم کرے گا''۔

(از: یسعیاہ 11:10-12)

جناب یسعیاہ علیہ السلام جناب یشی کی اس کونپل کے متعلق جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں فرماتے ہیں کہ وہ قوموں کو ایک جگہ جمع کرنے کا علم ہوگی (جھنڈا ہوگی) تمام قومیں اسکی طلب گار ہوں گی، اور اسکی آرام گاہ جلال بنے گی۔ یاد رہے تمام قوموں کے مطلوب ہمارے آقا نامدار شہنشاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ علیہ السلام کا ہی وہ عظیم الشان جھنڈا ہے جس کے نیچے اقوام عالم کے لوگ جمع ہوئے ہیں۔ اور انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک یوں ہی جاری رہے گا۔ دنیا میں اسلام ہی وہ واحد دین حق ہے جس نے دیگر تمام مذاہب سے خراج وصول کیا ہے اور ہمیشہ وصول کرتا رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرام گاہ کے جلال کا یہ عالم ہے کہ کوئی بھی ذی روح آپ علیہ

السلام کے روضہ انور کے ارد گرد آواز تک بلند نہیں کر سکتا۔ ہمارا یہ چیلنج ہے کہ دنیا کا کوئی شخص جب چاہے روضہ اقدس پر حاضری دے کر یہ کیفیت اپنی آنکھوں سے خود دیکھ سکتا ہے۔ قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد خداوندی ہے۔ سورۃ الحجرات آیت 2۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

ترجمہ: ''اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے بلند نہ کرو''

مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ میں ظاہری حیات مقدسہ کے وقت ہی نہ تھا بلکہ آپ علیہ السلام کے وصال مبارک کے بعد آج تک اور پھر قیامت قائم ہونے کے ساعت تک بھی یہ حکم یوں ہی جاری و ساری ہے۔ کسی میں مجال نہیں کہ روضہ اقدس پر بلند آواز سے گفتگو کر سکے۔ یہ بشارت و پیشگوئی صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے ہی ہے کیونکہ تاریخ عالم گواہ ہے کہ بشارت کے الفاظ ''اسکی آرام گاہ جلال بنے گی'' کے مصداق ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جس قدر خاموشی، جلال، سکوت اور رعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرام گاہ روضہ اقدس پر ہے ایسا جلال، جمال، سکوت اور رعب دنیا کے کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کے دربار، محلات یا قبر پر نہ کبھی تھا نہ ہے اور نہ ہی ہوگا۔

اسرائیل کی بھٹکی اور پراگندہ اقوام کا اسلام میں اجتماع

یسعیاہ علیہ السلام کی اس بشارت کے اگلے الفاظ یہ ہیں ''اس دن ایسا ہوگا کہ خداوند دوسری مرتبہ اپنا ہاتھ بڑھا کے اپنے لوگوں کا باقی حصہ جو بچ رہا ہوگا۔ اسور اور مصر فتروش کوش اور ایلام صنعا اور حمات اور سمندری اطرافت سے پھیر لائے گا۔ اور وہ سب قوموں کے لئے ایک جھنڈا کھڑا کرے گا''۔ قرآن کریم کے الفاظ یسیاء علیہ السلام کی اس مذکورہ بشارت کی تائید کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو ارشاد اپنی اس آخری کتاب میں اسرائیل کے متعلق فرمایا وہ لفظ بہ لفظ پورا ہوا اس سلسلے میں پوری دنیا کی شہادت اور واقعات موجود ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت 104۔

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ: ''پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تمہیں (اے بنی اسرائیل) اکٹھا کر لائیں گے''

اس مذکورہ بشارت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ثابت ہونے کا عیاں ثبوت تاریخ اسلام کے مطالعہ سے کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب بنی اسرائیل کی گم شدہ یا گمراہ شدہ اقوام جو اسیر یا مصر، کوش، فتروس یعنی جنوبی مصر وغیرہ میں سکونت پذیر تھیں سب ہمارے آقا و مولا فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست پر ایمان لا کر اسلامی فتح کے جھنڈے (لوا) کے نیچے اکٹھی ہو گئیں۔ بشارت کے مزید الفاظ ہیں:۔

''اور ان اسرائیلیوں کو جو خارج کئے گئے ہیں جمع کرے گا اور سارے بنی یہودا جو پراگندہ ہوں جائیں ان کو

زمین کے چاروں کونوں سے فراہم کرے گا''۔

چنانچہ بنی اسرائیل کی وہ اقوام جو پراگندہ ہو کر بندوں سے متاثر ہو کر بت پرست ہو گئیں اوران لوگوں نے وسطی ایشیاء اور افغانستان میں سکونت اختیار کرلی۔ ان اقوام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں نے اسلام پر جمع کیا اور یوں الحمد للہ وہ آج اسلام پر جمع ہیں۔ یہ وہی اسلام ہے جو سیدنا حضرت ابراہیم وحضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کا اسلام تھا۔ اس طرح مغرب میں عرب، شام اور مصر میں رہنے والے اسرائیلی اسلام قبول کرنے کے بعد دائرہ امن وسلامتی میں داخل ہوئے۔ تو دوسری طرف مشرق میں وسطی ایشیاء اور افغانستان کے تمام اسرائیلی مسلمان ہو گئے اور یوں زمین کے تمام کونوں سے بنی اسرائیل کو ایک دین یعنی دین اسلام فراہم کر دیا گیا۔ یوں یسعیاہ علیہ السلام کی ارشاد کی ہوئی خوشخبری کو اسلام نے حق ثابت کر دیا۔

حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی چوتھی بشارت

حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی اس چوتھی بشارت میں عرب کی بابت الہامی کلام کا ذکر ہے۔ اس بشارت میں پانچ باتیں نہایت قابل غور ہیں۔ بشارت کی عبارت اوران پانچ قابل غور باتوں کو کچھ تفصیل سے بیان کر رہا ہوں تاکہ قاری مکمل بشارت کی تشریح سے آگاہی حاصل کر سکے۔ حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:۔

''عرب کی بابت الہامی کلام عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹو گے۔ اے دیدانیوں کے قافلو پانی لے کر پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لے کر ہجرت کرنے والے کے ملنے کے لئے نکلو کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ہاں ننگی تلوار سے کھنچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ اور تیراندازوں کے جو باقی بچے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا''

(از: یسعیاہ 21:13-17)

مذکورہ بشارت یا پیشگوئی میں درجہ ذیل پانچ باتیں قابل غور ہیں۔

1. اس بشارت میں پیشگوئی کا تعلق ملک عرب سے بتایا گیا ہے۔
2. اس بشارت میں عرب قوم سے خطاب ہے۔
3. تیما کے باشندوں (یعنی مدینہ کے لوگوں) کو مہاجرین کے استقبال کا حکم ہے۔
4. مہاجرین ظلم وتشدد کی وجہ سے ہجرت پر مجبور ہوئے اور یوں وہ لوگ انتہا درجہ کے مظلوم ہیں۔
5. ظلم کرنے والوں (یعنی اسلام کے دشمنوں) کا مظلوموں کی ہجرت کے بعد صرف ایک سال میں ٹوٹ جانا۔

مذکورہ پانچ باتوں کی کچھ تفصیل پیش کر رہا ہوں تاکہ ہر چیز کھل کر سامنے آجائے۔

اس بشارت میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل اسلام کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ذکر نہایت ہی عیاں الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اس بیان کو عرب کی بابت الہامی کلام کا عنوان دے سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کلام میں اس عظیم الشان مذہبی انقلاب اور دیگر واقعات جو عرب کے میدان میں پیش آئیں گے ان کا ایک آنے والے عظیم الشان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے ہی علم عطا کر دیا گیا تاکہ وہ بنی اسرائیل کو خبردار کر دے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ بنی اسرائیل نے اس صاف اور واضح کلام پر اپنی ہٹ اور تعصب کی وجہ سے غور نہیں کیا اور نہ ہی اب کرتے ہیں۔

پیش گوئی کی دوسری بشارت میں عرب قوم سے یوں خطاب ہے۔

2 ''عرب صحرا میں اے دیدان (دیدانیو) کے قافلو تم زندگی بسر کرتے ہوگے''

اس بشارت میں دیدان کے قافلوں کا ذکر ہے۔ یہاں ایک سوال یقینی طور پر ہر قاری کے ذہن میں آئے گا کہ دیدان کے قافلوں سے کیا مراد ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ دیدان حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حام کی اولا میں سے تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کا تفصیلی ذکر ہم پہلی جلد ابتدائے نسل انسانی کے حصہ میں تحریر کر چکے ہیں۔ یہاں نہایت مختصر الفاظ میں عرض کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام حام تھا اور اسکا بیٹا کوش پھر کوش کا بیٹا رعمہ اور رعمہ کا بیٹا دیدان تھا۔ یوں ''دیدان کے قافلو'' سے مراد اولاد دیدان ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حام کی اولاد کا وہ حصہ جو عرب میں آباد ہوا عرب کے مشرقی حصہ میں سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے مشرقی کوش کے نام سے مشہور تھا۔ دوسری طرف عرب کے مغربی حصہ حبشہ میں آباد اولاد حام مغربی کوش کہلاتی ہے۔ جناب یثرو کی جو بیٹی سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عقد میں تھیں انکا تعلق کوشی عرب خاندان سے تھا۔ اس بشارت میں اسی بنا پر قوم کو مخاطب کر کے کہا جاتا ہے کہ تمہارے قافلے عرب میں بود و باش رکھتے ہوں گے جب مذکورہ واقعہ پیش آئے گا۔ تاریخ عرب کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ عرب کی آبادی دو قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ایک قسم کو عرب العاربہ اور دوسری قسم کو عرب المستعربہ کہا جاتا ہے۔ عرب العاربہ وہ لوگ ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حام کی اولا ہیں۔ یہ لوگ عرب کے قدیم باشندے ہیں۔ دوسری قسم عرب المستعربہ وہ ہیں جو بعد میں اس جگہ آکر آباد ہوئے یہ لوگ سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام یا آپ علیہ السلام کے بھائی بنو قتورہ کی اولاد ہیں۔ یہ دوسرا نشان ہماری اس پیشگوئی کی طرف راہنمائی کرتا ہے کہ عرب العاربہ قدیم عرب کے باشندے عرب المستعربہ یعنی اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا استقبال کریں گے۔ چنانچہ مہاجرین مکہ یعنی اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا جس انداز سے انصار مدینہ نے استقبال کیا کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یوں یہ بشارت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں حرف بحرف سچ ثابت ہوئی۔

3. پیش گوئی کی تیسری بشارت یوں ہے

''پانی کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ اے تیما (مدینہ منورہ) کی سرزمین کے باشندو اور روٹی لے کر بھاگنے والے کے استقبال کو نکلو''۔

اس بشارت میں تیما کے باشندے کو ہجرت کرکے آنے والوں کے استقبال کا حکم دیا گیا ہے۔ سرزمین تیما کسے کہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ تیما سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایک صاحب زادے کا نام تھا۔ اسکی اولاد مدینہ منورہ کے نواح میں یا پھر شمالی حجاز میں آباد تھی اس لئے اس علاقے کا نام ہی تیما مشہور ہو گیا۔ تیما کے لفظی معنی جنوبی یا دائیں ہاتھ والے ملک کے ہیں۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت فرما کر اس سرزمین پر تشریف لائے تو آپ علیہ السلام کے مبارک قدموں کی برکت سے یہ علاقہ تیما و یثرب مدینہ منورہ بن گیا۔ اس بشارت میں اہل تیما (مدینہ منورہ) کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ ہجرت کرنے والے کے لئے پانی اور روٹی لے کر نکلیں۔ تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر سرزمین تیما (مدینہ منورہ) پہنچے تو اہل مدینہ منورہ نے آپ علیہ السلام کا پانی اور روٹی لے کر استقبال کیا۔ تاریخ عالم کا مطالعہ کر لیجئے آپکو ہجرت مدینہ منورہ کے علاوہ دوسری کسی بھی ہجرت کا ایسا واقعہ نہیں ملے گا جس میں کوئی نبی ہجرت فرما کر سرزمین تیما میں گئے ہوں اور وہاں اہل تیما نے مہاجرین کا اسطرح استقبال کیا ہو۔ یہ واقعہ صرف اور صرف تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی پیش آیا۔ اور یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سات سو چالیس (740) سال پہلے حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی فرمائی ہوئی پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں سچ ثابت ہوئی۔

4. حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی چوتھی بشارت کا نشان یہ تھا

''کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھنچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں''۔

اس بشارت پر غور کیجئے تو یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ جو لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر ہجرت پر مجبور ہوئے وہ ظالم ہرگز نہ تھے بلکہ مظلوم تھے جن پر شب و روز اس قدر مظالم کئے جاتے کہ قلم انکو تحریر کرنے سے قاصر ہے۔ مظالم کی کیفیت جب اس حد تک پہنچ گئی کہ دشمن تلواریں سونت کر انکو قتل ہی کرنے کے درپہ ہو گیا تو وہ مظلوم لوگ اپنے دین اور اپنی جانوں کی حفاظت کے لئے اس جگہ کو ہی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے جہاں وہ پیدا ہوئے جوان ہوئے اور وہاں انکے عزیز و اقارب پشت در پشت سے آباد چلے آرہے تھے۔ اس تمام واقعہ کا مدتوں پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ایک نبی نے بنی اسرائیل کو بتا دیا تھا۔ اور تاکید فرمائی تھی کہ بنی اسرائیل ان ہجرت کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہمدردی کا سلوک کریں۔ کس قدر ظلم و ستم کی بات ہے کہ ایک ایسی عظیم شخصیت جو اپنی قوم کو ظلم و بربریت، گناہ، قتل و

غارت وغیرہ جیسے کبیرہ گناہوں سے بچانے کے لئے شب وروز مصروف تھی۔ جسے یہی جانی دشمن خود صادق وامین کے نام سے پکارتے تھے۔ ننگی تلواریں لے کر اس عظیم شخصیت ہمارے آقا ومولا فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی نعوذ باللہ مٹانے پر تل گئے تو آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے آبائی وطن سے ہجرت فرما گئے۔ خدا نے اور بنی اسرائیل کے نبی نے اس واقعہ کی پہلے ہی خبر دے دی تا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئیں تو بنی اسرائیل کو اس محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچاننے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔ مگر افسوس صد افسوس اس گمراہ قوم نے اپنی گمراہی، ہٹ دھرمی اور تعصب کی بنا پر سب کچھ جانتے بوجھتے بھی محسن انسانیت کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔

5 حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی بشارت کا پانچواں نشان

حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی چوتھی بشارت کے چار نشانوں کی تفصیل عرض کر چکا ہوں پانچویں نشان کو یہاں زیر تحریر لانے سے پہلے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نزول قرآن کریم سے قریباً ڈیڑھ ہزار برس پہلے بیان شدہ اس نشان کی اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب قرآن کریم میں یوں ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت 76۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٧٦﴾

ترجمہ: ''اور بے شک قریب تھا کہ وہ تمہیں اس زمین سے گرادیں کہ تمہیں اس سے باہر کر دیں اور ایسا ہوتا تو وہ تمہارے پیچھے نہ ٹھہرتے مگر تھوڑا''

حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی بشارت کے پانچویں نشان کی عبارت یہ ہے'' کیونکہ خداوند نے مجھے یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کی برسوں کی طرح ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ اور تیر اندازوں کے بقیہ لوگ جو قیدار کے بہادر ہیں گھٹ جائیں گے کیونکہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا''

(از: یسعیاہ 21:16-17)

اس نشان میں نہایت ہی غور کرنے والی بات یہ ہے کہ اسرائیل کا قدوس خدا جو دوسروں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم ان مظلوموں کے ساتھ ہمدردی اور پیار کرو۔ ان لوگوں کا استقبال کرو کیونکہ اس سے بڑھ کر نیکی نہیں خود ظلم کرنے والوں کے حق میں کیسے خاموش رہ سکتا ہے۔ پس اس لئے فرمایا اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکی ہجرت کے بعد ان ظالم لوگوں پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔ اسکی صورت یہ ہوگی کہ قیدار کی ساری حشمت اس طرح ختم ہو جائے گی جیسے مزدور کی ایک برس کی مزدوری ختم ہو جاتی ہے۔ قیدار سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے جسکی اولاد حجاز مقدس میں آباد ہوئی تھی۔ اور یہی لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ دشمن تھے۔ اسی لئے فرمایا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے ایک سال بعد ان لوگوں کی ساری شان وشوکت اور حشمت وغیرہ ختم ہو جائے گی۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ ہجرت مدینہ کے ایک سال بعد غزوہ بدر میں مسلمانوں نے مشرکین مکہ اور اولاد قیدار کو ایسی زبردست شکست دی کہ انکی تمام حشمت وشوکت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاتی رہی۔ قریش کے بہادر اور ان کے ماہر تیر انداز وشمشیر باز چیدہ چیدہ سردار اس لڑائی میں واصل جہنم ہوئے۔ یوں حضرت یسعیاہ علیہ السلام کے ارشاد کیے ہوئے نشان کے مطابق یہ پیشگوئی سچ ثابت ہوئی۔ مجموعی طور پر مذکورہ پیشگوئی کے پانچوں نشانات پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس پیشگوئی میں جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے تاریخ عالم میں یہ واحد واقعہ ہجرت مدینہ ہی ہے جس کے ٹھیک ایک سال بعد قیدار کی حشمت وشان ختم ہوگئی۔ اس قدر واضح حقائق پر مبنی عملی واقعات ظہور پذیر ہونے کے بعد بھی اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محسن انسانیت اور برحق نبی تسلیم نہ کرے۔ مذہب اسلام کی حقانیت کو نہ مانے تو یہ اسکی بدقسمتی ہوگی اور یوں ایسے شخص وقوم کو جہنم کا ایندھن بننے سے کون بچانے والا ہوگا۔

ظہور پرنور کے بارے میں

حضرت حبقوق علیہ السلام کے صحیفہ میں تذکرہ وبشارات

حضرت حبقوق علیہ السلام جو کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے ہمعصر تھے ان کی کتاب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ موجود ہے اس کتاب میں منقول ہے کہ:

جَآءَ اللّٰهُ مِنَ التَّسبِيحِ وَالتَّقْدِيسِ مِنْ جِبَالٍ فَارَان وَامْتَلَاتِ الاَرْضُ مِنْ تَحْمِيدِاَ اَحْمَدَ وَ تَقْدِيسِهٖ وَمَلَكَ الاَرضِ رَقَابَ الاُمَمِ

"اللہ تعالیٰ تسبیح وتقدیس کے ساتھ فاران کی پہاڑیوں پر جلوہ گر ہوا اور زمین کو احمد کی حمد وثنا اور تقدیس سے بھر دیا اور وہ زمین اور امتوں کی گردنوں کا مالک ہے"

تحقیق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیاں وہ ہیں جن سے آسمان روشن ہو گیا اور زمین اس کی حمد و تعریف سے بھر گئی۔

پھر ارشاد ہوا۔

يُغْنِيُّ بِنُورِهِ الاَرْضُ وَيَحْمَلُ خَيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ

"اس کے نور سے زمین چمک اٹھی اور اس کے گھوڑے سمندر میں دوڑیں گے"

ایک اور جگہ ارشاد ہوا۔

"جلد ہی آپ کی کمان میں سختی سے تیر کھینچے جائیں گے اور یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے حکم پر تیر خوب سیراب ہوں گے"۔

آپ کے حکم میں مبالغہ اور کام کے انجام کو پہنچنے کی طرف اس عبارت میں کنایہ ہے اور اس کے عہد نبوت میں دین وملت کے کام وکمال درجے تک تکمیل پذیر ہوں گے اس کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ سورۃ توبہ آیت 33۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک''۔

سورۃ المائدہ آیت 3

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳﴾

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل (اور مکمل) کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔ (تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

حضرت وہب بن مبنہ سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے قدیم کتب میں پڑھا ہے کہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں نے عرب کے پہاڑوں پر ایک نور اتارا کہ مشرق ومغرب کو نور سے بھر دیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک پیغمبر پیدا کروں گا جو امی ہوگا اس پر آسمان کے ستاروں کے مانند اور زمین پر زروں کے برابر لاتعداد لوگ ایمان لائیں گے وہ میری ربوبیت اور اس کی رسالت پر ایمان لائیں گے اور اپنے اجداد کی ملتوں سے باہر آجائیں گے اور دور بھاگیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا پاکی ہے اے خدا تیرے لئے اور تیرے اسماء بھی پاک ہیں بلاشبہ تو نے اس پیغمبر کو گرامی قدر بنایا اور اسے شرافت عطا فرمائی پروردگار نے فرمایا میں اس کے دشمنوں کو تباہ وبرباد کروں گا اور ان سے دنیا و آخرت میں انتقام لوں گا۔ اس کی دعوت کو دیگر تمام دعوتوں پر ظاہر اور غالب کروں گا۔ اور جو کوئی اس کی شریعت کی مخالفت کرے گا اس کو تباہ وبرباد کروں گا۔ اس کو میں نے عدل سے تربیت دی ہے اور اس کو میں عدل وانصاف کے لئے مبعوث کروں گا۔ قسم ہے مجھے اپنی عزت کی میں جملہ امتوں کو اس کے ذریعے آگ سے نجات دوں گا اور میں نے آدم علیہ السلام سے دنیا کا آغاز کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ختم کیا ہے۔ پس جو کوئی اس کے عہد کو

پائے اس پر ایمان نہ لائے اور اس کی لائی ہوئی شریعت کی متابعت نہ کرے۔ پس خداوند کریم اس سے بیزار ہے۔ اور وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھے۔

حضرت کعب رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ بیت المقدس نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنی بے رونقی و ویرانی کی شکایت کی تو اس کو بشارت دی گئی میں عنقریب تجھے تورات موسیٰ علیہ السلام کی جگہ ایک نئی کتاب اور یہود کی بجائے نئے عبادت گزار عطا کروں گا جو راتوں کو تیری طرف ایسے پناہ پکڑیں گے جیسے نر پرندہ اپنے گھونسلے کی طرف اور تجھ پر اس طرح قلبی الفت و رغبت رکھنے والے ہونگے۔ جیسے کبوتری اپنے انڈوں پر اور تجھے حالت سجود میں اپنے رخساروں کے ساتھ بھر دیں گے۔

1. مدارج النبوت۔ از: حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ
2. الوفا با احوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ از: حضرت علامہ عبدالرحمان ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ
3. انوار جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ از: حضرت مولانا نقی علی خان رحمتہ اللہ علیہ
4. شرف النبی۔ از: حضرت علامہ ابوسعید نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ

قرآن کریم میں رسالت خاتم النبیّین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک

رسالت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہر نبی کی تعلیم توحید اور آخرت کے بنیادی اصولوں پر مبنی تھی حضور سید الانبیاء ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم نبوت ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی تکمیل فرما دی۔ قرآن کریم آپ کا عظیم معجزہ ہے اور اسے قیامت تک محفوظ رکھنے کا ذمہ حق تعالیٰ نے خود لیا ہے۔

1. سورۃ الانبیاء آیت 105۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝۱۰۵

ترجمہ: اور بے شک ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں بعد (نصیحت) ذکر (تورات) کے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے۔

2. سورۃ الصّف آیت 6۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

ترجمہ: ''جب کہا عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے نے۔اے بنی اسرائیل! میں بھیجا آیا ہوں اللہ کا تمہاری طرف سچا کرتا اس کو جو مجھ سے آگے ہے تورات سے اور خوشخبری سناتا ایک رسول کی جو آوے گا مجھ سے پیچھے اس کا نام احمد ہے پھر جب آیا ان کے پاس وہ رسول کھلے نشان لے کر بولے یہ جادو ہے صریح''

3. سورۃ المائدہ آیت 78۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

ترجمہ: ''لعنت کیے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا''

4. سورۃ الانعام آیت 33۔

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝

ترجمہ: تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

5. سورۃ البقرہ آیت 101

وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ڎ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِھِمْ كَاَنَّھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: ''اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کے یہاں سے ایک رسول ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتا تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب (تورات) اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا وہ کچھ علم ہی نہیں رکھتے''

6. سورۃ الاعراف آیت 40

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا
يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ
نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: ''اور وہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان کے مقابل تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے (وہ خیر و برکت اور رحمت کے نزول سے محروم رہیں گے) اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے جب تک سوئی کے ناکے اونٹ داخل نہ ہو (اور یہ ممکن نہیں) اور مجرموں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں''۔

7. سورۃ آل عمران آیت 144۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ

ترجمہ: ''اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول ہو چکے''

8. سورۃ الاحزاب آیت 40

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ
وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول ہیں۔ اور سب نبیوں میں پچھلے (خاتم النبیین یعنی آخرالانبیاء، نبوت آپ پر ختم ہوگئی ہے)

9. سورۃ محمد آیت 2

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ
وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿٢﴾

ترجمہ: اور ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اتارا گیا (یعنی قرآن پاک) اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے اللہ نے ان کی برائیاں اتار دیں اور ان کی حالتیں سنوار دیں (امور دین میں توفیق عطا فرما کر)۔

10. سورۃ الفتح آیت 29

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫

ترجمہ: ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (یعنی ان کے اصحاب) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت تورات (توریت) میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں''۔

11. سورۃ البقرہ آیت 129

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ: ''اے ہمارے رب اور بھیج ان میں (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذریت میں) ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرما دے بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے''۔

12. سورۃ المائدہ آیت 15

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۙ﴿۱۵﴾

ترجمہ: ''اے کتاب والو (یہود اور نصرانیو) بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول (آقائے دوجہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں (سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوصاف اور بہت سی معاف فرماتے ہیں (ان کا ذکر بھی نہیں کرتے) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا (آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور روشن کتاب (قرآن کریم)

13. سورۃ الفتح آیت 28

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ''۔

14. سورۃ التوبہ آیت 111

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ: ''بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اور اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں (خدا کے دشمنوں کو) اور مریں (راہ خدا میں) اس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے''۔

15. سورۃ المائدہ آیت 41

يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا ۛ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۖ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا ۚ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٤١﴾

ترجمہ: ''اے رسول تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں اور جو کچھ وہ اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ نہ بنا سکے گا وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا انہیں دنیا میں رسوائی ہے اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب''۔

16. سورۃ البقرہ آیت 23 تا 24

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: ''اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے (حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اتارا تو اس جیسی ایک سورۃ تو لے آؤ (قرآن پاک کی مثل) اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائیتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو

پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرما دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں (مراد وہ بت ہیں جنہیں کفار پوجتے ہیں) تیار کر رکھی ہے کافروں کے لیے''۔

17. سورۃ آل عمران آیات 110 تا 112

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ: ''تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی (یہود و نصاریٰ) ایمان لاتے (سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر) تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں (جیسے کہ حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب یہود میں سے اور نجاشی شاہ حبشہ اور ان کے اصحاب نصاریٰ میں سے) اور زیادہ کافر اور وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے منہ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔ ان پر جما دی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ پائیں (ہمیشہ ذلیل ہی رہیں گے) مگر اللہ کی ڈور (تھام کر یعنی ایمان لاکر) اور آدمیوں کی ڈور سے (چنانچہ یہودی کو مالدار ہو کر بھی غناء قلبی میسر نہیں ہوتا) اور غضب الٰہی کے سزاوار ہوئے اور ان پر جما دی گئی محتاجی یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے یہ اس لیے کہ نافرمان اور سرکش تھے''۔

18. سورۃ آل عمران آیت 12

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: ''فرما دو کافروں سے کوئی دم جاتا ہے کہ تم مغلوب ہو گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور بہت ہی برا بچھونا''۔

19. سورۃ المائدہ آیت 3

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

ترجمہ: آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی (کافر تمہارے دین پر غالب آنے سے مایوس ہو گئے۔نزول بروز حجۃ الوداع۔دن جمعہ) تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا''۔

20. سورۃ المائدہ آیت 14

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: ''اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا) تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ بتا دے گا جو کچھ کرتے تھے''۔

21. سورۃ المائدہ آیت 67

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمہ: ''اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو کہ تم نے اس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا۔اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا''۔

22. سورۃ التوبہ آیات 94 تا 95

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٤﴾ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٥﴾

ترجمہ: ''تم سے بہانے بنائیں گے (منافق) جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تم فرمانا بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے اللہ نے ہمیں تمہاری خبریں دے دی ہیں اور اب اللہ اور رسول تمہارے کام دیکھیں گے (کہ تم نفاق سے توبہ کرتے ہو یا اس پر قائم رہتے ہو) پھر اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے جو چھپے اور ظاہر سب کو جانتا ہے اور وہ تمہیں جتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ اب تمہارے آگے اللہ کی قسمیں کھائیں گے (جب اپنے سفر سے واپس ہو کر مدینہ طیبہ میں) ان کی طرف پلٹ کر جاؤ گے اس لیے تم ان کے خیال میں نہ پڑو تو ہاں تم ان کا خیال چھوڑ دو وہ تو نرے پلید ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے بدلہ اس کا جو کماتے تھے (دنیا میں خبیث عمل)''۔

23. سورۃ الحجر آیت 9

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٩﴾

ترجمہ: ''بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں (کہ تحریف وتبدل اور زیادتی و کمی سے اسکی حفاظت فرماتے ہیں)۔

24. سورۃ العنکبوت آیت 49

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ﴿٤٩﴾

ترجمہ: ''بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر ظالم''

25. سورۃ النور آیت 55

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْــــًٔا ۭ وَمَنْ
كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۵۵

ترجمہ: ''اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسے ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لئے جما دے گا ان کو وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن میں بدل دے گا میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں (چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا اور سرزمین عرب سے کفار مٹا دیئے گئے مسلمانوں کا تسلط ہوا) اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں''۔

26. سورۃ الروم آیات 1 تا 5

الۗمّۗ ۝۱ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝۲ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝۳ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ڛ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ
قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۴
بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۵

ترجمہ: ''رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں (یعنی شام کی سرزمین) اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برس میں (جن کی حد نو برس ہے) حکم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے اور اس دن ایمان والے خوش ہونگے۔ اللہ کی مدد سے مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی ہے عزت والا مہربان''۔

27. سورۃ محمد آیت 35

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى
السَّلْمِ ڰ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ڰ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝۳۵

ترجمہ: ''اور تم سستی نہ کرو (یعنی دشمن کے مقابلے میں کمزوری نہ دکھاؤ) اور آپ صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا''۔

28. سورہ الفتح آیت 27

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۗ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾

ترجمہ: ''بے شک سچ کر دیا اللہ نے رسول کا سچا خواب بے شک تم ضرور مسجد الحرام میں داخل ہو گے اگر چاہے امن وامان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم نہیں تو اس سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح (فتح خیبر) رکھی''۔

29. سورۃ الحشر آیت 2

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۲﴾

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو (یعنی یہود بنی نضیر کو) ان کے گھروں سے نکالا (جو مدینہ طیبہ میں تھے) ان کے پہلے حشر کے لیے (یہ جلاوطنی ان کا پہلا حشر ہے اور دوسرا حشر ان کا یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں شام کی طرف نکالا یا آخر حشر روز قیامت کا حشر ہے کہ آگ سب لوگوں کو زمین شام کی طرف لے جائے گی اور وہیں ان پر قیامت قائم ہوگی) تمہیں گمان نہ تھا کہ وہ نکلیں گے (مدینہ سے) اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچا لیں گے تو اللہ کا حکم ان کے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا (کہ مسلمان ان پر حملہ آور ہو سکتے ہیں) اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا (کعب بن اشرف کے قتل سے) کہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں تو عبرت حاصل کرو اے نگاہ والو''۔

30. سورۃ الزمر آیت 23

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾

ترجمہ: ''اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب (قرآن کریم) کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے۔ دوہرے بیان والی (کہ اس میں وعدہ کے ساتھ وعید اور امر کے ساتھ نہی اور اخبار کے ساتھ احکام ہیں) اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اس سے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں''۔

31. سورۃ حشر آیت 21

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾

ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان کرتے ہیں کہ وہ سوچیں۔''

32. سورۃ بنی اسرائیل یعنی اسراء آیت 1

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ①

ترجمہ: ''پاکی ہے اسے (منزہ ہے اسکی ذات ہر نقص وعیب سے) جو اپنے بندے (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو راتوں رات لے گیا (شب معراج) مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم نے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے''۔

33. سورۃ الجن آیت 19

وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾

ترجمہ: ''اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ (یعنی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا (یعنی نماز پڑھنے) تو جن ان پر ٹوٹے پڑے ہیں (تا کہ قرآن کریم سنیں)''۔

34. سورۃ القمر آیت 1 تا 2

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَ یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾

ترجمہ: ''پاس آئی وہ گھڑی اور شق ہو گیا چاند (معجزہ شق القمر) اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے (اس کی تصدیق اور نبی علیہ السلام پر ایمان لانے سے) اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا''۔

35. سورۃ بنی اسرائیل یعنی اسراء آیت 81

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

ترجمہ: ''اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا (یعنی اسلام آیا اور کفر مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا'' قرآن آیا اور شیطان ہلاک ہوا اگرچہ باطل کو کسی وقت میں دولت وصولت حاصل ہو مگر اس کو پائیداری نہیں اس کا انجام بربادی وخواری ہے)''۔

36. سورۃ الانفال آیت 17

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَ لِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی اور اس لیے کہ مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا فرمائے بے شک اللہ سنتا جانتا ہے''۔

37. سورۃ البقرآیت 143

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ؕ

ترجمہ: ''اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے

نگہبان وگواہ''۔

.38 سورۃ آل عمران آیت 44

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: ''یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہے اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے''۔

.39 سورۃ آل عمران آیت 179

مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰى یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۹﴾

ترجمہ: ''اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کردے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے''۔

.40 سورۃ النساء آیت 113

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: ''اور اللہ نے تم پر کتاب (یعنی قرآن کریم) اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا۔ جو کچھ تم نہ جانتے تھے (امور دین واحکام شرع وعلوم غیب) اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے (کہ تمہیں ان نعمتوں سے ممتاز کیا)''۔

.41 سورۃ ھود آیت 49

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ؕۛ فَاصْبِرْ ؕۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: ''یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں (سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انہیں نہ تم جانتے تھے

اور نہ تمہاری قوم اس (خبر دینے) سے پہلے تو صبر کرو بے شک بھلا انجام پرہیز گاروں کا"۔

42. سورۃ یوسف آیت 102

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: "یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے (یعنی برادران یوسف علیہ السلام کے) جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ داؤں چل رہے تھے"۔

43. سورۃ النجم آیت 10

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ ؕ

ترجمہ: "اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی"۔

44. سورۃ الجن آیات 26 تا 27

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ
اَحَدًا ﴿۲۶﴾ ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ
يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ ۙ

ترجمہ: "غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (تو انہیں غیوب پر مسلط کرتا ہے اور اطلاع کامل اور کشف تام عطا فرماتا ہے اور یہ علم غیب ان کے لیے معجزہ ہوتا ہے) کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے (فرشتوں کو جو ان کی حفاظت کرتے ہیں)"۔

45. سورۃ التوبہ آیت 120

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ
حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ
لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ
ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ
مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ
لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ ۙ

ترجمہ: "مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہیں

اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں ۔ یہ اس لئے کہ انہیں جو پیاس یا تکلیف یا بھوک اللہ کی راہ میں پہنچی ہے اور جہاں ایسی جگہ قدم رکھتے ہیں جس سے کافروں کو غیظ آئے اور جو کچھ کسی دشمن کا بگاڑتے ہیں اس سب کے بدلے ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے بے شک اللہ نیکوں کا حق ضائع نہیں کرتا''

46. سورۃ الحشر آیت 7

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۗ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۟

ترجمہ: ''جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں (یعنی بنی ہاشم و بنی مطلب) اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے کہ تمہارے اغنیا کا مال نہ ہو جائے۔ اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے (ان پر جو رسول اللہ کی نافرمانی کریں)''۔

47. سورۃ الاحزاب آیت 6

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ

ترجمہ: ''یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے (دنیا اور دین کے تمام امور میں) اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں (تعظیم و حرمت میں)''۔

48. سورۃ الاحزاب آیت 21

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۟

ترجمہ: ''بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے''۔

.49 سورۃ الفتح آیت 13

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾

ترجمہ: ''اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول پر بے شک ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے'' (اس آیت میں اعلام ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے ان میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہو وہ کافر ہے)۔

.50 سورۃ آل عمران آیت 31

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: ''اے حبیب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا (اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ کی محبت کا دعویٰ جب ہی سچا ہو سکتا ہے جب آدمی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو اور حضور علیہ السلام کی اطاعت کرے)۔

.51 سورۃ التوبہ آیت 24

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: ''تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے (اور جلدی آنے والے عذاب میں مبتلا کرے) اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا''۔

52. سورۃ المجادلۃ آیت 22

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: ''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں (جنت) میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں ہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے''۔

53. سورۃ النساء آیت 69

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾

ترجمہ: ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں''۔

54. سورۃ الحجرات آیات 1 تا 5

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۱ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝۳ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝۴ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۵

ترجمہ: ''اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو (نہ قول میں نہ فعل میں) اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے اور ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

55. سورۃ الاحزاب آیت 56

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝۵۶

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (علیہ السلام) پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔

56. سورۃ الاحزاب آیت 57

اِنَّ الَّذِيْنَ
يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ
لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾

ترجمہ: ''بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

57. سورۃ النساء آیت 170

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ
مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾

ترجمہ: ''اے لوگو تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے''۔

58. سورۃ الاعراف آیات 62 تا 63

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّىْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾
اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ
لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمہ: ''تمہیں اپنے رب کی طرف سے رسالتیں پہنچاتا اور تمہارا بھلا چاہتا اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے اور کیا تمہیں اس کا تعجب ہوا کہ تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں کہ ایک مرد کی معرفت کہ وہ تمہیں ڈرائے اور تم ڈرو اور کہیں تم پر رحم ہو''۔

59. سورۃ یٰسین آیات 1 تا 4

يٰسٓ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴﴾

ترجمہ: ''اے حبیب بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور جو کوئی گروہ تھا سب میں ایک ڈر سنانے والا گزر چکا''۔

60. سورۃ الاعراف آیت158

قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ٱلَّذِى لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْىِۦ وَيُمِيتُ ۖ فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِىِّ ٱلْأُمِّىِّ ٱلَّذِى يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾

ترجمہ: تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جلائے (زندگی عطا فرمائے) اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے امّی رسول پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ''۔

61. سورۃ الاعراف آیت157

ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِىَّ ٱلْأُمِّىَّ ٱلَّذِى يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَىٰهُمْ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَٱلْأَغْلَٰلَ ٱلَّتِى كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَٱتَّبَعُوا۟ ٱلنُّورَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾

ترجمہ: ''وہ جو غلامی کریں گے اس امّی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت (تورات) اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس (رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر ایمان لائیں اور ان کی تعظیم کریں اور انہیں مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو ان کے ساتھ اترا (قرآن کریم) وہی بامراد ہوئے''۔

62. سورۃ النساء آیت174

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَٰنٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿١٧٤﴾

ترجمہ: ''اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل (رسول علیہ السلام) آئے اور تمہاری طرف روشن نورا تارا (یعنی قرآن مجید)''۔

.63 سورۃ المائدہ آیت 19

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: ''اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ کو سب قدرت ہے''۔

.64 سورۃ سباء آیت 28

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: اور اے حبیب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے''۔

.65 سورۃ بینہ آیات 1، 2، 3، 4۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿۱﴾ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿۲﴾ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿۳﴾ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿۴﴾

ترجمہ: ''کتابی کافر (یہود ونصاریٰ) اور مشرک (بت پرست۔ آتش پرست۔ ستارہ پرست) اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے (یعنی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کون وہ اللہ کا رسول (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں

میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل (رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے پاس تشریف لائے" (مراد یہ ہے کہ پہلے تو سب اس پر متفق تھے کہ جب نبی موعود تشریف لائیں تو ہم ان پر ایمان لائیں گے۔لیکن جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہوئے تو بعض تو آپ پر ایمان لائے اور بعض نے حسداً وعناداً کفر اختیار کیا)۔

66. سورۃ کوثر آیات 1 تا 3

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝٣

ترجمہ: "اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں (اور فضائل کثیرہ عطا کر کے تمام خلق پر افضل کیا) تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے"۔

67. سورۃ نصر آیات 1 تا 3

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝١ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝٣

ترجمہ: "جب اللہ کی مدد اور فتح آئے (عام فتوحات اسلام مراد ہیں یا فتح مکہ) اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں (جیسا کہ بعد فتح مکہ ہوا) تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اسکی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو (امت کے لیے) بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے"

اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد اسی (80) روز سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف فرما رہے۔پھر آیت الکلالۃ (النساء آیت 176) نازل ہوئی اس کے بعد حضور علیہ السلام پچاس روز دنیا میں تشریف فرما رہے پھر آیت وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ (البقرہ آیت 281) نازل ہوئی اس کے بعد حضور علیہ السلام اکیس روز یا سات روز تشریف فرما رہے اس سورۃ مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سمجھ لیا تھا کہ دین کامل اور تمام ہو گیا تو اب حضور علیہ السلام دنیا میں زیادہ دیر تشریف نہ رکھیں گے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ سورۃ سن کر اسی خیال سے روئے۔اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ "ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے چاہے دنیا میں رہے چاہے اس کی لقاء قبول فرمائے اس بندہ نے لقاء الٰہی اختیار کی" یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ پر ہماری جانیں ہمارے مال ہمارے آباء ہماری اولادیں سب قربان

اصحاب فیل کا واقعہ اور ابرہہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفیل میں ہاتھی والوں کے انجام کے بارے میں ذکر فرمایا ہے جن کو ننھے ننھے پرندوں ابابیلوں نے نیست ونابود کر دیا گویہ واقعہ سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش

مبارک سے پچپن روز پہلے رونما ہوا لیکن اس واقعہ میں کیونکہ ظہور پر نور کا کھلا ثبوت موجود ہے اس لئے سیرت مبارکہ میں اس کا ذکر کرنا لازمی ہے تمام مورخین اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی نے جس شخص کو یمن میں اپنا گورنر مقرر کیا اس کا نام ابرہہ بن صبا اشرم تھا۔ وہ نہایت ہی چالاک اور ظالم قسم کا انسان ثابت ہوا۔ اس نے یمن میں ایک عبادت خانہ تعمیر کروایا جس میں سارا کام ہاتھی دانت سے نہایت خوبصورت انداز میں کیا گیا تھا ابرہہ جانتا تھا کہ ہر سال کثیر تعداد میں لوگ کعبہ شریف کی زیارت کو جاتے ہیں اور یوں اہل قریش ان زیارت کرنے والوں سے کثیر رقم اکٹھی کرتے ہیں۔ اس کے توڑ (بدل) کے لئے ابرہہ نے یہ عبادت خانہ تعمیر کروایا اور اعلان کر دیا کہ آئندہ سب لوگ خانہ کعبہ کی بجائے اس عبادت خانہ میں زیارت وعبادت کے لئے آیا کریں۔ جب اہل عرب کو معلوم ہوا کہ ابرہہ بد بخت کعبہ شریف کی عزت وحرمت کو لوگوں کے دلوں سے کم کرنے کے لئے ان کو اس نئے تعمیر شدہ عبادت خانہ کی طرف راغب کر رہا ہے تو قریش کے قبیلہ بنی کنانہ کا ایک شخص زید بن عمرو مکی غصہ ونفرت کا جذبہ لئے یمن پہنچ گیا اس نے ایک دن موقع پا کر ابرہہ کے عبادت خانہ میں اس کے رکھے ہوئے تخت پر بول و براز کر دیا اور خود چپکے سے باہر نکل گیا۔ ابرہہ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ غصہ سے آگ بگولا ہو گیا اور اس نے قسم اٹھائی کہ میں جب تک مکہ مکرمہ کی (نعوذ باللہ) اینٹ سے اینٹ نہ بجادوں آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے ابرہہ نے ایک لشکر جرار جمع کیا جس میں ہاتھی بھی شامل تھے اور مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑا۔ مکہ مکرمہ سے دو میل دور وادی محسّر میں خیمہ زن ہوا تا کہ مکمل منصوبہ کے مطابق بیت اللہ شریف پر حملہ آور ہو سکے۔ ابرہہ نے اپنے ایک سردار کو اس حکم کے ساتھ مکہ کے قریب بھیجا کہ وہ اہل مکہ سے چھیڑ چھاڑ کرے تا کہ حملے کا جواز پیدا ہو جائے۔ وہ سردار قریش کے جانور جن میں اونٹ، بھیڑ، بکریاں سب شامل تھیں اور چراگاہ میں چر رہی تھیں سب ہانک کر اپنے پڑاؤ میں لے آیا ان مویشیوں میں دوسو اور بعض روایات کے مطابق چار سو اونٹ حضرت عبدالمطلب کے بھی شامل تھے۔ اس عمل کے بعد ابرہہ نے اپنے ایک مصاحب حناطہ حمیری کو کہا لوگوں سے دریافت کرو یہ جانور کس کے ہیں اور قریش کا سردار کون ہے۔ قریش کے سردار کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میں (خاکم بدہن) بیت اللہ کو مسمار کرنے آیا ہوں اگر تم لوگ میرے ساتھ جنگ کرو گے تو سارے شہر کو ویران کر دیا جائے گا لیکن اگر مقابلہ نہیں کرو گے تو ہمیں تم لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ ابرہہ کا یہ پیغام حضرت عبدالمطلب کو پہنچا دیا گیا۔ آپ نے فرمایا بخدا ہم نہ تو ابرہہ کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ ہی ہمارے اندر اتنی طاقت وقوت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے عزت وکرامت والا جس کو اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا لہٰذا وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔ حضرت عبدالمطلب کو ابرہہ کے پاس لے جایا گیا ابرہہ اپنے تخت سے اتر آیا اور اس نے آپ کی بہت عزت وتکریم کی بڑے اعزاز واکرام سے پیش آیا اور پوچھا کوئی حاجت ہو تو بتلاؤ۔ آپ نے فرمایا ہمارے جانور جو تم نے لوٹے ہیں واپس کر دو۔ ابرہہ نے ترجمان کی مدد سے کہا کہ میری طرف سے اس سردار کو بتا دو کہ اسے پہلی نظر میں دیکھ کر جس وجاہت شان وشوکت عظمت وہیبت سے

میں متاثر ہوا تھا اس کا جواب سن کر میرا سارا تاثر ہی غلط ثابت ہوا میری ساری توجہ ورغبت ختم ہوگئی۔ تعجب ہے کہ اس نے اپنے جانوروں کا مطالبہ تو کر دیا لیکن وہ گھر جو اس کے آباؤ واجداد کا دینی گھر ہے اسے یکسر نظر انداز کر دیا جبکہ اسے معلوم ہے میں اس گھر کو گرانے کے لئے آیا ہوں۔

ترجمان کی زبانی ابرہہ کا پیغام سنکر آپ (حضرت عبدالمطلب) نے فرمایا میں ان جانوروں کا مالک ہوں اس لئے ان کا مطالبہ کر رہا ہوں اور اس گھر کا مالک میں نہیں اور نہ ہی یہ گھر ہماری پناہ یا حفاظت میں ہے بلکہ ہم تو خود اس کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ضرور اس کی حفاظت کرے گا۔

حضرت عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر ابرہہ سے واپس قریش کے پاس آئے اور ان سے فرمایا مکہ سے نکل کر پہاڑوں کے دروں اور گھاٹیوں میں پناہ لے لو تا کہ ابرہہ کے ظلم وستم سے محفوظ رہ سکو۔ اہل قریش کو یہ حکم دینے کے بعد چند آدمیوں کو ساتھ لے کر خود کعبہ شریف کے دروازے پر حاضر ہوئے اور کعبہ کے دروازے کا حلقہ (زنجیر) پکڑ کر کھڑے ہوگئے اور یہ کہا۔

''اے رب میں قریش کی نگرانی وحفاظت کے لئے تیرے سوا اور کسی سے امیدوار نہیں ہوں اے رب ابرہہ اور اسکے لشکر کو اپنی حمایت سے محروم فرما۔ بے شک بیت اللہ کا دشمن وہی ہے جو تیرا دشمن ہے لہٰذا ان کو اپنے گھر اور اس کے ماحول کو برباد کرنے سے خود روک''۔

حضرت عبدالمطلب نے پروردگار کی بارگاہ میں یہ بھی عرض کیا۔

''اے اللہ کریم ہر فرد اپنے گھر، ساز وسامان اور لباس و پوشاک کی حفاظت کرتا ہے لہٰذا تو بھی اپنے گھر اور اس کے ساز وسامان کی حفاظت فرما''۔

''ان کی صلیب اور قوت وطاقت تیری قوت وطاقت پر کسی طرح غالب نہ آنے پائے۔ یا اللہ ان کی چالاکی اور مکر وفریب تیری چارہ سازی پر غالب نہ ہو سکے''۔

''انہوں نے اپنے علاقے کے سارے لشکر اور ہاتھی جمع کئے ہیں تا کہ تیرے گھر میں پناہ لینے والوں کو قیدی بنالیں اور ان کو بے عزت وخوار کریں''۔

''یہ تیرے محفوظ مقدس مقام کی طرف اپنے مکر وفریب اور ناپاک عزائم کے ساتھ بڑھے ہیں۔ انہوں نے اپنی نادانی اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے تیرے جلال کو ملحوظ نہیں رکھا''

''اگر تو ہمارے کعبہ کو ان کے حوالے کر دے اور ان کے رحم وکرم پر چھوڑ دے تو بڑی عجیب بات ہے۔ مگر جو تیری مرضی ہو اور جو تجھے پسند ہو''۔

ادھر حضرت عبدالمطلب بارگاہ رب کریم میں دعا وزاری کر رہے تھے ادھر ابرہہ اپنے ہاتھیوں والے لشکر سمیت مکہ مکرمہ پر حملے کے لئے چل پڑا اس کا انتہائی سرکش اور طاقت ور ہاتھی ''محمود'' لشکر کے آگے آگے آرہا تھا جیسے

ہی یہ ہاتھی شہر کے قریب پہنچا ادھر سے حضرت دعا فرما کر شہر سے باہر نکل رہے تھے ہاتھی نے جوں ہی حضرت عبدالمطلب کے چہرے کو دیکھا فوراً سجدے میں گر پڑا اور آگے چلنے سے انکار کر دیا۔ ابرہہ اور اس کے لشکری ہاتھی کو مار مار کر تھک گئے مگر وہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا لیکن جب اس کو یمن کی طرف کوچ کے لئے تیار کرتے تو دوڑنے لگتا تھا جب مکہ شریف کی طرف اس کا منہ کرتے تو بیٹھ جاتا تھا۔ ہاتھی کے ساتھ یہ کشتی جاری تھی کہ (جدہ) کی طرف سے چھوٹے چھوٹے پرندے ابابیل جُھنڈ کے جُھنڈ (غول) نمودار ہوئے اور انہوں نے تین تین کنکریاں ایک چونچ اور دو دو پاؤں میں پکڑ رکھی تھیں جن کی جسامت مسور کے دانے کے برابر تھی انہوں نے یہ کنکریاں ابرہہ کے لشکر پر برسانا شروع کر دیں۔ جس انسان یا جانور کو یہ کنکری لگتی وہ اسی وقت ہلاک ہو جاتا یہ دیکھ کر ابرہہ کا بچا کھچا لشکر بھاگ نکلا۔ قرآن کریم کی سورۃ الفیل میں خداوند کریم نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے ہم نے پرندوں کے ہاتھوں اہل لشکر کا یہ حال کر دیا کہ وہ اس طرح ہو گئے جیسے کھایا ہوا بھس۔

ابرہہ کے جسم میں ایک خطرناک مرض پیدا ہو گیا جس سے اس کی انگلیاں گل کر گر گئیں اس کو واپس صنعاء میں لے کر پہنچے تو وہ کمزوری اور لاغری کی وجہ سے چوزے کی مانند ہو چکا تھا یہاں تک کہ اس کا سینہ چاک ہو گیا اور دل باہر نکل آیا اور یوں وہ ذلت و رسوائی کے ساتھ اہل عالم کے لئے ہزاروں عبرتوں کا سامان چھوڑ کر واصل جہنم ہوا۔ یہی وہ سال ہے جب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آفتاب نبوت و رسالت افق انسانیت پر جلوہ گر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت ہی اللہ تعالیٰ نے کعبہ مکرمہ اور حرم پاک کو محفوظ فرمایا۔ اور یوں ظہور پر نور اور حقانیت رسالت کی یہ واضح دلیل اور مبین برہان ثابت ہوئی۔

الغرض ابرہہ کے لشکر کی تباہ و بربادی کا بے شمار لوگوں نے خود مشاہدہ کیا ان میں حکیم بن حزام، حویطب بن عبدالعزیٰ اور حسان بن ثابت بھی شامل ہیں ان میں سے ہر ایک نے طویل عمر پائی۔ ساٹھ ساٹھ سال زمانہ جاہلیت اور ساٹھ ساٹھ سال زمانہ ایمان میں نور ایمان سے منور ہو کر بسر کئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے اس ہاتھی کے قائد (آگے چلنے والے) سائیس (پیچھے سے ہانکنے والے) دونوں کو مکہ مکرمہ میں دیکھا وہ آنکھوں سے محروم تھے اور پاؤں سے معذور لولے لنگڑے لوگوں سے مانگ مانگ کر گزر بسر کرتے تھے۔

حضرت ابن قتیبہ فرماتے ہیں ہاتھی اور ہاتھی والوں کے لشکر کی چھوٹے چھوٹے ناتواں پرندوں کے ذریعے تباہی و بربادی اللہ کریم کی قدرت پر عظیم برہان اور عیاں دلیل ہے یہ سب کچھ محض قریش کی نصرت و امداد کے لئے نہ تھا کیونکہ قریش تو کافر تھے کوئی کتاب یا صحیفہ آسمانی ان کے پاس نہیں تھا لیکن ان کے مخالف اہل حبشہ تو صاحب کتاب تھے۔ اصل میں قصہ اصحاب فیل دو طرح سے حضرت عبدالمطلب کی کرامت کا اظہار ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر اصحاب فیل غالب آتے تو وہ حضرت عبدالمطلب کی قوم کو قید کر لیتے اور غلام بنا لیتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو ہلاک کر

دیا تا کہ اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حمل وطفولیت کی حالت میں اسیری وغلامی کا دھبہ نہ لگے۔ دوسرے یہ کہ اصحاب فیل نصاریٰ اہل کتاب تھے جن کا دین بت پرست اہل قریش سے یقیناً بہتر تھا۔ مگر یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود مسعود کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کی حرمت قائم ودائم رکھنے کے لئے قریش کو باوجود بت پرست ہونے کے اہل کتاب پر فتح ونصرت عطا فرمائی۔ یہ واقعہ اصل میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کا پیش خیمہ تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین حنیف میں اسی بیت اللہ شریف کی تعظیم اسی کے حج اور اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہونا تھا یہ سارا احسان صرف اور صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے اور آپ کی طفیل ہی تھا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِ الْکَرِیْمِ آلِہٖ وَسَلَّمَ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب اور بشارت ولادت مبارک

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائی مبارکہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس سال حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوئے اس سال اس قدر سخت قحط پڑ رہا تھا کہ تین تین دن مجھے روٹی میسر نہ آتی۔ ایک روز سخت مشقت کرنے اور بھوک کی وجہ سے میری آنکھ لگ گئی خواب میں دیکھا کہ کسی نے مجھے نہر میں غوطہ دیا اس نہر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ غوطہ دینے والے نے مجھے کہا یہ پانی پی لے کہ تیرا دودھ زیادہ خیر وبرکت والا ہو جائے میں نے وہ شیریں پانی پی لیا پھر اسی شخص نے کہا تو مجھے پہچانتی ہے یا نہیں میں تیرا شکر ہوں جس کو تو نے ہر حال میں پکڑے رکھا پھر کہا اب تیرا رزق کھلنے والا ہے۔

وادی مکہ کی طرف فوراً جا وہاں سے ایک روشن نور تیرے ساتھ یہاں آئے گا۔ یہ بات کسی سے مت کہنا پھر اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مار کر کہا خدا تیرا رزق اور دودھ بہت زیادہ کر دے گا۔ آپ کہتی ہیں میں جب خواب سے بیدار ہوئی تو میری چھاتیاں جو پہلے سوکھ چکی تھیں دودھ سے بھر گئیں اور مجھے بھوک اور پیاس بالکل نہ رہی۔ باہر آئی تو میری قوم کی عورتیں جو اس قدر خشک سالی کی وجہ سے بالکل سوکھ کر کانٹا بن چکی تھیں مجھے دیکھ کر بہت حیران و پریشان ہوئیں کہ کل تک تو تم بھی لاغر اور پریشان تھی اب کیا ہوا تیرا رنگ شہزادیوں کی مانند چمکنے لگا ہے۔ میں ان عورتوں کی گفتگو سنتی اور خاموش رہتی کیونکہ راز فاش کرنے کی اجازت نہ تھی۔ جب بنی سعد کی عورتیں گذشتہ دستور کے مطابق مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئیں تو میں بھی ان کے ساتھ چل پڑی۔ جب مکہ کے قریب پہنچی تو غیب سے آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا خداوند کریم نے اس بچے کے صدقے و برکت سے جو قریش میں پیدا ہوا ہے وہ دن کا آفتاب اور رات کا چاند ہے اس سال کو تیرے لئے آسان اور فراخ کر دیا ہے جلدی کرو اور اس ہستی کو اپنی گود میں لے لو۔ ہر چند تیز چلنے کے لئے

اپنی سواری کو مجبور کرتی مگر میری گدھی کمزوری کی وجہ سے سب سے پیچھے ہی رہتی۔

رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بلند قامت شخص نے پہاڑوں کے درّے سے نکل کر مجھ سے کہا اے حلیمہ خدا تعالیٰ نے تجھے بشارت دی اور مجھے حکم دیا کہ شیطان اور سرکشوں کو تجھ سے دور رکھوں پھر دیکھا ایک سرسبز اور گھنے درخت نے مجھ پر سایہ کر دیا اس پر نہایت ہی خوش ذائقہ خرمے لگے ہوئے تھے میں نے ایک چھوہارا کھایا اس کا ذائقہ اس قدر لذیذ تھا کہ آپ نے اس سال کا نام ہی سنة الفتح و الابتهاج رکھ دیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ کے بطن میں پورے نو ماہ رہے نہ اس سے کچھ زیادہ اور نہ ہی کچھ کم۔ والدہ گرامی کو اس دوران کسی قسم کی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔

وہب بن ربیعہ کی پھوپھی سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا وہ فرماتی تھیں کہ جب میں حاملہ ہوئی تو مجھے کوئی پتہ نہ چلا کہ میں امید سے ہوں یا نہیں مجھے نہ کوئی بوجھ محسوس ہوا نہ ثقل اور نہ ہی کبھی متلی ہوئی جیسا کہ عورتوں کو اس حالت میں یہ علامات درپیش ہوتی ہیں۔ صرف اس قدر تبدیلی ہوئی کہ حالت حیض منقطع ہوگئی اور مجھے اس حالت پر حیرانی ہوئی تھی۔ کیونکہ علامت حمل بھی کوئی نہ تھی اور حیض کی حالت بھی باقی نہ رہی تھی۔

ابونعیم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حاملہ ہونے کی یہ دلیل تھی کہ اس رات قریش کے ہر جانور نے کلام کیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں سوموار (پیر) کی رات جب کہ میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھی مجھے آواز آئی کہ تمہیں خبر ہے کہ تم حاملہ ہوگئی ہو میں نے یوں کہا کہ مجھے تو علم ہی نہیں۔ آواز دینے والے نے کہا تم اس امت کے بہترین افضل واعلیٰ اور محترم ومکرم شخصیت کی ولادت کے لئے حاملہ ہو۔ یہ وہ علامتیں تھیں جس سے مجھے معلوم ہوا کہ میں حاملہ ہوں۔ پھر ارشاد فرماتی ہیں کہ ہر ماہ مجھے یہ آواز آتی کہ وقت آپہنچا ہے کہ نبی آخرالزمان ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور پرنور ہو۔

ابن اسحٰق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب ولادت مبارکہ کا وقت یعنی دن قریب آئے تو ایک شخص نے مجھے خواب میں یہ کلمات سکھائے۔ ''حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا''

اعیذه بالصّمد الواحد من شر کل حاسد

''میں اپنے اس لخت جگر نور نظر کو اللہ وحدہ لاشریک کی پناہ میں دیتی ہوں ہر اس شخص کے شر سے جو حسد کی آگ میں مبتلا ہے''

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں ہر وقت اسی کلام کا ورد کرتی رہتی تھی کہ جب میں نے اپنی تعلق والی چند عورتوں سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا تم اپنے گلے اور بازوؤں میں لوہے کی بنی کوئی چیز پہن لو

جب میں ایسی کوئی پہنتی تو چند روز گزرتے کہ وہ چیز کٹ کر گر جاتی بعد میں میں نے ان اشیاء کو ترک کر دیا۔ مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں اپنے فرزند ارجمند کا نام احمد رکھوں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مزید ارشاد فرماتی ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پیٹ میں تھے کہ ایک رات میں نے دیکھا کہ مجھ سے ایک نور جدا ہوا ہے جس سے تمام جہان منور ہو گیا اور میں نے بصریٰ کے محلات دیکھ لئے۔

امام عبدالرحمان ابن جوزی الوفا باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لکھتے ہیں کہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں حمل کے پہلے مہینے حضرت آدم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں آمنہ تیرے پیٹ میں وہ ہستی ہے جو تمام عالم سے زیادہ بزرگ ومحترم ہے اسی طرح بالترتیب دوسرے ماہ حضرت ادریس اور تیسرے ماہ حضرت نُوح چوتھے ماہ حضرت ابراہیم پانچویں ماہ حضرت اسمٰعیل چھٹے ماہ حضرت موسیٰ ساتویں ماہ حضرت داؤد آٹھویں ماہ حضرت سلیمان اور نویں ماہ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو خواب میں دیکھا سب نے مجھے ظہور قدسی کی بشارت دی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر اعتبار سے تعریف فرمائی۔

ہندومت کی مختصر تاریخ

ہندومت کی تاریخ تحریر کرنا چاہے وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو بظاہر ہماری اس مقدس کتاب کے عنوان سے کوئی مطابقت رکھتی نظر نہیں آتی مگر یہ تاریخ لکھنا اس لئے ضروری ہے کہ حقیقی ہندومت یا ہندوازم میں کیونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بارے میں پیش گوئیاں درج ہیں جو مذہب اسلام کے حق ہونے کا عیاں ثبوت ہے۔ اسطرح موجودہ ہندو اپنی ان کتب کی عبارت پڑھ کر راہ راست پر آ سکتے ہیں یوں ہماری یہ مقدس کتاب تبلیغ کا فریضہ بھی پورا کر دے گی۔ انشاء اللہ۔ اس کے علاوہ اہل ہنود جو آج تک حقیقت حال سے بے خبر ہیں اصل حقیقت سے واقف ہو سکیں گے کہ ان کے خود ساختہ برہمنوں اور مذہبی پیشوا کہلانے والوں نے کس غلط انداز سے اپنے خود ساختہ خیالات کو ان کتب میں شامل کرتے ہوئے ایسے ایسے عقائد فاسدہ بنا لئے ہیں کہ اصل ہندو مت ہی ناپید ہو گیا ہے اور یوں یہ مت یا ازم چوں چوں کا مربہ بن کر رہ گیا ہے۔

برصغیر کی قدیم تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس علاقے کے قدیم باشندے دراوڑ تھے۔ یہ لوگ اس علاقے میں نہایت ہی کسمپرسی کی حالت میں زندگیاں بسر کرتے تھے۔ آریہ لوگ اپنے وطن سے ترک سکونت کر کے افغانستان سے گزرتے ہوئے کوہ ہندوکش کے راستے سے ہندوستان آئے۔ سندھ طاس کی زرخیزی ان کے دلوں کو ایسی اچھی لگی کہ یہ لوگ اسی جگہ مستقل آباد ہو گئے۔ پندرہ صدیوں کے بعد جب انکی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تو ان میں سے بعض قبائل نقل مکانی کر کے مشرقی ہند کی طرف بڑھے۔ پہلے انہوں نے گنگا جمنا کے سرسبز وزرخیز دوآبہ پر

قبضہ کیا پھر صوبہ بہار تک بڑھتے چلے گئے۔ اس علاقے کے قدیم باشندے دراوڑوں نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے اور بھاگ کر جنوبی ہند کے علاقے میں پناہ لی۔ یوں آریوں نے وسطی ہند میں اپنی مکمل سیاسی بالادستی حاصل کر لی۔ دراوڑوں کے کچھ وہ قبائل جو کسی وجہ سے نقل مکانی نہ کر سکے انہیں آریوں نے اپنے اندر مدغم کرلیا اس طرح بندھیاچل کے علاقہ کو دراوڑوں کا علاقہ قرار دے دیا گیا۔ آریا قوم دراوڑ قوم کو نہایت ہی نفرت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ بہرحال کچھ عرصہ اکٹھے رہنے کی وجہ سے دونوں قوموں کی ثقافتوں کے باہمی ملاپ سے ہندومت اور سنسکرت زبان جو کہ آریوں کی زبان تھی پورے ہندوستان میں اظہار خیال کا ذریعہ بن گئی۔ دراوڑی زبان بھی برقرار رہی اور اس زبان میں بہترین لٹریچر (مطبوعات) تخلیق ہوا۔ آریوں کی آمد سے پہلے ہندوستان میں تہذیب وثقافت نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ یہاں کے باشندے گھاس پھوس کی جھونپڑیوں میں رہتے ادنیٰ درجے کا لباس پہنتے اور درختوں کے پتوں پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے گویا ہر طرف جہالت اور بربریت کا راج تھا۔ آریہ لوگوں نے ہی یہاں کے باشندوں کو تہذیب وتمدن اور ثقافت سے روشناس کرایا۔ موہنجوڈارو اور ہڑپہ کی تہذیبیں ہمارے اس دعویٰ کا ثبوت ہیں۔ اہل ہند کے آریوں کے ساتھ میل ملاپ اور باہمی تعلقات کے نتیجہ میں ہندومت، ہندو معاشرہ اور ہندو تمدن نے جنم لیا۔

کچھ لوگوں نے یہ بیان کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ابتدا سے ہی آریہ قوم مذہباً بت پرست تھی۔ یہ قوم ماتا دیوی کی پوجا کرتی تھی۔ انکا عقیدہ تھا کہ ماتا دیوی ان لوگوں کی زمینوں کی زرخیزی میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ اس دیوی کی برکت سے انکی زمینیں اس قدر زرخیز ہیں کہ اس میں اگنے والا اناج خوب کثیر ہے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ماتا دیوی کی وجہ سے ان کے جانور پھلتے پھولتے ہیں زیادہ دودھ دیتے ہیں اور انکی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ آریہ قوم کی اہم عبادت ماتا دیوی کے چرنوں میں جانوروں کو قربان کرنا تھا۔ قربانی کے بعد جانوروں کے خون سے دیوی کے بت کو رنگین کر دیتے اور خیال کرتے کہ ہم نے اس طرح دیوی کی خوشنودی حاصل کر لی ہے۔ (از ورلڈ سول لائزیشن مصنفہ رالف اینڈ برگ، ص۔88)

اہل ہند کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں عقیدہ

ابوریحان محمد بن احمد البیرونی المتوفی 1048ء کی شخصیت تاریخی وعلمی میدان میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے زندگی کے پندرہ سال ہندوستان کے طول وعرض میں گزار کر اہل ہنود کے مذہبی عقائد رسم ورواج طرزِ بودوباش اور ثقافت کا گہری نظر سے مشاہدہ کیا اور اپنی اس عملی علمی کاوش کو مشہور زمانہ کتاب "تحقیق الہند"، یعنی "کتاب الہند"، میں تفصیل کے ساتھ تحریر کیا۔ ہم اس مستند کتاب کی روشنی میں اہل ہند کے درج شدہ مذہبی عقائد میں سے کچھ ہدیۂ تحریر کر رہے ہیں۔

البیرونی کتاب الہند کے صفحہ نمبر 20 پر لکھتے ہیں ''ابتدا میں آریہ قوم کے خواص کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یکتا ہے وہ ازلی ہے نہ اس کی کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی کوئی انتہا۔ وہ اپنے افعال میں مختار کل ہے وہ دانا ہے وہ قدرت کا مالک ہے۔ وہ زندہ ہے دوسری چیزوں کو زندہ کرنے والا ہے مدبر ہے۔ وہ اچھی چیزوں کو باقی رکھنے والا ہے۔ وہ اپنی بادشاہی میں اکیلا ہے اسکی نہ کوئی ضد ہے اور نہ ہی کوئی اسکا مدمقابل ہے۔ اسکی کسی چیز کے ساتھ مماثلت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی چیز اسکے ساتھ مماثلت رکھتی ہے'' (از کتاب الہند، ص۔20)

مذکورہ عبارت میں البیرونی نے آریوں کے عقیدہ کا خلاصہ بیان کر دیا ہے اس کے بعد البیرونی انکی معتبر کتب کے حوالے سے اس عقیدہ کی یوں تصدیق فرماتے ہیں۔

پاتجل ان کی ایک مشہور کتاب ہے اس کا ایک اقتباس تحریر کیا جا رہا ہے۔

شاگرد استاد سے سوال کرتا ہے ''وہ معبود کون ہے جسکی عبادت سے نیک کاموں کی توفیق ہوتی ہے''

استاد جواب دیتا ہے ''وہ اپنی اولیت اور وحدانیت کے باعث تمام ماسوا سے بے نیاز ہے۔ وہ ہر قسم کے افکار سے پاک ہے کیونکہ وہ تمام ناپسندیدہ انداز اور پسندیدہ انداز سے بلند واعلیٰ ہے۔ وہ بذات خود عالم ہے اور ہمیشہ سے عالم ہے کسی وقت بھی اور کسی حالت میں بھی جہالت اور لاعلمی اسکی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی'' (از کتاب الہند، ص۔20)

بھگوت گیتا انکی شہرہ آفاق کتاب مہابھارت کا ایک حصہ ہے۔ اس میں باس دیو اور ارجن کے درمیان جو مکالمہ درج ہے اس میں باس دیو اپنے بارے میں یوں کہتا ہے۔

''میں کل ہوں نہ ولادت سے میری ابتداء ہوئی اور نہ وفات سے میری انتہاء ہوگی'' (از کتاب الہند، صفحہ۔21)

''اور جس شخص نے مجھے اس صفت سے پہچانا اور میرے ساتھ اس طرح مماثلت پیدا کی اسکا ہر عمل لالچ سے دور ہو گیا'' ''جن زنجیروں میں وہ جکڑا ہوا ہے وہ ٹوٹ جائیں گی اسکی نجات اور آزادی آسان ہو جائے گی'' (از کتاب الہند، ص۔22)

البیرونی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ ان کے علماء اور خواص کا عقیدہ ہے البتہ یہ بات ضرور ہے کہ وہ لوگ اس عظیم ہستی کو اپنی زبان میں ''ایشور'' کہتے ہیں جس کا معنیٰ ''وہ غنی وہ سخی جو سب کو دیتا ہے اور خود کچھ بھی نہیں لیتا''

قدیم آریہ لوگ حیات بعد الموت یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر یقین رکھتے تھے۔ اس عقیدہ کے باوجود اس بات پر بھی زور دیتے تھے کہ اس دنیا میں جتنی داد عیش دے سکتے ہو دے لو کیونکہ پھر یہ موقع نصیب نہیں ہوگا۔

ہندوؤں کی مقدس کتب میں بشارات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہل ہنود کی مقدسہ کتب تین حصوں میں تقسیم ہیں۔یعنی مقدسہ وید، اپنشد اور پران۔ ہندوؤں کی ان کتب میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بہت ہی پیشگوئیاں موجود ہیں۔یہاں اختصار سے حوالہ جات کے ساتھ ان کا ذکر کررہا ہوں۔

وید

ہندوؤں کی مقدس کتاب تقسیم کے اعتبار سے چار حصوں میں منقسم ہے۔ویسے اس وید کے 1131 نسخے ہیں جن میں سے اس وقت صرف گیارہ کے قریب ہی دستیاب ہیں۔ان میں سے رگ وید، یجر ویداور سام وید سب سے پرانی خیال کی جاتی ہیں۔

ہندوؤں کے ہاں انہی تین ویدوں کو ''تری ودیا'' یعنی علوم ثلاثہ'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ برہمن گرنتھ ویدوں کی ہی تشریحات ہیں جبکہ انکو بھی شرتی یعنی الہامی کتب میں شمار کیا جاتا ہے۔اتھروویدکو سب سے آخری کہا جاتا ہے۔ان چاروں ویدوں کے زمانہ نزول یا زمانہ تالیف میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ان ویدوں کے زمانہ نزول اور زمانہ تالیف میں ہی اختلاف نہیں بلکہ ہندوفضلا اور بے شمار فرقوں کے درمیان ان کتب میں درج رشیوں (یعنی پجاریوں) انکی تعداد اور نازل ہونے کی جگہوں کے بارے میں بھی بے شمار الگ الگ آراء پائی جاتی ہیں۔ان سب باتوں کے باوجود وید ہندوؤں کے ہاں نہایت مستند کتب کا درجہ رکھتی ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ یہ کتب ہی ہندو دھرم کی بنیاد ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ان ویدوں میں تخلیق کائنات کے بارے میں کسی حتمی نظریہ کا ذکر نہیں یہاں تک کہ ان کے لاتعداد خداؤں میں سے بھی کسی کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ کائنات کی تخلیق کیسے ہوئی۔رگ وید کے آخری منتر میں ہے کہ سب سے قدیم آدمی کو دیوتاؤں نے بطور قربانی ذبح کیا اور پھر معجزانہ طور پر اس نے اپنے جدا شدہ (یعنی کٹے ہوئے) اجزاء سے کائنات کی مختلف چیزوں کو پیدا کیا۔سوامی دیانند بانئ آریہ سماج کے نزدیک وید آج سے ایک ارب 31 کروڑ سال پہلے نازل ہوئی جبکہ دوسروں کی تحقیق یہ ہے کہ ویدوں کی عمر چار ہزار سال سے زیادہ نہیں ہے۔مختصراً ویدوں کی تالیف کے حتمی وقت اور زمانے کے بارے میں اہل ہنود کے ہاں کوئی حتمی مدت کا تعین نہیں ملتا۔

پروفیسر ولسن اور پروفیسر میکسمیولر وغیرہ یورپین مورخین کا خیال ہے کہ وید رشیوں کے بنائے ہوئے ہیں اور ان کو مختلف آراء کے مطابق بنے ہوئے 2400یا2900یا3000یا3100 برس گزرے ہیں۔اوران کے نزدیک چار وید اہم ہیں جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

1.	یجروید	2.	اتھرووید
3.	رگ وید	4.	سام وید

یجر وید

یجر وید میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور قادر مطلق ہونے نیز علیم ورحیم ہونے کا بیان مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:۔

ترجمہ: اے ہستی مطلق، عین علم وراحت، اے رحیم کامل وعلیم کل، اے علم ومعرفت کے عطا کرنے والے، اے تمام راحتوں کے بخشنے والے، اے تمام دنیا کے پیدا کرنے والے، ہمارے دکھوں اور عیبوں کو دور کیجئے اور ہمیں سب دکھوں سے آزادی اور سچے علوم کے حصول سے دنیوی راحت اور آخرت میں نجات عطا کیجئے (یجر وید ادھیا 3۔ منتر 3)۔

ترجمہ: ''ایشور (خدا) ہر جگہ موجود اور حاضر وناظر ہے ایک ذرہ بھی اس کی سرائیت سے خالی نہیں۔ وہ تمام دنیا کا بنانے والا صاحب قدرت اور بے انتہا طاقت والا ہے اس کی ذات جسم کے تعلق یا وابستگی سے منزہ ہے وہ ہر قسم کے بندھن یا رکاوٹ سے مبرا ہے۔ وہ علیم کل ہے وہ سب کے دلوں کا جاننے والا ہے اس کو سب پر فضیلت ہے۔ وہ سب کا پیدا کرنے والا ہے اور خود کسی سے پیدا نہیں ہوا وہ خود اپنی قدرت سے قائم یعنی قائم بالذات ہے'' (یجر وید۔ ادھیائے 4۔ منتر 8)۔

ترجمہ: ''پرمیشور (خدا) معبود مطلق ہے جس کی سب تعظیم کرتے آئے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ جو قدیم سے دلوں میں موجود ہے (یجر وید۔ منتر 9)

ترجمہ: ''ہم اس پرمیشور سے افضل یا اسے چھوڑ کر کسی کو ان داتا نہ مانیں۔ ہم ہمیشہ سچ بولیں اور پرمیشور (خدا) کے ہر حکم کی تعمیل میں پوری کوشش تدبیر ومحنت کریں اور کبھی اس کی نافرمانی نہ کریں بلکہ ہمیشہ اس طرح اس کے حکم میں رہیں جیسے بیٹا باپ کے کہنے میں ہوتا ہے'' (یجر وید ادھیائے 18 منتر 29)۔

یجر وید میں مورتی پوجا کی ممانعت اور ایشور (خدا) کا نام لینے کی تاکید

ترجمہ: ''جس محیط کل، غیر مولود اور غیر مجسم، پرمیشور کا نام لینا یا یاد کرنا یہی ہے کہ اسکی اطاعت وفرمانبرداری اور راست گوئی وغیرہ اور نیک نامی دینے والے دھرم کی پابندی کی جائے۔ جو سورج وغیرہ پر نور و پر تجلی کا پیدا کرنے والا ہے جس سے سب انسانوں کو استدعا (پرارتھنا) کرنی چاہیے کہ ہمیں دکھ نہ دیجیو۔ جو کبھی کسی سے پیدا نہیں ہوا ہے اور نہ کسی علت کا معلول ہے اور جو کبھی جسم اختیار نہیں کرتا۔ اس پرمیشور کی پراتما پرت ندھ (نائب) اور پرت کرت (تصویر) یا پرت مان (وزن) یا پرمان (ماپ تول) یا مورتی (بت) وغیرہ ہرگز نہیں ہے''۔ (یجر وید۔ ادھیائے 32۔ منتر 3)۔

ترجمہ: ''کوی (علیم کل) منیشی (شاہد کل)۔ پربھو (سب سے افضل) سویمبھو (قائم بالذات) انادی (ازلی) اپنی

قدیم مخلوقات کے لیے بذریعہ وید اور نیز سب کے دلوں میں حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے اعمال کے مطابق سامان راحت عطا کرتا ہے۔ وہ خالق جہاں محیط کل۔ قادر مطلق۔ اکایم (موورتی یعنی شکل وصورت یا جسم کی قید سے منزہ)۔ بے صراحت۔ ناڑی وغیرہ کے بندھن سے آزاد اور بے عیب ہے۔ اسی ایشور کو سب کا معبود حقیقی ماننا چاہیے'' (یجر وید ادھیائے 40۔ منتر 8)۔

چونکہ پرمیشور کی کوئی مثال نہیں ہے اور وہ شکل وصورت یا جسم سے منزہ۔ ماپ تول کے احاطہ سے خارج۔ غیر مجسم اور محیط کل ہے اس لیے اس کی مورتی نہیں ہوسکتی اس حوالے سے مورتی پوجا یعنی بت پرستی کی تردید ہوتی ہے۔
ترجمہ: ''اے پرمیشور میں تجھ علیم کل (اگنی) اور سچے ہادی و ناصح کو اپنا معبود مانتا ہوں تو نیک اعمال سے بھرپور اور اس علم و معرفت کا عطا کرنے والا ہے جس کا حاصل کرنا سب پر فرض ہے۔ اس لیے میں تیرا ذکر یا حمد و ثنا دوسروں کے روبرو کرتا ہوں۔ آپ اپنی رحمت سے اس دنیا میں عمدہ اور نیک خصلت فاضل پیدا کیجیئے۔ اے پرمیشور تو ہمارے انتظام سلطنت کاروبار اور ہمارے دلوں میں جلوہ گر ہو۔ اے پرمیشور ہم تیرے نور سے اپنے دلوں کو روشن کرتے ہوئے اپنی قوت کو بڑھاتے ہیں۔ ہم خانہ داروں کو پرمیشور کی صبح و شام عبادت کرنی چاہیے۔ وہ پرمیشور ہمیں صحت اور راحت بخشتا ہے۔ وہی ہم کو عمدہ چیزیں عطا کرتا ہے'' (اتھروید۔ کانڈ 19، انوواک 7، منتر 3)۔

2. پُران

وید اور اپنشد کے بعد ہندوؤں کے ہاں مستند اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتابیں پُران ہیں۔ وید بڑی مشکل اور کم دستیاب کتب ہیں جبکہ پُران اسی قدر آسان اور ہر جگہ دستیاب ہیں۔ ہندو ان کتابوں کو نہایت ہی تکریم اور تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پُران میں تخلیق کائنات اور آریہ نسل کے ابتدائی قبائل کا ذکر موجود ہے۔ ہندوؤں کے ہاں جن جن شخصیات کی پرستش اور جو افسانے مشہور ہیں پُران میں انکا ذکر کیا گیا ہے۔ ہندو مذہب کے مستند سے مستند لٹریچر میں پُرانوں کی فضیلت کا ذکر موجود ہے۔ ان پُرانوں میں سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارات کا ذکر موجود ہے۔ پنڈتوں کے بغض اور علمی خیانت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعض پنڈت ان پُرانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارات پڑھ کر بجائے اس کے کہ اپنے رشیوں کی عظمت و بزرگی کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے کلام کی قدر و منزلت کرتے ہوئے سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کے قائل ہوکر اپنی قسمت سنوارنے کے لئے حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے ان کم ظرفوں نے الٹا پُرانوں کو تسلیم کرنے سے ہی انکار کردیا ہے۔ یاد رہے وید خود پُرانوں کے مصداق ہیں اور جس طرح ویدوں کے بارے میں ہے کہ وہ آسمانی ہیں اسی طرح پُرانوں کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ وہ بھی الہامی ہیں۔ بعض پنڈتوں نے یہ ناقابل فہم عذر پیش کیا ہے کہ ویدوں میں جن پرانوں کا الہامی ہونا مذکور ہے وہ پُران گم ہوگئے ہیں۔ پنڈتوں کی یہ بات اس لئے ناقابل فہم ہے کہ یہ

کس طرح ممکن ہے کہ سب کے سب پُران گم ہو گئے ہوں جبکہ وہ شروع زمانہ سے لے کر آج تک تو بکثرت پڑھے جاتے ہیں۔ دوسری طرف وید جن کو بہت کم لوگ جانتے اور پڑھتے ہیں وہ ابھی تک باقی ہوں۔ ہماری یہ تحریر پڑھ کر متلاشی علم صورت حال کی اصلیت کا اندازہ بخوبی کر سکتا ہے۔

3. اپنشد

ہندوؤں کے ہاں گو اپنشد کو ویدوں کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہے مگر بعض پنڈتوں کے نزدیک ان اپنشدوں کا درجہ ویدوں سے بھی بڑا اور افضل ہے۔ ہندو پنڈت اپنی اس فلاسفی پر ناز کرتے ہیں خدا جانے ان کے نزدیک اس ناز کی کیا وجہ ہے۔ بہر حال صرف ہندوؤں کو ہی نہیں بلکہ خود اپنشدوں کو بھی اس بات پر فخر ہے کہ ہماری یہ کتاب ویدوں سے افضل ہے۔

ترجمہ: ''ویدوں میں دو علم ہیں ایک اپرا (دنیوی) اور دوسرا پرا (علم الٰہی) جس کے ذریعے سے مٹی اور نباتات سے لے کر پرکرتی (مادہ کی حالت اولین) تک کل موجودات کا علم اور اس علم سے مناسب فائدہ یا فیض حاصل کیا جاتا ہے اس کو اپرا (دنیوی) علم کہتے ہیں اور جس سے غیر محسوس وغیرہ صفات سے موصوف قادر مطلق کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس کو پرا (علم الٰہی) کہتے ہیں۔ اپرا سے پرا نہایت اعلیٰ ہے'' (منڈک اپنشد، منڈک 1۔ کھنڈا۔ منتر 5،6) ویدوں کا مقصود مقدم ایشور ہے۔

ترجمہ: ''جس کا نام اوم (ایشور) ہے وہ لازوال ہے اس کو کبھی فنا نہیں۔ وہ ساکن و متحرک کائنات میں سمایا ہوا ہے۔ تمام ویدوں اور شاستروں اور اس تمام کائنات میں اسی کا ظہور اور اسی کا ذکر مذکور ہے۔ ایشور نے حکم دیا ہے کہ جو شخص اس کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے وہ پاپی ہو کر دکھ پاتا ہے۔ (مانڈوکیہ اپنشد۔ منتر 11)۔

مہرشی ویاس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت

مہرشی ویاس ایک جفاکش انسان تھا۔ اپنی محنت وریاضت کی بنا پر انکا درجہ اہل ہنود کے ہاں اعلیٰ درجہ کے رشی کا ہے۔ مشاہیر پرستی ہندو قوم کے دھرم میں ایک بہت بڑا رکن ہے۔ مہرشی ویاس ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے بڑی محنت و لگن سے موجودہ ویدوں کے مضامین کو الگ الگ ترتیب دیا انہوں نے تصوف پر ایک بہت بڑی کتاب لکھی۔ اس کے علاوہ مہابھارت اور گیتا بھی انہی کے زور قلم کا رزمیہ کلام ہے۔ مہرشی ویاس کی سب سے بڑی تالیف 11 جلدات پُران ہیں پھر ان پُرانوں کے آگے 18 سمندر ہیں۔ بھوشیہ پران مہرشی ویاس کی ایک مشہور اور بڑے پایہ کی کتاب ہے اس میں آئندہ مستقبل میں ہونے والے واقعات پر حیرت انگیز بیان درج ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کا نام ہی بھوشیہ پُران یعنی مستقبل کی خبریں رکھا ہے۔ ہندو عقیدہ کے مطابق ویدوں کی طرح اس کتاب کو بھی برہما جی کا کلام مانا جاتا ہے۔ مہرشی تو صرف اس کتاب کے مولف ہیں جبکہ اصل میں اس کتاب کے مصنف ایشور

پر ماتما ہیں۔ یہاں ہم اسی کتاب سے پیشگوئیاں نقل کر رہے ہیں۔ اور یہ نسخہ جس کی عبارت ہم درج کر رہے ہیں ونکٹیشو پریس بمبئی نے چھاپہ ہے۔ اس نسخے کے پرتی سرگ پرو 3 کھنڈ 3 ادھیاء 3 شلوک 5 تا 8 میں یہ پیشگوئی موجود ہے۔ اصل عبارت کیونکہ سنسکرت میں ہے اس لئے سنسکرت کی عبارت کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے اصل عبارت میثاق النبیین از مولانا عبدالحق کی تصنیف کے صفحہ 78-79 پر دیکھی جا سکتی ہے۔

مہرشی ویاس کی پیشگوئی کا ترجمہ

''ایک ملیچھ یا اجنبی ملک اور زبان کا معلم روحانی اپنے صحابہ کے ساتھ آئے گا۔ اسکا نام (محامد) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوگا راجہ (بھوج) نے مہادیو (ملائک سیرت) عرب کے رہنے والے کو آب اور گنگا اور پنچ گویہ سے غسل کرا کر (یعنی تمام گناہوں سے پاک ٹھہرا کر) دلی ارادت سے نذر و نیاز پیش کر کے اس کی تعظیم کی اور کہا کہ میں تیرے حضور میں جھکتا ہوں۔ اے فخر نسل انسانی عرب کے رہنے والے شیطان کے مارنے کے لئے بہت سی طاقت مہیا کرنے والے دشمن ملیچھوں سے محافظت کئے گئے ہو۔ پاک ہستی مطلق اور سرور کامل کے مظہر میں تیرا غلام ہوں مجھ کو اپنے قدموں میں آیا ہوا جانئے''۔

مہرشی ویاس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو پیشگوئی کی ہے اسکا ترجمہ ہم پیش کر چکے ہیں یہاں مختصر الفاظ میں اس پیشگوئی کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

1. اس مذکورہ پیشگوئی میں حضور علیہ السلام کا نام مبارک محامد (محمد) صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔
2. پیشگوئی میں مروستھل کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے لفظی معنی ریگ زار کے ہیں اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملک عرب کا رہنے والا بتایا ہے۔
3. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔
4. وہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گناہ سے پاک فرشتہ سیرت ہوگا۔
5. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پاربتی کے ناتھ یا فخر نسل انسانی بتایا ہے۔
6. ہندوستان کا راجہ ان سے دلی عقیدت و احترام رکھے گا۔
7. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ہستی مطلق اور سرور کامل کی مظہر اتم ہوگی۔
8. مہرشی ویاس خود کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں آیا ہوا قرار دیتا ہے۔
9. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے غیر معمولی طریقے سے حفاظت ہوگی۔
10. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیطان اور بت پرستی کے مٹانے والے ہوں گے اور ہر قسم کی بدی کو فنا کرنے والے ہوں گے۔

مہرشی ویاس کی یہ پیشگوئی اس قدر واضح اور صاف ہے کہ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں رہ جاتا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس پُران کو الہامی کتاب ماننے والے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فوراً ایمان لے آتے مگر وہی تعصب، ہٹ دھرمی اور بدبختی ان لوگوں نے اختیار کرتے ہوئے ایک عجیب بے معنی اور لغو سا اعتراض کرتے ہوئے یہ راستہ اختیار کیا کہ اس پیشگوئی میں جس راجہ کا ذکر ہے اسکا نام راجہ بھوج تھا جو گیارہویں صدی عیسوی میں شالیواہن راجہ (سالیواہن راجہ) کی دسویں پشت میں ہوا یوں راجہ بھوج تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانچ سو سال بعد ہوا تھا پھر یہ پیشگوئی مسلمانوں کے نبی علیہ السلام کے بارے میں کیسے ہوسکتی ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ راجہ بھوج اکیلا ہی ہندوستان میں اس نام سے مشہور نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے کئی بھوج نامی راجے گزر چکے ہیں۔ چنانچہ اہل ہنود کے ہاں مقدس کتاب اتیریا برہمن جو کہ نہایت ہی قدیم کتاب ہے اس کی پنچکا 8 کھنڈ 12 و پنچکا 14 کھنڈ 17 میں بھی راجہ بھوج کا ذکر موجود ہے۔ اس کے علاوہ پاتی جو مشہور ترین سنسکرت گرامر کا مصنف ہے اور اسلام سے بہت پہلے گزرا ہے۔ ''ادھیاء اپا واسوتر 75 میں بھوج کے شہر اور اسکی اولاد کا ذکر کرتا ہے۔ متلاشیانِ تحقیق اس کتاب سے مراجعت کرسکتے ہیں۔

برہما جی کے اس قدر واضح الفاظ جنہیں ویاس جی نے ظاہر کردیا مہرشی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو مطہر ٹھہرا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت کا اظہار کیا اور یہاں تک کہا کہ میں انکے قدموں میں آیا ہوں۔ اس قدر واضح اور عیاں پیشگوئی کے بعد اہل ہنود جو الٰہی نوشتوں کے معتقد اور اپنے بزرگوں کے پجاری ہیں انہیں چاہیے کہ فوراً اپنے باطل عقیدہ کو چھوڑ کر مہرشی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ پر ایمان لاکر دائرہ امن وسلامتی میں داخل ہوجائیں اور یوں مہرشی ویاس اور شری برہما جی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دین ودنیا میں سرخ رو ہوجائیں۔

مہرشی ویاس جی کی ایک اور مفصل پیشگوئی

بھوشیہ پُران کا ایک حوالہ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں اسی حوالے کے شلوک 10 تا 27 میں مزید وضاحت کے ساتھ مہرشی ویاس نے سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے بارے میں تفصیلی ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

''عرب کے مشہور ملک کو ملیچھوں نے خراب کردیا ہے۔ اس ملک عرب میں آریہ دھرم نہیں ہے۔

10. یہاں پہلے بھی ایک گمراہ شیطان ہوا تھا جس کو بھسم کردیا تھا۔ وہ طاقتور دشمن کا بھیجا ہوا پھر آگیا ہے۔

11. ان دشمنوں کی اصلاح وفلاح کے لئے جس نے مجھ سے برہما کا لقب حاصل کیا ہے وہ معروف ومشہور محامد پشاچوں کی بگڑی بنانے میں مشغول ہے۔

12. اے راجہ تجھے بے وقوف پشاچوں کے ملک میں نہیں جانا چاہیے میری مہربانی سے تیرا تزکیہ یہیں ہو جائے گا۔

13. رات کے وقت فرشتہ سیرت تدبر کا ہوشیار پشاچ کا بھیس اختیار کر کے یقیناً راجہ بھوج سے وہ بولا۔

23. اے راجہ تیرا آریہ دھرم تمام مذاہب پر فائق کیا گیا ہے۔ مگر ایشور پر ماتما کے حکم سے میں گوشت خوروں کے مضبوط مذہب کو جاری کروں گا۔

24. میرا پیرو ختنہ کیا ہوا۔ بغیر چوٹی کے داڑھی والا اور انقلاب پیدا کرنے والا۔ اذان دینے والا سب حلال اشیاء کھانے والا ہوگا۔

25. سور کے سوا اور سب مویشی کھانے والا ہوگا مقدس گھاس سے پاکیزگی حاصل کرنے کی بجائے ان کا تزکیہ جنگ سے ہوگا۔

27. دھرم بگاڑنے والی قوموں سے لڑنے بھڑنے والے ہونے کی وجہ سے وہ مسلمان کہلائیں گے اس گوشت خور قوم کا مذہب مجھ سے ہی بنایا ہوا ہوگا''

اہل ہنود کی اس الہامی کتاب بھوشیہ پُران کے شلوک ہم اوپر بیان کر چکے ہیں جن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری اور دیگر نشانات کا ذکر موجود ہے یہاں ہم ان اشلوک کا خلاصہ بیان کر رہے ہیں تاکہ متلاشی علم کو اس پیشگوئی کا تفصیل کے ساتھ علم حاصل ہو سکے۔

1. عرب کا ملک شرارتی لوگوں نے برباد کر دیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اہل عرب نے شرک اور فسق و فجور میں مبتلا ہو کر اس سرزمین کو ہی برباد کر دیا ہے۔

2. عرب کے خطے میں آریہ مذہب نہیں ہے۔

3. جس طرح اہل حق کے دشمن پہلے بھی تباہ ہوئے تھے اسی طرح موجود ہونے والے دشمن بھی تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے پہلے اللہ کے گھر کو تباہ کرنے کا برا ارادہ کیا تھا مگر اللہ نے ان کو برباد کر دیا جیسے ابرہہ وغیرہ۔

4. سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق کے دشمنوں کی اصلاح اور ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ سے برہما کا خطاب حاصل کر چکے ہیں اور وہ دنیا میں تشریف لا کر اصلاح و ترقی کا کام سرانجام دیں گے۔

5. ہندوستان کے راجہ کو عرب نہیں جانا چاہیے کیونکہ ایسا کرنے میں اسکو خطرہ ہے اس کا تزکیہ ہندوستان میں ہی مسلمانوں کے آنے پر ہو جائے گا۔ اسطرح مہرشی ویاس نے بہت عرصہ پہلے ہی اس بات کی پیشگوئی کر دی تھی کہ مسلمان ہندوستان میں آکر یہاں کے راجہ اور عوام کی اصلاح کریں گے۔

6. آریہ قوم کی برہما یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصدیق فرمائیں گے اور یوں اس بگڑی اور گمراہ قوم کی

اللہ کے حکم سے اصلاح فرمائیں گے۔

7. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے مختون یعنی ختنہ کرانے والے ہوں گے۔ وہ داڑھی بھی رکھیں گے۔ ان لوگوں کے سر پر چوٹی نہیں ہوگی۔ یہ ہستیاں دنیا کے تمام مذاہب میں انقلاب برپا کر دیں گی۔

8. محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذہب خفیہ نہیں ہوگا بلکہ اس سچے مذہب کا اعلان ہر روز پانچ مرتبہ مساجد کے میناروں سے ہوا کرے گا۔

9. سؤران کے مذہب یعنی اسلام میں حرام ہوگا اس کے علاوہ باقی سب کھانے والے مویشیوں کا گوشت حلال۔

10. اہل ہنود کے ہاں کشا (یعنی گھاس) یگیہ میں بطور پاک کرنے والی چیز کے استعمال ہوتی ہے۔ یہ مسلمان اپنے نفسوں کو کشا (گھاس) کی مدد سے پاک نہیں کریں گے بلکہ ان کا جنگوں کے ذریعہ جو غیر مذاہب کی اصلاح یا انکے ظلم کو روکنے کے لئے لڑی جائیں گی تزکیہ نفس ہوگا۔

11. ہر وہ قوم یا مذہب جو خود اور دوسروں کے مذہب وقوم کو بگاڑنے کے لئے عمل کرے گی انکی اصلاح کے لئے ان کے ساتھ لڑنے بھڑنے کی وجہ سے وہ قوم مسلمان کہلائے گی۔

12. مسلمان گوشت خور ہوں گے اس گوشت خور قوم کا مذہب الٰہی مذہب (دین اسلام) ہوگا۔

یہی مہرشی ویاس بھوشیہ پُران پرتی سرگ پرو 3 کھنڈا اودھیا 4 شلوک 21 تا 23 میں جو الفاظ بیان کرتے ہیں نہایت ہی قابل غور اور خاص طور پر آریہ سماجیوں کے لئے قابل توجہ ہیں۔ کہتے ہیں:۔

''کاشی وغیرہ جو سات مقدس شہر ہیں ان میں ظلم ہو رہا ہے۔ راکش، شیر بھیل بیوقوف لوگ ہندوستان میں رہتے ہیں۔ ملیچھوں کے ملک میں اسلام دھرم کے ماننے والے بہادر اور عقلمند ہیں۔ تمام اچھی صفات مسلمانوں میں ہیں اور سب کی سب برائیاں آریہ دیس میں ہیں۔ ہندوستان اور اس کے جزیروں میں اسلام کا راج ہوگا۔ اس طرح جان کر اے نیک منی خدا کی تسبیح پڑھ''۔

غور فرمائیں کہ ایسی صورت میں جبکہ آریہ دھرم تمام برائیوں کا مسکن ہو گیا ضروری نہ تھا کہ کوئی برہما جی ملک عرب میں پیدا ہوتے اور اہل عرب کے علاوہ دیگر مذاہب اور خاص طور پر آریہ دھرم کی اصلاح فرماتے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مہرشی ویاس کی پیشگوئی درست ثابت ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں تشریف لا کر پوری انسانیت کو اس حقیقی زندگی سے روشناس کرانے کے لئے اپنی عملی زندگی کا نمونہ پیش کیا۔ مسلمان نہایت ہی خوش قسمت ہیں کہ وہ اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے دائرہ امن وسلامتی میں ہیں۔ ہماری پوری دنیا کے مذاہب کو دعوت عام ہے کہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین حنیف کو اختیار کرتے ہوئے دائرہ امن وسلامتی میں داخل ہو جائیں۔ یہی وہ واحد راستہ حق ہے جس پر چل کر انسان دین ودنیا کی تمام عظمتیں، نیکیاں،

ترقیاں اور حقیقی سر بلندیاں حاصل کر سکتا ہے۔ دنیا کے محض عیش و آرام کی زندگی تو صرف چار دن ہے اس کے بعد اصل ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی زندگی شروع ہو گی جس کے لئے انسان کو آج سے ہی تیاری شروع کر دینی چاہیے۔

اللہ اپنشد میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس کا ذکر

جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ اہل ہنود کے ہاں الہامی کتب پُرانوں کے بعد اہمیت کے لحاظ سے اپنشدوں کا مرتبہ ہے ان کے ہاں ان کتب کی اہمیت کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ ان صحیفوں کو علم الٰہی کا حامل قرار دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو دھرم کے بہت سے علماء یہ یقین رکھتے ہیں کہ اپنشد ویدوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ویدوں کا موضوع تو بارش، فصلوں کی کثرت اور دولت و مال مویشیوں کی فراوانی کا حصول ہے جبکہ اپنشد علم الٰہی عطا کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ کس طرح انسانی روح اپنے خالق و مالک کا قرب حاصل کر سکتی ہے۔ اس لئے اپنشدوں کو ویدوں کا ضمیمہ کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اپنشدوں کو چاروں ویدوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اپنشدوں کی اہمیت کے لئے انکا گجراتی اور دیگر زبانوں میں بمعہ متن ترجمہ خود اہل ہنود کے پنڈتوں نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ "ناگندر ناتھ واسو" نامی ہندو عالم نے اپنی کتاب "موسومہ دشوا کوپنشس" انسائیکلو پیڈیا آف انڈیا Vol. II کی دوسری جلد شائع شدہ کلکتہ میں کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے۔

"کہ اللہ اپنشد میں پرمیشور کی حمد کے گیت گائے گئے ہیں اللہ پرمیشور یا برہما کا نام ہے"

اس کے علاوہ مشہور و مقبول راجہ رادھا کانت جو کہ لغت کے مصنف تھے انہوں نے اپنی کتاب "شبد کلپدرم" میں لکھا ہے کہ

"اللہ اپنشد اتھر وید کا اپنشد ہے"۔

اسی طرح سنسکرت کی ایک قدیم لغت "واچس پتیا" کے مصنف نے اس کتاب میں اللہ سکوت کا ذکر مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے سے بہت پہلے کیا تھا۔

اللہ اپنشد میں اسلام کے کلمہ توحید پر زور دیا گیا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کا ذکر موجود ہے۔ مختصراً اللہ اپنشد میں مذہب اسلام اللہ کی ذات کلمہ مبارک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کا ذکر اسی انداز میں کیا گیا ہے جیسے بھوشیہ پُران میں مذہب اسلام اور اسکے ماننے والوں کے تعریفی گیت گائے گئے ہیں۔ یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اہل ہنود کی اس معتبر کتاب میں بھی پیشگوئی موجود ہے۔

اللہ اپنشد کا سادہ لفظی ترجمہ

اللہ اپنشد کی اصل عبارت کیونکہ اردو زبان میں تو نہیں ہے بلکہ سنسکرت اور ہندی وغیرہ میں ہے اس لئے یہاں عبارت کا سادہ الفاظ میں ترجمہ تحریر کیا جا رہا ہے تاکہ عبارت آسانی سے سمجھ آسکے یہ اردو ترجمہ میثاق

النبیین صفحہ 91-92 سے نقل کر رہا ہوں۔

''اس دیوتا کا نام اللہ ہے وہ ایک ہے مترا، درونہ وغیرہ اس کی صفات ہیں یقیناً اللہ درونہ ہے جو تمام کائنات کا بادشاہ ہے۔ دوستو اس اللہ کو اپنا معبود سمجھو وہ درون ہے اور ایک دوست کی طرح وہ تمام لوگوں کے کام سنوارتا ہے وہ ''اندرا'' ہے۔ عظیم الشان اندرا۔ اللہ سب سے بڑا ہے سب سے بہتر سب سے زیادہ مکمل اور سب سے زیادہ مقدس ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا عظیم ترین رسول ہے۔ اللہ اول وآخر اور رب العالمین تمام اچھے کام اللہ کے لئے ہی ہیں درحقیقت اللہ ہی نے یہ سورج، چانداور ستارے پیدا کئے ہیں''۔

''اللہ نے سب رشی بھیجے اور سورج چانداور ستاروں کو پیدا کیا ہے۔ اسی نے تمام رشی بھیجے اور آسمانوں کو پیدا کیا۔ اللہ نے ارض ومکان کو ظاہر کیا۔ اللہ عظیم ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے پجاری (اتھر وارشی) کہہ دے لا الـہ الا اللہ۔ اللہ ازل سے ہے وہ رب العالمین ہے۔ وہ تمام برائیوں اور مصیبتوں کا دور کرنے والا ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں جو اس عالم کا رب ہے پس اعلان کرو اللہ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں''۔

اللہ اپنشد اس عبارت سے عیاں ہے جیسا کہ ناگیندر ناتھ واسوے نے وِشوکوش انسائیکلوپیڈیا آف انڈیا جلد 11 (Encyclopaedia of India, Vol. 11) میں لکھا ہے کہ اس اپنشد میں اللہ (پرمیشور) اس کی توحید اور اس کی صفات کا ذکر ہے اور اس کے حسن اس کے فضل کا بھی جس پر کوئی عاقل اور مذہب نواز آدمی کوئی اعتراض نہیں کرسکتا پھر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کا ذکر دو دفعہ کیا گیا ہے۔

اللہ اپنشد کی عبارت کو پڑھ کر یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ہندومت کی قدیم ترین کتب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور اللہ کی وحدانیت و مذہب اسلام کی حقانیت کی جو پیشگوئی کی گئی ہے وہ حرف بحرف سچ ثابت ہو چکی ہے۔

اتھروویدمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت

اہل ہنود کے ہاں اتھروویدکو دیگر ویدوں کے مقابلے میں اس لئے زیادہ اہمیت حاصل ہے کہ اس اتھروید کے منتر دیگر تمام ویدوں کے منتروں سے زیادہ جامع ہیں۔ اس لئے اسے برہم وید (علم الٰہی کہا گیا ہے) اور وہ تینوں اقسام کے منتروں کا جامع ہے۔ اس وید میں رگ وید کی طرح رچائیں (محامد) سام وید جیسا موزوں کلام اور یجر وید کی طرح عبادات کا ذکر کیا گیا ہے۔ یوں یہ اتھروید گویا ویدوں کی تمام اقسام کا مجموعہ ہے۔ اس وید میں مہلک امراض سے شفاء مصائب اور جنگ میں فتح ونصرت کے نسخے جنت ودوزخ کے تفصیلی بیانات وغیرہ پر مشتمل منتر موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''منڈک اپنشد'' نے اسے خصوصیت سے برہم ودیا (علم الٰہی) قرار دیا ہے۔

اتھروید کے بیسویں (20) باب میں کچھ سوکت ایسے ہیں جو کنتاپ سوکت کہلاتے ہیں ان کو بڑے بڑے طویل یگیوں اور قربانیوں میں جن میں بڑے بڑے سترہ (17) پجاری بڑے اہتمام سے پڑھتے تھے۔ ان منتروں کو کیونکہ ہر سال دہرایا جاتا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوؤں کے ہاں ان منتروں کو یاد رکھنے اور پڑھنے کی نہایت تاکید کی گئی تھی۔ یہ بات اہل ہنود کے ہاں (اتیریا برہمن 32.6) میں تحریر ہے۔ مفسرین کے نزدیک ''پہلا کنتاپ سوکت چار (4) الگ الگ مضامین پر مشتمل ہے۔ یعنی پہلے حصہ کو:

1. نراشنسی
2. ریبھی
3. پریکیشتی
4. کورویہ

کہا جاتا ہے۔ یہ تقسیم محض الفاظ کی بنا پر ہے جو اس میں استعمال ہوئے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی شخص کے صفاتی نام ہیں۔ آئندہ مندرجہ ذیل تحریر پڑھ کر آپکو اسکا اندازہ ہو جائے گا۔

اتھروید میں جو سکوت کنتاپ سوکت کہلاتے ہیں وہ ہندوؤں کے ہاں نہایت ہی اہم اور معتبر سوکت ہیں۔ کنتاپ حقیقت میں پیٹ کی پوشیدہ گلٹیوں کا نام ہے یعنی وہ گلٹیاں جو پیٹ میں پوشیدہ ہونے کی وجہ سے گویا ایک راز ہیں جب تک وہ ظاہر نہیں ہوں گی کسی کو ان کا علم نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ان منتروں کا نام کنتاپ رکھا گیا ہے کہ ان کا راز آئندہ آنے والے زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ یہاں ایک بات نہایت قابل توجہ ہے کہ کنتاپ پیٹ کی پوشیدہ گلٹیوں کے ظاہر ہونے کی جگہ ناف ہے اس طرح یہ راز ناف یا مرکز کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ناف یا مرکز کہاں ہے۔ اس سوال کا جواب نہایت آسان ہے کہ راز ناف یا مرکز مکہ کی سرزمین ہے جسے ''ام القریٰ'' کہا جاتا ہے۔ وہ مقام جو عالم کی ابتداء کے وقت سے ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہ ہے اور انسان کو اسی مبارک مقام سے روحانی غذا ملنی شروع ہوئی اور قیامت تک جاری رہے گی۔ یہی جگہ ہے۔

قرآن کریم فرقان حمید میں مکہ کو دو ناموں سے یاد کیا گیا ہے ایک ''بکہ'' (سورۃ آل عمران آیت 96) اور دوسرا ''مکہ'' (سورۃ الفتح آیت 24)۔ بکہ کے معنی بطن (بکہ) ہیں جبکہ مکہ کے معنی پستان کے ہیں۔ قربان جائیں خالق کائنات کے اس فلسفہ کے کہ کس انداز سے دونوں ناموں کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک فرمایا دیا ہے۔ انسان کو کیونکہ اپنی ماں سے غذا صرف دو طریقوں سے ہی ملتی ہے اس لئے خالق کائنات نے انکا ذکر بھی الگ الگ فرما دیا ہے۔ بچے کو ماں کی ناف یا پیٹ اور پھر پیدائش کے بعد چھاتیوں سے ہی خوراک ملتی ہے۔ بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں ہے خوراک خفیہ گلٹیوں سے ہی حاصل کرتا ہے جو کہ کنتاپ میں ایک راز ہیں لیکن جب وہ راز چھاتیوں کے ذریعے عیاں ہو جاتا ہے تو وہ دودھ ہے۔ گویا اس طرح دودھ کی شکل میں اس راز کا نتیجہ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

فرانسس ڈی ڈی جس نے عبرانی اور انگریزی لغت کے مولف ہونے کی وجہ سے بڑی شہرت پائی ہے لغت میں لکھتا ہے کہ کُنتاپ (پیٹ کی پوشیدہ گلٹیاں) ''بکہ یا بطن مکہ ہے''۔ یہ کنتاپ سوکت ایک عرصہ تک خفیہ راز ہی رہا پھر اصول بھی یہی ہے کہ جب تک کسی راز کو کوئی کھولنے والا نہ کھولے تو وہ راز راز ہی رہتا ہے۔ ہمارے آقا و مولا فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد یہ کنتاپ (خفیہ گلٹیاں) بالکل عیاں ہو چکی ہیں ان میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہا۔ یہ انسان کے لئے شیریں دودھ کا درجہ اختیار کر چکی ہیں جس کو پی کر نسل انسانی پروان چڑھ رہی ہے۔ البتہ ایک بات ضرور ہے کہ یہ شیریں دودھ صرف اس شخص کے لئے ہے جو اپنی حقیقی ماں کو پہچانتا اور پھر اس دودھ کو حاصل کرنے کے لئے اپنی ماں کی چھاتیوں کی طرف لپکتا ہے۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ بدقسمت اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہی رہتا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک کنتاپ سوکت کے پہلے منتر ہیں

کنتاپ سوکت کے پہلے منتر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کو بیان کیا گیا ہے اس منتر کا ترجمہ کرتے ہوئے پنڈت راجہ رام جو کہ اپنے وقت میں ڈی اے وی کالج لاہور میں پروفیسر تھے نے جو عبارت لکھی ہے وہ ترجمہ شدہ عبارت تحریر کر رہا ہوں۔

''یہ سنو اے لوگو! ایک قابل تعریف، تعریف کیا جائے گا اے کورم ہم نے روشمون کے بیچ میں ساٹھ ہزار اور نوے لئے ہیں''۔

مشہور ہندو پنڈت کھیم کرن الہ آبادی نے اس منتر کا یوں ترجمہ کیا ہے۔

''اے لوگو یہ احترام سے سنو لوگوں میں تعریف والا انسان تعریف کیا جائے گا اسے زمین پر خوش خرامی کرنے والے بادشاہ وہ ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں کو اکھاڑ پھینکنے والے بہادروں میں ہم پاتے ہیں''۔

مورس بلوم فیلڈ نے اس منتر کا ترجمہ انگریزی زبان میں یوں کیا ہے:

"Listen ye folks, to this (a song) in Praise of whom shall be Sung! Six thousand and ninety (caws) did we get. When we were with Kourani among the Rushms."

اردو زبان میں منتر کا ترجمہ:

''اے لوگو یہ (بشارت) احترام سے سنو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تعریف کیا جائے گا۔ ساٹھ ہزار نوے دشمنوں میں اس ہجرت کرنے والے (یا امن پھیلانے والے) کو ہم (حفاظت میں) لیتے ہیں''۔

پیش گوئی کی اہمیت

مذکورہ منتر کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک نہایت ہی اہم پیشگوئی ہے جس میں لوگوں کو جس سختی سے خطاب کیا گیا ہے کہ اس بشارت کو کوئی معمہ یا پہیلی سمجھ کر نہ ڈال دینا۔ دیگر چاروں ویدوں میں اسطرح کہیں خطاب نہیں کیا گیا۔ منتر میں سنسکرت لفظ استوشیتے یعنی تعریف کیا جائے گا فعل مستقبل ہے اور یہی لفظ منتر میں بشارت ہونے کی پہلی دلیل اور نشان ہے کہ ''وہ کثرت سے تعریف کیا جائے گا''۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات ارض پر جتنے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے ان میں سب سے زیادہ جس محبوب نبی کی تعریف کی گئی وہ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی۔ ہر ایک نبی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد مبارکہ کی بشارت دی۔ مساجد کے منبر اور محرابوں سے آپ علیہ السلام کی مبارک تعریف کی صدائیں بلند ہوتی تھیں ہوتی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ اہل ایمان تو اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریفیں کرنا اپنے ایمان کا پہلا جز مانتے ہی ہیں کمال محبوبیت تو یہ ہے کہ خالق کائنات کی ساری مخلوق ہی آپ علیہ السلام کی تعریفیں کرتی ہے۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کی جان کے دشمن مشرکین مکہ بھی صادق وامین کے لقب سے پکارتے تھے۔ غیر مذاہب کے سکالر مذہبی رہنما غرض ہر ایک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتا ہے۔

مشہور زمانہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ''قرآن'' کے زیر عنوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے بارے میں جو عبارت درج ہے اصل عبارت معہ ترجمہ تحریر کی جارہی ہے۔

"The most successful of all the prophets(علیہم السلام) and religious personalities (Encyclopaedia Britannica, 11th Ed.)

ترجمہ ''یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے تمام انبیاء علیہم السلام اور مذہبی شخصیتوں میں کامیاب ترین انسان ہیں''۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک

سب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ اوپر جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے وہ کس کے متعلق ہے۔ وید کا رشی بتاتا ہے کہ ''نراشنسہ استوشیتے'' اور کون ہے سوائے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تعریف کیا جائے گا جو قابل تعریف ہے اسی کی تعریف کی جائے گی یا جو خدا سے تعریف کیا گیا ہے۔ لوگ بھی اس کی تعریف کریں گے۔ لفظ نراشنسہ کے معنی یوں لئے گئے ہیں ''نریشو اشالسنہ کیشیہ سہ منشیتو پرشنسیہ'' لوگوں میں تعریف کیا گیا۔ جو بعینہٖ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ترجمہ ہے۔ گویا وہ تعریف کیا گیا ہے اور ہمیشہ تعریف کیا جائے گا۔ یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حمد ہوگی۔ خدا اور خلق دونوں میں وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے اور دونوں کی حمد کا مصداق ہے۔

(کورم) وہ شہزادہ امن ہے

مذکورہ منتر میں اس محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا تیسرا نشان یہ ہے کہ وہ ''کورم'' ہے۔ یعنی زمین پر امن پھیلانے والا۔ کورم ہجرت کرنے والے اور امن پھیلانے والے کو کہتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ دونوں خصوصیات موجود ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ آپ علیہ السلام سب سے زیادہ امن پھیلانے والے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے دنیا میں تشریف لانے والے تمام انبیا علیہم السلام کی تصدیق فرما کر مذاہب عالم کے فساد کو ختم کر دیا۔ آپ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے کسی نبی کو یہ فضیلت حاصل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے بھی شہزادۂ امن ہیں کہ آپ علیہ السلام نے نسل انسانی کو مساوات کی عملی تعلیم دی۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ ''ذات پات کے لحاظ رنگ و نسل کے اعتبار اور قوم و ملک کی بنا پر کسی شخص کو دوسرے شخص پر کوئی فضیلت نہیں۔ سب انسان آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی تھی۔ افضلیت کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیز گاری ہے''۔

بنی نوع انسان میں کوئی انسان بھی اپنا پہلا جنم نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی اس بنا پر کوئی فضیلت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ یہ جنموں، ذات پات، اونچ نیچ، برادری نظام، ملک و وطن، رنگ و نسل کے تمام تنازعات اور امتیازات غلط اور بے بنیاد ہیں۔ اور یہی ساری باتیں ویدوں کی تعلیم خصوصی اور ہندوؤں کے مسلمہ عقائد ہیں۔ وہ امن کا شہزادہ بعد میں بندوں کے اندر پیدا شدہ انہی بد اور فرسودہ خیالات ذات پات وغیرہ کو ختم کرنے اور ہندو قوم کو انہی زنجیروں سے آزادی دلانے کے لئے دنیا میں تشریف لایا۔ لفظ کورم کے ایک معنی ہجرت کرنے والے کے بھی ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ یہ خصوصیت صرف اور صرف اسی شہزادہ امن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔ یہ ہجرت ہی وہ عظیم واقعہ ہے جس سے دنیائے اسلام میں ہجری سن کی بنیاد پڑی۔ اس ہجرت کے بعد بڑے ہی قلیل وقت میں اہل اسلام نے قریباً قریباً ساری دنیا کو فتح کرتے ہوئے پرچم اسلام کے زیر سایہ کر لیا۔

دشمنوں کی کثرت میں اسکی حفاظت

اس محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعریف کئے گئے) کا چوتھا نشان ''دشٹیم'' ساٹھ (60) ''سہسر'' ہزار ''نوتیم'' نوے ''رشمیئو'' دشمنوں

یعنی ساٹھ ہزار نوے دشمنوں سے سلامت رہنے والے ہیں۔ اس حمد کے مستحق، شہزادہ امن اور حصار سلامتی کا چوتھا نشان یہ ہے کہ ساٹھ ہزار سفاک اور جان کے ظالم دشمنوں کے درمیان تن تنہا وہ ایک ہو گا مگر اسے کوئی مار نہیں سکے گا۔ وہ شدید گھمسان کی جنگوں میں صف اول میں لڑے گا۔ وہ ہر خطرہ اور خوفناک موقعوں پر موجود ہو گا۔ ان سب

باتوں اور حالات کے باوجود اسے کوئی قتل نہیں کر سکے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ مشرکین مکہ کے ساتھ غزوات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ صف اول میں رہ کر مجاہدین کے ہمراہ دشمنوں سے لڑا کرتے تھے۔ یہاں ایک سوال تشنہ تکمیل ہے کہ منتر میں دشمنوں کی تعداد ساٹھ ہزار نوے بتائی گئی ہے یہ کس اعتبار سے درست ہے۔ اس سوال کے جواب کیلئے۔

"کتاب المثل الکامل" کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس وقت مکہ معظمہ کی آبادی قریباً ایک لاکھ تھی یہ تعداد ایک لاکھ تک اس لئے پہنچ جاتی تھی کہ خرید وفروخت کی منڈی ہونے کی وجہ سے باہر سے آئے ہوئے لوگ بھی اس آبادی میں شامل ہوتے تھے جبکہ حقیقت میں مکہ معظمہ کی اپنی مقامی آبادی ساٹھ ہزار کے قریب ہی تھی۔

منتر کے الفاظ پر غور کیجئے تو یہ بات عیاں ہو جائے گی کی دشمنوں کی کثرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی تھی۔ خداوند کریم کی معیت اور رفاقت عظمیٰ ہی ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام دشمنوں، حاسدوں اور بری نیت والوں سے محفوظ رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر غالب رکھے گی۔ اہل دانش اور غور کرنے والوں کے لئے یہ کتنا بڑا اور واضح نشان ہے جو اس موعود نراشنس (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صداقت کا اہل وید کو بتایا گیا اور وقت نے ثابت کر دیا کہ وہ نشان پورا ہوا۔ اب بھی اگر اہل ہنود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر ایمان لا کر دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوں تو یہ انکی انتہائی بدقسمتی اور بدبختی کی بات ہوگی۔

کنتاپ سوکت کا دوسرا منتر سانڈنی سوار رشی

کنتاپ سوکت کے دوسرے منتر کو پروفیسر گرفتھ نے انگریزی زبان میں یوں بیان کیا ہے۔ انگریزی عبارت معہ ترجمہ تحریر کی جارہی ہے۔

"Camels twice ten that draw the cart with females by thier aids, he gave. Fain would the chariots top low down escaping from the stroke of heaven".

اس دوسرے منتر کا ترجمہ پنڈت راجارام سابقہ پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور نے یوں کیا ہے۔

"بیس اونٹ جس کے بیویوں والی سواری کے چلانے والے ہیں جس کے مرکب کی چوٹی نیچے جھکتی ہے آسمان کو چھونے سے بچاتی ہے"

مشہور ہندو پنڈت کھیم کرن نے اس دوسرے منتر کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

"جس کے سواری کے چلنے والے تیز رو جتے ہوئے معہ اونٹنیوں کے بیس اونٹ ہیں بیوقوف انسان کے اعلیٰ

مقام کی بے حرمتی کرتے رہتے ہیں''۔

کنتاپ سوکت کے اس دوسرے منتر کے تراجم میں مندرجہ ذیل باتیں عیاں ہیں۔

1. جس موعود نراشنس (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ذکر مبارک پہلے منتر میں تھا اسی ہستی کا ذکر اس دوسرے منتر میں بھی ہے۔
2. تراجم میں واضح لکھا ہے کہ وہ اونٹ کی سواری والا ہے۔
3. اس سواری یا مقام افق عالم تک پہنچا ہے۔

اس دوسرے منتر کا لفظی ترجمہ

(ورشا)	(اشٹرا)	(اتھیہ)	(یسیسہ)	(نی جیڈتے)	(پروانیو)
چوٹی	اونٹ	اس کے مقام کی	جس کی	نیچے جھکتی ہے	سواری میں
(دوہ)	(دوجونتہ)	(ایشمانہ)	(دوردرش)	(اپسپرشہ)	
آسمان کو	اونٹنیاں	تیز رفتاری سے	دوخوبصورت	چھوتی ہوئی	

منتر کا بامحاورہ ترجمہ

''جس کی سواری میں دوخوبصورت اونٹنیاں ہیں اس کے مرتبہ اور مرکب کی بلندی اپنی تیز روی سے آسمان کو مس کرکے نیچے اترتی ہے''۔

اس منتر میں اسی رشی کی پانچویں نشانی یہ بتائی ہے کہ وہ سانڈنی سوار ہے۔ سانڈنی کی سواری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عربی ہونے کی طرف صاف اشارہ ہے۔ ہم اپنے اس خیال کی تصدیق یوں کرتے ہیں کہ ہندوستان کے رشیوں کے لئے انکے قواعد دھرم شاستر کے مطابق جس طرح اونٹ کا گوشت کھانا اور اونٹنی کا دودھ پینا سخت منع ہے بالکل اسی طرح انکے لئے سانڈنی کی سواری کرنا بھی منع ہے۔

منوسمرتی ادھیا5 اور شلوک 8 اور 18 میں آتا ہے

''برہمنوں کے لئے اسکی سواری بھی منع ہے''

اسی منوسمرتی ادھیاء 11 اشلوک 201 میں یوں لکھا ہے۔

''اونٹ اور گدھے پر رضامندی سے سواری کرنا اور برہنہ ہو کر غسل کرنے سے برہمن ناپاک ہو جاتا ہے اور پھر جس دم سے ہی پاک ہو سکتا ہے''۔

دھرم شاستر میں یہ ممانعت اسی وجہ سے تھی کہ کسی کو اس پیشگوئی کو سمجھنے میں کسی قسم کی الجھن یا شک وشبہ پیش نہ آئے بلکہ یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آجائے کہ جس موعود رشی (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ذکر ہو رہا ہے وہ موعود رشی ہندوستان کا رشی نہیں بلکہ عرب کا سانڈنی سوار رشی ہے۔ ہندوستان کی پوری تاریخ میں کوئی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ

کسی بھی برہمن نے کبھی بھی اونٹ پر سواری کی ہو یا وہ اونٹ کی سواری والا رشی کہلایا ہو۔

جبکہ دوسری طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اونٹنی پر سوار ہونا اسکا دودھ نوش فرمانا بلکہ اپنے مبارک ہاتھوں سے اونٹنی کا دودھ خود دوھنا ثابت ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات کسی صاحب علم سے مخفی نہیں کہ دنیا میں عرب کا ریگ زار اونٹ کی سواری کے لئے مشہور ہے۔ پس اس منتر میں سانڈنی سوار رشی سے مراد ہمارے آقا و مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ ہی مراد ہے۔ خالق کائنات نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے ہزاروں سال پہلے ہی ذاتی اور صفاتی نشانیوں کے ساتھ پیشگوئیاں ہر ملک اور ہر خطے کے لوگوں کے لئے عیاں فرمادی تھیں جن میں سے ہندومت کی معتبر کتب میں بھی ان کا مذکورہ ذکر موجود ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کا ذکر

اس منتر میں ''دھومنتہ دور درش'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ان الفاظ کا دو طرح سے ترجمہ کیا گیا ہے ایک اس رشی کے بیویوں والے مرکب کو کھینچے ہیں اونٹ۔ پنڈت راجہ رام نے ترجمہ یوں کیا ہے۔ اونٹ معہ اونٹنیوں کے اس کی سواری لے چلتے ہیں۔ پنڈت کھیم کرن آریہ کی تفسیر اتھر وید میں پہلے ترجمہ کی رو سے وہ رشی ایک سے زیادہ بیویوں والا ہے۔ دوسری صورت میں اسکی خصوصیت اونٹ کی سواری ہے۔ مذکورہ دونوں مطالب کے مطابق یہ پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے لئے ہی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیویوں والے بھی تھے اور سانڈنی کی سواری بھی فرمایا کرتے تھے۔

اسی منتر میں ہے کہ ''اس رشی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے (رتھیہ) رتھ یا مرکب اور مرتبہ و مقام کی بلند پروازی آسمان کو مس کر کے نیچے اترتی ہے''۔ غور کیجئے اس منتر کے ان الفاظ میں کسقدر خوبصورتی اور صفائی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج مبارک اور عروج سماوات کی بلند پروازی کو بیان کیا گیا ہے۔

قرآن کریم فرقان حمید معراج شریف کے اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے۔ سورۃ النجم آیت 7۔

وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۝

ترجمہ: اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آسمان بریں کے سب سے بلند مقام پر تھا۔

خالق کائنات نے اپنی پوری تخلیق میں صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی اس اعزاز سے سرفراز فرمایا ہے کہ آپ علیہ السلام کو مقام محمود عطا فرمایا اور اس قدر قرب کی بلندیاں بخشیں کہ خالق کائنات اور حبیب علیہ السلام کے درمیان اتنا سا فرق رہ گیا جیسے دو ابرو کے درمیان ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے بلند مقام پر پہنچا کر پھر زمین پر اترانا حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوگونہ تعلقات کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی خدا و مخلوق کے تعلقات۔ مخلوق بھی وہ جو اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بلند اور افضل ترین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام

محمود پر تشریف لے جا کر پھر زمین پر اس لئے تشریف لے آئے کہ آپ علیہ السلام کو امت و مخلوق سے بے پناہ محبت ہے۔ اسی محبت نے آپ علیہ السلام کو وصالِ حق کی نعمت کا حق دار ٹھہرایا تھا۔ مذکورہ منتر سے آپ علیہ السلام کی معراج مبارکہ پر تشریف لے جانے کی پیشگوئی ثابت ہو جاتی ہے۔

کنتاپ سوکت کا تیسرا منتر

کنتاپ سوکت کے تیسرے منتر کا پروفیسر بلوم فیلڈ نے انگریزی زبان میں یوں ترجمہ کیا ہے

"This one presented the seer with a hundred jewls, ten chaplets, three hundred steeds and ten thousand cattle".

پنڈت راجہ رام مذکورہ بالا سابقہ پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور کا ترجمہ یہ ہے

''اس نے مامح رشی کو سو دینار دس مالائیں تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں دیں''

پروفیسر گرفتھ نے اس منتر کا انگریزی میں یوں ترجمہ کیا ہے۔

"A hundred chains of gold ten wreaths upon the Rishi he bestowed, And thrice a hundred mettled steeds ten times a thousand cows he gave".

پنڈت کھیم کرن نے اس منتر کا یہ ترجمہ کا ہے۔

''اس نے اس ہوشیار (مکرم) آدمی کو سو دیناریں دس تسبیحیں تین سو گھوڑے دس ہزار گائیں دی ہیں''۔

قابل توجہ باتیں

کنتاپ سوکت کے اس منتر میں درجہ ذیل باتیں نہایت قابل غور ہیں

1. اس منتر میں کس رشی کا ذکر ہے۔
2. اس رشی کا نام مامح کیوں ہے۔
3. سو طلائی دینا، دس ہار، تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں جو اس مامح رشی کو عطا ہوئے کیا ہیں؟

منتر کا لفظی ترجمہ

(ایش)	(خدا)	(رشئے)	(مامحے)	(عرونام)
اس	نے	رشی	مامح (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو	عربی گھوڑے
(شتم)	(سہسرا)	(ترینی)	(دش)	(اسرجہ)
سو	ہزار	تین	دس	ہار

(گونام)

گائیاں

منتر کا لفظی ترجمہ

اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سوطلائی پارے، دس ہار، تین سو عربی گھوڑے اور دس ہزار گائیاں دیں''۔

اس منتر میں رشی کا نام ماح بتایا گیا ہے۔ ہم اس سے پہلے رشی کا لفظ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ثابت کر چکے ہیں جو ہماری ذاتی رائے نہیں بلکہ کنتاپ سکوت میں استعمال ہونے والے لفظ رشی کا ترجمہ ہے۔ یہاں رشی کو ماح بتایا گیا ہے۔ اب اگر کوئی ہندو پنڈت یا کوئی دوسرا یہ اعتراض کرے کہ اس لفظ ماح سے مراد کوئی دوسرا رشی ہے تو یہ اعتراض نہایت ہی لغو اور بے بنیاد ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تو یہ نام ماح سنسکرت زبان کا لفظ ہے اتھروید میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا قریبی تلفظ ماح ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ہی معنی رکھتا ہے۔ دوسرا ہندوستان کی پوری تاریخ میں کسی رشی کا نام ماح نہیں آیا اور نہ ہی اس نام کا کوئی پیغمبر دنیا میں تشریف لایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سنسکرت زبان کے اس لفظ کا اصل 'مح' ہے جس کے معنی بزرگی دینا، نہایت اعلیٰ ہونا، عزت دیا گیا، تعریف کیا گیا، خوش ہونا اور بلند ہونا کے ہیں دیکھیے سنسکرت انگریزی لغت مولفہ ''مونیر ولیم'' اسی لفظ ماح کے معنی یوں لکھتے ہیں۔

"Esteem highly, honour, revere, to magnify, to exalt etc."

یہ وہی لفظ ہے جو آتما سے ''مہاتما'' اور رشی کو ''مہرشی'' بناتا ہے اور یوں بزرگی وعزت اور قابل تعریف ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ سنسکرت زبان کے اس لفظ ماح کا قریب ترین تلفظ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ہی معنی رکھتا ہے۔ اتھروید میں بیان کیا گیا ہے کہ ایسا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس لفظ کو تلفظ کی بجائے معنوی (معناً) مترادف بنا دیا جائے۔ ہماری اس بات کی تصدیق مقصود ہو تو ''دشنا دلی حیرت'' کی لکھی ہوئی سنسکرت زبان کی کشیزی (ڈکشنری) کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس میں مسلمانوں کے کئی نام سنسکرت کی کتابوں میں تصرف سے دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ غزنی کے رہنے والے تھے اس لئے انکے نام کے ساتھ غزنوی لکھا جاتا ہے مگر سنسکرت والے غزنوی اور محمود کو ''ماموِد گجوی'' لکھتے ہیں۔

اس طرح اگر اتھروید کے رشی نے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں تصرف کرتے ہوئے سنسکرت تلفظ ماح بنا دیا اور تلفظ پر معانی کو ترجیح دی ہے تو ہندو پنڈتوں کو تو اس طرح ایک غلطی سے بچا کر پیشگوئی سمجھنے کے لئے ایک صاف اور سیدھے راستے پر لگایا ہے تاکہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے مگر شرط یہ ہے کہ اگر ہندو تعصب اور ہٹ دھرمی کی عینک

اتار کر سمجھنا چاہیں۔

نہایت اہم نکتہ

کنتاپ سکوت کے اس منتر میں ایک نہایت اہم نکتہ ہمارے سامنے آتا ہے جسکی روشنی میں ہندومت کی کتب جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مقدسہ سے ہزاروں سال پہلے موجود تھیں ان میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کے بارے میں ہی پیشگوئیاں درج نہیں بلکہ آپ علیہ السلام جو دین حنیف لے کر آئے اسکا ذکر آپ علیہ السلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور پھر عشرہ مبشرہ کی تعداد، اصحاب بدر و فتح مکہ تک کا ذکر موجود ہے۔اس کے باوجود اگر اب بھی ہندو پنڈت خصوصیت کے ساتھ اور عام ہندو عمومی طور پر اسلام کی حقانیت کو تسلیم نہ کریں تو یہ محض انکی ہٹ دھرمی تعصب، اور بدقسمتی کے علاوہ کچھ نہیں۔

سو خالص طلائی پارے

اس مذکورہ منتر میں سو خالص طلائی پاروں کا ذکر کیا گیا ہے جو اس مامح رشی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عطا کیے گئے۔ یہ خالص طلائی پارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ ابتدائی ساتھی تھے جو مکہ مکرمہ میں آپ علیہ السلام کے دست حق پرست پر اسلام لائے۔ان معزز ہستیوں کو سابقون الاولون ہونے کا اعزاز عظمیٰ حاصل ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں جب مشرکین مکہ نے ان پر اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مظالم کی انتہا کر دی تو یہ ساتھی جن میں مرد اور خواتین شامل تھیں آپ علیہ السلام کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔ پہلی ہجرت حبشہ میں شریک صحابہ کرام وصحابیات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین واجمعا کی تعداد 16 تھی کیونکہ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مکہ سے ہجرت فرما گئے تھے مگر واپس تشریف لے آئے یوں کل تعداد سترہ بن گئی۔ دوسری ہجرت حبشہ میں ہجرت کرنے والوں کی تعداد 83 تھی اسطرح دو دفعہ کل تعداد 100 بن جاتی ہے۔ مذکورہ منتر میں سو طلائی دینار سے مراد یہی سابقون الاولون ہی ہیں۔ یہ سو طلائی دینار نہایت ہی سخت ترین مال، اولاد اور جسمانی آزمائش میں اپنی اسلامی روحانی طاقت سے غالب رہے اور یوں معیار صداقت اور راست بازی پر پورے اترے۔

دس ہار یعنی عشرہ مبشرہ

منتر میں دس ہار مالائیں یا تسبیحیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے۔ وہ دس ہار یعنی دس عظیم شخصیات کامیابی اور فلاح اخروی کے لحاظ سے انتہائی کامیابی کی بشارت دیئے گئے تھے۔ یہ دس شخصیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت ہی عزیز اور آپ علیہ السلام کے مقربین خاص تھے۔ انہیں عشرہ مبشرہ کے عظیم نام عطا ہوئے۔ان برگزیدہ ہستیوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1. سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. سیدنا حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6. سیدنا حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7. سیدنا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8. سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9. سیدنا حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10. سیدنا حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ وہ خوش قسمت اور عظیم انسان تھے جنہوں نے اتنی بے نظیر مالی اور جانی قربانیاں اپنے محبوب علیہ السلام کے لئے پیش کیں جسکی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان پیارے ساتھیوں کو الگ الگ نام لے کر فرمایا 'فی الجنة' ۔ وید میں انہیں دس مقربین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو 'اسرجہ'' جنت کے گلدستے کہا گیا۔ یاد رہے سنسکرت میں لفظ ''اسرجہ'' سہرا اور سردار کے معنوں میں آتا ہے۔ دیکھیے ''رگ وید منڈل 10 سوکت 184 منتر 6 میں ہے۔

''(اے حمل چاہنے والی) تجھے دونوں اشونی کمار دیوتا پھولوں کے سہروں والے حمل عطا کریں''۔

اس منتر میں جو کہ اسلام سے ہزار ہا سال پہلے لکھا گیا عشرہ مبشرہ تک کا ذکر موجود ہے جو اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ السلام کے حق ہونے کا واضح ثبوت ہے اگر پنڈت اسے سمجھے ورنہ اسکی بد قسمتی۔

منتر میں اصحاب بدر کا ذکر

اسی منتر میں جس کا ذکر چل رہا ہے رشی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تین سو گھوڑے عطا کیے جانے کا بیان ہے۔ یہ تین سو گھوڑے بھی عربی تھے۔ سنسکرت زبان میں لفظ ''عروہ'' عربی اور اسروں (یعنی غیر آریہ) کی سواری کے لئے مخصوص ہے۔ لغت کی رو سے ''عروہ'' تیز رو کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ دیکھیے ''رگ وید منڈل 5 سوکت 54 منتر 14)

یوں وید کی اپنی تشریح کے مطابق 300 گھوڑوں سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ 300 بدری صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مراد ہیں جو فرشتے یا عالم و طاقتور ساتھی تھے۔ یہاں ایک اہم بات کی وضاحت

کر دینا اشد ضروری ہے کیونکہ متلاشی علم کے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ صحابہ بدر کی تعداد تو 313 تھی جبکہ اس منتر میں 300 کی تعداد کا ذکر آیا ہے پھر اس تعداد کو بدری صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ساتھ کیسے مطابقت دی جاسکتی ہے؟ متلاشی علم کے اس سوال کی وضاحت یا جواب یہ ہے کہ گنتی کا قاعدہ ہے کہ جب تعداد سینکڑوں میں دی جارہی ہو تو سینکڑوں پر جو کسر ہوتی ہے وہ اکثر نظر انداز کر دی جاتی ہے۔ مثلاً احمد کے پاس سینکڑوں کتب ہیں۔ یہاں سینکڑوں سے مراد چھ سو بیس، آٹھ سو دس، بارہ سو پانچ وغیرہ تعداد بھی ہوسکتی ہے۔ مگر ذکر سینکڑوں میں ہی ہوگا اوپر والی تعداد جو کہ کسر میں ہے ذکر نہیں کی جائے گی اسی قاعدہ کے مطابق منتر مذکورہ میں سینکڑوں کا ذکر تو کر دیا گیا مگر کسر کو بیان نہیں کیا گیا۔ امید ہے اس وضاحت کے بعد تین سو اور تین سو تیرہ کی تعداد کے سوال کا جواب یقیناً سمجھ میں آ گیا ہوگا۔

اصحاب بدر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین آپ علیہ السلام کے وہ عظیم فرشتہ صفت، عالم، دیوتا اور طاقت ور ساتھی تھے جنہوں نے اپنی اس خوبی کا ثبوت میدان بدر میں دیا۔ یہ عظیم لوگ رات کو خدا کے حضور نماز میں کھڑے رہتے جبکہ دن میں اعلیٰ درجہ کے جنگجو تھے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ دنیا کی کسی قوم کے سپہ سالار نے ایسی عظیم فوج پیدا نہیں کی جو عالم و عابد ہونے کے ساتھ ساتھ شجاعت اور دلیری میں ایسی ممتاز ہو کہ اپنے سے تین گنا ہ سامان حرب سے لیس فوج کو بے سروسامانی حرب کے باوجود ناکوں چنے چبوا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تین سو تیرہ کوہ شکن انسان عطا کیے جنہوں نے دنیا کی تقدیریں بدل کر رکھ دیں۔

دس ہزار قدوسی یا گائیں

اس منتر میں اللہ تعالیٰ نے رشی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جو آخری عطیہ عنایت فرمایا وہ دس ہزار قدوسی ہیں جو فتح مکہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ وید منتر میں انکو دس ہزار گائیں کہا گیا ہے۔ سنسکرت میں لفظ ''گو'' کا مادہ ''گم'' ہے۔ اس کے معنی جنگ کے لئے جانا کے ہیں۔ گائے کو سنسکرت زبان میں ''گو'' اس لئے کہتے ہیں کہ آریہ لوگ جب جنگ کرتے تو انکا مقصد دشمن کی گائیں جیتنا ہی ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انکے نزدیک بیل کو فتح کی علامت مانا جاتا ہے۔ ان کے ہاں گائے اور بیل کے لئے لفظ ''گو'' ہی استعمال ہوتا ہے۔ دیکھیے۔

رگ وید منڈل۔ 10 سوکت 33 منتر 6 اس میں آتا ہے

''نہایت تعریف والا بہت مبارک، دشمنوں کو اکھاڑ پھینکنے والا مضبوط مددگار بیل کی طرح طاقتور (گواو شاکتہ) ہے''۔ اسی طرح

رگ وید منڈل 5 سوکت 54 منتر 3 میں آتا ہے۔

''گواور بھیموہ'' گائے کی طرح رعب والا اور خوفناک ہے''۔

ایک اور جگہ برہمن کانڈ وکنڈ میں یوں ہے۔

شت پتھ برہمن کانڈ 5 پرپاٹھک 2 برہمن 4 کنڈ کا 13 اور تیرتا 2.5.2

''میں گائے کو رعب اور ہلاکت کا مظہر قرار دیا ہے''۔

رگوید منڈل 9 سوکت 112 منتر 3 میں ہے۔

''مختلف سمجھ بوجھ رکھنے والے، دولت چاہنے والے گائیوں کی مانند ہم (باہم اتفاق سے) بسر کرتے ہیں''۔

شت پتھ برہمن کانڈ 12 پرپاٹک 9 برہمن کانڈ 7 میں ہے۔

''گائیوں کو انسان کی مثل کہا جاتا ہے''۔

''گائے (استعارۃً) عبادت ہے۔ گائے استقلال یا (ادِتی) ناقابل شکست ہے۔ گائے سرسوتی یعنی علم سے عبارت ہے''۔

منتر کے اس ٹکڑے میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دس ہزار گائیاں یا بیل عطا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ گائے اور بیل کی جو ہم نے اوپر اہل ہنود کتب ویداور برہمن گرنتھوں کے مطابق تشریح بیان کی ہے اس سے دو باتیں صاف طور پر ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی گائے کی طرح مقدس، رحم اور محبت کے مجسمے ہیں۔ اور دوسری طرف اندر دیوتا کی طرح بارعب اور خوفناک ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ الفتح آیت 29۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

ترجمہ: ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں جو انکے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلے پر قوی (زبردست سخت) ہیں آپس میں نرم دل (ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہیں) تو انہیں رکوع کرتے سجدے میں گرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ اپنے رب کا فضل اور رضا چاہتے ہیں ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔ یہ ان کی صفت تورات میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا''۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو آپ علیہ السلام کے ہمراہ جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تھے انکی تعداد ٹھیک دس ہزار تھی جسکا نقشہ وید منتر نے کیسی صفائی اور حقانیت سے کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ اب پورے منتر کی عبارت کو سامنے رکھیں تو مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں جن کا ترتیب وار اس منتر میں ذکر کیا گیا ہے۔

1. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صفاتی نام جو آپ علیہ السلام کے ذاتی نام سے بھی کس قدر مشابہ ہے۔
2. محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رشی اور پیغمبر ہونا۔
3. محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو 100 طلائی ہار یعنی سابقون الاولون صحابہ رضوان اللہ اجمعین کا دیا جانا۔
4. محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے 10 جنتی گلدستے یعنی عشرہ مبشرہ کا ذکر خیر
5. 313 عابد زاہد، ملنسار محبت کرنے اور جنگجو عالم بدری صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا ذکر۔

مذکورہ پانچ باتیں وہ ہیں جو تاریخ عالم کی روشنی میں صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات مقدسہ میں ہی ملتی ہیں۔ آپ علیہ السلام کے علاوہ یہ خوبیاں اور نشانات کسی اور کو عطا نہیں ہوئے۔ پھر سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جس ترتیب سے یہ انعامات آپ علیہ السلام کو عطا ہوئے وید منتر میں انکا ذکر بھی اسی ترتیب سے ہے۔ اس قدر واضح اور ترتیب وار صداقت کو ہرگز جھٹلایا جا ہی نہیں سکتا وہ الگ بات ہے کہ تعصب اور ضد کی بنا پر کہا جائے کہ میں نہیں مانتا۔ بہرحال سید المرسلین سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مقدسہ کی حقانیت کے بارے میں ان پیشگوئیوں نے اسلام کی سچائی کو خوب واضح اور عیاں کر دیا ہے۔

کنتاپ سوکت میں اسم احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی پیشگوئی

کنتاپ سوکت کے چوتھے منتر میں محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمِ گرامی "احمد" صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حمد الٰہی کی تبلیغ و بیان کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔

منتر	(وچسیو)	(شکو)	(اوشٹے)	(جیوا)	(ریبھ)
	تبلیغ کرنا	پرندے کے	اور دونوں ہونٹ	زبان	اے حمد کرنے والے "احمد"
(چرچریتی)	(وچسیو)	(کشرو)	(ورکشے)	(نا)	(نا)
چلتے ہیں	تبلیغ کر	قنچیوں کے	درخت پر	جیسے	مثل
(بھورجوہ)	(پکو)	(اِو)			
دونوں پھل	پکے پھل والے	کی مانند			

لفظی ترجمہ: "تبلیغ کر اے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تبلیغ کر جیسے پختہ پھل والے درخت پر پرندہ چہچہاتا ہے۔

تیری زبان معہ ہونٹ (قضا کی) قینچیوں کے دو پھلوں کی طرح چلتی ہے''۔

اس منتر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السّلام تبلیغ فرمائیں کیونکہ درخت کا پھل پک چکا ہے۔ یہاں پھل پک چکا سے مراد یہ ہے کہ محنت ولگن سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں یہ لوگ شرک وکفر سے توبہ کر کے آپ علیہ السّلام کی دعوت حق کو قبول کریں گے۔ گو ابتداء میں مخالفت کریں گے مگر کامیابی آپ علیہ السّلام کو ہی حاصل ہوگی کیونکہ مخالفت کے وقت قضاالٰہی قینچی کے پھل کے طرح مخالف کو کاٹ کرر کھ دے گی۔ لہٰذا تبلیغ کے راستے میں کسی قسم کے خوف کی قطعی ضرورت نہیں۔ اس منتر میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''ریبھ'' کے نام سے خطاب کیا گیا ہے۔ جو ''نگھنٹو 14:3'' کی بناپر استتی یا حمد کرنے والے کا نام ہے جسکا عربی زبان میں ترجمہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی نہایت درست ترجمہ ہے۔

احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ کا فریضہ اس عمدگی سے ادا کیا کہ دنیا نے دیکھا کہ پورا ملک عرب پکے ہوئے پھل کی مانند اس محنت کی داد دیتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور یوں احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامیاب ہوئے جبکہ مخالفین قضا کی قینچی سے کاٹ ڈالے گئے۔ یوں وید کے رشی نے جو پیشگوئی کی تھی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی تاریخ عالم اس سچائی کی گواہ ہے۔

وید میں غزوہ احزاب کی پیشگوئی۔

کنتاپ سوکت کے منتر میں غزوہ احزاب کی پیشگوئی یوں بیان کی گئی ہے۔

منتر				
	(ورتر)	(توا)	(یت)	(برہسپتے)
	دشمن	تجھے	جب	اے صادقوں کے رب
(کاردے)	(تے)	(دش)	(مدا)	(سہرانی)
حمد کرنے والے کے لئے	اُن	دس	سرور دینے والوں نے	ہزار
(امدن)	(ورترانی)	(تانی)	(برہشمتے)	(درشینا)
مسرور کیا	دشمنوں کو	ان	یگیہ وعبادت کرنے والے	بہادرانہ کاموں
(اپرتی)	(تے)	(نی برہتیہ)	(سوماسہ)	(شتینو)
بغیر مڈبھیڑ	اُن	تو نے شکست خوردہ کردیا	مستانہ ترانوں نے	مارنے یا جنگ میں

ترجمہ: ''اے صادقوں کے رب تجھے ان سرور دینے والوں نے مسرور کیا ان بہادرانہ کاموں نے اور مستانہ

ترانوں نے دشمن کی جنگ میں جب حمد کرنے والے عبادت کرنے والے کے لئے تو نے دس ہزار دشمنوں کو بغیر مقابلہ شکست خوردہ کر دیا''۔

وید کی مذکورہ پیشگوئی میں سرکار عالم نورِ مجسم کی مبارک زندگی میں ہونے والے مشہورترین غزوہ احزاب (خندق) کا ذکر کیا گیا ہے۔ مذکورہ منتر کے ترجمے کو سامنے رکھیں تو مندرجہ ذیل دس پیشگوئیوں کا پتہ چلتا ہے جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوئیں اور یوں آپ علیہ السّلام اور مذہب حق اسلام کی سچائی اور حقانیت کھل کر سامنے آ گئی۔ ان حیرت انگریز واقعات کی مطابقت کو دیکھتے ہوئے بھی اگر اہل ہنود دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوں تو یہ اُنکی انتہائی بدقسمتی کے سوا اور کیا ہے۔

1۔ اس منتر میں اللہ تعالیٰ کو ''ست پتی'' بتایا گیا ہے۔ ''ست'' کے معنی حق پرست لوگ اور ''پتی'' کے معنی مالک یا تربیت کرنے والا کے ہیں۔ اس طرح مجموعی معنی ہوئے ''اے صادقین کے تربیت کرنے والے''۔ صادقین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی صفت ہے۔ قرآن کریم میں میں سورۃ الاحزاب کی آیات 22-23-24 میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو صادقین اور اللہ تعالیٰ کو ان کے صدق کو جزا دینے والا ذکر فرمایا ہے۔ یوں وید اور قرآن کریم دونوں کے الفاظ میں کس قدر اتحاد معنوی موجود ہے۔ یہ عقل مندوں پر خوب عیاں ہے۔

2۔ غزوہ احزاب (خندق) میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بے مثال ہمت، حوصلہ، بہادری اور جان نثاری کا عملی مظاہرہ کیا۔ اس حقیقت کی تاریخ عالم گواہ ہے۔ وید کا یہ منتر بتاتا ہے کہ ''اُن سرور دینے والوں بہادروں کے کلمات اور اُن کے مردانہ کارناموں نے اللہ تعالیٰ کو اُن سے راضی کر دیا''۔

3۔ اس منتر میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صادقین کی ایک جماعت کو کامیاب کرے گا۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو غزوہ خندق میں عظیم کامیابی عطا فرمائی اور یوں وید کی پیشگوئی دُرست ثابت ہوئی۔

4۔ منتر میں بتایا گیا ہے کہ غزوہ احزاب (خندق) میں سپہ سالار اعظم اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والا یعنی احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔

5۔ اس غزوہ میں دشمن کی تعداد دس ہزار ہوگی۔ تاریخ گواہ ہے کہ دشمنان اسلام کی اس جمعیت کی تعداد دس ہزار ہی تھی۔ دیکھیے وید کے اس منتر کی پیشگوئی بھی سچ ثابت ہوئی۔

6۔ اس منتر میں ہے کہ صادقین جنگ کی نوبت تک پہنچنے سے پہلے ہی فتح یاب ہو جائیں گے پھر سب نے دیکھا کہ مومنین صادقین کو جنگ کے بغیر ہی فتح عظیم حاصل ہوئی۔

7۔ منتر کے الفاظ ہیں کہ دشمن باوجود کثیر تعداد کے فرار ہو جائے گا۔ اور حقیقت میں ایسا ہی ہوا۔

8۔ دشمن کی فوج کثیر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نشان یعنی سخت ترین آندھی سے ڈر کر بھاگ جائے گی۔ واقعات شاہد ہیں کہ ایسا ہی ہوا اور یوں مشرکین پر سخت طوفان مسلط کر دیا گیا جس نے اُن کی طاقت اور سامان حرب وغیرہ کو درہم برہم کر دیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے دشمن میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ قرآن کریم کی سورۃ احزاب میں اسکا ذکر موجود ہے۔

9۔ اندر دیوتا یا کڑک بجلی اور سخت آندھی کا ظہور اصل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معجزانہ شان تھا جس کی وجہ سے دشمن بھاگ گیا۔ ورنہ یہ طوفان تو دونوں فوجیوں کے لئے یکساں تھا مگر معجزہ یہی ہے کہ ایک گروہ کے لئے فتح کا نشان ثابت ہوا جبکہ دوسرے گروہ کے لئے ہلاکت اور فرار کرنے کا ذریعہ۔

10۔ اس منتر میں اندر دیوتا کا ذکر ہے کہ مروتوں (یعنی تند ہوا) کا رفیق اور کڑک دیوتا ہے رگ وید میں جگہ جگہ اسکی تعریف ''رعد بکف'' یعنی کڑک اور Thunder کی گئی ہے۔ یوں بقول منتر کے الفاظ ہی نہیں بلکہ حقیقت میں دشمن تند و تیز ہوا اور کڑک سے ڈر کر یا اندر دیوتا سے خوف کھا کر بھاگ گئے تھے۔

وید کے الفاظ میں ''تو نے (اے اِندر) دس ہزار دشمنوں کو بغیر مڈ بھیڑ کے شکست خوردہ کر دیا یہ کس قدر واضح اور عیاں نشان ہے جو جنگ خندق میں واقع ہوا کہ دشمن کا جرار لشکر تھوڑی سی فوج کے مقابلہ میں حملہ آور رہا اور اسکی غرض گزشتہ شکست کی ندامت مٹانا تھا۔ دشمن نے اپنی چال سے مسلمانوں کے حلیفوں کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں محصور کر دیا تھا۔ دشمن مکمل سامان حرب کے ساتھ لشکر جرار لے کر نہایت ہی غیظ و غضب کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا۔ اس قدر طاقت اور تیاری کے ساتھ دشمن کا حملہ آور ہونا اور بھاگ جانا یقیناً ایک حیرت انگیز امر تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کا مقابلہ حقیقت میں مسلمانوں کے ساتھ نہ تھا بلکہ اُس خالق و مالک حقیقی کے ساتھ تھا جس کے ایک ادنیٰ غلام یعنی تند ہوا' جھکڑ' رعد اور کڑک نے اُسے میدان جنگ سے فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔

اتھرووید کانڈ 20 سوکت 16 منتر 3 میں اس نشان کو بڑے واضح الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ۔ ''میں فتح کے جویا تیرے مرکب کو سبز رنگ گھوڑوں کی جوڑوں کی جوڑی کے ساتھ جوتتا ہوں ہماری دعائیں پیار کرتے ہوئے اِندر کے پاس پہنچی ہیں۔ اِس اندر (خدا) نے اپنی طاقت سے آسمان اور زمین دونوں کو بلوایا ہے اور بغیر مقابلہ دشمنوں کو مار ڈالا''

اس منتر میں صاف بیان کیا گیا ہے کہ میدان جنگ میں مانگی گئی دُعائیں غالب خدا کے حضور پہنچیں اور اس قدرت وطاقت والے اِندر خدا نے اپنی طاقت سے آسمان اور زمین کو یوں بلوایا کہ دشمن مقابلہ کے بغیر ہی میدان جنگ سے شکست کھا کر بھاگ گیا۔ غزوہ احزاب (خندق) میں تیز ہوا' کڑک اور رعد نے جس طرح دشمنوں کے خیمے اور قناتیں اکھاڑ کر ان پر درخت گرائے اور یوں انسان وحیوان میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تاریخ اسلام میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔

فتح مکہ کی پیشگوئی

وید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری۔ آپ علیہ السلام کی شخصیت مبارکہ، عمال مقدسہ اور جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا ذکر اور دیگر اسلام کی حقانیت کے بارے میں پیشگوئیاں موجود ہیں جن کا اختصار کے ساتھ ہم ذکر کر چکے ہیں اس کے علاوہ وید کے ہی کنتاپ سوکت کے منتروں میں جہاں سب کچھ بیان ہوا ہے وہاں غزوات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ منتروں میں غزوات کے بارے میں جس قدر پیشگوئیاں موجود ہیں اُن میں سے تقریباً سب کا ذکر اختصار کے ساتھ تحریر کر دیا ہے۔ وید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کے بارے میں پیشگویوں کو فتح مکّہ پر ختم کیا ہے۔ ہم یہاں اختصار کے ساتھ فتح مکّہ کے بارے میں منتر کی پیشگوئی درج کر رہے ہیں۔ منتر کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔

(قوم)	(ابندھونا)	(انیاں)	(شُر وسا)	(جن راجتبیہ)
تو نے	بے یار	ان	اچھی تعریف والے کے ساتھ	لوگوں کے سرداروں
(شروتہ)	(دورداش)	(چکربن)	(ششٹم)	(رتھیا)
معروف	بیس کو	چکر کے ساتھ	ساٹھ	رتھ
(سہسرا)	(دُشیدا)	(نوتیم نو)	(نی ادرنک)	(اُپ جگشا)
ہزار	نہ قابو میں آنے والے	ننانوے	تہ وبالا کر دیا ہے	ان کے ساتھیوں کو

بامحاورہ ترجمہ۔

''تو نے اے اِندر (ایشور) ایک یتیم اچھی تعریف سے معروف (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ اُن لوگوں کے بیس سرداروں اور ساٹھ ہزار ننانوے دشمنوں کو نا قابل تسخیر اپنے جنگی رتھ کے چکر سے تہ وبالا کر دیا ہے''۔

آپ ''المثل الکامل'' ص۔5 کا مطالعہ کیجئے تو آپکو معلوم ہوگا کہ اُس وقت مکّہ مکرمہ کی کل آبادی ساٹھ ہزار نفوس پر مشتمل تھی جن میں سے شہر کا نظم ونسق چلانے کے لئے بیس سردار مقرر تھے جن کا تعلق مختلف قبائل یا خاندانوں سے تھا۔ اس جمہوری طرز نو پر منتخب ہونے والے سرداران مکّہ کے حاکم اور محافظ ہونے کا کردار ادا کرتے تھے۔ ان ہی حالات میں جہاں سرداروں کی اپنی اپنی سرداریاں قائم تھیں قدرت نے ایک ''ابندھو'' بے یار و مددگار یتیم ذات مقدسہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا جنہوں نے اپنے کردار نیکی اور اخلاق کی بدولت صادق وامین کا لقب پایا۔ یہ لقب دینے والے اُن کے جانی دشمن تھے۔ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیاوی اعتبار سے بے سروسامانی اور بڑی ہی قلیل تعداد میں اپنے رفقاء کے ہمراہ مکّہ کے ساٹھ ہزار باسی اور اُن کے بیس مغرور ومتکبر اور اپنی تعداد و مال

کی فراوانی رکھنے والوں کو ناقابل بیان حد تک ہر میدان میں شکست دے کر آخران سب کو مغلوب کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف 23 سال کے عرصہ میں اپنے جانی دشمنوں پر یوں غالب کردیا کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ کنتاپ سوکت کے اس ایک منتر میں آپ علیہ السلام کی پوری حیات مبارکہ کو بیان کردیا ہے۔ حق و باطل کے اس عیاں فرق کو دیکھ کر جس کی اس منتر میں پیشگوئی بیان کی ہے اگر اب بھی کوئی اپنی ضد پر اڑا رہے اور حق کو قبول نہ کرے تو یہ اس کی انتہائی بدقسمتی کے سوا کچھ نہیں۔

اس منتر میں درجہ ذیل واقعات کے بارے میں پیشگوئی درج ہے جو حرف بحرف سچ ثابت ہوئی

1۔ ان 20 سردارانِ مکّہ کا ذکر جو اس وقت مکّہ کے حاکم تھے۔

2۔ مکّہ مکرمہ کی کل آبادی کا ذکر جو کہ ساٹھ ستر ہزار کے ہی قریب قریب تھی۔

3۔ مذکورہ طاقت ور لوگوں کے بالمقابل دنیاوی اعتبار سے بے یارومددگار شخصیت (علیہ السّلام)

4۔ اس عظیم شخصیت کا خوبیوں اور کمالات کی بنا پر اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک۔

5۔ مغلوب اور بے سروسامان شخصیت مبارکہ کا غلبہ۔

6۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی مدد جس کی مزاحمت نہیں کی جاسکتی۔

7۔ ساٹھ ستر ہزار ایسے افراد کا جو سامان حرب اور کثیر مال و دولت کے مالک تھے شکست فاش سے دوچار ہونا۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا میں صرف اور صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی مبارکہ ہی اسی منتر کی مذکورہ پیشگوئی کی مصداق ہے اور کوئی نہیں تاریخ عالم ہمارے اس دعویٰ کا عیاں منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ حق والی ذات جب دنیا میں تشریف لائی تو باطل شکست کھا گیا کیونکہ باطل کی قسمت میں شکست ہی مقدر ہے۔

زرتشت کے مذہب کا مختصر تعارف و تاریخ

اہل تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نویں صدی قبل مسیح میں آریائی نسل کی ایک شاخ جنوبی روس سے نقل مکانی کے بعد ایران کے مغرب میں کوہ زاغروس کے وسطی علاقہ میڈیا میں آکر آباد ہوئی اور اسی جغرافیائی نسبت سے یہ لوگ ''ماد'' کہلائے پھر اسی نسل کی ایک دوسری شاخ مشرقی ایران میں وارد ہوئی اور یہ لوگ صوبہ کرمان سے ہوتے ہوئے پارس (فارس) کے مقام پر آباد ہوئے اس نسبت کی وجہ سے اس شاخ کے لوگوں کو پارسی کہا جاتا ہے۔ (از دائرہ معارف اسلامیہ۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 635)

تاریخ پرشیا کے مصنف بریگیڈیر جنرل سیر پرسی سائیکس اس آریہ قوم کے مذہبی عقائد کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

''آریہ قوم مظاہر پرستی کا شکار تھی یہ قوم آگ' ہوا' پانی' روشنی' بارش اور شفاف آسمان کو مقدس معبودوں کی طرح مانتے ہوئے اِن کی پرستش کرتی تھی۔ دوسری طرف قحط سالی اور ظلمت کو ملعون دیو تصور کیا جاتا تھا۔ اس قوم کے مشرکانہ نظام میں آسمان کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ سورج کو آسمان کی آنکھ کہا جاتا جبکہ روشنی کو آسمان کا بیٹا مانتے تھے۔ وارونا (Varuna) جیسے یونانی یورانس (Ouranos) کہتے تھے ان کا سب سے بڑا خدا تھا۔ اس کے علاوہ مستھرا روشنی کا دیوتا تصور کیا جاتا جس کی پرستش کی جاتی تھی۔ (ازتاریخ پرشیا۔ جلد۔1۔صفحہ۔103 تا106)

اہل ایران مظاہر پرستی کے مشرکانہ نظام میں بُری طرح ملوث ہو کر اپنی زندگیاں برباد کر رہے تھے کہ اس دور میں زرتشت (660ق م-583ق م) کا ظہور ہوا جس نے ایرانیوں کے مذہب مظاہر پرستی کو ختم کر کے نئے قابل تقلید مذہب کی بنیاد رکھی یوں زرتشت ایران کے قدیم مذہب کا بانی قرار پایا۔ تاریخ پرشیا میں لکھا ہے کہ زرتشت آذربائیجان کے صوبہ میں یورومیا جھیل کے مغربی کنار پر واقع جس قصبہ میں پیدا ہوا اس کا نام بھی یویورمیا تھا۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ زرتشت ایک ہزار سال قبل مسیح پیدا ہوا جبکہ بعض کے نزدیک چھ سو ساٹھ (660) سال قبل مسیح اس کی پیدائش ہوئی یہ دوسرا قول زیادہ صحیح ہے۔ زرتشت (77) سال زندہ رہا اور اسکی وفات پانچ سو تراسی (583) قبل مسیح میں ہوئی۔

اسکی کتاب کا نام ژند ہے جسکی اوستا کے نام سے شرح مشہور ہے۔ (ازتاریخ پرشیا۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔100)

اسلام سے پہلے ایران میں یہی مذہب رائج تھا۔ زرتشت کی کتاب ژند پہلوی اور ژندی دونوں زبانوں میں پائی جاتی ہے۔ پہلوی رسم الخط موجودہ فارسی خط سے ملتا جلتا ہے جبکہ ژندی خط مختلف ہے۔ قدیم ایرانیوں کی مذہبی کتب میں دو دفتر بڑی اہمیت کے حامل ہیں ایک کا نام ''دساتیرا'' اور دوسرے کا نام ''کاؤستایا'' ''ژنداوستا'' ہے۔ زرتشت نے اہل ایران کو جو پہلے مظاہر پرستی کی وبا میں مبتلا تھے ''ایک خدا وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کی دعوت دی جسے ژندی زبان میں ''اھورامزدا'' یا '' آرمزد'' کہا جاتا تھا۔ اِن ناموں کا مطلب ہے ''سب کچھ جاننے والا خداوند برتر اور جو ساری دنیا کا پیدا کرنے والا ہے''۔ اس حقیقت کا علم اُس گفتگو سے ہوتا ہے جو آرمزد نے زرتشت سے کی۔ ''اس نے کہا کہ آسمان کو میں بلندیوں پر سلامت رکھتا ہوں جو چمکتا ہے اور دور تک نظر آتا ہے اور زمین کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے''۔

مشہور مؤرخ ول ڈیورانت زرتشت کے مذہب کے بارے میں لکھتا ہے۔ ایران میں رائج مذہب مظاہر پرستی میں کئی خداؤں کا وجود اور معاشرہ میں دیگر شرک، فسق و فجور کی حالت کو دیکھتے ہوئے زرتشت نے مجوسی طبقے کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور نہایت ہی دلیری اور شجاعت سے کام لیتے ہوئے اعلان کیا کہ ایران میں موجود مذہب نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ سب کچھ کفر و شرک پر مبنی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ''لَيْسَ فِي الْعَالَمِ اِلاَّ اِلٰه وَّاحِد ''تمام

جہانوں میں صرف ایک خدا ہے اور وہ اھوارمزدا ہے جو نور اور آسمانوں کا خدا ہے"۔ (از قصۃ الحضارۃ۔ جلد۔اوّل۔صفحہ۔465)

ضروری وضاحت

یہاں مختصر الفاظ میں اس امر کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ زرتشت نے اپنے پیروکاروں کو جس خداوند بزرگ و برتر کی تعلیم دی تھی اُس کے بعد ان لوگوں نے اُس تعلیم کو بگاڑ کر کس طرح خود ساختہ فسق و فجور اور بدعات کا مرکب بنادیا۔ زرتشت جس خداوند قدوس کو ماننے کا پرچار کرتا تھا وہ بڑا مہربان ساری کائنات کا واحد مالک اور تمام صفات کا حامل تھا۔ مگر بعد میں اُسکے پیروکاروں نے گو اھورامنزدا کو ہی برتر خدار ہنے دیا مگر اس کے ساتھ مزید چھ دیگر غیر فانی اور مقدس خدا اور بنا کر اُنکی پرستش شروع کردی۔ ان لوگوں نے ایسا کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ آہستہ آہستہ ان مظاہر قدرت کو جن کی پرستش سے زرتشت نے سختی سے روک دیا دوبارہ انکی پرستش شروع کردی حدتو یہ کہ ان لوگوں نے بیک وقت دو خداؤں کی صورت میں اھورامزدا کو نیکی کا خدا اور اھرمن کو برائی و شر کے خدا کی شکل میں پوجنا شروع کر دیا۔ جبکہ زرتشت کی تعلیم یہ تھی کہ اھورامزدا خالق حقیقی ہے جس نے دو طاقتیں یعنی خیر و شر کو پیدا کیا ہے اور انسان کو آزادی عطا فرمادی ہے کہ وہ ان دو طاقتوں میں سے جسے چاہے اختیار کرلے۔ مختصراً اہل ایران نے زرتشت کے بعد آگ کی پوجا کرنا و دیگر مذکورہ تمام عقائد خود ہی بنا کر اُنکی پرستش شروع کردی اور یوں زرتشت کی تعلیمات کو چھوڑ دیا۔

زرتشت کی کتب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیاں

زرتشت مذہب رکھنے والوں کا یہ دعویٰ ہے کہ انکا مذہب نہایت ہی قدیم ہے۔ یہاں ہم اس امر سے بحث نہیں کررہے کہ دعویٰ سچا ہے یا جھوٹا کیونکہ اس بات کی ہمارے موضوع سے مطابقت نہیں ہے بہرحال یہ امر حقیقت پر مبنی ہے کہ زرتشی مذہب کیونکہ کوئی الہامی یا تبلیغی مذہب نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ مذہب ایران تک ہی محدود رہا۔ بعد میں دنیا کے ممالک میں کہیں اسکے پیروکار ضرور پیدا ہوئے یا پہنچ گئے۔ زرتشی خود کو موحد کہتے ہیں جبکہ اکثریت کے نزدیک یہ لوگ دو خداؤں کو مانتے ہیں۔ بہرحال حقیقت جو بھی ہو ایک بات ضرور سچ ہے کہ اس مذہب کی تعلیمات کا ایک حصہ بائبل اور قرآن کریم سے موافقت رکھتا ہے اور انکی موجودہ کتب میں اسکا ذکر اب بھی موجود ہے یعنی۔

1۔ تخلیق کائنات کے ادوار کی تعداد۔

2۔ تمام نسل انسانی کا ایک ہی جوڑے کے ملاپ سے پیدا ہونا۔

3۔ طوفان نوح کے عالمی ہونے کا ذکر وغیرہ۔

ژنداوستا زرتشت کی مسلمہ کتاب ہے جس کو یہ لوگ مانتے اور اسکی تعلیمات پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اس کتاب میں سرکار دو عالم نور مجسم فخر کونین تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

اجمعین کے بارے میں کھلی پیشگوئیاں درج ہیں۔ گو ان پیشگوئیوں کو الفاظ کی مطابقت سے حرف بحرف قبول تو نہیں کیا جا سکتا البتہ اگر ان الفاظ کی علمی طور پر معقول توجیہہ کی جائے جس پر زمانے کے واقعات بھی شاہد ہوں تو یہ الفاظ و عبارات اگر کسی ہستی پر صادق آسکتے ہیں تو وہ عظیم ہستی صرف اور صرف ہمارے آقا و مولا فخر کونین ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ اس کے علاوہ کائنات کی کوئی دوسری ہستی ان الفاظ کی مصداق ہو ہی نہیں سکتی۔ مثلاً

ژند یدادستا کا پہلا حصہ دیکھیں اور اسی کتاب کے دوسرے حصے یشتوں میں یوں لکھا ہے۔

"کہ جناب زرتشت کی خفیہ اولاد محفوظ ہے جو اِن کے بعد کبھی اس طرح ظاہر ہوگی کہ ایک عورت حوض کوثر میں نہائے گی اور وہاں حاملہ ہو جائے گی اس سے ایک موعود نبی "استوترتیہ" یا شادشنیت (رحمتہ اللعالمین) پیدا ہوگا جو زرتشتی مذہب کی حفاظت کرے گا' شیطان کو ہلاک کرے گا' بت پرستی مٹا دے گا اور زرتشتی پیروؤں کی غلطیوں کی اصلاح کرے گا"۔

زرتشتی لوگ حوض کوثر کو مقام سیستان میں بتاتے ہیں جہاں انکا شہنشاہ کیخسرو غسل کرتا ہوا گم ہو گیا تھا یہ چشمہ ان کے بقول آب حیات ہے گو یہ سب کچھ زرتشتیوں کو خود ساختہ کہانی و افسانہ ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حوض کوثر سے مراد کوئی آبی جھیل یا پانی کا ذخیرہ مراد نہیں بلکہ اس سے مراد وہی روحانی پانی اور کثرت ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ فرمایا۔ سورۃ الکوثر آیت 1۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾

ترجمہ: ہم نے تمہیں کوثر (کثرت) عطا کی۔ (سورۃ الکوثر آیت 1)

یہی وہ کثرت ہے جس کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیا علیہم السّلام کے سردار ہیں اور اِسی حوض کوثر نے زرتشت کی آگ کو سرد کر دیا۔ اس پیشگوئی کے اصل الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔

"ہم اس کی تعظیم کرتے ہیں جو نیک' طاقتور، مہربان نفوس ہیں جو مقدس زرتشت کے اصول کی حفاظت کرتے ہیں جو اپنے بادشاہ کے داہنے ہاتھ لڑتے ہیں"۔ (از: فروردین یشت آیۃ 63)

اسی کتاب زرتشت میں آگے چل کر یوں لکھا ہے:۔

ترجمہ "اس کی طرف یوں اڑ کر آتے ہیں گو یا جیسے تیز رفتار پرندے ہیں۔ وہ میدان جنگ میں ایک ہتھیار اور ڈھال کی مانند آتے ہیں اس کو اپنے پیچھے اور اپنے آگے رکھ کر اُسکی حفاظت کرتے ہیں۔ نظر سے پوشیدہ دشمن اور چھپے مخالف سے۔ بدکار شرارت پر تلے ہوئے نہایت خطرناک دشمن سے اُسے بچاتے ہیں۔ ایسا ہوگا کہ گویا ہزار آدمی ایک آدمی کی حفاظت کر رہے ہیں۔ پس نہ عمدگی سے چلائی ہوئی تلوار اور نہ خوب پھینکا ہوا تیر اور نہ زور سے چلائی ہوئی برچھی اور نہ ہاتھ سے پھینکا ہوا پتھر اسے ہلاک کر سکے گا۔ (از: فروردین یشت آیت۔ 71-72)

زرتشت کی مذکورہ بالا پیشگوئی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی جاں نثاری کا کس قدر عمدہ تفصیلی نقشہ

کھینچا گیا ہے۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ یہ جاں نثاران مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آقا و مولا علیہ السّلام کی حفاظت کے لئے میدان جنگ میں کس انداز سے اپنی جانوں کا زندہ حصار وقلعہ بنا لیتے تھے کہ دشمن اس حصار کو ہزار کوشش کے باوجود توڑ کر ان کے اور ہمارے آقا علیہ السّلام تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا تھا۔ پیشگوئی میں بیان کیا گیا حوض کوثر وہی ہے جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ زرتشتی مذہب کی تعلیم کو اپنے اندر جمع فرما کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسکی کس طرح حفاظت فرمائی اس سلسلے میں چند حوالہ جات رقم کیے جارہے ہیں۔

حوالہ جات زرتشت اور آیات قرآنی

1۔ خدا ایک ہے اسکی توحید احدیت عطائی نہیں بلکہ ذاتی ہے۔

زرتشت کی تعلیم

''سمیرام اسپ لہ سمیرام ہردار (یکسیت نہ یک درشمار) نامہ شت وخشور زرتشت''۔

(از: دساتیر مطبوعہ بمبی۔ صفحہ۔69)

2۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

ترجمہ: اور نہ اسکے جوڑ کا کوئی۔ (سورۃ اخلاص آیت 3)

زرتشت کی تعلیم

ہمتاندارد۔ اسکی کوئی مثل نہیں۔ (از: دساتیر۔ صفحہ۔69)

3۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

ترجمہ: اس جیسا کوئی نہیں۔ (سورۃ الشوریٰ آیت 11)

زرتشت

ہیچ چیز باد نماز (از: دساتیر۔ صفحہ۔69)

4۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

ترجمہ۔ ''تم فرمادو وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اسکی کوئی اولاد ہے۔ اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اسکے جوڑ کا کوئی''۔ (سورۃ اخلاص آیت 1 تا 4)

زرتشت

دساتیر مطبوعہ بمبی (ممبئی) میں زرتشت کی تعلیم کو جس انداز میں پیش کیا گیا ہے قرآن کریم کی مندرجہ بالا سورۃ اخلاص میں اس سے بڑھ کر ارشاد خداوندی ہے۔ زرتشت کہتے ہیں۔

''جز آغاز وانجام۔ انباز وودشمن و مانند دیار و پدر و مادر وزن و جامی سوئی تن وتن آسا و تنائی ورنگ و بوئی است''۔ (از: دساتیر۔ صفحہ۔3)

5۔ زرتشت

دساتیر کے صفحہ نمبر 3 پر ہے۔ ''ھستی وہ ہمہ'' یعنی روح و مادہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا۔

قرآن کریم نے اسکی یوں تصدیق فرمائی ہے۔

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

ترجمہ: ہر چیز کا وہ (اللہ ہی) خالق ہے۔ (سورۃ الانعام آیت 102)

زرتشت

6۔ ''نہ یا بنداور اچشمہا ونہ آسا نیداور اندیشہا''۔ (از: دساتیر۔ صفحہ۔68)

7۔ ''مردم گوگو بدیں شم ہر آئینہ باش رانہ بنید چشم دیگر خواہید''۔

ترجمہ۔ لوگوں سے کہو تم ان آنکھوں سے خدا کو نہیں دیکھ سکتے اس کی دید کے لیے دوسری آنکھیں چاہییں۔

(از: دساتیر۔ صفحہ۔60)

8. ''پوشیدہ ونہاں گرویدہ از سخت آشکاری''

ترجمہ: زیادہ آشکار وظاہر ہونے کی وجہ سے پوشیدہ ونہاں ہے۔ (از: دساتیر صفحہ 107)

9. قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد خداوندی ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٠٣﴾

ترجمہ۔ آنکھیں اُسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اُسکے احاطہ میں ہیں۔ اور وہی ہے پورا باطن پورا خبردار۔''

(سورۃ الانعام آیت 103)

10. زرتشت

کہتے ہیں کہ روح و مادّہ اس کے ہم عصر نہیں۔ فارسی عبادت ہے۔

''توئی نخستی کہ نیست نخست ترے پشیر از تو۔ توئی باز پس ترے کہ نیت باز پس تر از پست''۔

(دساتیر۔ صفحہ 66)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ الحدید آیت 3

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾

ترجمہ۔ وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے''۔

11. زرتشت

زرتشت کہتے ہیں۔ ''نا امید از مہربانی بخشندہ گی او مشوید''۔

ترجمہ: ''اس کی مہربانی سے نا امید نہ ہو'' (از: دساتیر۔ صفحہ۔33)

قرآن کریم اسکی یوں تصدیق فرماتا ہے۔ (سورۃ الزمر آیت 53)

لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ

ترجمہ۔ اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔

12. زرتشت

زرتشت کہتے ہیں۔ ''و من نزدیک تر از توام''۔ (از: دساتیر۔ صفحہ۔122)

13. قرآن کریم اس سلسلے میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔ (سورۃ ق آیت 16)

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾

ترجمہ ''ہم دل کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں''۔

اُوپر ہم نے زرتشتی دین کی تعلیم کے چند اصول حوالہ جات کی روشنی میں تحریر کیے ہیں جنکی تصدیق قرآن کریم نے فرمائی ہے۔ ذیل میں چند اور تعلیمی نکات و اصول تحریر کر رہے ہیں جنکی زرتشت نے تعلیم دی یہ ساری عبارت زرتشتی دین کی اہم ترین کتاب دساتیر سے اخذ ہے اس کتاب کو بمبئی میں خود پارسی حضرات نے چھپوایا تھا اور یہ کتاب اب بھی دستیاب ہے۔ اسی دساتیر کے صفحہ۔6 پر زرتشت کا ملائکہ کے بارے میں قول یوں درج ہے۔

''سروشان بیشمار اند'' بے شمار ملائکہ ہیں۔ (از: دساتیر۔ صفحہ۔6)

14۔ بہشت کے متعلق تعلیم

زرتشت نے بہشت کے متعلق جو تعلیم دی ہے ان کے الفاظ میں رقم کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:۔

''بہشتیاں راتنے از بخشش یزداں برتر باشد کہ نہ ریزد و کہنہ شود و نہ در گیرد و نہ آلائش در و فراز آید''۔

(از: دساتیر۔ صفحہ۔9)

دوسری جگہ یوں بیان کیا۔

''دراں خورم آباد جاوید پانید'' (اس خوشی کی جگہ (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے) (از: دساتیر۔ صفحہ۔13)

ایک اور جگہ یوں بیان کیا۔

''چوں فرودین تن گذار ودر سروشتانس رسانم'' (از: دساتیر۔صفحہ۔13)

ترجمہ ''جب نیک آدمی جسم کو چھوڑتا ہے میں اُسے بہشت میں پناہ دیتا ہوں''

15 دوزخ کے بارے میں

دوزخ کے بارے میں زرتشت کیا عقیدہ رکھتے تھے اور اپنے لوگوں کو کیا تعلیم دیتے تھے۔مندرجہ ذیل عبارت سے عیاں ہے۔

''دستگاران در بہشت جاوید باشند و گنہگاراں را در دوزخ۔سخت بدخونیہاے اور در پیکر آتشِ سوزندہ و برف فشرندہ وسرد کندہ و مار کثر دم وجز آں آزاء ندگاں ورنج آوراں شدہ آرائش دہند''۔ (از:دساتیر صفحہ 38)

جہنم میں آگ اور برف دونوں کا عذاب زرتشتی مذہب کی خصوصی تعلیم ہے۔قرآن کریم فرقان حمید اس تعلیم کی تصدیق یوں فرماتا ہے۔ارشاد خداوندی ہے۔(سورۃ النباء آیت 24،25)

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾

ترجمہ۔نہ اس میں تسکین پائیں گے۔اور نہ پینے کی چیز سوائے کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ''۔

یہ امر حقیقت پر مبنی ہے کہ دنیا کے کسی اور مذہب نے جہنمی کھولتے پانی اور برف کا ذکر نہیں کیا صرف اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے جہنم کے کھولتے پانی اور شدید ترین برف کے عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔یوں زرتشی مذہب میں وارد جہنم کے شدید کھولتے پانی اور برفانی ذکر کی تصدیق کرنے والی یہ پاک کتاب قرآن مجید ہے۔

دساتیر کے اس نسخہ کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ اِس میں زرتشت نے شرافت انسانی' احکام نکاح' عصمت' ایفاء عہد' حرمت خمر' عقیقہ' طہارت وغسل وتیمّم ووضو کے احکامات کا ذکر موجود ہے۔ان تمام احکامات کی تصدیق مذہب اسلام نے فرمائی ہے۔سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ تمام احکامات کی نہ صرف تصدیق فرمائی بلکہ خود ان پر عمل فرما کر انسانیت کو ترقی ، بھلائی ، کامیابی وکامرانی کی تعلیم فرمائی۔اس طرح زرتشت کی پیشگوئی کے مصداق صرف اور صرف ہمارے آقا ومولا ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

اقسام وحی الٰہی

زرتشت کی معتبر کتاب نامہ شست وخشور زرتشت میں وحی الٰہی کی اقسام بیان کی گئی ہیں اسلام ان اقسام کی تصدیق کرتا ہے۔کہتے ہیں۔وحی الٰہی کی تین قسمیں ہیں۔

''اول خواب۔دوم بین النوام ولقینہ۔سوم حالت بیداری۔از نامہ شست آیات 5 تا 7۔

ضرورت پیغمبر

زرتشت نے نامہ ست وخشوری میں پیغمبر کی دنیا میں تشریف آوری کے بارے میں اپنے عقیدہ کا مندرجہ ذیل عبارت میں یوں اظہار کیا ہے۔

''وخسوازیں باید کہ مردمان درکار زندگی وزیست بہ ہمدیگر نیاز مندندے پس الشیاں راگریز نیست از بر بستگاں و برنیادارں کہ ہمہ برآں ہمداستان باشند تاستم درداد دوستد وانبازی نشود دوہناد جہاں پائدداییں بر بستگاں از پیش یزداں باد یدتا ہمہ کسان آناں راپذیرند بدیں فرز بود وخشو انگیختہ شود۔'' (از نامہ شت وخسور آیات 45 تا49۔ دساتیر مطبوعہ بمبئی)

ترجمہ۔ ''پیغمبر کی اس لئے ضرورت ہوتی ہے کہ لوگ کاروبار زندگی میں ایک دُوسرے کے محتاج ہیں۔ ان کے لئے ایسے اعلیٰ قوانین کی ضرورت ہوتی ہے جنہیں سب لوگ مان لیں تا کہ باہمی ملاپ میں یعنی کاروبار وغیرہ میں ظلم وستم نہ ہو۔ کوئی دھوکہ فریب نہ ہو اور نظام عالم درست رہے اور یہ قانون خدا کی طرف سے ہونے چاہئیں۔ تا کہ تمام لوگ اِن کو یکساں قبول کریں اسی بنا پر پیغمبر مبعوث کیا جاتا ہے۔''

پیغمبر خدا کی شناخت

زرتشت نے اسی نامہ شت وخشور میں اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ اللہ کی طرف سے مبعوث کئے جانے والے پیغمبر کی شناخت کیا ہے اس سلسلے میں یوں کہا ہے۔

''پرسدت وخشورا از چہ راست گوئی دارست کاردرکار خود شناسیم بہ چیز یکہ اوداندودیگراں ندانندواز دلِ شما آگہی دیدواز اں چہ پرسید در پاسخ فرونہ ماندوآنچہ اوکند دیگرے نتواند''۔

ترجمہ۔ ''تجھ سے پوچھتا ہے کہ ہم پیغمبر کو کیسے اس کے قول اور فعل میں صادق سمجھیں۔ اس سے کہہ جو کچھ وہ (پیغمبر) جانتا ہے وہ دوسرے نہیں جانتے اور وہ تمہاری فطرت سے اطلاع دے اور جو کچھ اس (پیغمبر) سے پوچھا جائے اُس کے جواب میں وہ عاجز نہ ہو جو وہ کرے دوسرے نہ کر سکیں''۔ (از: نامہ شت وخشور آیات 50 تا 54)

تاریخ اسلام کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ ایران کے شہنشاہ ساسان پنجم کا زمانہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری زمانہ مبارک سے بہت قریب کا زمانہ ہے۔ عہد صدیقی و فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جب ایران فتح ہوا تو اہل حق یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو زرتشت کی تعلیم کو دیکھنے کو موقعہ ملا۔ اس کی تعلیمات کو دیکھ کر انہوں نے فیصلہ کیا کہ ساسانی ایرانی مذہب حقائق پر مبنی ہے اور ان کے مصلح زرتشت جس کی یہ تعلیمات جن کا اُوپر ذکر گزر چکا ہے حق وصداقت پر مبنی ہیں اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے زرتشت کو حق کا پرچار کرنے والا یا کسی حد تک یوں کہا جاسکتا ہے کہ سچ اور حق کا مذہبی مصلح تسلیم کرتے ہوئے اہل اَیران کے ساتھ وہی

سلوک کیا جو اہل کتاب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

آپ نے زرتشت کی مسلمہ کتاب ژند اوستا میں درج زرتشتی دین کی تعلیمات میں سے چند چیدہ چیدہ حوالہ جات کا مطالعہ فرمایا ہے جسکی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس کتاب میں سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم فرقان حمید اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے متعلق بہت سی کھلی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ زرتشت کی اس اہم ترین مسلمہ کتاب کو بیسویں صدی میں پارسی حضرات نے بمبئی سے چھپوا کر شائع کیا ہے۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مذہب اسلام کے عقائد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بارے میں اس قدر واضح پیشگوئیاں اور تعلیمات کو پڑھ کر بھی یہ حضرات پارسی مذہب کے پیروکار ہی ہیں جبکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کے یہ حضرات ان حقائق کی روشنی میں اسلام کی دولت لازوال سے اپنے دامن بھرتے ہوئے کلمہ شریف پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے اور یوں دین و دنیا کی کامیابیاں اور کامرانیاں اِن کی جھولیوں میں ہوتیں مگر افسوس صد افسوس وہی ہٹ دھرمی، بغض وعناد اور اسلام دشمنی ان کے دامن گیر ہے جس وجہ سے اپنی جھوٹی آن شان اور دنیا کی جھوٹی عزت و دولت کی خاطر راہ مستقیم اختیار کرنے سے دوری اختیار کئے ہوئے ہیں دُعا ہے اللہ کریم اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ان حضرات کو حق مذہب قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اگلے صفحات پر زرتشت کی چند مزید پیشگوئیاں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک اور دیگر اوصاف مقدسہ کا بیان ہے تحریر کر رہا ہوں۔

زرتشت کی اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پیشگوئی

زرتشت کی مسلمہ کتاب ژند اوستا تیر فردردین لیشت میں لکھا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے زرتشت کو مخاطب کر کے یوں ارشاد فرمایا۔

''اے زرتشت ایمانداروں اُن لوگوں کے نفوس نہایت زبردست ہیں جو شرع قدیم کے حاملان ہیں۔ یا اُن مومنوں کے نفوس نہایت زبردست ہیں جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے وہ لوگ دنیا کو از سرِ نو زندگی بخشنے والے ہیں''۔

اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ جس طرح زرتشت کے ماننے والے اس کے پیروکار اس کی شرح پر چل کر بلند مراتب حاصل کر چکے ہیں اُسی طرح ایسے مومنوں کی ایک جماعت آئندہ پیدا ہو گی جو اقوام عالم اور مذاہب عالم کو نئے سرے سے زندگی بخشے گی۔

''اُس جماعت کا نام فاتح مہرباں اور اُنکے رہبر کا نام ''استوت ارتیا''۔ (تعریف کیا گیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوگا۔ وہ رحمت مجسم ہوں گے کیونکہ وہ تمام جہاں کے لئے رحمت ہوں گے وہ حاشر ہوں گے یہ اس لئے کہ وہ کامل انسان اور روحانی انسان ہونے کی وجہ سے تمام لوگوں کی ہلاکت کے برخلاف مبعوث ہوں گے۔ وہ مشرک

لوگوں اور ایماندار لوگوں کی بدیوں کی اصلاح کریں گے۔یعنی مشرکین بت پرست اور زرتشی مذہب کے پیروؤں یعنی سب کی برائیوں، شرک، بدیوں اور گناہوں کی اصلاح کریں گے"۔(از: فرودین یشت۔صفحہ 68 آیت 129 پر نوٹ ڈارمیسٹر مترجم ژنداوستا)۔

زرتشت کی کتاب بالا کی عبارت کے الفاظ پر غور کرنے کے بعد یہ حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ دنیا میں واحد ایک ہی عظیم ترین ہستی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جن کی ذات مقدسہ پر یہ پیشگوئی لفظ بہ لفظ صادق آتی ہے۔

1۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فاتح مہربان ہونا آپ علیہ السّلام کے اس حسن سلوک سے اظہر من الشمس ہے جو فتح مکہ کے وقت کفار مکہ کے ساتھ فرمایا۔اپنی جان کے سخت دشمن، اہل اسلام کے خون کے پیاسے مشرکین مکہ کو فتح کے بعد

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ

ترجمہ: آج تم پر کچھ ملامت نہیں (سورۃ یوسف آیت 92) فرما کر معاف کردیا۔

2۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السّلام کے وصف خاص رحمۃ اللعالمین یعنی تمام جہانوں کے لئے رحمت ہی ہونا جبکہ آپ علیہ السّلام سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السّلام دنیا میں تشریف لائے اس میں سے کسی ایک کو بھی یہ خصوصی وصف عطا نہ ہوا وہ صرف اپنی اپنی قوم کے لئے رحمت تھے تمام جہانوں کے لیے نہیں۔

3۔ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاشر ہونا جن کے مبارک قدموں پر دنیا کی اقوام کو اکٹھا کردیا گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی نبی علیہ السّلام کو یہ شرف عطا نہیں کیا گیا۔

4۔ بت پرستوں، مشرکوں اور نار پرستوں کی اصلاح کرتے ہوئے انہیں دین حق میں شامل کرنا یہ خصوصیت اور شرف صرف اور صرف ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔

حضور علیہ السّلام کی ولادت مبارکہ پر آتش کدوں کے سرد ہونے کی بشارت

زرتشت نے "آتش نیائش کی آیت نمبر 9" میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر آتش کدوں کے سرد ہو جانے کی یوں بشارت دی ہے۔

"تو اس خانہ میں جلتی رہ تو اس گھر میں ہمیشہ جلتی رہ تو اس آتشکدہ میں شعلہ زن رہ تو اس میں ترقی کر ایک مدت تک کے لئے نہایت زبردست اصلاح دنیا کے ایک عہد تک نیکی کے قیام اور زبردست انقلاب دنیا تک"

آتش نیائش کی اس آیت پر غور کیجیے تو مطلب بالکل واضح ہے کہ آتش کدے نئے مذہبی دور میں بالکل سرد ہو

کر ختم ہو جائیں گے۔ زرتشت نے اس انقلاب مذہبی تک صرف نشان کے طور پر اس آگ کو جلانے کا حکم دیا تھا کہ جب وہ صاحب شریعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبردست مذہبی انقلاب والے پیغمبر دنیا میں تشریف لے آئے تو آتشکدہ کو سرد ہونا ہی تھا چنانچہ پوری دنیا نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا اور تمام آتش کدے سرد ہو گئے۔ اس پیشگوئی میں ایک لفظ ''استوترتیہ'' قابلِ تشریح ہے اس لفظ کے معنی ہم نے کیے ہیں ''تعریف کیا گیا'' یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یاد رہے اس لفظ کا مصدر ''استوٗ'' ہے۔ ژند اور سنسکرت زبان میں لفظ ''استوترتیہ'' کے معنی تعریف کرنے کے ہیں۔ موجودہ فارسی زبان میں بھی اس لفظ کے معنی تعریف کرنے کے ہی ہیں۔ بعض مستشرقین اس معنی سے اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ استوترتیہ قائم کرنے والے یا کھڑا کرنے والے کو کہتے ہیں کیوں کہ یہ لفظ ایستادن سے مشتق ہے اس لئے اسکا مطلب کھڑا ہونے یا قائم ہونے والے کے ہیں۔ مستشرقین کے اس خیال کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں یاد رہے ژندی زبان سے قریب ترین زبان سنسکرت ہے نہ کہ فارسی ''استوترتیہ'' کے سنسکرت اور ژندی دونوں زبانوں میں معنی تعریف کیا گیا کے ہیں جو کہ لفظ ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کا لفظی ترجمہ ہے۔ اس لفظ کا ژندی اور سنسکرت زبان میں مادہ مشترکہ ہی ہے۔

پارسی دساتیر میں حضور علیہ السّلام کے بارے میں بشارات

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں زرتشتی قوم کی کتابوں کے دو دفتر ہیں ایک ژند اوستا اور دوسرا دساتیر۔ بعض پہلے کو مستند مانتے ہیں جبکہ بعض دوسرے دفتر کو درست تسلیم کرتے ہوئے مانتے ہیں۔ ہم پہلے دفتر کی بشارات تحریر کر چکے ہیں یہاں دوسرے دفتر دساتیر کی بشارت تحریر کر رہے ہیں تاکہ دونوں دفتر والے یہ نہ کہہ سکیں کہ اگر ایک دفتر میں بشارات موجود ہیں تو دوسرے دفتر میں نہیں یہی وجہ ہے کہ ہم اتمام حجت کے لئے اس دوسرے دفتر کی بشارات تحریر کر رہے ہیں۔

زرتشتی مذہب کا وہ دفتر جو دساتیر کے نام سے موسوم ہے اس کے دو حصّے ہیں اوّل ''خورد دساتیر'' دوم ''دساتیر کلاں'' یہاں لفظ دساتیر کے معنی بیان کر دینا مزید وضاحت کا باعث ہوگا۔ مستشرقین نے دساتیر کے معنی دس حصّوں والی کتاب کے کئے ہیں۔ یعنی دس کا معنی دس (10) اور تیر کا معنی حصّہ، ٹکڑا یا شاخ۔

بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ دساتیر سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کا معنی دس کنارے ہیں۔

بعض اہل علم حضرات نے دساتیر دستور کی جمع کو کہا ہے جس کے معنی شریعت اور قانون کے ہیں۔

موجودہ دور میں جو دساتیر پائے جاتے ہیں اُن میں مہ آباد کے نامہ سے لے کر ساسان پنجم تک پندرہ (15) دساتیر ہیں۔ ان میں ساسان اوّل کے نامہ کی خاص اہمیت، شان اور مقام ہے۔ اِس نامہ میں سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پیشگوئی صاف الفاظ میں موجود ہے۔ یہاں ہم جس نامہ کا ذکر اور عبارت کو رقم

کررہے ہیں وہ مُلّاں فیروز مشہور پارسی عالم نے دیگر علماء کی مدد سے شائع کیا تھا یہ وہی نسخہ ہے جو ناصر الدین قاچار شاہ ایران کے عہد میں طبع ہوا تھا۔ زرتشتیوں کے ہاں مُلّاں فیروز کسی تعارف کے محتاج نہیں یہ مصنف دبستان مذاہب بمبئی کے مشہور زرتشتی فاضل تھے جو ژندی، پہلوی، فارسی اور عربی زبانوں کے عالم تھے۔ دساتیر کا یہ نسخہ انہی کی ہمت اور کوششوں سے شائع ہوا تھا۔ اس نسخہ میں ساسان اوّل کی پیشگوئی درج ہے جو ساسان کو زرتشت سے پہنچی ہے۔ ساسان اوّل وہ شخصیت تھی جس کا کام صرف اور صرف زرتشت کے دین کی تجدید کرنا تھا۔ ساسان اوّل نے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو پیشگوئی بیان کی وہ اس نسخہ میں زبان پہلوی میں درج ہے ہر سطر کے نیچے اسکا ترجمہ موجود ہے۔ ساسان اوّل نے بعض مقامات پر جملوں کی اپنی زبان میں تشریح بھی کی ہے پیشگوئی کے الفاظ ترجمہ کے ساتھ تحریر کررہے ہیں۔

چم (جب) چمسیم (ایسے) کا جام (کام) کمند (ایرانی کریں گے)

ہزتوار جیارم (عربوں میں سے) ورتا (ایک شخص) ہسیاں ہود (پیدا ہوگا) یو ہزار تسامام (کہ پیرووں سے)

ہو (اس کے) ہسیر تاک (تاج) سمیراک (سلطنت)

و (اور) دامیراک (اور شریعت) ایرانیاں (ایرانی)

سرویم (سب کے سب) ارتد (درہم برہم ہوجائے گا) د (اور)

ہوند (ہوجائیں گے) ہردرکتام (سرکش لوگ) تیودام (مغلوب)

بیرن (دیکھیں گے) فرشائی (بجاء) تیمار (بتکدہ)

سیمار (اور آتشکدہ) کسوار (عبادت خانہ) آباد (ابراہیم)

بے جوار (بتوں سے خالی) ہدہ (ہوکر) نیوستا (قبلہ)

ساسان اوّل مذکورہ جملوں میں سے بعض کی یوں تشریح بیان کرتے ہیں''۔

''کہ عرب کے ریگزار میں جو ابراہیم (علیہ السلام) کا تعمیر کردہ خانہ کعبہ ہے جس میں ستاروں کے بت رکھ دیئے گئے تھے۔ اُسی کی طرف وہ اپنا چہرہ کر کے نمازیں پڑھیں گے اور اس خانہ خدا سے بت اُٹھا دیں گے''۔

پیش گوئی کے اگلے الفاظ یہ ہیں

د (اور)	ہوزد (ہوں گے وہ)	ہوش شنیشور (رحمۃ اللعالمین)
د (اور)	تد (پھر)	راہند (لے لیں گے)
شائی ما (جگہیں)	سیمارام (آتشکدوں کی)	مدیر (مدائن کی)
دانتورام (اور اردگر)	ہام (اسکے کی)	د (اور)

نیواک (بلخ)	د (اور)	شایام (جاہاء)
شمناد (بزرگ)	د (اور)	تابیم ہار (شارع)
ہشبام (ان کا)	درتا (مرد)	پاند (ہوگا)
ہرتال (سخنور)	د (اور)	سمین (کلام)
ہو (اسکا)	دم ہین بلزیدہ (باہم رابطہ رکھنے والا)	

ساسان کی مذکورہ پیشگوئی جوزرتشت کی کتاب میں موجود تھی اصل عبارت اور اسکے ترجمہ کے ساتھ ہم رقم کر چکے ہیں یہاں مزید سہولت کے لئے اس ترجمہ کو متواتر عبارت کی شکل میں تحریر کررہے ہیں۔

''جب زرتشت کے ماننے والے اس کی شریعت پر عمل درآمد چھوڑ دیں گے اور بدکار ہوجائیں گے تو عربوں میں سے ایک شخص ایسا پیدا ہوگا جس کے پیروکار ایران کے تخت وتاج کے مالک ہوجائیں گے اور یوں ایران کے سرکش لوگ مغلوب ہوجائیں گے۔ آتشکدہ کی بجائے وہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرکے اُس کی طرف نماز پڑھیں گے اور یہ رحمۃ اللعالمین ہوں گے۔ ایران، مدائن، توس وبلخ اور مقامات مقدسہ اور اس کے اردگرد کے ملکوں پر قابض ہوجائیں گے اور ان کا شارع (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کلام والا ہوگا یعنی معجزہ والا۔ اسکا کلام نہایت فصیح وبلیغ ہوگا۔ ''نسخہ دساتیر مطبع بمبئی''۔

مذکورہ پیشگوئی کی عبارت کو غور سے پڑھنے کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس میں سرکار دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شناخت کے عیاں نشانات موجود ہیں۔ یہاں ہم مزید علمی اضافے اور ذوق علم کی تسکین کے لئے اُن نشانات کو ترتیب کے ساتھ درج کررہے ہیں۔

1۔ زرتشتی مذہب کا بگڑ کر اپنی اصل حالت کو ہی کھودینا۔

2۔ سیدالمرسلین پیغمبر عالم کا جزیرۃ العرب سے ہونا۔

3۔ پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروؤں کی کامیابی اور امتیازی شان۔

4۔ ایران جیسی طاقت ور اور سرکش حکومت کا بے سروسامان عرب بادیہ نشین قوم کے ہاتھوں مغلوب ہونا۔

5۔ آتشکدوں کا سرد ہوجانا اور اُنکی بجائے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے تعمیر کردہ خانہ کعبہ کی طرف چہرہ کرکے نمازوں کا ادا کرنا

6۔ بتوں سے نہ صرف خانہ کعبہ کو ہی بلکہ پورے عرب کو پاک وصاف کردنیا۔

7۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رحمۃ اللعالمین ہونا۔

8۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام مبارک کا معجزانہ اور فصیح وبلیغ ہونا۔

9۔ بلخ، توس، اور مدائن وغیرہ پر مسلمانوں کی حکومت کا قائم ہوجانا۔

10۔ اقوام عالم کے مقامات مقدسہ پر مسلمانوں کا قابض ہو جانا وغیرہ۔

دونوں زرتشتی دفاتر کا متفق اللسان ہونا

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ زرتشتی دونوں دفتر یعنی ژند اوستا اور دساتیر کے دونوں دفتر جدا جدا ہیں زرتشتی اپنے اپنے دفتر کو ہی مستند اور حق تسلیم کرتے ہیں مگر جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کا سوال آتا ہے تو دونوں دفتر لاتعداد اختلافات ہونے کے باوجود جس ایک نقطہ پر متفق ہیں وہ یہ ہے کہ:۔

(1) ایک شخص جو اہل عرب میں مبعوث ہوگا اور اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا اور وہ

(2) رحمت اللعالمین ہوں گے۔

(3) انکی آمد مبارک یعنی دنیا میں تشریف آوری پر تمام آتشکدے سرد ہو جائیں گے۔

(4) انکا قانون زرتشتی قانون کا مصداق ہوگا۔

(5) انکے اصحاب ساتھی نیک' پارسا اور صادق ہوں گے۔

(6) سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا تعمیر کردہ خانہ کعبہ بتوں سے پاک ہو جائے گا۔

(7) ایرانی اور دیگر اقوام مسلمان ہو کر اُس خانہ کعبہ کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھیں گے

(8) وہ زرتشتیوں اور بت پرستوں دونوں کی اصلاح فرمائیں گے۔ وغیرہ۔

ان مذکورہ نشانات کے بعد اگر زرتشتی قوم کا کوئی عالم یا عام آدمی ان پیشگوئیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اِن کے خلاف اپنی کتاب میں کچھ ردوبدل کر دے تحریف کر دے یا مذہبی تعصب کی بنا پر آخری مصلح قوم کا اہل زرتشت میں سے ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کرتے ہوئے دساتیر کی پیشگوئیوں کو ایک فریب دہ چال سے تعبیر کرتے ہوئے اہل ایران کو یہ بتانے کی کوشش کرے کہ یہ حکم ان لوگوں کو اس لئے بتایا گیا کہ وہ اسلام قبول کرلیں تا کہ اس طرح مسلمانوں میں شامل ہو کر اہل حق کے دین کو نقصان پہنچا کر انکو زرتشتی مذہب کی طرف راغب کیا جاسکے یاد رہے یہ سب کچھ ایک چال اور دل فریب خود ساختہ سوچ ہوگی جو تقویٰ پرہیز گاری اور پیغمبرانہ شان کے منافی ہوگی۔ کیونکہ کوئی بھی پیغمبر اپنی اُمت کو دھوکہ' فریب' اور چال بازی کی ہرگز تعلیم نہیں دے سکتا۔ یہ بات امر مسلمہ ہے کہ دساتیر اور ژند اوستا کی پیشگوئی کا ایک ایک حرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حق میں سچ ثابت ہو چکا ہے۔

اب پارسی قوم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمارے آقا و مولا فخر رُسل تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استوتریۂ یعنی ستودہ صفات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبول کرتے ہوئے دین ودنیا کی سربلندیاں کامیاباں حاصل کرنے کے لئے دائرہ عافیت میں داخل ہو جائیں کیونکہ حق وصداقت کی روشنی میں اُنکے پاس ایسا کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ ایسی سچی ثابت شدہ پیشگوئی کے ہوتے ہوئے یہ قوم ہٹ دھرمی اور

تعصب پر قائم رہتے ہوئے۔ اپنی بدقسمتی اور جاہلیت کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بننے پر ہی ڈٹی رہے۔ اگر یہ لوگ اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پیشگوئی کے مصداق نہیں تو ہم انہیں چیلنج کرتے ہیں کہ یہ دنیا کی کسی دوسری قوم یا مذہب میں پیدا ہونے والے کسی شخص کا نام بتا دیں جو اس پیش گوئی کا مصداق ہو جس نے اپنی قوم کو بتوں سے پاک کیا ہو جس کے اصحاب بے مثل و بے مثال ہیں' جس نے نار' چاند' سورج اور دیگر مظاہر پرست لوگوں کی اصلاح کرتے ہوئے انہیں ایک خدائے واحد کی عبادت کرنے والے بنایا ہو جس کی دنیا میں تشریف آوری کے ساتھ ہی کرہ ارض کے تمام آتشکدے سرد ہو گئے ہوں۔ جس کے غلاموں نے قیصرو کسریٰ کے تاج اپنے پاؤں تلے روند دیئے ہوں۔ یہ لوگ ایسی شخصیت دکھا ہی نہیں سکتے ہمارے اس چیلنج کا ان کے پاس جواب ہے ہی نہیں۔ زرتشتوں کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں کہ وہ اپنی ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر مسلمان ہو جائیں۔

ظہور پرنور اور آمد مقدسہ کے بارے میں

انجیل مقدسہ میں وارد انوار و بشارات

ضروری وضاحت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پرنور، اوصاف حمیدہ اور آمد مقدسہ کے بارے میں انجیل مقدسہ کے مختلف نسخوں میں جو انوار و بشارات موجود ہیں ان کا بیان تحریر کرنے سے پہلے اس بات کی وضاحت کر دینا اشد ضروری ہے کہ انجیل مقدسہ کے کن کن نسخوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک اور اوصاف حمیدہ کا ذکر موجود ہے۔ گو عیسائیوں نے اصل انجیل کے نسخوں میں جو کہ اصل میں سریانی زبان میں 70ء کے بعد تحریر کیے گئے تھے وقت گزرنے کے ساتھ نہ صرف تبدیلیاں ہی کیں بلکہ ان نسخوں کے تراجم کر کے حقیقی عبادت کو ہی تبدیل کر دیا۔ قربان جائیں خالق کائنات کی قدرت کاملہ کے کہ عبارات میں تحریف کے باوجود انہی لوگوں کے ہاتھوں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں نازل شدہ پیشین گوئیاں پھر بھی تحریر کروا دیں۔ اس وقت عیسائیوں کے پاس انجیل مقدسہ کے چار نسخے ایسے ہیں جنہیں وہ مستند اور صحیح قرار دیتے ہیں۔ یعنی:۔

1. انجیل متی 2. انجیل مرقس 3. انجیل لوقا 4. انجیل یوحنا

انجیل مرقس قدیم ترین شمار کی جاتی ہے۔ اس کا مصنف ایک یونانی یہودی مارک (MARK) تھا جو پال اور برناباس کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ پھر فاضل مصنف نے پطرس (ST. PETERS) کے ساتھ رہنا شروع کر دیا اور اس کے قتل کے بعد مرقس نے یہ انجیل لکھی۔ یہ اگرچہ قدیم ترین شمار کی جاتی ہے لیکن یہ بات پایہء تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کبھی نہیں ملا۔ جب ملاقات ہی نہیں ہوئی تو ان کا مرید ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں

ہوتا۔ وہ پطرس کے ساتھ رہنے کی وجہ سے جو کچھ اس سے سنتا اسے یونانی زبان میں لکھ لیتا تھا۔ اسی وجہ سے اسے ترجمان پطرس کہا جاتا ہے۔ انجیل مرقس کا زمانہ تحریر 63ء سے 70ء کے درمیان بتایا جاتا ہے۔

انجیل متی

محققین کا خیال ہے کہ اگرچہ اس کا مصنف متی (MATTHEW) ہے لیکن اس کا لکھا ہوا بڑا حصہ ضائع ہو گیا تھا۔ بعدازاں کسی گمنام شخص نے اس کی طرف منسوب کر کے یہ نسخہ لکھ دیا۔ اس کا زمانہ تصنیف 65ء سے 70ء تک کا ہے۔ جبکہ پروفیسر ہارنک کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب 80ء سے 100ء کے درمیان لکھی گئی تھی۔ مواد کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی 1068 آیات میں سے 470 آیات مرقس کی انجیل سے ماخوذ ہیں۔ اگر اس کا مصنف حواری ہوتا تو اس کو ایسے شخص کی کتاب سے استفادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی جو حواری نہ تھا اور نہ کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملا تھا۔

انجیل لوقا

یہ انجیل 80ء سے 90ء تک تصنیف ہوئی۔ اس کا مصنف (LUKE) اٹالین یعنی اطالوی تھا۔ اس نے بھی کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں دیکھا اور نہ ان سے استفادہ کر سکا تھا۔ وہ سینٹ پال (ST. PAUL) کا عقید تمند تھا اور ہمیشہ ان کی صحبت میں رہا جبکہ سینٹ پال کو بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے صحبت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ مسیحی روایات کے مطابق وہ واقعہ صلیب کے چھ برس بعد مسیحیت میں داخل ہوا تھا۔ اس لیے لوقا اور مسیح علیہ السلام کے درمیان سلسلہ روایت کی ایک کڑی بالکل مفقود ہے مگر ہارنگ میکسگرٹ اور پلومر کی تحقیق کے مطابق یہ انجیل 80ء سے پہلے نہیں لکھی گئی۔

انجیل یوحنا:

یہ انجیل اگرچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے شاگرد یوحنا سے منسوب ہے لیکن جدید تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ یہ مشہور حواری یوحنا کی لکھی ہوئی نہیں ہے بلکہ یہ ایک اور شخص یوحنا کی تصنیف ہے جو ایشیائے کوچک کا رہنے والا تھا۔ اس انجیل میں فلسفہ یونان کی آمیزش بھی صاف نظر آتی ہے۔ اس کا زمانہ تحریر 90ء ہے جبکہ ہارنک کے نزدیک یہ 110ء میں لکھی گئی ہے۔ زیادہ گہری تحقیقات سے ان کتابوں کی دستاویزی حیثیت مزید مشکوک ہو جاتی ہے۔

انجیل مقدسہ کے مذکورہ نسخوں کو 325ء میں "نیقیا" کے مقام پر منعقد کانفرنس میں کلیسا کی منظوری سے صحیح قرار دیا گیا اور ان نسخوں کے علاوہ قریباً دو سو ستر (270) مختلف انجیلوں کے نسخوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کی جلد سوم صفحہ 513 کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ انجیل کی متعین تاریخ کے وجود میں آنے کا صحیح مقام

اور وقت غیر یقینی ہے یوں لگتا ہے کہ شاید اس کا تعلق پہلی صدی کے آخری سالوں سے ہے۔ پھر کسی کے پاس بھی اس بات کا کوئی ثبوت نہیں اور نہ ہی کسی کو یقینی علم ہے کہ یہ موجودہ چار انجیلیں کیسے اور کہاں لکھی گئیں اور کیسے معرض وجود میں آئیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے ان کتب کو مرتب کیا وہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہی ان لوگوں نے عیسائیت یا نصرانیت کو قبول کیا تھا۔ پھر اس بات کا بھی کسی کو علم نہیں کہ ان انجیلوں کو مرتب کرنے والے کون تھے ان کے نام کیا تھے جن کے ذریعے یہ کتب ماننے والوں اور چھاپنے والوں تک پہنچیں۔ اس طرح یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ جو کتب انجیل سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عروج آسمانی کے ستر (70) سال بعد تحریر کی گئیں اور ان کو تحریر کرنے والوں کے نام، حالات اور جائے سکونت غرض کسی چیز کے بارے میں کسی کو کوئی علم نہیں کس طرح قابل اعتماد ہوسکتی ہیں اسطرح ان لوگوں کی ذہنی پختگی اور عقلی معیار کا بھی بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے جو ان کتب پر ایمان رکھتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔

سب سے زیادہ حیران کن بات تو یہ ہے کہ مذکورہ نسخے اصل میں سریانی زبان میں لکھے گئے تھے جواب سرے سے ہی غائب ہیں کسی ایک نسخے کا بھی کہیں وجود نہیں اور نہ اس سلسلے میں کوئی سراغ ملتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر بھی انسان ان سریانی نسخوں کو سامنے رکھ کر تراجم شدہ نسخوں کا اصل سے موازنہ تو کرسکتا تھا سب سے زیادہ حیران کن بات تو یہ ہے کہ ان سریانی نسخوں کا عرصہ بعد یونانی زبان میں ترجمہ کیا گیا مگر اب وہ یونانی ترجمہ شدہ نسخے بھی ناپید ہیں البتہ چوتھی صدی میں سریانی زبان سے یونانی زبان میں کیا ہوا صرف ایک نسخہ دستیاب ہے۔ اس نسخے میں بھی ترجمہ کرنے والے نے یہ تحریر ہی نہیں کیا کہ اس نے جس سریانی زبان کے نسخے کا ترجمہ کیا ہے اس اصل نسخے کا لکھنے والا کون تھا اور اس نے کب اس نسخے کو تحریر کیا۔ جب انجیل مقدسہ کے بارے میں صورت حال یہ ہے تو ایک معمولی سی عقل و ہوش رکھنے والا بھی آسانی سے یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ ان موجودہ نسخوں کو یہاں تک پہنچنے میں کن کن تصرفات کے مراحل سے گزرنا پڑا ہوگا اور ان نسخوں کی اب حقیقت کیا رہ گئی ہوگی۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے باب ببلیکل لٹریچر (Encyclopaedia Britannica, Edition 1980 P. 883, Biblical Literature A.D.) میں تحریر کیا گیا ہے کہ عیسائی چرچ (Christian Church) کو در اصل اپنی ''بائبل'' یونانی نژاد یہودیوں سے ملی جنہوں نے اسے یونانی زبان میں مرتب کیا تھا اس طرح یہ یونانی انجیل ہی عیسائی چرچ کی سرکاری طور پر منظور شدہ انجیل قرار پائی اور سکندریہ میں سے یہودی نژاد یونانیوں کے اس نسخے کو صحیح تسلیم کرلیا گیا۔

خالق ارض وسما کی شان لازوال کا کمال قدرت ہے کہ جس نے ایسی صورت حال کے باوجود ان دستیاب شدہ انجیل کے نسخوں میں اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد مقدسہ کے بارے میں پیشین گوئیوں کو انہی نہ ماننے والے اسلام دشمن لکھنے والوں کے قلموں سے کس طرح بیان کروایا ہے اور یہ سب کچھ ان

موجودہ نسخوں میں اب بھی موجود ہے۔ان تمام پیشین گوئیوں کوتحریر کرنا ہمارے موضوع کو بہت ہی طویل کردے گا اس لیے نمونہ کے طور پر مختلف نسخوں سے اخذ شدہ چند آیتیں یہاں تحریر کررہا ہوں۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے ببلیکل لٹریچر (Encyclopaedia Britannica, Edition 1980 AD, pp. 882-883) کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

Biblical Literature

Esdras in a passage usually dated c. 100 CE and is frequently mentioned in rabbinic (postbiblical) literature, but no authentic tradition exists to explain it. Josephus, a Ist century CE Jewish historian, and some of the Church Fathers, such as Origen (the great 3rd-century Alexandrian theologian), appear to have had a 22-book canon.

English Bibles list 39 books for the Old Testament because of the practice of bisecting Samuel, Kings, and Chronicles, and of counting Ezra, Nehemiah, and the 12 Minor Prophets as separate books.

The Christian canon. The Christian Church received its Bible from Greek-speaking Jews and found the majority of its early converts in the Hellenistic world. The Greek Bible of Alexandria thus became the official Bible of the Christian community, and the overwhelming number of qoutations from the Hebrew Scriptures in the New Testament are derived from it. Whatever the origin of the Apocryphal books in the canon of Alexandria, these became part of the Christian Scriptures, but there seems to have been no unanimity as to their exact canonical status.

انجیل یوحنا

''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں تو اسکا کچھ بھی نہیں''

(از: انجیل یوحنا باب 14 آیت 31)

انجیل برناباس

''لیکن میرے بعد وہ ہستی تشریف لائے گی جو تمام نبیوں اور نفوس قدسیہ کے لیے آب وتاب ہے اور پہلے انبیاء علیہم السلام نے جو باتیں کی ہیں ان پر روشنی ڈالے گی کیوں کہ وہ اللہ کا رسول (علیہ السلام) ہے''۔

(از: انجیل برناباس باب 17)

انجیل یوحنا

''اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا''۔

(از: انجیل یوحنا باب 14 آیت نمبر 17-16)

انجیل یوحنا

''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا''۔

(از: انجیل یوحنا باب 16 آیت 9-8)

کتاب مقدس

''مجھے تم لوگوں سے اور بھی بہت سی باتیں کرنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا''

(از: کتاب مقدس مطبوعہ بائیبل سوسائیٹی انارکلی لاہور پاکستان)

انجیل برناباس

"یعنی جس ہستی کا تم ذکر کر رہے ہو میں تو اس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں جس کو تم مسیحا کہتے ہو۔اس کی تخلیق مجھ سے پہلے ہوئی اور تشریف آوری میرے بعد ہوگی۔وہ سچائی کے الفاظ لائے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی"۔

(از: انجیل برناباس باب 42)

کتب اناجیل کے مذکور بالا حوالہ جات پڑھ کر یہ بات کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ کوئی عظیم ہستی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والی ہے جسکی تشریف آوری کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو بار بار ارشاد فرما رہے ہیں۔جس عظیم تشریف لانے والی ہستی کا بار بار ذکر ہو رہا ہے اور جو اسکی صفات وخصوصیات بیان کی

جارہی ہیں وہ عظیم ترین ہستی ہمارے آقا و مولا فخر کونین تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ اگر کوئی تعصب کی بنا پر یہاں سوال کرے کہ آپ نے جو یہ کہا ہے کہ آنے والی عظیم ہستی جس کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو پھر مجھے انجیل کے کسی نسخے میں انکا نام مبارک دکھاؤ تو ہم سوال کرنے والے کی یہ خواہش بھی پوری کر دیتے ہیں۔ مگر سوال کرنے والے کے ذہن میں ایک بات ضرور رہنی چاہیے وہ یہ کہ جو انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی وہ سریانی زبان میں تھی اس اصل نسخے کا کہیں نام ونشان نہیں ہے پھر 70ء میں اس نسخے کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تھا مگر وہ ترجمہ شدہ نسخہ بھی ناپید ہے۔ البتہ انجیل کے جو تراجم اب یونانی زبان میں موجود بھی ہیں وہ چوتھی صدی عیسوی میں لکھے گئے تھے ان یونانی تراجم کا پھر لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا جو کہ رومن سلطنت کی علمی زبان تھی اس طرح ان لاطینی تراجم سے پھر دنیا کی دیگر زبانوں میں انجیل کے ترجمے ہوئے ہیں یوں ترجمہ در ترجمہ کے اس عمل سے انجیل میں جس قسم کے ردوبدل اور تبدیلیاں وتحریف ہوئی ہوں گی اسکا اندازہ لگانا کوئی مشکل بات نہیں۔ اس بات سے انکار کیا ہی نہیں جا سکتا کہ جب کوئی عبارت یا کتاب مختلف زبانوں میں ترجمہ در ترجمہ کے مراحل سے گزرتی ہے تو اصل عبارت کا مفہوم والفاظ ہی کھو دیتی ہے مگر ایک بات یقینی ہے کہ اگر اصل عبارت یا کتاب موجود ہے تو پھر ترجمہ در ترجمہ کے مراحل سے گزرنے کے باوجود بھی اس کے اصل الفاظ میں ردوبدل اور تحریف کو پکڑا جا سکتا ہے اسکی سو فیصد نشان دہی ہو جاتی ہے اس کے برعکس اگر اصل کتاب ہی موجود نہ ہو تو ترجمہ کرنے والا جو چاہے ردوبدل اور تحریف کر سکتا ہے۔ دنیا میں واحد قرآن کریم وہ کتاب مقدس ہے جو اپنی اصل حالت میں موجود ہے اور انشاء اللہ قیامت تک موجود رہے گی۔ اسکے دنیا کی تمام زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں، ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے مگر ایک لفظ کی تحریف وردوبدل ممکن نہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب کے خالق و مالک اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اسکی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے (سورۃ الحجر آیت 10)۔ اب انجیل کے تراجم در تراجم کے بعد یہ بات ممکن تھی کہ اس مقدس کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کو تحریف کی نذر کر دیا جاتا مگر خالق کائنات نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کو ترجمہ کرنے والوں کی لاکھ تعصّبانہ کوششوں کے باوجود محفوظ وموجود رکھا ہے۔

تاریخ عالم پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ جب مسلمانوں نے بیت المقدس کے علاقے فلسطین وغیرہ کو فتح کیا تو اس وقت وہاں کے لوگوں کی زبان بدستور سریانی ہی تھی مسلمان علماء وقتاً فوقتاً عیسائی علماء سے ملاقاتیں کرتے رہتے تھے۔ یوں دونوں طرف کے علماء سریانی زبان میں ہی گفتگو وشنید اور افادہ واستفادہ کرتے رہتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں کو انا جیل کے بارے میں وہاں کے علماء کتاب سے جس قدر معلومات حاصل ہوئیں وہ حقیقت اور اصل سے زیادہ قریب تھیں کیونکہ ان معلومات کو بلاواسطہ سریانی زبان سے عربی زبان میں منتقل کر لیا جاتا تھا۔ یوں ترجمہ در ترجمہ کے جن مراحل سے عیسائی گزر کر عجیب وغریب حجابات سے دوچار ہوئے یا انہیں کر دیا گیا۔ مسلمان علماء ان حجابات

سے محفوظ رہے ہے کیونکہ وہ ترجمہ در ترجمہ کے مراحل سے نہیں گزرے بلکہ بلاواسطہ تمام معلومات سریانی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی معلومات ہی صحیح ہیں۔ علامہ ابن ہشام متوفی 213ھ نے اپنی سیرت کی کتاب میں محمد بن اسحاق متوفی 151ھ کے حوالے سے اور وہ اپنے استاد ابو محمد البکالی العامری متوفی 83ھ کے حوالے سے انجیل یوحنا کے باب نمبر 15 کی آیت نمبر 26 کا عربی متن ان الفاظ میں تحریر کیا ہے۔

"فَلَوْ قَدْ جَاءَ الْمُنْحَمَّنَا هٰذَا الَّذِی یُرسِلُهُ اللّٰهُ اِلَیْکُم مِن عِنْدَالرَّبِّ رُوْحُ الْقُدُسِ هٰذَاالَّذِی مِنْ عِنْدَ الرَّبِّ خَرَجَ فَهُوَ شَهِید" عَلَیَّ وَ اَنْتُمْ اَیضاً لِاَ نَّکُم قَدِیْماً کُنْتُم مَعِیَ فِی هٰذَا قُلْتُ لَکُمْ لِکَی مَالاَ تَشْکُوا"

ترجمہ: "اور جب منحمنا آئے گا جسے اللہ تعالیٰ رسول بنا کر بھیجے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے گا تو وہ میری سچائی کا گواہ ہوگا اور تم بھی میری سچائی کے گواہ ہو کیونکہ تم عرصہ دراز سے میرے ساتھ ہو میں نے تم سے یہ باتیں اس لیے کہی ہیں تا کہ تم شک میں مبتلا نہ ہو جاؤ"۔ (از: ابن ہشام جلد 1 صفحہ 251)

اس کے بعد یوں تحریر کرتے ہیں۔

"اَلْمُنْحَمَّنَا بِالْسَّرِیَانِیَةَ مُحَمَّد صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّم وهو بالرمیة ابرقلیطس"

ترجمہ: ''یعنی منحمنا سریانی لفظ ہے اور اس کا معنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ رومن زبان میں منحمنا کا ترجمہ لفظ برقلیطس سے کیا گیا ہے جس کا معنی ہے تعریف کیا گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معنی بھی یہی ہے کہ جن کی بار بار تعریف کی جائے''۔

یوحنا کی وہ انجیل جس کا ترجمہ ابن ظفریل نے کیا ہے اس میں تحریر کرتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ سے درخواست کی کہ وہ تمہیں دوسرا فارقلیط عطا کرے کیونکہ یہ فارقلیط جانے والا ہے۔ اس کے ترجمہ میں لفظ فارقلیط استعمال کیا گیا ہے یوں عربی کی مذکورہ عبارت میں برقلیطس استعمال ہوا ہے جو اصل میں رومن زبان کا لفظ ہے اس طرح ممکن ہے اردو ترجمہ میں یہ لفظ برقلیطس ہی فارقلیط استعمال ہو رہا ہو۔ بہر حال برقلیطس یا فارقلیط حقیقت میں ایک ہی نام ہے جو دو مختلف زبانوں میں استعمال ہوا ہے۔ اردو زبان میں انجیل کے جن مختلف نسخوں کا ترجمہ کیا گیا ہے وہاں اسی نام کے معنی "مددگار" کے کیے گئے ہیں۔ اور ان تراجم شدہ نسخوں کے حاشیہ پر اس نام کی تشریح کرتے ہوئے لفظ وکیل یا شفیع لکھا ہوا ہے۔ جن لوگوں نے اناجیل کے رومن زبان سے انگریزی میں ترجمے کئے ہیں ان میں سے آر گسٹائن نے اس نام کی وضاحت کرتے ہوئے ایڈووکیٹ یعنی وکیل لکھا ہے۔ کسی نے ٹیچر یعنی استاد اور کسی نے (Consolator) تسلی دینے والا لکھا ہے۔ اب آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ترجمہ کرنے والے عیسائی علماء یا مترجم حضرات اس نام کا ترجمہ کرتے ہوئے کس پریشانی کا شکار تھے کہ اپنی اپنی عقل کے مطابق ہر ایک نے الگ الگ مفہوم استعمال کیا ہے۔ یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ الفاظ کا یہ ہیر پھیر کسی سوچے ہوئے

منصوبے کا ہی حصہ ہو کیونکہ الفاظ و معنی کے ایسے ہیر پھیر ان لوگوں کے معمولات میں شامل ہیں۔ مذکورہ نام کے معنی اور تشریح کے بارے میں بحث کو حتمی تسلیم کر لینا اس وقت حرف آخر ہو سکتا ہے جب ہماری معلومات کا ذریعہ صرف انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا اور انجیل یوحنا ہی ہو جب کہ صورت حال ایسی نہیں ہے ہمارے پاس انجیل کا ایک اور نسخہ جسے انجیل برناباس یا انجیل برنابا کہتے ہیں موجود ہے ہم اسی انجیل کی چند عبارات تحریر کر رہے ہیں جن میں تحریر شدہ عبارات پڑھنے کے بعد اصل حقیقت ہی کھل کا سامنے نہیں آئے گی بلکہ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ان لوگوں نے ایک خاص منصوبے کے تحت کس انداز سے کہاں کہاں اور کس قدر انجیل میں تحریفات کی ہیں گو تمام تحریفات تو ہم یہاں تحریر نہیں کر سکتے اور نہ ہی یہ ہمارا موضوع ہے بہر حال ان چند عبارات کو پڑھ کر معمولی عقل و علم رکھنے والا بھی تحریفات کا اندازہ ضرور لگا سکے گا۔ مذکورہ یہ انجیل برناباس (The Gospel of Barnabas) ہمیں جدہ (سعودی عرب) سے احمد محمد سلاح ججوم نے تحفہ کے طور پر بھجوائی جس کا کہ وی آنا (Vienna Austria) لائبریری میں محفوظ اصل لاطینی مخطوطہ سے لانس ڈیل اور لارا رگ (Lonsdale and Laura Ragg) نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام کا اسم مبارک ''محمد'' تحریر ہے۔

انجیل برناباس یا برنابا

اس سے پہلے کہ انجیل برناباس میں درج شدہ وہ ایمان افروز حوالہ جات تحریر کرنے کی سعادت حاصل کروں جن میں ہمارے آقا و مولا فخر کونین تاجدار عرب و عجم احمد مختار سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد، اسم مبارک اور مقام عظمیٰ کا بیان ہے ضروری خیال کرتا ہوں کہ انجیل برناباس لکھنے والے کا مختصر تعارف تحریر کر دیا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ عیسائی مذہب کے علماء نے اس شخص کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس انجیل کے نسخے کو نہ صرف غلط ثابت کرتے ہوئے غائب ہی کرا دیا بلکہ یہ نسخہ رکھنے اور اسکو چھاپنے والے کو سخت سے سخت سزا کا حق دار ٹھہراتے ہوئے ایسے لوگوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے انکو قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔ ان تمام حالات کے باوجود صدیوں کی گمنامی کے بعد اس انجیل برناباس کے چند نسخے دستیاب ہوئے جن میں سے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے ایک نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے۔ اس نسخے کی روشنی میں کچھ تحریر کر رہا ہوں۔

برناباس اصل میں قبرص (یعنی یونان) کا رہنے والا تھا۔ اس کا پہلا مذہب یہودیت تھا اس مذہب یہودیت کے مطابق اسکا نام جوسس (Joses) تھا۔ اس شخص نے یہودیت چھوڑ کر عیسائیت اختیار کی اور دین عیسوی کی اشاعت کے لیے شب و روز تن من دھن کی بازی لگا دی۔ حواری اس کا یہ جذبہ شوق اور لگن کو دیکھ کر اسے برناباس کے نام سے پکارنے لگے۔ برناباس کا معنی ہے "واضح نصیحت کا فرزند" قدرت نے اس شخص کی زبان میں جادو کا اثر رکھا تھا یہ جس جگہ واعظ و نصیحت کے لیے کھڑا ہو جاتا لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے تھے اس طرح برناباس نہایت ہی

کامیاب مبلغ بن گیا۔ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رفاقت اور قرب نے اسے نہایت ہی اہمیت کا حامل بناتے ہوئے اپنے حلقہ میں بڑا بلند مقام عطا کیا۔ تاریخ عالم کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہو گا کہ ابتداء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار یعنی عیسائی خود کو اہل یہود سے الگ تصور نہیں کرتے تھے بلکہ خود کو ایک ہی امت تسلیم کرتے تھے انکی کوئی الگ عبادت گاہیں بھی نہ تھیں مگر افسوس یہودی ان عیسائیوں کو ہمیشہ ہی شک کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار آپ علیہ السلام کی حقیقت فطرت اور آپ علیہ السلام کے اللہ کریم کے ساتھ تعلق کے سلسلے میں کسی قسم کے شک شبہ میں مبتلا نہیں تھے اور نہ ہی ان کے درمیان کسی قسم کی کوئی وجہ نزاع موجود تھی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت کے عیسائی توحید پرستی میں یہودیوں سے بھی زیادہ بڑھے ہوئے تھے ان کا توحید پر ایمان کامل تھا۔

برناباس اور سینٹ پال

برناباس اور یہودیوں کا مشہور عالم سینٹ پال دونوں گہرے دوست تھے۔ برناباس عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا پھر اچانک سینٹ پال نے یہودیت چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کر لیا اس طرح عیسائیت کی دنیا میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔ سینٹ پال کے نئے نظریات کا منبع انجیل یا سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال نہیں بلکہ اس کے خود ساختہ مشرکانہ عقائد و نظریات تھے۔ اس شخص نے اپنے مشرکانہ عقائد کو لوگوں کے سامنے پیش کیا تو عوام نے انکو فوری قبول کرنا شروع کر دیا۔ دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری (Apostle) کسی حال میں سینٹ پال کے مشرکانہ عقائد کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ ان حالات کے باوجود اپنے مذہب کی ترقی کی خاطر برناباس کچھ عرصہ تک سینٹ پال کے ساتھ مل کر کام کرتا رہا۔ مگر ان دونوں کے درمیان اختلافات کی خلیج بڑھتی گئی یہاں تک کہ جب سینٹ پال نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے احکامات کو عیاں طور پر چھوڑ کر اپنے مشرکانہ عقائد کی زور شور سے اشاعت و تبلیغ شروع کر دی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت یعنی ختنہ کرانے کو بھی نظر انداز کر دیا تو برناباس کے لئے سینٹ پال کے ساتھ مل کر کام کرنا مشکل ہو گیا پھر حالات یہاں تک پہنچ گئے کہ دونوں میں علیحدگی ہو گئی۔ سینٹ پال کو عوام کے علاوہ حکومت وقت کی مکمل حمایت اور ہمدردیاں حاصل تھیں اس لئے لوگوں نے اس کے پھیلائے ہوئے عقائد کو زور و شور سے قبول کرنا شروع کر دیا۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انسانی فطرت بھی عجیب چیز ہے یہ جہاں آسانی، چھوٹ اور سہولت کو دیکھتی ہے فوراً اس طرف راغب ہو جاتی ہے چاہے وہ آسانی مذہب میں کوئی پیدا کر دے یا عام زندگی میں۔ تاریخ عالم ایسے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے۔ بالکل اسی فطرت کے مطابق لوگوں نے جب دیکھا کہ سینٹ پال کے عقائد میں بڑی آسانیاں ہیں تو انہوں نے حق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسکے مشرکانہ عقائد کو دھڑا دھڑ قبول کرنا شروع کر دیا۔ برناباس اور اسکے ساتھیوں نے جب عوام کی اس عملی حالت کو دیکھا تو وہ پس منظر میں چلے گئے مگر اپنا مشن (سلسلۂ تبلیغ) جاری رکھا یہی وجہ ہے کہ چوتھی

صدی عیسوی تک برناباس کے ہم عقیدہ لوگ کافی تعداد میں موجود تھے جن کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ خالق کائنات اور قادر مطلق ہے جس کی عبادت کرنی چاہیے اور یوں وہ لوگ اسی عقیدہ کے مطابق خدا کی عبادت کرتے تھے۔ تاریخ ہمیں یہ بات واضح طور پر بتاتی ہے کہ چوتھی صدی میں ہی انطاکیہ کا دوسرا بشپ لوکیان (Lucian) جو اپنی عبادت، تقویٰ اور پرہیز گاری کی وجہ سے بڑی شہرت کا مالک تھا وہ مسئلہ تثلیث یعنی خدا، بیٹا اور روح کے عقیدے کا سخت ترین مخالف تھا۔ اس نے سینٹ پال کے خودساختہ مشرکانہ عقائد سے تعلق رکھنے والی ان عبارات کو انجیل کے نسخوں میں سے نکال دیا تھا ساتھ ہی یہ بھی نسخوں میں تحریر کر دیا کہ مسئلہ تثلیث کے جملوں کو بعد میں بڑھایا گیا ہے۔ بشپ لوکیان (Lucian) کو 312ء میں شہید کر دیا گیا۔

ایریس اور نیقیا کی کانفرنس کا فیصلہ

بشپ لوکیان (Lucian) کو شہید کرنے والوں کا خیال تھا کہ اب اسکے پیروکار شاید خاموش ہو کر بیٹھ جائیں گے اور یوں ان کے پرانے مشرکانہ عقائد جو سینٹ پال کے خودساختہ تھے عوام میں مکمل طور پر پھر رائج ہو جائیں گے مگر ایسا نہ ہوسکا کیونکہ بشپ (Lucian) لوکیان کو ماننے والے اور اس کے عقیدہ حق کے لاتعداد پیروکار موجود تھے ان میں سے اس کا شاگرد خاص ایریس (Arius) تھا۔ اس نے استاد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے توحید کا پرچم بلند رکھا۔ اسے کئی بار کلیسا کے عہدے پر فائز کیا گیا اور کئی بار معزول کیا گیا۔ ایسا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ توحید کا کلمہ کہنا چھوڑ دے مگر اس نے توحید کا پرچم کسی حال میں نہ چھوڑا اور اپنا نیک مشن (تبلیغ) جاری رکھا۔ اس زمانے میں کلیسا کی مخالفت کرنا گویا اپنی زندگی کو داؤ پر لگانا تھا اس کے باوجود کہ اطراف میں بھی اس کے مخالف موجود تھے ایریس (Arius) ان مشرکانہ عقائد کے خلاف نہایت حوصلے سے ڈٹا رہا۔ اس کی شب و روز کی محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ جوق در جوق اس کے حق نظریات کو قبول کرنے لگے۔ انہی ایام میں دو ایسے واقعات رونما ہوئے جنہوں نے یورپ کی تاریخ ہی بدل کر رکھ دی۔ ان دو واقعات کو مختصر تحریر کر رہا ہوں تا کہ ممکنہ حد تک مکمل صورت حال سے آگاہی ہو سکے۔

شاہ قسطنطین (280 تا 337ء) نے جب یورپ کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا تو اس نے عیسائیت قبول کئے بغیر مذہب عیسائیت کی زور و شور سے حمایت شروع کر دی۔ شاہ قسطنطین نے 330 عیسوی میں قسطنطنیہ کو دارالحکومت بنایا جو کہ اب استنبول (ترکی) کے شہر کا ایک حصہ ہے۔ شاہ قسطنطین رومی سلطنت (Roman Empire) کا پہلا عیسائی حکمران تھا اس نے 306ء میں باقاعدہ عیسائیت قبول کی۔ عیسائیت میں کئی فرقے مصروف عمل تھے کچھ عرصہ بعد ہی ان فرقوں کے باہمی اختلافات کی وجہ سے شاہ قسطنطین سخت پریشان ہو گیا نوبت یہاں تک پہنچ گئی کی اسکا محل بھی ان اختلافات سے محفوظ نہ رہا۔ مادر ملکہ سینٹ پال کے نظریات کی پیروکار بن گئی جبکہ بادشاہ کی بہن ایریس (Arius)

کے نظریات کی نہ صرف حامی تھی بلکہ اسکی مبلغہ کے فرائض بھی سرانجام دینے لگی۔ یوں بادشاہ عجیب کشمکش کا شکار ہو گیا۔اس کے نزدیک سب سے اہم کام ملک میں امن وامان قائم کرنا تھا کافی سوچ بچار کے بعد بادشاہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ ملک میں امن وامان قائم کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ تمام فرقوں کو ایک کلیسا کے تحت کر دیا جائے اور یوں وہ تمام اس ایک ہی کلیسا کو قبول کر لیں۔ ایریس اور بشپ الیگزنڈر دو ایسے مذہبی راہنما تھے جن کا سب سے زیادہ زور تھا۔ بشپ الیگزنڈر، بشپ سینٹ پال کے مشرکانہ عقائد کا داعی تھا جبکہ ایریس خالص توحید کا داعی تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ان دونوں کی مخالفت شدید سے شدید تر ہوگئی اس طرح بادشاہ کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ اس مخالفت کو ختم کرنے کے لئے عملی مداخلت کرے چنانچہ بادشاہ نے 325ء میں "نیقیا"(Nicaea) کے مقام پر ایک کانفرنس کا اہتمام کیا۔ متواتر کئی روز تک اس کانفرنس کے باقاعدہ اجلاس ہوتے رہے مگر کوئی حتمی فیصلہ نہ ہوسکا۔ آخر کار بادشاہ نے کلیسا کی حمایت کرنا ضروری خیال کیا تاکہ ملک میں امن وامان قائم رہ سکے اس طرح کلیسا کی حمایت حاصل کرنے کے لئے بادشاہ نے ایریس (Arius) کو جلاوطن کر دیا یوں توحید کی بجائے تثلیث کا عقیدہ رسمی طور پر ملک کا مذہب بن گیا۔ کلیسا نے اعلان کر دیا کہ اسکی منظور شدہ انجیل کے بغیر کسی قسم کی کوئی بھی دوسری انجیل پاس رکھنا سخت جرم ہے اس کے خلاف کرنے والے کو سخت سزا دی جائے گی۔ کلیسا کے حکم پر قریباً دوسو ستر (270) مختلف انجیلوں کے نسخے نذر آتش کر دیئے گئے شہزادی قسطنطانین جو کہ ایریس (Arius) کی زبردست حامی اور توحید پرست تھی متواتر اس کوشش میں مصروف رہی کہ اس ظالم فیصلے کو ختم کرا کر کسی نہ کسی طریقے سے ایریس (Arius) کو واپس وطن لا کر توحید کو ملکی قانون بنوائے۔ اس دوران بادشاہ قسطنطین 337ء میں فوت ہو گیا۔ آخر 21 سال کی متواتر کوششوں کے بعد 346ء میں شہزادی اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی اور ایریس (Arius) کو دوبارہ وطن واپس بلا لیا گیا۔ ایریس (Arius) جب فاتحانہ انداز میں قسطنطنیہ (موجودہ استنبول ترکی) میں داخل ہو رہا تھا تو اسکی موت واقع ہوگئی۔ بادشاہ نے ایریس کی موت کو قتل قرار دیا اور اس جرم کی پاداش میں قسطنطنیہ کے بشپ اور اس کے دو ساتھی بشپوں کو جلاوطن کر دیا۔ اس عمل سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ نے ایریس کے ایک شاگرد بشپ کے ہاتھ پر باقاعدہ عیسائیت قبول کر لی یوں توحید ملک کا سرکاری مذہب قرار پایا۔ انطاکیہ (Antakya - Turkey) میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں توحید کو عیسائی مذہب کا بنیادی عقیدہ قرار دیا گیا۔ اس سلسلے میں 359ء کو سینٹ جیروم نے لکھا کہ ایریس کا مذہب ملک کے ہر باشندے نے قبول کر لیا ہے۔ چھٹی صدی عیسوی میں پوپ ہونوریس جو کہ بڑا نیک اور عالم وفاضل شخص تھا مذہب عیسائیت میں اسے اہم مقام حاصل تھا یہ پوپ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم عصر تھا اس کا عقیدہ بھی توحید تھا۔ یہ پوپ اپنے عقیدے پر بڑی سختی سے کاربند تھا۔ اس نے 638ء میں وفات پائی۔ عیسائیت کی دنیا میں 346ء سے لے کر 680ء تک حکومت اور عوام توحید کے مذہب پر عمل کرتے رہے اس سارے عرصہ میں سینٹ پال کے خودساختہ مشرکانہ عقائد کو ماننے والے اندر ہی اندر اپنے عقائد کی بحالی کے لئے

کوشاں رہے۔ آخر قریباً تین سو چونتیس (334) سال کے بعد یہ لوگ اپنے مشن (مقصد) میں کامیاب ہو گئے اور یوں 680ء میں پھر تثلیث کے حق میں آواز اٹھی قسطنطنیہ میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں سینٹ پال کا عقیدہ رکھنے والوں نے پوپ ہونوریس کو مطعون اور مردود قرار دے دیا اور اس کے تمام نظریات کو مسترد کر دیا گیا۔ اب موجودہ دور میں گو دنیائے عیسائیت تثلیث کو اپنے مذہب کا مسلمہ اصول مانتی ہے مگر اب بھی عیسائیوں کی ایسی کثیر تعداد موجود ہے جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتی ہے۔ مگر حالات کو دیکھتے ہوئے اکثریت کے سامنے اپنے اس عقیدہ حق کا اظہار نہیں کر سکتی۔ اگر اپنے اس عقیدہ توحید کا اظہار کرے تو جان، مال، عزت وآبرو سے ہی ہاتھ دھونا پڑیں گے اس لئے خاموشی کے ساتھ یہ لوگ اپنے عقیدہ پر عمل کر رہے ہیں۔ ہم برناباس کے حالات اور اسکی تحریر شدہ انجیل کی تاریخ کو کچھ تفصیل سے اس لئے تحریر کر رہے ہیں تاکہ بعض عیسائی جو برناباس کا مذہب عیسائیت چھوڑ کر مسلمان ہونا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہے ہیں یہ حقائق پڑھ لینے کے بعد مکمل حالات سے باخبر ہو سکیں گے اور یوں اس الزام کی حقیقت کھل کر عیاں ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔

انجیل برناباس اور اس میں درج بشارات

تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ 325ء تک انجیل برناباس ایک مستند انجیل تسلیم کی جاتی تھی۔ ایرانیس نے جب سینٹ پال کے مشرکانہ عقائد کے خلاف مہم شروع کی تو اسی انجیل برناباس کی عبارات کو ہی ہمیشہ حجت کے طور پر مانا جاتا تھا اور زندگی کے تمام مسائل اسی انجیل کی مدد سے حل کیئے جاتے تھے۔ پھر 325ء میں نیقیا کے مقام پر جو کانفرنس ہوئی اسکا ذکر ہم گزشتہ صفحات پر کر چکے ہیں اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ عبرانی زبان میں جتنی انجیلیں موجود ہیں سب کو ضائع کر دیا جائے یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ جس کے پاس انجیل برناباس اور دیگر ہوں گی اسکی گردن اڑا دی جائے گی۔ نیقیا کی کانفرنس کا یہ فیصلہ کسی اعتبار سے بھی درست نہ تھا بلکہ یہ فیصلہ سراسر ظلم تھا۔ 383ء میں یعنی اٹھاون سال بعد پوپ نے انجیل برناباس کا اصل نسخہ حاصل کر لیا اور اسے اپنی ذاتی لائبریری میں محفوظ کر لیا۔ بادشاہ رینو کی حکمرانی کے چوتھے سال برناباس کی قبر کھودی گئی تو انجیل کا وہ نسخہ جو اس نے اپنے قلم سے لکھا تھا اسکی چھاتی پر رکھا ملا واللہ اعلم۔ فرامارینو پوپ کا نہایت ہی گہرا دوست تھا۔ اسے برناباس کی تحریر شدہ انجیل کا وہ نسخہ پوپ کی ذاتی لائبریری سے ملا اس نے انجیل کا مطالعہ کیا تاکہ حقیقت حال سے باخبر ہو سکے۔ فرامارینو نے برناباس کی انجیل کا خصوصی طور پر اس لئے مطالعہ کیا کہ وہ اس سے پہلے ایرانیس کی تحریریں پڑھ چکا تھا جن میں برناباس کی انجیل کے لاتعداد حوالے دیئے گئے تھے۔ انجیل برناباس کا اطالوی زبان میں لکھا ہوا یہ مسودہ مختلف لوگوں سے ہوتا ہوا ایمسٹرڈم کی ایک مشہور شخصیت کے پاس پہنچا۔ ایمسٹرڈم ہالینڈ کا مشہور شہر ہے۔ یہی نسخہ انجیل برناباس کچھ عرصہ بعد پروشیا کے بادشاہ کے مشیر جے۔ ایف کریمر کو ملا۔ بادشاہ کے مشیر کے پاس یہ نسخہ کچھ عرصہ تک رہا بعد میں سیوے کے ایک علم

دوست شہزادے یوگین نے اسے 1713ء میں حاصل کیا۔ پچیس (25) سال بعد جب شہزادہ یوگین کی ذاتی پوری لائبریری وائنا (Vienna, Capital of Austria) (آسٹریا) منتقل کی گئی تو انجیل برناباس کا یہ نسخہ بھی ان کتب میں شامل تھا۔ آج بھی انجیل برناباس کا یہ نسخہ وائنا (آسٹریا) میں موجود ہے۔

1907ء میں ایک انگریز جوڑے لانس ڈیل اور لارا ریگ (Lonsdale and Laura Ragg) نے شب وروز کی سخت محنت کے بعد انجیل کے ایک لاطینی نسخے کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ انجیل برناباس کے نسخے سے کیا گیا تھا۔ یہی ترجمہ شدہ انگریزی کا ترجمہ میرے پاس موجود ہے۔ اس نسخے کو آکسفورڈ کے کلیرنڈن پریس نے چھاپا ہے۔ مجھے انجیل کا یہ نسخہ جدہ (سعودی عرب) کے احمد محمد صلاح جموم نے تحفے کے طور پر بھجوایا ہے۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ جب آکسفورڈ پریس نے اس ترجمے کو چھاپا اور یہ انگریزی ترجمہ بازار میں آیا تو کچھ دنوں بعد اس انگریزی ترجمے کے سارے نسخے پراسرار طریقے سے بازار سے غائب کر دیئے گئے۔ مگر وہ نسخے اب بھی محفوظ ہیں جو شروع میں لوگوں نے خرید لیے تھے۔ انہی ترجمہ شدہ نسخوں میں سے اب بھی ایک نُسخہ خود انگریزوں کے ہاں برٹش میوزیم میں موجود ہے جبکہ دوسرا نسخہ واشنگٹن کی کانگریس لائبریری میں ہے۔ اس کے علاوہ دیگر اور کتنے نسخے کن کن لائبریریوں اور لوگوں کے پاس موجود ہیں انکی صحیح تعداد کا کسی کو علم نہیں ہے۔

یہاں ایک اہم امر کی مختصر الفاظ میں وضاحت کرنا ضروری خیال کرتا ہوں وہ یہ کہ کلیسا کے نزدیک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارکہ کی بشارتیں حقیقت میں غیظ وغضب کا سبب نہ تھیں بلکہ اصل میں برناباس کی وہ عبارتیں اور تعلیمات کلیسا کے غضب کا سبب تھیں جن میں سینٹ پال کے مشرکانہ عقائد اور مذہب عیسائیت میں شامل خودساختہ عقائد کا سختی سے رد کیا گیا تھا۔ برناباس کی انجیل میں قدم قدم پر عقیدہ تثلیث کا رد کیا گیا ہے اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی توحید کو نہایت ہی زوردار طریقے سے دلائل کی روشنی میں بڑے ہی حسین اور دلکش انداز میں ثابت کیا گیا ہے۔ اس نسخے میں عیاں طور پر سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات تحریر کئے گئے ہیں جن میں فرمایا گیا کہ نہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں، نہ خدا کے بیٹے ہیں بلکہ آپ علیہ السلام تو اس کے بندے اور رسول ہیں۔ ظاہر ہے یہ ارشادات کلیسا کے خودساختہ عقائد جن کو سینٹ پال نے متعارف کرایا ان سے ٹکراتے ہوئے انہیں باطل ثابت کرتے ہیں اس لئے کلیسا کے حکم پر ایک سوچی ہوئی سکیم (منصوبہ بندی) کے مطابق اس ترجمہ شدہ نسخوں کو بازار سے غائب کر دیا گیا۔ برناباس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو من وعن اس طرح بیان کیا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ برناباس کی انجیل میں ہمارے آقا ومولا فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارکہ کی جو بشارتیں سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی بیان شدہ درج ہیں ان میں سے مستند اور مصدقہ چند تحریر کی جارہی ہیں جن کو پڑھ کر آپ حضرات کے عقیدے وایمان میں نہ صرف مزید پختگی پیدا ہو گی بلکہ چمنستان ایمان کی کلیاں مزید کھل کر ہر طرف اپنی ایمانی خوشبو پھیلا کر فضاء کو معطر بنانے کا سبب ثابت ہوں گی۔ انشاء اللہ۔

ظہور پرنور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اوصاف حمیدہ کے بارے میں انجیل مقدسہ میں وارد انوار وبشارات

ابن ظفریل نے انجیل میں ظہور پرنور اور اوصاف سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بشارات کے سلسلے میں کہا ہے کہ ''یوحنا جو کہ حواریوں میں ایک تھا اپنی انجیل میں مسیح علیہ السلام کے بارے میں تحریر کرتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے باپ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمہیں دوسرا فارقلیط عطا کرے جو تمہارے ساتھ ابد تک قائم رہے وہ روح حق ہے اور انہیں ہر چیز کی تعلیم دے گا اور کہا یہ بیٹا جانے والا ہے یہ اشارہ کیا ہے اپنی ذات کی طرف اور اس کے بعد فارقلیط آنے والا ہے وہ تمہارے لئے بھیدوں کو زندہ کرے گا۔ ہر چیز کو بدل دے گا۔ میرے حق میں گواہی دے گا جس طرح کہ میں اس کے لئے گواہی دیتا ہوں میں تمہارے لئے مثال لاتا ہوں اور وہ اس کی تاویل کرے گا۔ اور تاویل سے قرآن مراد ہے۔ جو بہت سی تاویلات ومعانی کا حامل ہے۔ بمقابلہ دیگر کتابوں کے اور فارقلیط کو مارنے کی طاقت جہان والے نہیں رکھتے اگر تم میری دعوت کو قبول کرتے ہو اور مجھے دوست رکھتے ہو تو میری نصیحت کو نگاہ میں رکھو۔ اور میں اپنے باپ سے درخواست کرتا ہوں کہ تمہیں دوسرا فارقلیط عطا کرے جو آخر تک تمہارے ساتھ رہے''۔

یہ بات تصریح اور وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف کسی ایسے کو بھیجے گا آخر زمانہ تک ان کے ساتھ رہے گا۔ اور وہ تبلیغ رسالت اور سیاست خلق اس کے مقام پر قائم کردے گا۔ اس کی شریعت تا ابد آباد جاری و ساری اور باقی رہے گی کیا کوئی ان صفات کا حامل ہے بے شک وہ ذات مقدس فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ہے۔ فارقلیط کی تفسیر میں نصاریٰ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ فارقلیط کا معنی حمد کرنیوالا ہے اور بعض نے اس کے معنی مخلص کے کئے اگر ہم مخلص کے معنی میں ان سے اتفاق بھی کریں تو اس کا معنی وہ رسول ہوگا جو اخلاص عالم کے لئے آئے اور یہ وضاحت ہمارے مدعا کے عین مطابق ہے کیونکہ ہر نبی اخلاص کرنے والا ہی ہوتا ہے اس معنی کی شہادت خود انجیل میں موجود ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ دنیا کو اخلاص کروں۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ خود کو مخلص عالم فرما رہے ہیں اور انہوں نے باپ سے درخواست کی ہے کہ ان کو دوسرا فارقلیط عطا کرے پس لفظ کا تقاضا ہے کہ اس دلالت پر کرے کہ پہلا فارقلیط جائے تو دوسرا فارقلیط آتا ہے۔

فارقلیط کا لفظ بعض کتب میں تو اطالوی زبان کا تحریر کیا گیا ہے جبکہ بعض اسے یونانی زبان کا لفظ قرار دیتے ہیں۔

اگر فارقلیط کا معنی حامد ہے تو پھر کونسا لفظ ہے جو اس سے زیادہ ''احمد'' کے قریب ہو سکتا ہے۔ ابن ظفر نے انجیل میں کہا ہے کہ جس چیز کا ترجمہ انجیل میں کیا گیا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فارقلیط سے مراد رسول ہے کیونکہ آپ علیہ السلام نے فرمایا جو کلام آپ مجھ سے سن رہے ہیں وہ کلام میرا نہیں بلکہ وہ تو باپ کا کلام ہے جس کا تمہاری خاطر مجھ پر نزول ہوا ہے لیکن فارقلیط جس کو روح القدس کی حیثیت سے میرا باپ اسے میرے اس نام سے بھیجے گا تا کہ تم کو ہر چیز کی تعلیم دے تمہارے سامنے ذکر کرے اور نصیحت کرے جس طرح کہ میں نصیحت کرتا ہوں۔ کیا اس سے زیادہ کوئی واضح تر بیان ہو سکتا ہے کہ فارقلیط سے مراد رسول ہی ہے جسے خداوند تعالیٰ بھیجتا ہے وہ خلقت کو ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے تا کہ ان کو نصیحت کرے لیکن اس جگہ پدر یعنی باپ کا لفظ محرف بدلا ہوا ہے۔ اہل کتاب اس لفظ سے ناواقف نہیں کہ اس لفظ سے اللہ کریم کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عصمت والا لفظ ہے اور استاد اس لفظ سے اپنے شاگرد کو مخاطب کرتا ہے۔ نصاریٰ کا اپنے علماء دین کو روحانی باپ کے لفظ سے مخاطب کرنا مشہور ہے۔ بنی اسرائیل اور بنو اعیص بھی خود کو نَحْنُ اَبْنَا ءَ اللّٰہِ یعنی ہم اللہ کے بیٹے ہیں کہلاتے ہیں۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ خود ہی بدگمانی میں ہیں۔

خیال رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ اسے میرے نام سے بھیجے گا اس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور اس کی صداقت کی گواہی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ خود قرآن کریم میں عیسیٰ علیہ السلام کی مدح اور پاکیزگی کا ذکر کیا گیا ہے جن کے لئے بنی اسرائیل افتراء باندھتے تھے یہاں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

برنابا کی انجیل کے ایک اور ترجمہ میں مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک میں نہ جاؤں دوسرا فارقلیط نہیں آئے گا اور جب دوسرا فارقلیط آئے گا تو دنیا والوں کی خطاؤں پر ان کی بیخ و سرزنش کرے گا۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہے گا جو کچھ خدا کی طرف سے سنے گا وہی کچھ کہے گا اور حق و سچائی کے ساتھ وہ لوگوں کی سیاست کرے گا اور ان کو حوادث سے خبردار کرے گا۔ سیرت کی مشہور کتاب مواہب الدنیہ میں بحوالہ بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آتی ہے کہ جارود نامی شخص جو نصرانی تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کلمہ شریف پڑھا اور کہنے لگا خدا کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ بے شک میں نے آپ کے اوصاف حمیدہ انجیل میں پائے اور مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خوشخبری دی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیدائش سے بھی 75 سال پہلے پوپ گلاسیس اول (GELASIUS) کے زمانے میں بدعقیدہ اور گمراہ کن کتابوں کی جو فہرست مرتب کی گئی تھی اور پاپائی فتوے کے ذریعہ جن کتابوں کو پڑھنا ممنوع قرار دے دیا گیا تھا ان میں انجیل برناباس بھی شامل تھی (دیکھیں انسائیکلوپیڈیا۔ برٹانیکا 1958 ایڈیشن بعنوان گلاسیس) (گلاسیس 492ء سے 496ء تک پوپ تھا۔ اُس کے اس نظریہ کی بنا پر کہ ''پاپائیت کا درجہ حکمرانوں سے

بالاتر ہے۔'' عرصہ دراز تک حکومتوں اور چرچ کے درمیان کشمکش جاری رہی) یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بعثت سے پون صدی قبل وہ کون سا مسلمان تھا جس نے ''ایسی جعلی'' انجیل لکھنے کا کارنامہ انجام دے دیا تھا۔ جبکہ یہ بات خود عیسائی علماء نے تسلیم کی ہے کہ شام، سپین اور مصر وغیرہ میں ابتدائی مسیحی کلیسا میں ایک مدت تک انجیل برناباس رائج رہی ہے اور چھٹی صدی میں اسے ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔

انجیل مرقس، انجیل متی، انجیل لوقا اور انجیل یوحنا

یہ وہ چار اناجیل ہیں جنھیں مسیحی کلیسا نے معتبر اناجیل (CANONICAL GOSPELS) قرار دے رکھا ہے جبکہ ان کے مقابلے میں انجیل برناباس (EVANGELIUM (The Gospel of Barnabas) (BERNABE) زیادہ قابل اعتماد ہے۔ اس کے معتبر اور برحق ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کا مصنف برناباس حضرت عیسٰی کے اولین بارہ حواریوں میں سے ایک ہے اور اسے اول سے لے کر آخر تک حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ رہنے کا اعزاز حاصل رہا ہے۔ اور اس نے اپنی آنکھوں اور کانوں سے حالات دیکھے اور سنے ہیں۔ کتاب اعمال میں لیوک (لوقا) (LUKE) نے برناباس کا بھی ذکر کیا ہے۔ قدیم عیسائی علمی مطبوعات میں انجیل برناباس کا ذکر ایک گم شدہ کتاب کی حیثیت سے آتا ہے۔ کلیسا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بعثت سے 75 برس پہلے جن اناجیل کو مشکوک الصحت (APOCRYPHAL) قرار دے دیا تھا ان میں یہ انجیل بھی شامل تھی۔ چنانچہ اسے غائب کر دیا گیا۔ تاہم قدرت، صداقتوں کو زیادہ دیر تک چھپی نہیں رہنے دیتی۔ 1709ء میں شاہ پرشیا کے ایک مشیر کروم کو اس کتاب کا ایک نسخہ ایمسٹرڈم کے ایک کتب خانے سے دستیاب ہو گیا۔ یہ اٹالین زبان میں تھا۔ اس نے یہ کتاب شاہ پرشیا کو بطور تحفہ پیش کر دی اس طرح یہ کتاب آسٹریا کے دارالحکومت وی آنا کے شاہی کتب خانے میں منتقل ہو گئی۔ اٹھارہویں صدی کے آغاز میں ڈلی کے مقام پر ڈاکٹر ہلمین کو انجیل برناباس کا ایک ہسپانوی نسخہ دستیاب ہو گیا۔ اور ان کی وساطت سے یہ ممتاز مستشرق جارج سیل (GEORGE SALE) کو ملا اس نے اپنے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں اس انجیل کا ذکر کیا ہے۔ بعد ازاں یہ نسخہ پھر لاپتہ ہو گیا۔ تاہم 1784ء میں کسی طرح ڈاکٹر ہیوٹ کو اس کا ایک نسخہ مل گیا۔ جس نے اپنے لیکچروں میں بتایا کہ 1907ء میں ڈاکٹر منکہوس نے اس نسخے کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا۔ مصر کے عیسائی دانشور ڈاکٹر خلیل سعادت نے اسے عربی زبان میں منتقل کیا جو 1918ء میں مصری عالم دین سید رشید رضا نے شائع کیا۔

انجیل برناباس کا مصنف لکھتا ہے کہ ''میں حضرت مسیح علیہ السلام کے اولین بارہ حواریوں میں سے ایک ہوں، شروع سے آخر تک آپ علیہ السلام کے ساتھ رہا ہوں اور اپنی آنکھوں دیکھے واقعات اور کانوں سنے اقوال، اس کتاب میں درج کر رہا ہوں۔ یہی نہیں بلکہ کتاب کے آخر میں وہ کہتا ہے کہ ''دنیا سے رخصت ہوتے وقت حضرت مسیح

علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرے متعلق جو غلط فہمیاں لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان کو صاف کرنا اور صحیح حالات دنیا کے سامنے لانا تیری ذمہ داری ہے۔''

برناباس کے تعارف کے سلسلے میں بائیبل کی کتاب اعمال میں بڑی کثرت سے اس نام کے ایک شخص کا ذکر آتا ہے جو قبرص کے ایک یہودی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ مسیحیت کی تبلیغ اور پیروان مسیح کی مدد و اعانت کے سلسلے میں اس کی خدمات کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ مگر کہیں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ وہ کب دین مسیح میں داخل ہوا اور ابتدائی بارہ حواریوں کی جو فہرست تین انجیلوں میں دی گئی ہے اس میں بھی کہیں اس کا نام درج نہیں ہے۔ اس نے حواریوں (APOSTLES) کی جو فہرست دی ہے برناباس کی دی ہوئی فہرست، اس سے صرف دو ناموں میں مختلف ہے۔ ایک لوقا، جس کے بجائے برناباس خود اپنا نام دے رہا ہے دوسرا شمعون قنانی، جس کی جگہ وہ یہوداہ بن یعقوب کا نام لیتا ہے۔ لوقا کی انجیل میں یہ دوسرا نام بھی موجود ہے اس لئے یہ قیاس کرنا صحیح ہوگا کہ بعد میں کسی وقت صرف برناباس کو حواریوں سے خارج کرنے کے لئے لوقا کا نام داخل کیا گیا ہے، تاکہ اسکی انجیل سے پیچھا چھڑایا جاسکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اس میں چاروں انجیلوں کی بہ نسبت زیادہ واضح، مفصل اور مؤثر طریقے سے بیان ہوئی ہیں۔ توحید کی تعلیم، شرک کی تردید، صفات باری تعالیٰ، عبادات کی روح اور اخلاق فاضلہ کے مضامین اس میں بڑے ہی پر زور، مدلل اور مفصل ہیں۔

اس انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور آپ علیہ السلام کی تعلیمات ٹھیک ٹھیک ایک نبی کی زندگی اور تعلیمات کے مطابق نظر آتی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو ایک نبی کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، تمام پچھلے انبیاء علیہم السلام اور کتابوں کی تصدیق کرتے ہیں، صاف کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے سوا معرفت حق کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے اور جو انبیاء علیہم السلام کو چھوڑتا ہے وہ دراصل خدا کو چھوڑتا ہے۔ توحید، رسالت اور آخرت کے ٹھیک وہی عقائد پیش کرتے ہیں جن کی تعلیم تمام انبیاء علیہم السلام نے دی ہے، نماز، روزے اور زکوٰۃ کی تلقین کرتے ہیں ان کی نمازوں کا ذکر بکثرت مقامات پر برناباس نے کیا ہے جن میں وہ نماز پڑھتے تھے، اور ہمیشہ نماز سے پہلے وضو فرماتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام میں سے وہ حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو نبی قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہودیوں اور عیسائیوں نے انہیں انبیاء علیہم السلام کی فہرست سے خارج کر رکھا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وہ ذبیح قرار دیتے ہیں اور ایک یہودی عالم سے اقرار کراتے ہیں کہ فی الواقع ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے اور بنی اسرائیل نے زبردستی کھینچ تان کر حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح بنا رکھا ہے۔ آخرت اور قیامت اور جنت و دوزخ سے متعلق ان کی تعلیمات قریب قریب وہی ہیں جو قرآن میں بیان ہوئی ہیں۔

سینٹ پال نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی صحبت نہیں پائی تھی، بلکہ ان کے زمانے میں وہ ان کا سخت

مخالف تھا اور ان کے بعد بھی کئی سال تک ان کے پیروؤں کا دشمن بنا رہا۔ پھر جب اس جماعت میں داخل ہو کر اس نے ایک نیا دین بنانا شروع کیا اس وقت بھی اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی قول کی سند نہیں پیش کی، بلکہ اپنے کشف والہام کو بنیاد بنایا۔ اس نئے دین کی تشکیل میں اس کے پیش نظر بس یہ مقصد تھا کہ دین ایسا ہو جسے عام غیر یہودی (GENTILE) دنیا قبول کر سکے، اس نے اعلان کر دیا کہ ایک عیسائی شریعت یہود کی تمام پابندیوں سے آزاد ہے۔ اس نے کھانے پینے میں حرام وحلال ساری قیود ختم کر دیں۔ اس نے ختنے کے حکم کو بھی منسوخ کر دیا، جو غیر یہودی دنیا کو خاص طور پر ناگوار تھا۔ حتیٰ کہ اس نے مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور ان کے ابن خدا ہونے اور صلیب پر جان دے کر اولاد آدم کے پیدائشی گناہ کا کفارہ بن جانے کا عقیدہ بھی تصنیف کر ڈالا، کیونکہ عام مشرکین کے مزاج سے یہ بہت مناسبت رکھتا تھا۔ یسوع مسیح علیہ السلام کے ابتدائی پیروؤں نے ان بدعات کی مزاحمت کی، مگر سینٹ پال نے جو دروازہ کھولا تھا اس سے غیر یہودی عیسائیوں کا ایک ایسا زبردست سیلاب اس مذہب میں داخل ہو گیا جس کے مقابلے میں وہ مٹھی بھر لوگ کسی طرح نہ ٹھہر سکے۔ تاہم تیسری صدی عیسوی کے اختتام تک بکثرت لوگ ایسے موجود تھے جو مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے عقیدے سے انکار کرتے تھے۔ مگر چوتھی صدی کے آغاز 325ء میں یہ نیقیا (NICAEA) کی کونسل نے پولوسی عقائد کو قطعی طور پر مسیحیت کا مسلمہ مذہب قرار دے دیا۔ پھر رومی سلطنت خود عیسائی ہو گئی اور قیصر تھیوڈرسیس (346-395 A.D.) کے زمانے میں یہی مذہب سلطنت کا سرکاری مذہب بن گیا۔ اس کے بعد قدرتی بات تھی کہ وہ تمام کتابیں جو اس عقیدے کے خلاف ہوں مردود قرار دے دی جائیں اور صرف وہی کتابیں معتبر ٹھہرائی جائیں جو اس عقیدے سے مطابقت رکھتی ہوں۔ 367ء میں پہلی مرتبہ اتھاناسیوس (ATHANASIUS) کے ایک خط کے ذریعے معتبر ومسلم کتابوں کے ایک مجموعے کا اعلان کیا گیا، پھر اس کی توثیق 382ء میں پوپ ڈامےسیس (DAMASIUS) کی زیر صدارت ایک مجلس نے کی اور پانچویں صدی کے آخر میں پوپ گلاسیس نے اس مجموعے کو مسلّم قرار دینے کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کی ایک فہرست مرتب کر دی جو غیر تسلیم شدہ تھیں، حالانکہ جن پولوسی عقائد کو بنیاد بنا کر مذہبی کتابوں کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کا یہ فیصلہ کیا گیا تھا، ان کے متعلق کبھی کوئی عیسائی عالم یہ دعویٰ نہیں کر سکا ہے کہ ان میں سے کسی عقیدے کی تعلیم خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ بلکہ معتبر کتابوں کے مجموعے میں جو انجیلیں شامل ہیں خود ان میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے کسی قول سے ان عقائد کا ثبوت نہیں ملتا۔

انجیل برناباس ان غیر معتبر کتابوں میں اس لئے شامل کی گئی کہ وہ مسیحیت کے اس سرکاری عقیدے کے بالکل خلاف تھی۔ اس کا مصنف کتاب کے آغاز ہی میں اپنا مقصد تصنیف یہ بیان کرتا ہے کہ "ان لوگوں کے خیالات کی اصلاح کی جائے جو شیطان کے دھوکے میں آ کر یسوع علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیتے ہیں، ختنہ کو غیر ضروری ٹھہراتے ہیں اور حرام کھانوں کو حلال کر دیتے ہیں، جن میں سے ایک دھوکا کھانے والا پولوس بھی ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ جب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں موجود تھے اس زمانے میں ان کے معجزات کو دیکھ کر سب سے پہلے مشرک رومی سپاہیوں نے ان کو خدا اور بعض نے خدا کا بیٹا کہنا شروع کیا، پھر یہ ناپا کی، بنی اسرائیل کے عوام کو بھی لگ گئی۔ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سخت پریشان ہوئے۔ انہوں نے بار بار نہایت شدت کے ساتھ اپنے متعلق اس غلط عقیدے کی تردید کی، اور ان لوگوں پر لعنت بھیجی جو ان کے متعلق ایسی باتیں کہتے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے شاگردوں کو پورے یہودی علاقے میں اس عقیدے کی تردید کے لئے بھیجا اور ان کی دعا سے شاگردوں کے ہاتھوں بھی وہی معجزے صادر کرائے گئے جو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہوتے تھے تا کہ لوگ اس غلط خیال سے باز آجائیں کہ جس شخص سے یہ معجزے صادر ہو رہے ہیں وہ خدا یا خدا کا بیٹا ہے"۔

اس سلسلے میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مفصل تقریریں نقل کرتا ہے جن میں انہوں نے بڑی سختی کے ساتھ اس غلط عقیدے کی تردید کی تھی، اور جگہ جگہ یہ بتاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس گمراہی کے پھیلنے پر کس قدر پریشان تھے۔ مزید برآں وہ اس پولوسی عقیدے کی بھی صاف صاف تردید کرتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صلیب پر جان دی تھی۔ وہ اپنے چشم دید بیان کرتا ہے کہ "جب یہوداہ اسکریوتی یہودیوں کے سردار کاہن سے رشوت لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرانے کیلئے سپاہیوں کو لے کر آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چار فرشتے عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لے گئے اور یہوداہ اسکریوتی کی شکل اور آواز بالکل وہی کر دی گئی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ صلیب پر وہی چڑھایا گیا تھا نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام"۔ اس طرح یہ انجیل پولوسی مسیحیت کی جڑ کاٹ دیتی ہے اور قرآن کریم کے بیان کی پوری توثیق کرتی ہے، حالانکہ نزول قرآن سے 115 سال پہلے اس کے ان بیانات ہی کی بنا پر مسیحی پادری اسے رد کر چکے تھے۔

صرف انجیل برناباس ہی میں نہیں بلکہ لوقا کی انجیل میں بھی ذکر موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو اس بات سے منع کیا تھا کہ وہ آپ کو مسیح علیہ السلام کہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل جس مسیح کے منتظر تھے اس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ وہ تلوار کے زور سے دشمنان حق کو مغلوب کریں گے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ "مسیح" میں نہیں ہوں بلکہ وہ میرے بعد آنے والا ہے۔

برناباس کا جو اطالوی ترجمہ اس وقت دنیا میں موجود ہے اس کے اندر تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نام بے شک "محمد" لکھا ہوا ہے، مگر یہ کسی کو بھی معلوم نہیں ہے کہ یہ کتاب کن کن زبانوں میں ترجمہ ہوتی ہوئی اطالوی زبان میں پہنچی ہے۔ ظاہر ہے کہ اصل انجیل برناباس سریانی زبان میں ہوگی، کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی زبان تھی۔ اگر وہ اصل کتاب دستیاب ہوتی تو دیکھا جا سکتا تھا کہ اس میں ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا اسم گرامی کیا لکھا گیا تھا۔ اب جو کچھ قیاس کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اصل میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لفظ "منحمنا" استعمال کیا ہوگا (سریانی زبان میں لفظ "محمد" کا ہم معنی جس کا یونانی ترجمہ "فارقلیط" (PERICLYTOS)

ہے۔۔۔۔پھر مختلف مترجموں نے اپنی اپنی زبانوں میں اس کے ترجمے کر دیئے ہوں گے۔اس کے بعد غالباً کسی مترجم نے یہ دیکھ کر کہ پیش گوئی میں آنے والے کا جونام ہے،آپ علیہ السلام کا یہی اسم گرامی لکھ دیا ہوگا۔

کاہنوں کو کہانت (PRIESTHOOD) کے منصب پر مامور کرتے وقت بھی مسح کیا جاتا تھا، بادشاہ اور نبی بھی جب خدا کی طرف سے بادشاہت یا نبوت کے لئے نامزد کئے جاتے تو انہیں مسیح کہا جاتا۔ چنانچہ بائیبل کی رو سے بنی اسرائیل کی تاریخ میں بکثرت مسیح پائے جاتے ہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام کاہن کی حیثیت سے مسیح تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کاہن اور نبی کی حیثیت سے، طالوت بادشاہ کی حیثیت سے اور حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ اور نبی کی حیثیت سے، ملک صدق بادشاہ اور کاہن کی حیثیت سے، اور حضرت الیسع علیہ السلام نبی کی حیثیت سے مسیح تھے۔ بعد میں یہ بھی ضروری نہ رہا کہ تیل مل کر ہی کسی کو مامور کیا جائے، بلکہ محض کسی کا مامور من اللہ ہونا مسیح ہونے کا ہم معنی بن گیا تھا۔ مثال کے طور پر دیکھیئے۔ 1۔ سلاطین باب 19 میں ذکر آیا ہے کہ خدا نے حضرت الیاس علیہ السلام (ایلیاہ) کو حکم دیا کہ حزائیل کو مسح کر کہ آرام (دمشق) کا بادشاہ ہو اور نمسی کے بیٹے یاہو کو مسح کر کہ اسرائیل کا بادشاہ ہو اور الیسع (الیشع) کو مسح کر کہ تیری جگہ نبی ہو۔ ان میں سے کسی کے سر پر بھی تیل نہیں ملا گیا۔ بس خدا کی طرف سے ان کی ماموریت کا فیصلہ سنا دینا ہی گویا انہیں مسح کر دینا تھا۔ پس اسرائیلی تصور کے مطابق لفظ مسیح درحقیقت ''مامور من اللہ'' کا ہم معنی تھا اور اسی معنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے اس لفظ کو استعمال کیا تھا۔ (لفظ ''مسیح'' کے اسرائیلی مفہوم کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف بائیبلیکل لٹریچر بیسیاہ)۔

سچی انجیل یعنی برناباس میں سے اقتباسات

ان اقتباسات میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بعثت کا واشگاف الفاظ میں ثبوت ملتا ہے۔

عیسائی دنیا اگر اس انجیل کو سچی تسلیم کر لے تو ان کے لئے اسلام کو قبول کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی:

چند ابواب (verses) کے اقتباسات کا انگریزی متن اور ترجمہ یہ ہے:۔

10. I KNOW EVERY PROPHET

'Believe, Barnabas, that I know evry prophet with every prophecy, insomuch that whatever I say the whole hath come forth from that book.'

مجھے ہر پیغمبر کی خبر دی گئی ہے

ترجمہ باب 10: برناباس یقین رکھ کہ مجھے ہر نبی اور ہر نبوت کا علم ہے۔ یہاں تک کہ جو کچھ میں کہتا ہوں اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ سب بات اُسی کتاب میں سے آئی ہے۔

12 FIRST SERMON OF JESUS

Blessed be the holy name of God, who created the splendour of all the saints and prophets before all things to send him for the salvation of the world, as he spake by his servant David, saying: "Before Lucifer in the brightness of the saints I created thee." Blessed be the holy name of God, who created the angels that they might serve him. And blessed be God, who punished and reprobated Satan and his followers, who would not reverence him whom God willeth to be reverenced.

یسوع علیہ السلام کا پہلا وعظ

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے نبیوں کے سردار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پیدا فرمایا:

ترجمہ باب 12: ''حمد وثنا اللہ کے پاک نام کی جس نے تمام قدوسیوں اور نبیوں کے درخشانی سرتاج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق سے پہلے پیدا فرمایا تا کہ اسے دنیا کی نجات کے لئے بھیجے، جیسا کہ اس نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کی زبانی فرمایا کہ: ستارہ صبح سے پہلے قدوسیوں کی تابانی میں میں نے تجھے پیدا کیا''

''حمد وثنا اللہ کے پاک نام کی جس نے فرشتے پیدا کیے تا کہ وہ اس کی بندگی کریں اور حمد وثنا اللہ کے پاک نام کی جس نے ابلیس اور اس کے پیروؤں کو، جنہوں نے اس کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، جسے خدا چاہتا تھا کہ سجدہ کیا جائے، سزا دی اور مردود کیا''

17 SPLENDOUR OF ALL THE PROPHETS

Philip answered: 'Master, what sayest thou? It is surely written in Isaiah that God is our father: how, then hath he no son's?

Jesus answered: 'There are written in the prophets many parables, wherefore thou oughtest not to attend to the letter, but to the sense. For all the prophets, that are one hundred and forty-four thousand, whom God hath sent into the world, have spoken darkly. But after me shall come the Splendour of all the prophets and holy ones, and shall shed light upon the darkness of all that the prophets have said, because he is the messenger of God.

نبیوں علیہم السلام کی تعداد اور ان کے درخشانی ''سرتاج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''

ترجمہ باب 17: فلپس نے جواب دیا: ''معلم، یہ تو کیا کہتا ہے؟ یقیناً یسعیاہ میں لکھا ہے کہ خدا ہمارا باپ ہے۔ پھر اس کے بیٹے کیونکر نہیں ہیں؟''

یسوع نے جواب دیا: ''نبیوں کے ہاں بہت سی تمثیلیں لکھی ہیں، تحقیق ہم اللہ کی بندگی میں رغبت رکھنے والے ہیں سو تو لفظ پر نہ جا بلکہ مفہوم پر دھیان کر۔ کیونکہ تمام نبیوں نے، جو ایک لاکھ چوالیس ہزار ہوئے ہیں جنہیں خدا نے دنیا میں بھیجا، پردے میں بات کی ہے۔ مگر میرے بعد تمام نبیوں اور قدوسوں کا سرتاج (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آئے گا اور تمام پردے کی باتوں کو، جو نبیوں نے کیں، واضح کرے گا، کیونکہ وہ خدا کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔''

19. Jesus Predicted His Devil

And having said this Jesus sighed, saying: 'O Lord, what thing is this? for I have chosen twelve, and one of them is a devil.'

یسوع علیہ السلام کی اپنے ایک شاگرد کی شیطنت کی پیش گوئی

ترجمہ باب 19: یسوع نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ اے پروردگار میں نے بارہ چنے ہیں اور ان میں سے ایک شیطان ہے۔

36. ALL PROPHETS CREATED EXCEPT MESSENGER OF GOD

'Now that all the prophets are come except the messenger of God who shall come after me, because so God willeth, and that I may prepare his way.

تمام پیغمبر مبعوث ہو چکے سوائے اللہ کے رسول علیہ السلام کے

ترجمہ باب 36:۔ پس اب جب کہ تمام نبی مبعوث ہو چکے ہیں سوائے اللہ کے اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جو میرے بعد آئے گا یہی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ میں اس کے لئے راہ تیار کروں۔

39. ADAM KISSED UPON HIS NAIL, NAME OF MOHAMMED

Then God gave his soul to man, while all the holy angels sang "Blessed be thy holy name, O God our Lord."

'Adam, having sprung up upon his feet, saw in the air a writing that shone like the sun, which said: "There is only one God, and Mohammed is the messenger of God." Whereupon Adam opened his mouth and said: thank thee, O Lord my God, that thou hast deigned to create me; but tell me, I pray thee, what meaneth the message of these words: "Mohammed is messenger of God." Have there been other men before me?"

Then said God: "Be thou welcome, O my servant Adam. I tell thee that thou art the first man whom I have created. And he whom thou hast seen mentioned is thy son, who shall come into the world many years hence, and shall be my messenger, for whom I have created all things; who shall give light to the world when he shall come; whose soul was set in a celestial splendour sixty thousand years before I made anything."

Adam besought God, saying: "Lord, grant me this writing upon the nails of the fingers of my hands." Then God gave to the first man upon his thumbs that writing; upon the thumb-nail of the right hand it said: "There is only one God", and upon the thumb-nail of left it said: "Mohammed is messenger of God." Then with fatherly affection of the first man kissed those words, and rubbed his eyes, and said: "Blessed be that day when thou shalt come to the world."

آدم علیہ السلام نے سورج کی طرح روشن آسمان میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا دیکھا

ترجمہ باب 39: ''پس اللہ نے انسان کو جان عطا کی، اس وقت تمام پاک فرشتوں نے گایا۔ ''تیرے پاک نام کی حمد وثنا ہو، اے ہمارے پروردگار خدا''۔

''جب آدم (علیہ السلام) اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمان میں ایک تحریر دیکھی جو سورج کی طرح چمکتی تھی، کہ، اللہ ایک ہی ہے، اور محمد اللہ کا رسول ہے (لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه)، اس پر آدم نے اپنا منہ

کھولا اور کہا، اے خداوند میرے خدا، میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے میری تخلیق کو مناسب خیال فرمایا، مگر میں التجا کرتا ہوں، مجھے بتا ان الفاظ کا کیا مطلب ہے۔ ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اللہ کا رسول ہے'' کیا مجھ سے پہلے اور انسان بھی ہوئے ہیں؟

''تب خدا نے فرمایا مرحبا، اے میرے بندے آدم (علیہ السلام)۔ میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جسے میں نے پیدا کیا۔ اور وہ جسے تو نے مندرج دیکھا ہے، تیرا بیٹا ہے، جو دنیا میں اب سے بہت سال بعد آئے گا اور میرا رسول ہوگا، کہ اس کے لئے میں نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں، جو آئے گا تو دنیا کو نور بخشے گا جس کی روح میرے ہر چیز پیدا کرنے سے ساٹھ ہزار سال پہلے ملکوتی شان میں رکھی گئی تھی''

''آدم (علیہ السلام) نے اللہ سے التجا کی کہ پروردگار، یہ تحریر میرے ہاتھوں میں انگلیوں کے ناخنوں پر درج فرمادے، تب اللہ نے پہلے انسان کے انگوٹھوں پر یہ تحریر درج کردی، دائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا'' اللہ ایک ہی ہے'' اور بائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا'' محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کا رسول ہے'' تب پہلے انسان نے پدرانہ محبت سے یہ الفاظ چومے اور اپنی آنکھیں ملیں اور کہا، مبارک ہو وہ دن جب تو دنیا میں آئے''۔

42 MESSENGER OF GOD WHOM YE CALL "MESSIAH"

Then the disciples wept after this discourse, and Jesus was weeping, when they saw many who came to find him, for the chiefs of the priests took counsel among themselves to catch him in his talk. Wherefore they sent the Levites and some of the scribes to question him, saying: ' Who art thou?'

Jesus confessed, and said the truth: 'I am not the Messiah.'

They said:'Art thou Elijah or Jeremiah or any of the ancient prophets?,

Jesus answered : 'No'

Then said they: 'Who art thou? Say , in order that we may give testimony to those who sent us.'

Then said Jesus: ' I am a voice that crieth through all Judaea, and crieth: "Prepare ye the way for the messenger of the Lord, " even as it is written in Esaias.'

They said: ' If thou be not the Messiah nor Elijah, or any prophet, wherefore dost thou preach new doctrine, and make thyself of more account than the Messiah?'

Jesus answered: The miracles which God worketh by my hands show that I speak that which God willeth; nor indeed do I make myself to be accounted as him of whom ye speak. For I am not worthy to unloose the ties of the hosen or the latchets of the shoes of the messenger of God whom ye call "Messiah," who was made before me, and shall come after me, and shall bring the words of truth, so that his faith shall have no end.'

''میں وہ مسیحا (علیہ السلام) نہیں'' یسوع کا اقرار

میں اس لائق نہیں کہ خدا کے اس رسول کے نعلین کے تسمے کھول سکوں۔

ترجمہ باب 42: اس خطبے کے بعد شاگرد روئے اور یسوع بھی رو رہا تھا کہ انہوں نے بہت سے ایسے آدمیوں کو دیکھا جو اس کی تلاش میں آئے تھے، کیونکہ سردار کاہنوں نے آپس میں مشورہ کیا تھا کہ اسکی باتوں میں اسے پھانسیں۔ سو انہوں نے لادیوں اور کچھ فقیہوں کو بھیجا تھا کہ اس سے سوال کریں کہ: ''تو کون ہے؟''

یسوع نے اقرار کیا اور سچ بات کہی کہ ''میں مسیحا نہیں ہوں''۔

انہوں نے کہا'' ''کیا تو ایلیاہ یا یرمیاہ یا کوئی اور قدیم نبی ہے؟''۔

یسوع نے جواب دیا'' ''ہرگز نہیں''

تب انہوں نے کہا'' ''تو کون ہے؟ بتا، تا کہ جنہوں نے ہمیں بھیجا ہے ہم انہیں بیان کر سکیں''۔

تب یسوع نے کہا'' ''میں ایک آواز ہوں جو سارے یہودیہ میں پکارتی ہے کہ ''پروردگار کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے لئے راہ تیار کرو، جیسا یسعیاہ کی کتاب میں لکھا ہے''۔

انہوں نے کہا'' ''اگر تو مسیح نہیں، نہ ایلیاہ نہ کوئی اور نبی تو، تو نئی بشارات کیوں سکھاتا اور مسیح سے زیادہ اپنا منادی کراتا ہے۔''

یسوع نے جواب دیا، ''جو معجزے خدا میرے ہاتھ سے کراتا ہے ان سے ظاہر ہے کہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا کی مرضی ہے، نہ میں فی الواقع اپنے آپ کو اس کی مانند شمار کرتا ہوں جس کا تم ذکر کرتے ہو۔ کیونکہ میں اس لائق نہیں کہ خدا کے اس رسول کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھول سکوں جسے تم ''مسیح'' کہتے ہو، جو مجھ سے پہلے تخلیق کیا گیا اور میرے بعد آئے گا اور سچائی کا کلام لائے گا، کہ اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی''

43 SALVATION AND MERCY TO ALL NATIONS

'Verily I say unto you, that every prophet when he is come hath borne to one nation only the mark of the mercy of God. And so their words were not extended save to that people to which they were sent. But the messenger of

God, when he shall come, God shall give to him as it were the seal of his hand, insomuch that he shall carry salvation and mercy to all the nations of the world that shall receive his doctrine. He shall come with power upon the ungodly, and shall destory idolatry, insomuch that he shall make Satan confounded: for so promised God to Abraham, saying: "Behold, in thy seed I will bless all the tribes of the earth; and as thou hast broken in pieces the idols, O Abraham, even so shall thy seed do."

James answered: 'O master, tell us in whom this promise was made; for the Jews say "in Isaac," and the Ishmaelites say "in Ishmael." '

Jesus answered: 'David, whose son was he, and of what lineage?'

James answered: ' Of Isaac; for Isaac was father of Jacob, and Jacob was father of Judah, of whose lineage is David.'

Then said Jesus: 'And the messenger of God when he shall come, of what lineage will he be?'

The disciples answered: 'Of David.'

Whereupon Jesus said: 'Ye deceive yourselves; for David in spirit calleth him lord, saying thus: "God said to my lord sit thou on my right hand until I make thine enemies thy foot-stool. God shall send forth thy rod which shall have lordship in the midst of thine enemies." If the mesenger of God whom ye call Messiah were son of David, how should David call him lord? Believe me, for verily I say to you, that the promise was made in Ishmael, not in Isaac.'

ابدی وعالمگیر اخوت کا رسولِ رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم)

ترجمہ باب 43:۔ ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر نبی جب آیا ہے اللہ کی رحمت کا نشان صرف ایک قوم کے لئے لایا ہے اور اسی لئے ان کا کلام اس قوم سے آگے نہ بڑھا، سوائے ان لوگوں تک کہ جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے۔ لیکن اللہ کا رسول، جب وہ آئے گا تو اللہ اسے گویا اپنے ہاتھ کی انگشتری عطا کرے گا کہ وہ دنیا کی ان تمام قوموں کے لئے جو اس کا دین قبول کریں گی نجات اور رحمت لائے گا۔ وہ عنقریب بے دینوں پر قوت کے ساتھ آئے گا اور بت پرستی مٹا دے گا، یہاں تک کہ وہ شیطان کو ذلیل وخوار کر دے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) سے یہی وعدہ کیا تھا

کہ دیکھ، تیری نسل، میں میں زمین کے تمام قبیلوں کو برکت دوں گا، اور جس طرح، اے ابراہیم (علیہ السلام) تو نے بت پاش پاش کئے اسی طرح تیری نسل بھی کرے گی''

یعقوب نے جواب میں کہا۔ معلم، ہمیں بتا کہ وہ وعدہ کس میں کیا گیا تھا، کیونکہ یہودی کہتے ہیں یہ عہد اسحاق (علیہ السلام) میں اور اسماعیلی کہتے ہیں، اسماعیل (علیہ السلام) میں۔

یسوع نے جواب دیا۔ ''داؤد کس کا بیٹا تھا اور کس نسل سے؟''

یعقوب نے جواب دیا۔ ''اسحاق کی اولاد سے'' ''کیونکہ اسحاق یعقوب کا باپ تھا اور یعقوب یہوداہ کا باپ تھا، جس کی نسل سے داؤد ہے''۔

تب یسوع نے کہا ''اور اللہ کا رسول، جب وہ آئے گا تو کس کی نسل سے ہوگا''۔

شاگردوں نے جواب دیا ''داؤد کی نسل سے''۔

اس پر یسوع نے کہا ''تم اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہو، کیونکہ داؤد روحانی قوت میں اسے آقا کہتا ہے، جیسا کہ اس کا قول ہے'' اللہ نے میرے آقا سے کہا، تو میرے داہنے ہاتھ بیٹھ، تاکہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں تلے پامال کرنے کی جگہ بناؤں۔ اللہ تیرا عصا بھیجے گا جو تیرے دشمنوں کے درمیان حکمرانی کرے گا، اگر اللہ کا رسول، جسے تم مسیح کہتے ہو، داؤد کا بیٹا ہوتا تو داؤد اسے آقا کیونکر کہتا؟ یقین کرو، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ وعدہ اسماعیل میں تھا نہ کہ اسحاق میں''۔

44 THE LINEAGE OF THE MESSIAH

Thereupon said the disciples: 'O master, it is thus written in the book of Moses, that in Isaac was the promise made.'

Jesus answered, with a groan: 'It is so written, but Moses wrote it not, nor Joshua, but rather our rabbins, who fear not God. Verily I say unto you, that if ye consider the words of the angel Gabriel, ye shall discover the malice of our scribes and doctors. For the angel said: "Abraham, all the world shall know how God loveth thee: but how shall the world know the love that thou bearest to God? Assuredly it is necessary that thou do something for love of God." Abraham answered: "Behold the servant of God, ready to do all that which God shall will."

"Then spake God, saying to Abraham: "Take thy son, thy first born Ishmael, and come up the mountain to sacrifice him." How is Isaac first born, if when Isaac was born Ishmael was seven years old?

Then said the disciples: 'Clear is the deception of our doctors: therefore tell us thou the truth, because we know that thou art sent from God.'

Then answered Jesus: ' Verily I say unto you, that Satan ever seeketh to annul the laws of God: and therefore he with his followers, hypocrites and evil doers, the former with false-doctrine, the latter with lewd living, to-day have contaminated almost all things, so that scarcely is the truth found. Woe to the hypocrites! for the praises of this world shall turn for them into insults and torments in hell.

'I therefore say unto you that the messenger of God is a splendour that shall give gladness to nearly all that God hath made, for he is adorned with the spirit of understanding and of counsel, the spirit of wisdom and might, the spirit of fear and love, the spirit of prudence and temperance, he is adorned with the spirit of charity and mercy, the spirit of justice and piety, the spirit of gentleness and patience, which he hath received from God three times more than he hath given to all his creatures. O blessed time, when he shall come to the world! Believe me that I have seen him and have done him reverence, even as every prophet hath seen him: seeing that of his spirit God giveth to them prophecy. And when I saw him my soul was filled with consolation, saying: "O Mohammed, God be with thee, and may he make me worthy to untie thy shoelatchet, for obtaining this I shall be a great prophet and holy one of God.".

And having said, Jesus rendered his thanks to God.

نصرانی اور یہودی عالموں کا بغض

جوتی کا تسمہ کھول سکوں

ترجمہ باب 44: اس پر شاگردوں نے کہا۔ ''اے معلم (موسیٰ علیہ السلام) کی کتاب میں یوں لکھا ہے کہ یہ وعدہ اسحاق علیہ السلام میں کیا گیا تھا''۔

یسوع نے آہ بھر کر جواب دیا۔ ''ایسا ہی لکھا ہے، مگر موسیٰ نے نہیں لکھا، نہ یشوع نے لکھا، بلکہ ہمارے احبار

نے، جوخدا سے نہیں ڈرتے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم فرشتے جبریل کے الفاظ پرغور کروتو تم ہمارے کاتبوں اور عالموں کا بغض جان لوگے۔ کیونکہ فرشتے نے کہا۔اے ابراہیم ساری دنیا جان لے گی کہ اللہ کوتجھ سے کتنی محبت ہے؟ مگر دنیا کوتیری اللہ کے ساتھ محبت کیونکر معلوم ہو۔ یقیناً یہ ضروری ہے کہ تو اللہ کی محبت کے لئے کچھ کر، ابراہیم نے جواب دیا۔ دیکھو، خدا کا بندہ مستعد ہے کہ جوکچھ خدا کی مرضی ہوکرنے کوتیار ہے"۔

"تب اللہ نے ابراہیم سے فرمایا۔"اپنا بیٹا اپنا پہلوٹھا، اسماعیل لے اور پہاڑ پر چڑھ کر اسکی قربانی دے، پس اسحاق پہلوٹھا کیوں کر ہوا، کہ جب اسحاق پیدا ہوا تو اسماعیل سات سال کا تھا؟"

تب اس وقت شاگردوں نے کہا۔"ہمارے عالموں کا فریب صاف ظاہر ہے، سوہمیں سچ بتا، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ تو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے"۔

تب یسوع نے جواب دیا"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ شیطان خدا کی شریعت باطل کرنے کی تاک میں رہتا ہے، سواس نے اپنے پیروؤں، یعنی ریاکاروں اور بدکاروں کے ساتھ۔ پیروؤں نے فاسد عقیدے اور ریاکاروں نے ذلیل زندگی کی بدولت آج تقریباً سب باتیں ایسی آلودہ (ناپاک) کردی ہیں کہ سچائی مشکل سے ملتی ہے۔تباہی ہے ان ریاکاروں پر کہ اس دنیا کی تحریص ان کے لئے دوزخ میں ذلت اور عذاب بن جائے گی"۔

"پس اسی لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کا رسول ایک روشنی ہے جوتقریباً سب کو، جنہیں خدا نے بنایا ہے، مسرت بخشے گا، کیونکہ وہ آراستہ ہے فہم اور صلاح کی روح سے، حکمت اور قوت کی روح سے، خوف اور محبت کی روح سے، دانائی اور اعتدال کی روح سے، وہ آراستہ ہے سخاوت اور رحمت کی روح سے، عدل اور تقویٰ کی روح سے، شرافت اور صبر کی روح سے، جواسے خدا نے اپنی تمام مخلوقات میں سے تین گنا زیادہ عطا کی ہیں۔ کیا ہی مبارک ہے وہ وقت جب وہ دنیا میں آئے گا! یقین جانو، میں نے اسے دیکھا ہے۔اور اسکی حرمت وتعظیم کی ہے، جیسے ہر نبی نے اسے دیکھا ہے کیونکہ اسی کی روح سے خدا نے انہیں نبوت دی اور جب میں نے اسے دیکھا تو میری روح تسکین سے بھرگئی، یہ کہہ کر کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ہو اور وہ مجھے اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھول سکوں، کیونکہ یہ پاکر میں ایک بڑا نبی اور خدا کا قدوس ہوجاؤں گا"۔

اور یہ کہہ کر یسوع نے خدا کا شکر ادا کیا۔

53 JESUS SMOTE HIS FACE

Jesus smote his face with both his hands, and then smote the ground with his head. And having raised his head, he said: 'Cursed be every one who shall insert into my sayings that I am the son of God.' At these words the disciples fell down as dead, whereupon Jesus lifted them up, saying: "Let us fear God now, if we would not be affrighted in that day. '

یسوع (علیہ السلام) نے اپنے منہ پر دوہتڑ مارے

ترجمہ باب 53: یسوع (علیہ السلام) نے اپنے منہ پر دوہتڑ مارا اور پھر زمین پر سر دے پٹکا اور پھر سر اٹھا کر دکھ اور کرب سے کہا "ملعون ہو ہر وہ شخص جو میرے کلام میں اضافہ کرے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں" ان الفاظ پر شاگرد اس طرح زمین پر گر پڑے کہ جیسے وفات پا گئے ہوں۔ جس پر یسوع علیہ السلام نے انہیں یہ کہہ کر اٹھایا۔

"ہمیں اب اللہ سے ڈرنا چاہیئے اگر ہم اُس دن محفوظ رہنا چاہتے ہیں"

54 ALL PROPHETS WOULD REQUEST MOHAMMED TO PROTECT AND FAVOUR THEM

'When these signs be passed, there shall be darkness over the world forty years, God alone being alive, to whom be honour and glory for ever. When the forty years be passed, God shall give life to his messenger, who shall rise again like the sun, but resplendent as a thousand suns. He shall sit, and shall not speak, for he shall be as it were beside himself. God who shall seek the messenger of God, and , having found him, shall station themselves on the four sides of the place to keep watch upon him. Next shall God give life to all the angels, who shall come like bees circling round the messenger of God. Next shall God give life to all his prophets, who, following Adam, shall go every one to kiss the hand of the messenger of God, committing themselves to his protection. Next shall God give life to all the elect, who shall cry out: "O Mohammed , be mindful of us!" At whose cries pity shall awake in the messenger of God, and he shall consider what he ought to do, fearing for their salvation. Next shall God give life to every created thing, and they shall return to their former existence, but every one shall besides possess the power of speech. Next shall God give life to all the reprobates, at whose resurrection, by reason of their hideousness, all the creatures of God shall be afraid, and shall cry: "Let not thy mercy forsake us, O Lord our God." After this shall God cause Satan to be raised up, at whose aspect every creature shall be as dead, for fear of the horrid form of his appearance. May it please God, ' said Jesus, ' that I behold not that monster on that day. The messenger of God alone shall not be affrighted, by such

shapes, because he shall fear God only.

'Then the angel, at the sound of whose trumpet all shall be raised, shall sound his trumpet again, saying: "Come to the judgement, O creatures, for your Creator willeth to judge you. " Then shall appear in the midst of heaven over the valley of Jehoshaphat a glittering throne, over which shall come a white cloud, whereupon the angels shall cry out: " Blessed be thou our God, who hast created us, and saved us from the fall of Satan." Then the messenger of God shall fear, for that he shall perceive that none hath loved God as he should. For he who would get in change a piece of gold must have sixty mites; wherefore, if he have but one mite he cannot change it. But if the messenger of God shall fear, what shall the ungodly do who are full of wickedness?

''قیامت میں تمام برگزیدہ پکار اٹھیں گے اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارا خیال رکھیو''

ترجمہ باب 54: ''جب یہ علامتیں ہو چکیں گی تو دنیا پر چالیس سال تاریکی چھائی رہے گی، جب تنہا اللہ زندہ ہوگا، جس کی ابد تک عظمت اور شان کبریائی ہے۔ جب یہ چالیس سال گزر جائیں گے تو اللہ اپنے رسول کو اٹھائے گا، جو پھر سورج کی طرح، مگر ہزار سورجوں جیسا تابندہ، اٹھے گا۔ وہ بیٹھ جائے گا مگر بات نہ کرے گا، کیونکہ وہ گویا (خدا کی محبت میں) بے خود سا ہوگا۔ پھر اللہ اپنے چاروں برگزیدہ فرشتے اٹھائے گا، جو اللہ کے رسول کو تلاش کریں گے، اور اُسے پاکر اس جگہ کے چار اطراف پر اُس کی نگہبانی و محافظت کیلئے کھڑے ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تمام فرشتوں کو جلا بخشے گا، جو اللہ کے رسول کے گرد شہد کی مکھیوں کی طرح جھومتے حلقہ کرلیں گے۔ اس کے بعد اللہ اپنے تمام نبیوں کو اٹھائے گا، جو آدم کے پیچھے ایک ایک کر کے اللہ کے رسول کا ہاتھ آکر چومیں گے، اور خود کو اس کی پناہ میں دے دیں گے۔ پھر خدا تمام برگزیدوں کو زندہ کرے گا، جو پکار اٹھیں گے۔ ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)'' ''ہمارا خیال رکھیو!'' ان کی پکاروں پر اللہ کے رسول میں رحم و کرم کا جذبہ ٹھاٹھیں مارنے لگے گا۔ اور وہ ان کی نجات پر فکر مند ہو کر سوچے گا کہ وہ کیا کرے۔ پھر خدا ہر مخلوق شے کو زندگی دے گا، اور وہ اپنے ابتدائی وجود پر لوٹ آئیں گی، لیکن، ساتھ ہی، ہر ایک کو بولنے کی طاقت بھی ہوگی، پھر خدا تمام مجرموں کو زندہ کرے گا، جن کے اٹھتے ہی، ان کی بدہیئتی کے باعث خدا کی تمام مخلوق ڈر جائے گی، اور پکار اٹھیں گی۔ ''ہمیں اپنے رحم سے محروم نہ کرنا، اے پروردگار ہمارے معبود ہمیں اپنی رحمت

سے محروم نہ چھوڑ۔ اسکے بعد اللہ شیطان کو اٹھنے کا حکم دے گا، جس کی ڈراؤنی شکل نظر آنے پر ہر مخلوق پر ڈر کے مارے مردنی چھا جائے گی۔ ''میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں'' یسوع نے کہا ''کہ میں اس عفریت کو اس دن نہ دیکھنے پاؤں، صرف خدا کا رسول ان نظاروں سے خوف نہ کھائے گا، کیونکہ وہ اللہ یکتا کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتا''۔

''تب وہ فرشتہ جس کے نرسنگے کی آواز پر سب جی اٹھیں گے، اپنا نرسنگا پھر بجائے گا جس میں کہے گا۔ اے خلائق حساب دینے کے لئے آؤ کیونکہ تمہارا خالق تم سے حساب لینا چاہتا ہے۔ تب اس وقت آسمان کے بیچوں بیچ، وادی یہوشافاطہ کے اوپر ایک جگمگاتا تخت نمودار ہوگا جس کے اوپر ایک سفید بادل چھایا ہوگا، جس پر فرشتے پکار اٹھیں گے۔ ''پاک ہے تو معبود ہمارا تو ہی ہے، جس نے ہمیں پیدا کیا، اور ہمیں شیطان کے جال میں گرنے سے بچایا، تب اللہ کے رسول کو اندیشہ ہوگا وہ دیکھے گا کہ کسی نے اللہ سے جیسی چاہیے تھی ویسی محبت نہیں کی۔ کیونکہ جو سونے کا ایک سکہ لینا چاہے گا اسکے پاس ساٹھ پیسے ضرور ہونے چاہئیں، سوا گر اسکے پاس ایک ہی پیسہ ہو تو وہ اس کا مبادلہ نہیں کرسکتا۔ مگر جب اللہ کے رسول کو یہ اندیشہ ستائے گا تو بدکاروں کا کیا حال ہوگا جو شرارت سے بھرے ہوئے ہیں؟''

55 MOHAMMED AT THE JUDGEMENT

The messenger of God shall go to collect all the prophets, to whom he shall speak, praying them to go with him to pray God for the faithful. And every one shall excuse himself for fear; nor, as God liveth, would I go there, knowing what I know. Then God, seeing this, shall remind his messenger how he created all things for love of him, and so his fear shall leave him, and he shall go nigh unto the throne with love and reverence, while the angels sing: "Blessed be thy holy name, O God, our God."

And when he hath drawn nigh unto the throne, God shall open his mind unto his messenger, even as a friend unto a friend when for a long while they have not met. The first to speak shall be the messenger of God, who shall say: "I adore and love thee. O my God, and with all my heart and soul I give thee thanks for that thou didst vouchsafe to create me to be thy servant, and madest all for love of me, so that I might love thee for all things and in all things and above all things; therefore let all thy creatures praise thee. O my God. "Then all things created by God shall say: "We give thee thanks, O Lord, and bless thy holy name. " Verily I say unto you, the demons and reprobates with Satan shall then weep so that more water shall flow from the eyes of one of them than is in the river of Jordan. Yet shall they not see

God.

'And God shall speak unto his messenger, saying: "Thou art welcome, O my faithful servant; therefore ask what thou wilt, for thou shalt obtain all." The messenger of God shall answer. "O Lord, I remember that when thou didst create me, thou saidst that thou hadst willed to make for love of me the world and paradise, and angels and men, that they might glorify thee by me thy servant. Therefore, Lord God, merciful and just. I pray thee that thou recollect thy promise made unto thy servant."

'And God shall make answer even as a friend who jesteth with a friend, and shall say: "Hast thou witnesses of this, my friend Mohammed?" And with reverence he shall say: "Yes, Lord." Then God shall answer: "Go, call them. O Gabriel." The angel Gabriel shall come to the messenger of God, and shall say "Lord, who are thy witnesses?" The messenger of God shall answer: "They are Adam, Abraham, Ishmael, Moses, David, and Jesus son of Mary."

'Then shall the angel depart, and he shall call the aforesaid witnesses, who with fear shall go thither. And when they are present God shall say unto them: "Remember ye that which my messenger affirmeth?" They shall reply: "What thing, O Lord?" God shall say: "That I have made all things for love of him, so that all things might praise me by him." Then every one of them shall answer: "There are with us three witnesses better than we are, O Lord." And God shall reply: "Who are these three witnesses?" Then Moses shall say: "The book that thou gavest to me is the first"; and David shall say: "The book that, thou gavest to me is the second"; and he who speaketh to you shall say: "Lord, the whole world, deceived by Satan, said that I was thy son and thy fellow, but the book that thou gavest me said truly that I am thy servant; and that book confesseth that which thy messenger affirmeth." Then shall the messenger of God speak, and shall say: "Thus saith the book that thou gavest me, O Lord." And when the messenger of God hath said this,God shall speak, saying: "All that I have now done, I have done in order

that every one should know how much I love thee." And when he hath thus spoken, God shall give unto his messenger a book, in which are written all the names of the elect of God. Wherefore every creature shall do reverence to God, saying: "To thee alone, O God, be glory and honour, because thou hast given us to thy messenger."

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) تمام نبیوں کو اہلِ ایمان کے لئے شفاعت ودعا کی دعوت دیں گے

باب 55: ''اللہ کا رسول تمام نبیوں کو جمع کرنے جائے گا، جن سے کہ وہ یہ خواہش کرے گا کہ اُس کے ساتھ چل کر اہلِ ایمان کے لئے خدا سے دعا کریں اور ہر ایک خوف کے مارے عُذر کرے گا، خُدائے زندہ کی قسم، میں بھی وہاں نہ جاؤں گا کیونکہ مجھے معلوم ہے جو معلوم ہے۔ تب اللہ اس بات کو دیکھے گا اور اپنے رسول کو یاد دلائے گا کہ اُس نے اُس کی محبت میں سب چیزیں پیدا کیں، سو یوں اُس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کا اندیشہ جاتا رہے گا اور وہ تخت کے پاس محبت اور ادب سے جائے گا، جب کہ فرشتے گاتے ہوں گے، برکت والا ہے تیرا پاک نام، اے اللہ ہمارے معبود''۔

''اور جب وہ تخت کے قریب پہنچے گا تو اللہ اپنے رسول سے (اپنی حکمت) کھولے گا، (گویا ہوگا) جیسے ایک دوست دوست سے، جب وہ بہت مدت سے نہ ملے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پہلے بات چیت کرے گا، جو کہے گا ''میں تیری عبادت و پرستش اور تجھ سے محبت کرتا ہوں، اے میرے معبود اپنے سارے دل اور جان سے تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے پیدا فرمایا کہ تیرا خادم (بندہ) بنوں اور میری محبت میں سب کچھ بنایا، تاکہ میں تجھ سے سب چیزوں کی خاطر اور سب چیزوں میں اور سب چیزوں سے بڑھ کر محبت کروں، سوائے میرے معبود، اپنی تمام مخلوق کو اپنی حمد کرنے دے۔ تب خدا کی تمام پیدا کی ہوئی چیزیں کہیں گی۔ ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں، پروردگار، اور تیرے پاک نام کی تقدیس کرتے ہیں، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تب شیاطین اور شیطان کے ساتھ نکالے گئے مجرم اتنا روئیں گے کہ ان میں سے ایک کی آنکھوں سے دریائے اردن سے بھی زیادہ پانی بہے گا۔ تب بھی وہ خدا کو نہ دیکھ پائیں گے''

''اور اللہ اپنے رسول سے کلام کرے گا کہ تیرا آنا مبارک، اے میرے وفادار بندے (عبدہ) مانگ جو تو چاہے کہ تجھے سب کچھ ملے گا (سبحان اللہ)، اللہ کا رسول جواب دے گا ''اے ربّ ذوالجلال مجھے یاد ہے کہ جب تو نے مجھے پیدا کیا تو فرمایا تھا کہ میری محبت میں تو دنیا اور بہشت اور فرشتے اور انسان بنانا چاہتا ہے، تاکہ وہ مجھ تیرے بندے، کے واسطے سے تیری بندگی کریں۔ سو پروردگار خدائے رحیم وعادل، میں التجا کرتا ہوں کہ اپنے خادم سے اپنا کیا

ہوا وعدہ پورا فرما''

تب اللہ ایک دوست کی مانند، جیسے ایک دوست، دوست سے ہنسی کرتا ہے فرمائے گا کیا تیرے پاس اس بات کے گواہ ہیں اے میرے دوست محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور وہ ادب سے کہے گا ''ہاں اللہ تعالیٰ تب خدا جواب میں کہے گا جا اور انہیں بلا، اے جبریل! فرشتہ جبریل خدا کے رسول کے پاس آئے گا اور کہے گا آقا، تیرے گواہ کون ہیں؟ اللہ کا رسول جواب دے گا '' وہ ہیں آدم (علیہ السلام)، اسماعیل (علیہ السلام)، موسیٰ (علیہ السلام)، داؤد (علیہ السلام) اور یسوع (علیہ السلام) مریم (علیہا السلام) کا بیٹا''

پس فرشتہ جا کر ان مذکور گواہوں کو بلائے گا، جو ڈرتے ڈرتے حاضر ہوں گے اور جب وہ حاضر ہو جائیں گے تو اللہ ان سے کہے گا میرا رسول جس بات کا دعویٰ کرتا ہے وہ تمہیں یاد ہے؟ وہ جواب میں کہیں گے کیا بات، اے پروردگار؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ کہ میں نے اس کی محبت میں سب چیزیں پیدا کیں تا کہ سب مخلوقات اس کے واسطے سے میری حمد کریں۔ تب ان میں سے ہر ایک جواب دے گا پروردگار ہمارے پاس تین گواہ ہم سے معتبر ہیں۔ اور اللہ جواب دے گا یہ تین گواہ کون ہیں؟ تب موسیٰ علیہ السلام کہے گا پہلا وہ کتاب ہے جو تو نے مجھے عطا کی اور داؤد علیہ السلام کہے گا دوسرا وہ کتاب ہے جو تو نے مجھے دی۔ اور جو تم سے مخاطب ہے (مسیح علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام) کہے گا خداوندا ساری دنیا نے شیطان کے بہکانے سے مجھے تیرا بیٹا اور تیرا ساجھی کہا، لیکن جو کتاب تو نے مجھے دی اُس نے سچ سچ کہا کہ میں تیرا بندہ ہوں اور جو تیرا رسول دعویٰ کرتا ہے یہ کتاب اس کی تصدیق کرتی ہے، تب اللہ کا رسول گویا ہو کر کہے گا اے پروردگار جو کتاب تو نے مجھے دی ہے وہ بھی یہی کہتی ہے اور اللہ کا رسول یہ کہہ چکے گا تو اللہ فرمائے گا تحقیق جو کچھ میں نے اب کیا اس لئے کیا کہ ہر ایک کو میرا تجھ سے محبت کرنے کا درجہ معلوم ہو جائے۔ اور جب وہ یہ کہہ چکے گا تو اللہ اپنے رسول کو ایک کتاب عطا کرے گا جس میں خدا کے تمام برگزیدوں کے نام درج ہونگے۔ تب ہر مخلوق اللہ کی یہ کہتے ہوئے سجدہ کرے گی کہ اکیلے تجھی کو اے پروردگار جلال اور عزت ہو۔ کیونکہ تو نے ہی احسان فرمایا اور ہمارے تئیں اپنے رسول کو عطا فرمایا ہے''۔

56. PLACE AND ROLE OF MUHAMMAD ON THE DAY OF JUDGEMENT

'God shall open the book in the hand of his messenger, and his messenger reading therein shall call all the angels and prophets and all the elect, and on the forehead of each one shall be written the mark of the messenger of God. And in the books shall be written the glory of paradise.

'Then shall each pass to the right hand of God; next to whom shall sit the messenger of God, and the prophets shall sit near him, and the saints

shall sit near the prophets, and the blessed near the saints, and the angel shall then sound the trumpet, and shall call Satan to judgement.

تمام نبیوں برگزیدوں کی پیشانیوں پر کلمہ طیبہ لکھا ہوگا

ترجمہ باب 56: ''اللہ اپنے رسول کے ہاتھ میں وہ کتاب کھولے گا جو اس کے رسول کے ہاتھ میں ہے اور اس کا رسول اس میں سے پڑھ کر تمام فرشتوں اور نبیوں اور سب برگزیدوں کو بلائے گا، اور ہر ایک کی پیشانی پر اللہ کے رسول کی نشانی لکھی ہوگی اور کتاب میں بہشت کی شان لکھی ہوگی''۔

''تب خدا کے داہنے ہاتھ ہر ایک چلا جائے گا، خدا کے پہلو میں اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) بیٹھے گا اور اس کے بعد نبی بیٹھیں گے، اور نبیوں کے بعد ولی بیٹھیں گے اور ولیوں کے بعد نیکوکار بیٹھیں گے، اور تب فرشتہ نرسنگا بجا کر ابلیس کو عدالت میں جواب دہی کیلئے طلب کرے گا''

72 JESUS CAME TO PREPARE WAY FOR MESSENGER OF GOD (MOHAMMED)

Jesus answered: 'Let not your heart be troubled, neither be ye fearful: for I have not created you, but God our creator who hath created you will protect you. As for me, I am now come to the world to prepare the way for the messenger of God, Who shall bring salvation to the world. But beware that ye be not deceived, for many false prophets shall come, who shall take my words and contaminate my gospel.'

Then said Andrew: 'Master, tell us some sign, that we may know him.'

HOW TO RECOGNIZE MOHAMMED?

Jesus answered: 'He will not come in your time, but will come some years after you, when my gospel shall be annulled, insomuch that there shall be scarcely thirty faithful. At that time God will have mercy on the world, and so he will send his messenger, over whose head will rest a white cloud, whereby he shall be known of one elect of God, and shall be by him manifested to the world. He shall come with great power against the ungodly, and shall destroy idolatry upon the earth. And it rejoiceth me because that through him our God shall be known and glorified, and I shall be known to be

true; and he will execute vengeance against those who shall say that I am more than man. Verily I say to you that the moon shall minister sleep to him in his boyhood, and when he shall be grown up he shall take her in his hands. Let the world beware of casting him out because he shall slay the idolaters, for many more were slain by Moses, the servant of God, and Joshua , who spared not the cities which they burnt, and slew the children; for to an old wound one applieth fire.

'He shall come with truth more clear than that of all the prophets, and shall reprove him who useth the world amiss. The towers of the city of our father shall greet one another for joy: and so when idolatry shall be seen to fall to the ground and confess me a man like other men, verily I say unto you the messenger of God shall be come.'

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیسے پہچانے جائیں گے؟ اور معجزہ شق القمر

باب 72:(جب یسوع علیہ السلام نے اپنے دنیا سے رخصت ہونے کی بات کی، حواری روئے اور پریشان ہوئے) یسوع علیہ السلام نے جواب دیا تمہارے دل بے چین نہ ہوں، نہ تم خوف زدہ ہو کیونکہ میں نے تمہیں پیدا نہیں کیا، بلکہ اللہ ہمارا خالق جس نے تمہیں پیدا کیا، تمہیں بچائے گا۔ رہا میرا خاص معاملہ تو میں تحقیق اب دنیا میں اللہ کے رسول کے لئے راہ تیار کرنے آیا ہوں جو دنیا کے لئے نجات لائے گا۔ لیکن خبردار دھوکا نہ کھانا کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے جو میرا کلام لیں گے اور میری انجیل کو ناپاک کریں گے۔"

تب اینددریاس نے کہا "اے معلم ہمیں کوئی نشان بتا کہ ہم اسے پہچان لیں"۔

یسوع (علیہ السلام) نے جواب دیا "وہ تمہارے زمانے میں نہ آئے گا، بلکہ تمہارے چند سال بعد آئے گا، جب میری انجیل باطل کر دی جائے گی، یہاں تک کہ بمشکل تیس ایمان دار رہ جائیں گے۔ اُس وقت اللہ دنیا پر رحم فرمائے گا سو وہ اپنا رسول بھیجے گا، جس کے سر کے اوپر ایک سفید بادل چھایا رہے گا، جس سے وہ خدا کا برگزیدہ پہچان لیا جائے گا، اور اُسی کے ذریعے دنیا پر آشکارا ہوگا۔ وہ بے دینوں پر بڑی قوت کے ساتھ آئے گا اور زمین پر بت پرستی کو نیست کر دے گا میں اس بات کو راز کی طرح کہتا ہوں اور اس سے مجھے مسرت ہے کیونکہ اسی کے ذریعے ہمارے خدا کی معرفت اور بڑائی کی جائے گی اور میرا سچا ہونا ظاہر ہوگا اور وہ ان سے انتقام لے گا جو مجھے بشر سے کچھ بڑھ کر کوئی ہستی بتائیں گے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس کے بچپن میں چاند اس کو لوریاں دے کر سلایا کرے گا اور جب وہ بڑا ہوگا تو چاند کو اپنے ہاتھوں میں پکڑ لے گا۔ (معجزۂ شق القمر کی طرف اشارہ) دنیا اس کو انکار کر دینے پر خبردار رہے

کیونکہ وہ بت پرستوں کو قتل کرے گا، کہ بتحقیق موسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے نے اس سے بھی زیادہ قتل کئے اور یشوع نے جس نے شہر بھی نہ چھوڑے جنہیں انہوں نے جلا دیا اور بچوں کو قتل کیا، کیونکہ پرانا زخم گرم لوہے سے داغتے ہیں''

''وہ تمام نبیوں سے زیادہ واضح سچائی کے ساتھ آئے گا اور اسے ملامت کرے گا جو دنیا سے غلط طور پر برتاؤ کرتا ہے۔ ہمارے باپ دادا کے شہر کے برج خوشی سے ایک دوسرے کو مبارک باد دیں گے پس جب بت پرستی خاک میں ملتی نظر آئے اور مجھے دوسرے انسانوں کی طرح انسان اقرار کیا جائے گا تو میں تم سے سچ کہتا ہوں اللہ کا رسول آ گیا ہو گا''

83 A NIGHT (LAILATUL-QADAR) WOULD COME EACH YEAR IN THE TIME OF 'MESSIAH' MOHAMMED

After the prayer of midnight the disciples came near unto Jesus, and he said to them: 'This night shall be in the time of the Messiah, messenger of God, the jubilee every year-that now cometh every hundred years. Therefore I will not that we sleep, but let us make prayer, bowing our head a hundred times, doing reverence to our God, mighty and merciful, who is blessed for evermore, and therefore each time let us say: "I confess thee our God alone, that hast not had beginning, nor shalt ever have end; for by thy mercy gavest thou to all things their beginning, and by thy justice thou shalt give to all an end that hast no likeness among men, because in thine infinite goodness thou art not subject to motion nor to any accident. Have mercy on us, for thou hast created us, and we are the works of thy hand."

''حضور علیہ السلام کے دور کا انعام ہر سال لیلۃ القدر (قدر کی رات)''

ترجمہ باب 83: ''آدھی رات کی نماز کے بعد شاگرد یسوع کے قریب آئے اور تب یسوع نے اُن سے کہا ''مسیحا'' اللہ کے رسول کے وقت میں یہ رات ہر سال جشن کی ہوگی۔'' (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دور کا انعام ہر سال لیلۃ القدر یعنی قدر کی رات)''۔ جواب ہر سویں (100 ویں) برس آتی ہے۔ سو میں نہیں چاہتا کہ ہم سوئیں، بلکہ آؤ دعا کریں اپنے سر سو بار جھکائیں اپنے خدا قادر و رحیم کی عبادت کریں جو ابد تک مبارک ہے اور پھر ہر بار کہیں ''میں اقرار

کرتا ہوں کہ تو ہی ہمارا یکتا معبود ہے جس کی نہ ابتدا ہے نہ کبھی انتہا ہوگی کیونکہ تو نے اپنی رحمت سے سب چیزوں کو ان کی ابتداء بخشی اور اپنے عدل سے تو سب کو انتہا دے گا، جس کی انسانوں میں کوئی مشابہت نہیں، کیونکہ اپنی لامحدود نیکی میں تو نہ حرکت سے متاثر ہے نہ کسی حادثہ سے۔ ہم پر بے پایاں بخشش کے ساتھ رحم فرما، کہ تو نے ہمیں پیدا کیا ہے اور ہم تیری ہی قدرت کے عمل ہیں"

84. JESUS HEARD VOICE OF MOHAMMED DURING BLESSED NIGHT (AL-QADAR)

Having made the prayer, Jesus said: 'Let us give thanks to God because he hath given to us this night great mercy; for that he hath made to come back the time that needs must pass in this night, in that we have made prayer in union with the messenger of God. And I have heard his voice.'

یسوع علیہ السلام اور حواریوں نے قدر کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ نماز پڑھی

ترجمہ باب 84: "دعا مانگ کر یسوع نے کہا "ہمیں اللہ کا شکر کرنا چاہیئے کیونکہ اس نے ہمیں اس رات بڑی رحمت عطا کی ہے، کہ اس نے وہ وقت پیچھے لوٹا دیا جو اسی رات میں گزرے گا، اس طرح کہ ہم نے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ مل کر نماز پڑھی ہے۔ اور تحقیق میں نے اس کی آواز سنی ہے"۔

96. "THE MESSIAH SHALL COME AFTER SAID JESUS

When the prayer was ended, the priest said with a loud voice: 'Stay, Jesus, for we need to konw who thou art, for the quieting of our nation.'

Jesus answered: 'I am Jesus, son of Mary, of the seed of David, a Man that is mortal and feareth God, and I seek that to God be given honour and glory.'

The priest answered: 'In the book of Moses it is written that our God must send us the Messiah, who shall come to announce to us that which God willeth, and shall bring to the world the mercy of God. Therefore I pray thee tell us the truth, art thou the Messiah of God whom we expect?'

Jesus answered: 'It is true that God hath so promised, but indeed I am

not he, for he is made before me, **and shall come after me.**

The priest answered: 'By thy words and signs, at any rate we believe thee to be a prophet and an holy one of God, wherefore I pray thee in the name of all Judaea and Israel that thou for love of God shouldst tell us in what wise the Messiah will come.'

Jesus answered: 'As God liveth, in whose presence my soul standeth, I am not the Messiah whom all the tribes of the earth expect, even as God promised to our father Abraham, saying: "In thy seed will I bless all the tribes of the earth." But when God shall take me away from the world, Satan will raise again this accursed sedition, by making the impious believe that I am God and son of God, whence my words and **my doctrine shall be contaminated**, insomuch that scarcely shall there remain thirty faithful ones: whereupon God will have mercy upon the world, and will send his messenger for whom he hath made all things; who shall come from the south with power, and shall destory the idols with the idolaters; who shall take away the dominion from Satan which he hath over men. He shall bring with him the mercy of God for salvation of them that shall believe in him, and blessed is he who shall believe his words.

خاتم النبیین علیہ السلام کی پرشکوہ تشریف آوری

ترجمہ باب 96: جب دعا ختم ہوئی تو کاہن نے بلند آواز سے کہا "اے یسوع ٹھہر، اپنی قوم کو خاموش کرانے کے لئے ہم جاننا چاہتے ہیں کہ تو کون ہے"

یسوع نے جواب دیا "میں ہوں یسوع، مریم کا بیٹا، داؤد کی نسل سے ایک بشر جو فانی ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور میرا مقصد ہے عزت اور بندگی خدا ہی کے لئے ہو"۔

کاہن نے جواب میں کہا "موسیٰ کی کتاب میں لکھا ہے کہ ہمارا اللہ ہمارے پاس مسیحا بھیجے گا، جو ہمیں بتانے آئے گا کہ اللہ کی مرضی کیا ہے اور دنیا کے لئے اللہ کی رحمت لائے گا۔ سو میں التماس کرتا ہوں ہمیں سچ بتا کیا تو ہی خدا کا وہ مسیح ہے جس کا ہمیں انتظار ہے؟"

یسوع نے جواب دیا "یہ سچ ہے کہ اللہ نے ایسا ہی وعدہ کیا ہے، لیکن یقیناً میں وہ نہیں ہوں کیونکہ وہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور میرے بعد آئے گا"۔

کاہن نے جواب میں کہا' تیرے کلام اور نشانیوں سے ہمیں بہر طور یقین ہے کہ تو ضرور اللہ کا نبی اور قدُّوس ہے، اس لئے میں تجھ سے تمام یہُودیہ اور اسرائیل کے نام پر امید کرتا ہوں کہ خدا سے محبت کی خاطر ہمیں بتا کہ مسیحا کس کیفیت سے آئے گا''۔

یسوع نے جواب دیا ''خدائے زندہ کی قسم، جس کے حضور میری روح قائم ہے میں وہ مسیح نہیں ہوں، جس کا انتظار تمام دنیا کی تمام قوموں کو ہے، جیسا کہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا۔ تیری نسل میں، میں زمین کی تمام قوموں کو برکت دوں گا، لیکن جب اللہ مجھے دنیا سے اٹھائے گا تو شیطان (ابلیس) ناپرہیزگاروں کو یہ یقین دلا کر کہ میں خدا اور خدا کا بیٹا ہوں پھر یہ ملعُون فتنہ اٹھائے گا، جس سے میرے کلام اور میرے نظریات میں باطل کی آمیزش کردی جائے گی، یہاں تک کہ بمشکل تیس ایک صاحب ایمان رہ جائیں گے، جس پر خدا دنیا پر رحمت فرمائے گا، اور اپنا رسول بھیجے گا جس کے لئے اس نے سب چیزیں بنائی ہیں جو جنوب سے طاقت کے ساتھ آئے گا اور بتوں کو بت پرستوں سمیت ہلاک و برباد کردے گا جو ابلیس سے وہ غلبہ چھین لے گا جو اسے انسانوں پر ہے۔ وہ اپنے ساتھ خدا کی رحمت، ان کی نجات کے لئے لائے گا جو اس پر ایمان لائیں گے، اور پاک و اقبال مند ہے وہ جو اس کے کلام پر ایمان لائے گا''۔

97.(PART-A) NO TRUE PROPHETS SHALL COME AFTER MESSENGER OF GOD (MOHAMMED)

'Unworthy though I am to untie his hosen, I have received grace and mercy from God to see him.'

Then answered the priest, with the governor and the king, saying: "Distress not thyself, O Jesus, holy one of God, because in our time shall not this sedition be any more, seeing that we will write to the sacred Roman senate in such wise that by imperial decree none shall any more call thee God or son of God.'

Then said Jesus: 'With your words I am not consoled, because where ye hope for light, darkness shall come; but my consolation is in the coming of the messenger, who shall destroy every false opinion of me, and his faith shall spread and shall take hold of the whole world, for so hath God promised to Abraham our father. And that which giveth me consolation is that his faith shall have no end, but shall be kept inviolate by God.'

The priest answered: 'After the coming of the messenger of God shall other prophets come?'

Jesus answered: 'There shall not come after him true prophets sent by God, but there shall come a great number of false prophets, whereat I sorrow. For Satan shall raise them up by the just judgement of God, and they shall hide themselves under the pretext of my gospel.'

Herod answered: 'How is it a just judgement of God that such impious men should come?'

Jesus answered: 'It is just that he who will not believe in the truth to his salvation should believe in a lie to his damnation. Wherefore I say unto you, that the world hath ever despised the true prophets and loved the false, as can be seen in the time of Michaiah and Jeremiah. For every like loveth his like.'

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ملکوتی شان یسوع علیہ السلام کی زبانی

ترجمہ باب 97: ''گو میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں ہوں، لیکن مجھے اللہ کا فضل و رحمت ملی کہ اسے دیکھوں'' تب کاہن نے خود حاکم اور بادشاہ کی طرف سے جواب میں کہا ''اے یسوع، خدا کے قدوس اپنے آپ کو پریشان نہ کر کیونکہ ہمارے زمانے میں یہ فتنہ اب نہ ہوگا، کیونکہ ہم مقدس رومی سینٹ (SENATE) کو اس طرح لکھیں گے کہ سلطانی فرمان کے ذریعے اب کوئی تجھے خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہنے پائے گا''

تب یسوع نے کہا ''تمہاری باتوں سے میری تسلی نہیں ہوئی کیونکہ جہاں تم کو روشنی کی امید ہے تاریکی آئے گی، بلکہ میری تسلی اُس رسُول کے آنے میں ہے جو میرے بارے میں ہر فاسد خیال کو محو کر دے گا، اور اس کا دین پھیل کر تمام دنیا پر حاوی ہو جائے گا، کیونکہ یہی وعدہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام سے کیا ہے اور جس بات سے مجھے تسلی ہے وہ یہ ہے کہ اس رسول کے دین کی حد نہ ہوگی بلکہ اللہ کی طرف سے محفوظ رہے گا''۔

کاہن نے جواب میں کہا ''کیا اللہ کے رسول کے آنے کے بعد اور نبی آئیں گے؟''

یسوع نے جواب دیا ''اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی نہ آئیں گے، مگر جھوٹے نبیوں کی بڑی تعداد آئے گی، اور یہی بات ہے جس کا مجھے رنج ہے۔ کیونکہ ابلیس انہیں اللہ کے سچے انصاف کے مطابق اٹھائے گا اور وہ اپنے آپ کو میری بشارت کے پردے میں چھپائیں گے''۔

ہیرودیس نے جواب میں کہا ''یہ خدا کا کیسا انصاف ہوا کہ ایسے ناپرہیزگار آدمی آئیں؟''

یسوع نے جواب دیا ''یہی انصاف ہے کہ جو اپنی نجات کے لئے سچائی پر ایمان نہ لائے وہ اپنی ہلاکت کیلئے کسی جھوٹ پر ایمان لے آئے۔ اسی لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ تحقیق دنیا نے ہمیشہ سچے نبیوں سے دشمنی اور جھوٹوں سے محبت کی ہے جیسا کہ میکایاہ اور یرمیاہ کے زمانے میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ہر کسی کو اپنے ہی جنس جیسا پسند ہوتا ہے''۔

97 (Part-B)"MESSENGER OF GOD-MOHAMMED IS HIS BLESSED NAME"-GOD SAID.

Then said the priest: 'How shall the messiah be called, and what sign shall reveal his coming?'

Jesus answered: 'The name of the Messiah is admirable, for God himself gave him the name when he had created his soul, and placed it in a celestial splendour. God said: "Wait Mohammed; for thy sake I will to create paradise, the world, and a great multitude of creatures, whereof I make thee a present, insomuch that whoso shall bless thee shall be blessed, and whoso shall curse thee shall be accursed. When I shall send thee into the world I shall send thee as my messenger of salvation, and thy word shall be true, insomuch that heaven and earth shall fail, but thy faith shall never fail." Mohammed is his blessed name.'

Then the crowd lifted up their voices, saying: 'O God, send us thy messenger: O mohammed, come quickly for the salvation of the world!'

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! جو تیری مدح وتوصیف کرے گا وہ مومن وایماندار ہوگا''

ترجمہ باب 97: (حصہ: ب): تب کاہن نے کہا ''وہ مسیحا کیا کہلایا جائے گا اور کس نشان سے اس کے آنے کا اعلان ہوگا؟''۔

یسوع نے جواب دیا ''اس مسیحا کا نام قابل تعریف ہے، تحقیق خود خدا نے اس کا یہ نام رکھا جب اس نے اس کی روح پیدا کی اور اسے ملکوتی شان میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! انتظار کر، کیونکہ میں تیری خاطر بہشت، دنیا اور بڑی تعداد میں مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہوں جن کو میں تجھے تحفے میں دیتا ہوں، یہاں تک کہ جو مدح و توصیف کرے گا مومن وایمان دار ہوگا، اور جو تجھے کوسے گا لعنتی ہوگا۔ جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو اپنا رسول

نجات بنا کر بھیجوں گا، اور تیرا کلام سچا ہوگا یہاں تک کہ آسمان اور زمین کمزور ہو جائیں گے، لیکن تیرا دین کمزور نہ ہوگا، سو اس کا مبارک نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے"۔

اس وقت ہجوم نے اپنی آوازیں بلند کر کے کہا کہ "اے اللہ ہمارے لئے اپنا رسول بھیج، اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو دنیا کی نجات کے لئے جلد آ"۔

98 JESUS-NEITHER GOD-NOR SON OF GOD DECREE OF THE ROMAN SENATE

And having said this, the multitude departed with the priest and the governor with Herod, having great disputations concerning Jesus and concerning his doctrine. Whereupon the priest prayed the governor to write unto Rome to the senate the whole matter; which thing the governor did; wherefore the senate had compassion on Israel, and decreed that on pain of death none should call Jesus the Nazarene, prophet of the Jews, either God or son of God. Which decree was posted up in the temple, engraved upon copper.

یسوع (علیہ السلام) کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنے کی ممانعت

ترجمہ باب 98: "اور جبکہ یہ کہہ کر ہجوم کاہن کے ساتھ اور حاکم، ہیرودیس کے ساتھ یسوعؑ اور اس کے دین کے بارے میں بڑے اختلافات لئے واپس چلا گیا جس پر کاہن نے حاکم سے خواہش کی کہ روم میں سینیٹ کو سارا معاملہ لکھ بھیجے۔ پس حاکم نے ایسا ہی کیا، اس سبب سے سینیٹ کو اسرائیل پر ترس آیا اور اس نے فرمان جاری کیا کہ یسوع ناصری، یہودیوں کے نبی کو کوئی خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہے، ورنہ موت کی سزا پائے گا۔ یہ فرمان تانبے پر کندہ کر کے ہیکل کے اندر لگا دیا گیا"۔

112. GOD SHALL TAKE JESUS UP FROM EARTH

Know, O Barnabas, that for this I must have great persecution, and shall be sold by one of my disciples for thirty pieces of money. Whereupon I am sure that he who shall sell me shall be slain in my name, for that God shall take me up from the earth, and shall change the appearance of the traitor so that every one shall believe him to be me; nevertheless, when he dieth an evil death, I shall abide in that dishonour for a long time in the world.

But when Mohammed shall come, the sacred messenger of God, that infamy shall be taken away. And this shall God do because I have confessed the truth of the Messiah; who shall give me this reward, that I shall be known to be alive and to be a stranger to that death of infamy.'

محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خدا کا مقدس رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

ترجمہ باب112: ''اے برناباس جان لے کہ اس (فرمان) کی بدولت میں بڑی اذیت میں مبتلا ہوں گا اور اپنے ایک شاگرد کے ہاتھوں تیس سکوں کے ٹکڑوں کے عوض بیچا جاؤں گا۔ جس پر مجھے یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے نام سے قتل کیا جائے گا، کیونکہ خدا مجھے زمین سے اوپر اٹھا لے گا اور اس غدّار کی شکل بدل دے گا کہ ہر کوئی اسے خیال کرے گا کہ میں ہوں، پھر بھی جب وہ بُری موت مرے گا تو میرے بارے میں دنیا میں لمبی مدت تک توہین آمیز غلط فہمی پھیلی رہے گی لیکن جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اللہ کا مقدس رسول آئے گا تو یہ بدنامی دور ہو جائے گی اور اللہ یہ اس لئے کرے گا کیونکہ میں نے مسیحا کی سچائی کا اقرار کیا ہے جو مجھے یہ نیک بدلہ دے گا کہ مجھے زندہ اور بدنامی کی موت صلیب سے بری ہوں''۔

124. THE MESSENGER WOULD CLEAR TRUTH

Jesus answered: 'Everything that conformeth to the book of Moses, that receive ye for true; seeing that God is one, the truth is one; whence it followeth that the doctrine is one and the meaning of the doctrine is one; and therefore the faith is one. Verily I say unto you that if the truth had not been erased from the book of Moses, God would not have given to David our father the second. And if the book of David had not been contaminated, God would not have committed the Gospel to me; seeing that the Lord our God is unchangeable, and hath spoken but one message to all men, Wherefore, when the messenger of God shall come, he shall come to cleanse away all wherewith the ungodly have contaminated my book.

''خدا کا رسول (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) سچ اور جھوٹ واضح کرے گا''

ترجمہ باب124: یسوع نے جواب دیا ''ہر وہ چیز جو موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کے مطابق ہو وہ حق ہے اُسے سچی جان کر قبول کرو، کیونکہ اللہ ایک ہے تو سچائی بھی ایک ہے، اسی سے یہ نکلا کہ تعلیم ایک ہے اور تعلیم کا معنی ایک ہے لہٰذا ایمان بھی ایک ہی ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب سے سچائی نہ مٹا دی گئی ہوتی تو اللہ

ہمارے باپ داؤد علیہ السلام کو دوسری کتاب نہ دیتا اور اگر داؤد کی کتاب بگاڑ نہ دی گئی ہوتی تو اللہ مجھے انجیل نہ عطا کرتا، کیونکہ پروردگار ہمارا معبود غیر متغیر ہے اور تمام انسانوں کو ایک ہی پیغام دیتا آیا ہے۔ سو جب اللہ کا رسول آئے گا تو وہ سب کو پاک کرنے آئے گا جسے میری کتاب میں سے بدکاروں نے میری کتاب آلودہ کردی ہوگی"۔

136 (Part-A)SATAN SHALL SMITE HIMSELF

Jesus answered: 'Every one, be he who he may, must go into hell. It is true, however, that the holy ones and prophets of God shall go there to behold, not suffering any punishment; and the righteous, only suffering fear. And what shall I say? I tell you that thither shall come (even) the messenger of God, to behold the justice of God. Thereupon hell shall tremble at his presence. And because he hath human flesh, all those that have human flesh and shall be under punishment, so long as the messenger of God shall abide to behold hell, so long shall they abide without punishment. But he shall abide there (only) so long as it taketh to shut and open the eyes.

'And this shall God do in order that every creature may know that he hath received benefit from the messenger of God.

'When he shall go there all the devils shall shriek, and seek to hide themselves beneath the burning embers, saying one to another: "Fly, fly, for here cometh Mohammed our enemy!" Hearing which, Satan shall smite himself upon the face with both his hands, and screaming shall say: "Thou art more noble than I, in my despite, and this is unjustly done!"

خدا کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بدولت جہنم والوں کی سزا موقوف ہوجائے گی

ترجمہ باب 136 (حصہ الف) یسوع نے جواب دیا "ہر ایک خواہ کوئی بھی ہو، جہنم میں جا کر رہے گا۔ البتہ یہ سچ ہے کہ اللہ کے قدوس اور نبی وہاں کوئی تکلیف برداشت کرنے نہیں، بلکہ صرف ملاحظہ کرنے جائیں گے اور وہ خوفزدہ نہیں ہوں گے اور نیک بندے صرف خوف کے سوا اور کوئی دکھ نہ سہیں گے اور میں کیا کہوں؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہاں تو اللہ کا رسول بھی جائے گا تاکہ اللہ کے عدل کو دیکھے۔ اُس وقت اُس کے تشریف لانے کے سبب جہنم کانپ اٹھے

گی اور چونکہ اس کا جسم بشری ہے۔ تو جتنے جسم والے سزا پا رہے ہوں گے جب تک خدا کا رسول جہنم ملاحظہ کرنے کے لئے ٹھہرے گا تب تک ان کی سزا موقوف رہے گی۔ لیکن وہ وہاں اتنی (ہی) دیر ٹھہرے گا جتنی دیر آنکھوں کو پلک مارنے میں لگتی ہے۔"

"اور خدا ایسا اس لئے کرے گا کہ ہر مخلوق جان لے کہ اس پر اللہ کے رسول کا احسان ہوا ہے"

"جب وہ وہاں جائے گا تو تمام شیطان چلائیں گے اور ایک دوسرے سے یہ کہہ کر اپنے آپ کو دہکتے انگاروں کے نیچے چھپانا چاہیں گے اور چیخ اٹھیں گے، بھاگو، بھاگو، وہ ہمارا دشمن، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتا ہے، جسے سن کر ابلیس اپنے منہ پر دو ہتڑ مارے گا، اور چیخ مار کر کہے گا میری بربادی کہ "تو میرے خلاف مرضی کہیں زیادہ مجھ سے افضل ہے، اور یہ نا منصفانہ ہوا ہے"۔

136 (Part-B)TWO LAST GRADES FAITHFULLS WOULD REMAIN IN HELL FOR 70,000 YEARS

As for the faithful, who are in seventy-two grades, those of the two last grades, who shall have had the faith without good works---the one being sad at good works, and the other delighting in evil--they shall abide in hell seventy thousand years.

After those years shall the angel Gabriel come into hell, and shall hear them say: "O Mohammed, where are thy promises made to us, saying that those who have thy faith shall not abide in hell for evermore?"

'Then the angel of God shall return to paradise, and having approached with reverence the messenger of God, shall narrate to him what he hath heard.

'Then shall his messenger speak to God and say:

"Lord, my God, remember the promise made to me thy servant, concerning them that have received my faith, that they shall not abide for evermore in hell."

'God shall answer: "Ask what thou wilt, O my friend, for I will give thee all that thou askest."

بہتّر (72) میں سے آخری دودرجوں والے ایماندار 70ہزارسال جہنم میں رہیں گے

ترجمہ باب136 (حصہ۔ب): ''رہی ان مومنوں کی حالت جن کے بہتّر (72) درجے ہیں تو آخری دودرجوں والے جن کا ایمان ہے لیکن نیک اعمال نہیں، ایک، نیک اعمال پر رنجیدہ ہونے اور دوسرا بداعمال پرخوش ہونے کے باعث، وہ جہنم میں ستّر ہزارسال رہیں گے''۔

''ان سالوں کے بعد فرشتہ جبریل علیہ السلام جہنم میں آئے گا اورانہیں کہتے سنے گا'' اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کہاں ہیں؟ ہم سے کیئے ہوئے آپ کے وہ وعدے کہاں ہیں کہ جن کا ایمان ہوگا وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ نہ رہیں گے؟''

''تب خدا کا فرشتہ جنت میں واپس جائے گا اور خدا کے رسول کے پاس ادب سے پہنچ کر جو کچھ اس نے سنا ہوگا اسے بیان کرے گا''۔

تب اللہ تعالیٰ کا رسول، اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا اور کہے گا ''پروردگار، میرے اللہ یاد کر وہ وعدہ جو مجھ، اپنے بندے، سے تونے ان کی بابت کیا تھا جنہوں نے میرا دین قبول کیا ہے، کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہیں گے''

''تب اللہ تعالیٰ جواب دے گا: جو چاہے مانگ اے میرے حبیب تو جو کچھ مانگے گا میں تجھے عطا کروں گا''۔

137. ON PETITION OF MOHAMMED FAITHFULLS WOULD BE FREED FROM BITTER PUNISHMENT

'Then shall the messenger of God say: "O Lord, there are of the faithful who have been in hell seventy thousand years. Where, O Lord, is thy mercy? I pray thee, Lord, to free them from those bitter punishments."

'Then shall God command the four favourite angels of God that they go to hell and take out every one that hath the faith of his messenger, and lead him into paradise. And this they shall do;

'And such shall be the advantage of the faith of God's messenger, that those that shall have believed in him, even though they have not done any good works, seeing they died in this faith, shall go into paradise after the

punishment of which I have spoken.'

حضورعلیہ السلام کی شفاعت پرگنہگاراہل ایمان کی بخشش

ترجمہ باب137: تب اللہ کارسول عرض کرے گا" اے پروردگار اللہ رحیم وکریم! ایمان داروں میں سے وہ بھی ہیں جوستّر ہزار سال سے جہنم میں ہیں، کہاں ہے، اے پروردگار میرے رب ذوالجلال! تیری رحمت؟ میں تجھ سے فریاد کرتا ہوں میرے خدا! کہ انہیں بے پناہ سزاؤں سے آزاد فرما"۔

"تب اللہ اپنے چاروں مقرّب فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ جہنم میں جاکر ہر ایک کو جو اس کے رسول کے دین پرہوں، نکال لیں اور جنت میں لے جائیں اور وہ ایسا ہی کریں گے"۔

"اور خدا کے رسول کے دین کا یہ فائدہ ہوگا کہ جو اس پر ایمان لائے ہوں گے، چاہے انہوں نے کوئی نیک کام بھی نہ کئے ہوں اس دین پر مرنے کے باعث وہ بہشت میں جائیں گے، اس سزا کے بعد جس کی نسبت میں نے بیان کیا ہے"۔

163.BLESSED SHALL THEY BE WHO SHALL LISTEN TO WORDS OF MOHAMMED

Jesus went into the wilderness beyond Jordan with his disciples, and when the midday prayer was done he sat down near to a Palm-tree, and under the shadow of the Palm-tree his disciples sat down.

Then said Jesus: 'So secret is predestination, O brethren, that I say unto you, verily, only to one man shall it be clearly known. He it is whom the nations look for, to whom the secrets of God are so clear that, when he cometh into the world, blessed shall they be that shall listen to his words, because God shall overshadow them with his mercy even as this Palm-tree overshadoweth us. Yea, even as this tree protecteth us from the burning heat of the sun, even so the mercy of God will protect from Satan them that believe in that man.'

The disciples answered: O master, who shall that man be of whom thou speakest, who shall come into the world?'

Jesus answered with joy of heart: 'He is Mohammed, messenger of God, and when he cometh into the world, even as the rain maketh the earth to bear fruit when for a long time it hath not rained, even so shall he be

occasion of good works among men, through the abundant mercy which he shall bring. For he is a white cloud full of the mercy of God, which mercy God shall sprinkle upon the faithful like rain.'

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لانے والے خوش نصیب ہیں:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ترجمہ باب163: یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ اردن (Jordan) کے پار بیابان میں گیا، اور جب دوپہر کی نماز ہو چکی تو وہ ایک کھجور کے درخت کے قریب بیٹھ گیا اور اس کھجور کے درخت کے سائے تلے اس کے شاگرد بیٹھ گئے۔

تب یسوع نے کہا'' قضاوقدر، اے بھائیو، ایسے راز کی بات ہے کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں، یہ ایک ہی آدمی پر عیاں ہوگی، وہ وہی ہے قومیں جس کی راہ دیکھ رہی ہیں، جس پر خدا کے راز ایسے عیاں ہیں کہ جب وہ دنیا میں آئے گا تو مقدس ہوں گے وہ جو اس کا کلام سنیں گے، کیونکہ خدا ان پر اپنی رحمت ایسے ہی سایہ فگن کرے گا جیسے یہ کھجور کا درخت ہم پر سایہ فگن ہے۔ ہاں، جیسے یہ درخت ہمیں دھوپ کی چلچلاتی گرمی سے بچاتا ہے ویسے ہی خدا کی رحمت ابلیس سے انہیں بچائے رکھے گی جو اس رسول پر ایمان لائیں گے''

''شاگردوں نے جواب میں کہا ''اے معلم، وہ آدمی کون ہوگا جس کا تو ذکر کرتا ہے جو دنیا میں عنقریب آئے گا؟''

یسوع نے دلی مسرت سے جواب دیا'' وہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، اللہ کا رسول ہے، اور جب وہ دنیا میں آئے گا تو جیسے بارش زمین سے پھل اگاتی ہے جب بہت عرصے سے بارش نہ ہوئی ہو، ویسے ہی اس بے انتہا رحمت کی بدولت، جو وہ لائے گا وہ لوگوں میں نیک اعمال کا ذریعہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ایک مفید سفید بادل ہے، خدا کی رحمت سے معمور اور رحمت ایمان والوں پر خدا کی بارش کی طرح برسائے گا''۔

176. GOD CREATED ALL THINGS OUT OF LOVE OF MUHAMMAD

'To what doth it serve to say, "They shall feast"?' said Jesus to his disciples. 'Surely God speaketh plain. But to what purpose are the four rivers of precious liquor in paradise, with so many fruits? Assuredly, God eateth not, the angels eat not, the soul eateth not, the sense eateth not, but rather the flesh, which is our body. Wherefore the glory of paradise is for the body the meats, and for the soul and the sense God and the conversation of

angels and blessed spirits. That glory shall be better revealed by the messenger of God, who (seeing God hath created all things for love of him) knoweth all things better than any other creature.'

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔۔وجہ تخلیق کائنات

ترجمہ باب176: اس کہنے کا کیا مطلب ہے کہ "وہ (اللہ کے وفادار بندے، جن پر اسکی نعمتیں تمام ہوں گی ان کو کوئی دکھ ہوگا نہ رنج) ضیافت اڑائیں گے؟" یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا "یقیناً" "خدا صاف صاف فرمارہا ہے۔ آخر کس مقصد کے لئے جنت میں قیمتی مشروبات کے چاروں دریا ہیں اور اتنے بے حد افراط پھل؟ یقیناً نہ خدا کھاتا ہے نہ فرشتے کھاتے ہیں نہ روح کھاتی ہے نہ نفس کھاتا ہے بلکہ جسم ہی کھاتا ہے جو ہمارا بدن ہے لہٰذا بہشت کی عظمت بدن کیلئے غذا کھانا ہیں اور روح اور نفس کے لئے خدا ہے اور فرشتوں اور مقدس روحوں کی گفتگو۔ بہشت کی عظمت اور بھی اچھی طرح اللہ کا رسول روشن ترین بیان کے ساتھ واضح کرے گا جو ہر دوسری مخلوق سے کہیں بہتر تمام باتیں جانتا ہے کہ اسی کی محبت میں خدا نے سب چیزیں پیدا کی ہیں"۔

189. THEY ARE CHILDREN OF SATAN

'Woe , therefore, to this faithless generation, for upon them shall come the blood of every prophet and righteous man, with the blood of Zechariah son of Berachiah, whom they slew between the temple and the altar!

'What prophet have they not persecuted? What righteous man have they suffered to die a natural death? Scarcely one! And they seek now to slay me. They boast themselves to be children of Abraham, and to possess the beautiful temple. As God liveth, they are children of Satan, and therefore they do his will: therefore the temple, with the holy city, shall go to ruin, in so much that there shall not remain of the temple one stone upon another.'

وہ ابلیس کی اولاد ہیں

ترجمہ باب189: "تحقیق ہلاکت ہے اس بے ایمان گروہ پر اس لئے کہ ان پر ہر نبی اور برگزیدہ کا خون ہے اور یہ کہ زکریا علیہ السلام بن برخیا کے خون کا جس کو ان لوگوں نے ہیکل اور مذبح کے مابین قتل کیا۔"

"پس کونسا نبی ہے جس کو انہوں نے نہیں ستایا۔ کس راست باز کو انہوں نے اپنی طبعی موت مرنے دیا۔ بمشکل شاید چند ایک کو اور اب وہ مجھے قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وہ ابراھیم علیہ السلام

کی اولاد ہیں اور خوبصورت ہیکل کے مالک ہیں۔قسم ہے خدائے زندہ کی بے شک وہ شیطان کی اولاد ہیں اور (اسی لئے اس (شیطان) کے ارادہ کو پورا کرتے ہیں اور اسی سبب یہ ہیکل، مقدس شہر سمیت تباہ ہوگی ایسی کہ ہیکل کے کسی پتھر پر پتھر باقی نہیں ہوگا۔"

191. MOSES CRIED WITH JOY

'Whereupon Moses cried out with joy: "O Ishmael, thou hast in thine arms all the world, and paradise! Be mindful of me, God's servant, that I may find grace in God's sight by means of thy son, for whom God hath made all."

موسیٰ علیہ السلام کی بشارات والتجا

ترجمہ باب 191: "تب موسیٰ علیہ السلام خوشی کے ساتھ پکار اٹھا۔اے اسماعیل۔بے شک تیری گود میں ساری دنیا اور جنّت ہے تو مجھے یاد رکھنا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔تاکہ میں تیرے بیٹے کے وسیلے سے جس کے لئے خدا نے سب کچھ بنایا۔اللہ کی نظر میں کچھ وقعت پاسکوں۔"

216. JUDAS WAS CHANGED IN FACE AND SPEECH

Judas entered impetuously before all into the chamber whence Jesus had been taken up. And the disciples were sleeping. Whereupon the wonderful God acted wonderfully, insomuch that Judas was so changed in speech and in face to be like Jesus that we believed him to be Jesus. And he, having awakened us, was seeking where the Master was. whereupon we marvelled, and answered: 'Thou, Lord, art our master; hast thou now forgotten us?'

And he, smiling, said:'Now are ye foolish, that know not me to be Judas Iscariot!'

And as he was saying this the soldiery entered, and laid their hands upon Judas, because he was in every way like to Jesus.

اللہ تعالیٰ نے یہوداہ کا چہرہ اور آواز یسوع علیہ السلام کے مشابہ فرمادی

ترجمہ باب216: یہوداہ زور کے ساتھ جھپٹ کر اس حجرے میں داخل ہوا جس میں سے یسوع علیہ السلام اٹھالیا گیا تھا اور سب کے سب شاگرد سو رہے تھے۔اس پر ربّ ذوالجلال نے حیرت انگیز کام کیا کہ یہوداہ بول چال اور

چہرے میں بدل کر یسوع علیہ السلام کے مشابہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم نے یقین کیا کہ وہی یسوع علیہ السلام ہے لیکن اس (یہوداہ) نے ہمیں جگانے کے بعد تلاش کرنا شروع کیا تاکہ دیکھے معلم (یسوع علیہ السلام) کہاں ہے اس پر ہم نے تعجب کیا اور جواب دیا ''آقا تو ہی تو ہمارا معلّم ہے۔ کیا تو ہمیں بھول گیا ہے؟''

مگر اُس نے مسکراتے ہوئے کہا کیا تم بیوقوف ہو کہ مجھے یہوداہ اسکریوتی کو نہیں پہچانتے''۔

اسی اثناء میں کہ وہ (یہوداہ) یہ بات کہہ رہا تھا سپاہی اندر داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ یہوداہ پر ڈال دیئے اس لئے کہ وہ ہر ایک طرح سے یسوع کے مشابہ تھا''۔

کیا موجودہ انجیل برناباس قابل اعتماد ہے؟

ممتاز مسیحی دانشور سٹیو۔اے۔ جانسن نے اس مسئلے پر ایک تحقیقی مقالہ سپردِ قلم کیا ہے جو عالم اسلام کے مؤقر جریدہ ''اسلامک ہورائزن'' کے فروری 1985 کے شمارے میں چھپا تھا۔ یہ مضمون یہاں ہم من وعن شائع کر رہے ہیں:۔

AUTHENTICITY OF GOSPL OF BARNABAS

What exactly is the Gospel of Barnabas? How old is it? Was it written by a Muslim convert from Christianity who wanted to attack his former religion? Is the present Gospel of Barnabas the same work mentioned in the 6th century as the Evangelium nomine Bernabae? Does the Gospel's teachings confirm the teachings of other gospels also excluded from the present day Bible? These are interesting, if not important, questions for anyone interested in the history of the Bible's development, and for those who in the field of carefull study for such questions. With these issues in mind, I have researched a little more into the mysterious past of the Gospel of Barnabas.

One issue must be cleared up before discussing the Gospel of Barnabas in any detail and that is the distinction between the Epistle of Barnabas and the Gospel of Barnabas. The two are often confused, although they are not the same document. The Epistle of Barnabas dates between 70 and 100 C.E. and is counted among many New Testament scholars as a part of the Apostolic Fathers (important early Church writers and leaders).For

example, the Epistle is mentioned very early by both Origen (185-254) and Eusebius (256-340). It is found in the Codex Sinaiticus, an important Bible manuscript ascribed by biblical scholars to sometime midfourth to the early fifth century C.E. The Epistle is not found in any version of today's Bible.

The Gospel of Barnabas has a much more elusive past than the Epistle. The translations of the Gospel that one finds floating around today usually include a preface recounting a sketchy history of the Gospel. Unfortunately, the historical claims are made without adequate scholarly documentation. Insha' ALLAH(by the grace of ALLAH), that is what I hope to supply at least in part here.

Ancient Documents

There are two important ancient documents that mention the Gospel of Barnabas. "The Decretum Gelasianum de libris recipiendis et non recipiendis" (the Gelasian Decree of Books to be received and not to be received) is a list of apocryphal gospels, which were supposed to have been in existence by the sixth century C.E. The Gelasian Decretal lists the Evangelium nomine Barnabae, the Gospel of Barnabas. The Gospel is also mentioned at the end of the list of sixty books in the Cod. Barocc. 206, dated in the sixth or seventh century C.E. Christian Scholars such as Montague Rhodes James in his The Apocryphal New Testament (1924), attempt to dismiss the inclusion of the Gospel in these two ancient lists by saying that the existent version of the Gospel is "a forgery of the late fifteenth or sixteenth century, by a renegade from Christianity to Islam. "As early as A.D. 1908, M.R. James made the same claims offering no evidence supporting his belief that the Gospel was from the fifteenth or sixteenth century, and using as his evidence that a Muslim convert was the author, the observation that there are some similarities in wording between the Latin Vulgate Bible and the Gospel. Such an observation is hardly a substantive argument.

Contemporary Scholarship

It is obvious that James's religious beliefs prompted him to dismiss the

possibility that the present Gospel is in fact the text referred to in the Gelasian Decretal. However, Muslims must not let their religious beliefs permit them to dismiss James's claim without sufficiently investigating the matter. James Hastings in the Dictionary of the Apostolic Church (1922) writes, "If there ever was a Gnostic Gospel of Barnabas it may have supplied part of the basis for the Muhammadan (Italian) Gospel of Barnabas - a curious, docetic production." It is obvious from the ancient account that there was such a Gospel, thus the relationship of the ancient text to the present Gospel must be determined. Some more historical background is necessary to make such a determination.

An April 1902 article by Dr. William F.A. Axon entitled, "On the Mohammedan Gospel of Barnabas, "relates a very interesting history of the Gospel. It seems that John Toland in his book Nazarenus (London, 1718) described an Italian manuscript of the Gospel. Toland said that the Gospel was mentioned in the 206th manuscript of the Baroccian collection in the Bodleian Library. Consistent with the observation by Grabe in Spicilegium Patrum, i, 302, Toland found that the 39th Baroccian manuscript contains a fragment that is an Italian equivalent to the Greek text. Thus Toland's conclusion was that the extant Gospel was identical to the ancient Gospel of Barnabas. In the same year, Reland in De religione Mahommedica (A.D 1718) discovered that the Gospel also existed in Arabic and Spanish.

Another interesting bit of history known to Toland was the description of an Italian Gospel by Monsieur de la Monnoye in Menagiana, edit. Amstom 4, p. 321; which was owned by Prince Eugene.Prince Eugene's copy was also mentioned by George Sale in his "preliminary discourse, "a preface to his 1734 A.D. translation of the meaning of the Qur'an. Sale himself possessed a Spanish copy of the Gospel, which was loaned to him by Rev. Holme, the rector of Headley. Evidently, the Spanish ediiton was a translation of the Italian edition, carried out by Moustafa de Aranda.The preface of the Spanish translation contains a very interesting story. It says that the Christian

monk, Fra Marino, read in the early Church Fathers, including Iranaeus (c. 130-202),an argument against Paul on the authority of the Gospel of Barnabas. The story continues that one day while in the Vatican library with Pope Sixtus V (A.D. 1521 - 1590), Fra Marino discovered the Gospel while the Pope slept. Supposedly Marino sneaked the Gospel out of the Vatican, afterwards reading it and embracing Islam.

Another Spanish version of the Gospel existed in England in the eighteenth century. The Rev. Joseph White in the Brampton Lectures (Oxford, 1784, xxxiii-xxxvii, lviii) transcribed some chapters of the Gospel from Rev. Monkhouse's Spanish copy of the Gospel.

At the conclusion of Sr. Axon's article, he notes that extracts of the Gospel could be found in J.A. Fabricius's, Codex Apocryphus Novi Testamenti (part 3, Hamburg A.D. 1743, pp. 365-394). Dr. Axon also traced the Italian manuscript to the Imperial Library of Vienna where it rested among the books of Prince Eugene.

In A.D. 1905, Lonsdale Ragg noted that Clarendon Press acted upon Dr Axon's discovery. Clarendon had already been corresponding with Sr. Hastie of Glasgow on the subject and finally obtained a transcript of the document. Ragg discovered that one third of the Gospel was identical to the content of the four canonical Gospels of Mathew, Mark, Luke and John. Another third extended the content of the Christian canonical Gospels to overlap with accepted Islamic doctrine. A final third, Ragg believed described events outside both these religious traditions. I should note that Ragg's divisions must not be taken as infallible, because he assumes that the belief that Jesus (Alai-Hi-Salam) was not crucified, was outside Islamic belief. It is highly significant that this doctrine is identified by Ragg as among the body of events in which experts would find traces of the last Evangelium Barnabae as mentioned in the Gelasian Decretal. In other words, Ragg identifies a Qur'anic statement as the most plausible content of the early Gospel of Barnabas. I should also note in passing that the Gospel of Barnabas is not

the only Gospel excluded from the Bible that asserts that Jesus did not die on the cross. For example, the Gospel of Peter also has Jesus taken up into heaven before he could be killed.

Conclusion

Grabe's knowledge of a Greek version of the Gospel and its equivalence to the later Italian manuscript makes it highly plausible that today's Gospel of Barnabas is in fact the Evangelium Barnabae listed by the sixth century Gelasian Decretal and the sixth or seventh century Cod. Barocc. 206's list of 60 books. I say, "highly plausible" because no early Greek manuscript is known to be in existence today. However, it is equally certain that Christian claims that the Gospel of Barnabas is a forgery of some fifteenth or sixteenth century renegade Muslim, are simply vain attempts to dismiss a Gospel that strikes at the heart of contemporary Christian christology. Paul in his letter to the Corinthians admitted the centrality of this doctrine to the entire body of Christian faith.

"Tell me, if Christ is preached as raised from the dead, how is it that some of you say there is no resurrection of the dead? If there is no resurrection of the dead, Christ himself has not been raised. And if Christ has not been raised, our preaching is void of content and your faith is empty too. Indeed, we should then be exposed as false witnesses of God, for we have borne witness before him that he raised up Christ..."(1 Corinthians 15: 12-15)

By Steve A. Johnson

Islamic Horizons - February 1985.

انبیا علیہم السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا میں مبعوث فرمائے تھے سب کی ارواح مقدسہ کو اکٹھا فرمایا اور ان سب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد و پیمان لیا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ آل عمران آیت 81

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اسکی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟ سب نے عرض کیا ہم نے اقرار کیا۔ ارشاد فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ رہنا اور میں بھی اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں''۔

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سُدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا جس سے اللہ تعالیٰ نے یہ عہد و پیمان نہ لیا ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ضرور ایمان لانا اور آپ علیہ السلام کی مدد کرنا اگر وہ تمہارے زمانہ حیات میں مبعوث ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو تو اپنی امت کو حکم فرماجانا کہ وہ سب آپ علیہ السلام پر ایمان لائیں اور انکی مدد کریں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کریم سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ السلام تک مبعوث ہونے والے تمام انبیاء علیہم السلام سے ارشاد فرماتا رہا ان تمام کی امتیں حضور علیہ السلام کی آمد مبارکہ کی بشارات سنتی رہیں۔ اور آپ علیہ السلام کے وسیلہ جلیلہ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتی رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو بہترین عہد، بہترین اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور بہترین شہر میں مبعوث فرمایا۔ حضور علیہ السلام اللہ کے حکم سے جب تک اس نے چاہا مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا یہ شہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حرم ہے۔ حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اس طرح مدینہ منورہ حضور علیہ السلام کا حرم پاک ہے یوں آپ علیہ السلام کا مقام بعثت اور مقام ہجرت دونوں ہی حرمین شریفین ہیں۔

از: خصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 22-23

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (سورۃ الاحزاب آیت 7)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ﴿۷﴾

ترجمہ: ''اور اے حبیب یاد کرو جب ہم نے انبیاء سے ان کا عہد لیا اور تم (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے (خاص طور پر عہد لیا) اور ان سے ہم نے گاڑھا (پکا) عہد لیا''۔

اس آیت مبارکہ میں یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ جملہ انبیاء علیہم السلام میں سے پانچ انبیاء علیہم السلام کو مخصوص کیا گیا۔ گویا یہ پانچ درجہ میں باقی سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اس آیت کی دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ ان پانچ افضل رُسل علیہم السلام میں سے چار اسی ترتیب سے فرمائے جس کے مطابق وہ دنیا میں مبعوث ہوئے۔ لیکن ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک سب سے پہلے لائے حالانکہ آپ علیہ السلام کی بعثت سب کے بعد ہوئی اس طرح اولوالعزم رسل علیہم السلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوقیت کا اظہار فرمایا۔ اس آیت مبارکہ میں تیسری قابل غور بات یہ ہے کہ حضور رسول کریم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لفظ ''من'' علیحدہ ہے اور باقی چاروں انبیاء علیہم السلام کے لیے علیحدہ۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کام سرانجام دیں گے وہ خاص اور ممتاز ہوگا۔ بہ الفاظ دیگر آپ علیہ السلام جملہ انبیاء علیہم السلام کے تبلیغ دین کی تکمیل فرمائیں گے یعنی انبیاء علیہم السلام کا جو نصب العین ہے وہ آپ علیہ السلام کے ذریعے انجام کو پہنچے گا اور یہی ہوا۔ عہد الست تو جملہ اولاد آدم سے لیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ عالم ارواح میں دو خاص عہد پیغمبروں سے بھی لیے گئے (سورۃ آل عمران آیت 81) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر حضرات علیہم السلام کی ارواح دوسروں سے مختلف اور ممتاز تھیں۔ گویا پیغمبر اس دنیا میں آنے سے پہلے بھی پیغمبر تھے۔ جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی پیغمبر تھے جب آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے'' یعنی جب آدم علیہ السلام ابوالبشر کا بدن وجود میں نہیں آیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے سورۃ البقرہ آیت 253۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ
مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

ترجمہ: ''یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں میں بلند کیا''۔

وہ حضور پرنور سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ آپ علیہ السلام کو بدرجات کثیرہ تمام انبیاء علیہم السلام پر افضل کیا۔ اس آیت میں حضور کی اس رفعت مرتبت کا بیان فرمایا گیا ہے۔ اور نام مبارک کی تصریح نہ کی گئی اس سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علوئے شان کا اظہار مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ جب تمام انبیاء پر فضیلت کا بیان کیا جائے تو سوائے ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ وصف کسی پر صادق ہی نہ آئے اور کوئی اشتباہ نہ پا سکے۔ حضور علیہ السلام کے وہ خصائص و کمالات جن میں آپ تمام انبیاء پر فائق و افضل ہیں اور آپ کا کوئی

شریک نہیں بے شمار ہیں۔قرآن کریم میں ارشاد ہوا ''درجوں بلند کیا'' ان درجوں کا کوئی شمار قرآن کریم میں ذکر نہیں فرمایا تو اب کون حد لگا سکتا ہے۔مختصراً یہ کہ آپ علیہ السلام کی رسالت عامہ ہے تمام کائنات آپ علیہ السلام کی امت ہے آپ پر نبوت ختم کی گئی۔قرآن کریم میں آپ کو خاتم النبیین فرمایا۔آیات بیّنات ومعجزات باہرات (روشن) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء پر افضل فرمایا گیا۔آپ علیہ السلام کی امت کو تمام امتوں پر افضل کیا گیا اور شفاعت کبریٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوئی۔قرب خاص معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔علمی وعملی کمالات میں آپ علیہ السلام کو سب سے اعلیٰ درجہ پر فائز فرمایا۔

عالم ارواح میں جملہ انسانوں سے عہد الست لیا گیا تھا۔حق تعالیٰ نے سب سے فرمایا:

''کیا میں تمہارا رب نہیں''

سب نے عرض کیا ''بلی'' (ہاں) ہم گواہی دیتے ہیں (کہ آپ ہمارے رب ہیں) اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا ''تم سے یہ عہد اس لیے لیا گیا ہے کہ (کل) روز قیامت تم یہ نہ کہو کہ ہم وجود باری تعالیٰ سے غافل تھے''۔اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر شخص کی نہاد میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا احساس اور اقرار موجود ہے۔

قرآن کریم فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے سورۃ البقرہ آیت 253

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

ترجمہ: ''یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا''

اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند

(اللہ تعالیٰ کا فرمان قرآن کریم میں سورۃ انشرح میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (سورۃ الم نشرح آیت 4)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴

ترجمہ: ''اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا''۔

حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپ علیہ السلام کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا۔

مشہور حدیث شریف ہے کہ ''قیامت کے دن جملہ انبیاء علیہم السلام آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر

ہونگے اور آپ علیہ السلام سے بنی آدم کی شفاعت کے لیے درخواست کریں گے''۔آپ علیہ السلام نے فرمایا''میں قیامت کے روز اولادآدم کا سردار ہوں گا اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔اس دن حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا اور ہر نبی خواہ وہ حضرت آدم (علیہ السلام) ہوں یا دیگر حضرات میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور اس روز سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا''(ترمذی شریف)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے عرش کی جانب بلند ترین مقام، مقام محمود عطاء ہوگا جس پر سب اگلے اور پچھلے رشک کریں گے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''مجھے چھ چیزوں سے دوسرے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔جامع گفتگو، رعب، غنیمت کا حلال ہونا، ساری زمین کا مسجد بنا دیا جانا۔ساری مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا جانا۔خاتم النبیین ہونا''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور پرنور علیہ السلام کے ظہور کی بشارت:

ابوامامہ باہلی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب معد بن عدنان کی اولاد چالیس مردوں پر پہنچی تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور ان میں لوٹ مار مچادی اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کی اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کیا اور یوں فرمایا"اے موسیٰ (علیہ السلام) ان کے لئے بددعا نہ کرو اس لئے کہ ان لوگوں کی نسل سے نبی اُمّی بشیر ونذیر (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوں گے۔نیز ان سے امت محمدیہ پیدا ہوگی یہ لوگ خدا کے تھوڑے رزق پر راضی ہوں گے اور خدا ان کے تھوڑے عمل سے راضی ہوگا۔اور وہ امت محمدیہ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُـحَـمَّـدٌ'' رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتی ہوئی جنت میں داخل ہوگی۔اس امت کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔وہ اپنی شخصیت مبارکہ میں نہایت پرکشش وضع قطع میں متواضع ہوں گے انکا سکوت حکمت ودانائی کی وجہ سے ہوگا۔انکی گفتگو حکمت ودانائی پرمبنی ہوگی۔حلم بردباری سنجیدگی ومتانت انکی خصلت ہوگی میں (اللہ) انکو قریش کے بہترین گھرانے میں پیدا کروں گا۔وہ قریش کے منتخب روزگار فرد ہوں گے۔انکے ماننے والے اچھائی اور نیکی کی رجوع کرنے والے ہوں گے۔وہ لوگ خلوص دل سے انکے پکے سچے تابع فرمان ہوں گے''۔مذکورہ روایت کو امام طبرانی نے سند کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

حضرت عطاء بن یسارؒ کا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سوال

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر محقق تابعی ہیں وہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد تھے۔ایک دفعہ جب انکی خدمت میں حاضر تھے تو سوال کیا یا حضرت مجھے توریت کے حوالے سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی خاص بات بتایئے تاکہ میں وہ خاص بات امت محمدیہ تک پہنچا کر اجر عظیم حاصل کروں یاد رہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسلام لانے سے پہلے توریت کے بلند پایہ

عالم تھے انہوں نے حضرت عطاء بن یسارؒ کا سوال سن کر یوں جواب ارشاد فرمایا "ہاں خدا کی قسم آپ علیہ السلام کے جو اوصاف حمیدہ قرآن کریم میں مذکور ہیں ان میں سے بہت سی آیتیں اور اوصاف توریت میں بھی موجود ہیں۔ جیسے اللہ کریم قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے (سورۃ الاحزاب آیات 45 تا 48) "اے نبی! بے شک ہم نے آپ (علیہ السلام) کو شاہد مبشر، نذیر اور امتوں کا ضامن کر کے رسول بنایا۔ آپ (علیہ السلام) میرے بندے اور رسول ہیں میں نے آپ علیہ السلام کا نام سراجاً منیرا (المتوکل) رکھا نہ آپ (علیہ السلام) بدخلق ہیں نہ درشت خو نہ سخت مزاج اور نہ ہی بازاروں میں زور سے بولنے والے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں۔ عفو و درگزر آپ (علیہ السلام) کا وصف خاص ہے"۔ اللہ کریم آپ (علیہ السلام) کی روح مبارک اس وقت تک قبض نہیں فرمائے گا جب تک ٹیڑھے لوگ سیدھی راہ پر نہ آ جائیں اور لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ نہ پڑھ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کے ذریعے دلوں کے بند پردے کھولے گا بہرے کانوں کو قوت سماعت عطا فرمائے گا اور اندھی آنکھوں کو بصیرت ملے گی"۔

از: صحیح بخاری شریف

صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن سلامؓ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تورات کے بہت بڑے عالم تھے مفکر اسلام امام ابن عساکر تاریخ دمشق میں محمد بن حمزہ بن عبدالسلام بن سلام اور وہ اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ہونے والی گفتگو کو یوں بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں میرے دادا نے جب حضور علیہ السلام کا مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لانے کا سنا تو وہ حضور علیہ السلام کی زیارت کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اے ابن سلام تم اہل مدینہ کے عالم ہو"؟

عبداللہ بن سلام نے عرض کی "ہاں" آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے تورات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا کیا تم اس کتاب میں میری صفت پاتے ہو؟

عبداللہ بن سلام نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے رب کا نسب بیان فرمائیں"۔

عبداللہ بن سلام کا یہ سوال سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر کچھ کیفیت طاری ہوئی اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر حاضر خدمت ہوئے اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ سورۃ اخلاص آیت 1 تا 4۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! فرما دیجئے ۔ وہ اللہ ایک ہے ۔ اللہ بے نیاز ہے ۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کے جوڑ کا ہے"۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً پکار اٹھے یقیناً آپ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور یقینی طور پر اللہ آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے دین کو تمام ادیان عالم پر غالب فرمائے گا ۔ بلا شک وشبہ میں نے تورات میں یہ سب کچھ پڑھا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ علیہ السلام کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے ۔ آپ (علیہ السلام) میرے بندے اور رسول ہیں میں نے آپ علیہ السلام کا نام متوکل رکھا ہے ۔ آپ (علیہ السلام) نہ سخت مزاج ہیں، نہ درشت خو نہ ہی بدگو اور نہ ہی بازاروں میں چیخنے چلانے والے ہیں ۔ آپ (علیہ السلام) نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیتے ہیں نہ دیں گے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیں گے اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ (علیہ السلام) کی روح مبارکہ قبض نہیں فرمائے گا جب تک کہ کج رو لوگ سیدھی راہ پر نہ آ جائیں اور وہ لوگ خلوص دل سے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ نہ کہنے لگیں ۔ اللہ کریم آپ علیہ السلام کے ذریعے اندھی آنکھوں کو بینائی بہرے کانوں کو قوت سماعت اور بند دلوں کے پردے کھول دے گا ۔

از: ابن عساکر تاریخ دمشق

حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انجیل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ یوں بیان کیے گئے ہیں ۔ " کہ وہ بد خلق ہیں نہ سخت مزاج، نہ وہ بازاری انداز میں شور و غوغا کرنے والے ہیں اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہوں گے بلکہ وہ عفو و درگزر سے کام لیں گے"۔

از: ابونعیم، بیہقی، مستدرک امام حاکم، طبقات ابن سعد

(مذکورہ اوصاف حضور علیہ السلام عبرانی زبان میں ہیں جن کو حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی میں بیان کیا ہے اور ہم نے یہاں انکا اردو ترجمہ رقم کیا ہے)

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا عظیم مرتبہ اور امت محمدیہ کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہے مدینہ منورہ کا مشہور یہودی رئیس حیی بن اخطب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باپ تھا ۔ حیی بن اخطب کا بھائی ابو یاسر بن اخطب بھی مشہور یہودی تھا ۔ مدینہ منورہ کے یہودی مسلمانوں کے خلاف اکثر سازشوں کے مرتکب ہوتے رہتے تھے ۔ یہودیوں کی انہی بری، بدعہدی، سازشی اور مسلم دشمنی کی عادات کی وجہ سے انکو قبائل سمیت مدینہ منورہ سے شہر بدر کر دیا گیا تھا ۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ لوگ اپنی ان حرکات سے باز

آجاتے مگرانہوں نے خیبر جا کر وہاں کے یہودیوں کے ساتھ مل کر اپنی قبیح حرکات کو جاری رکھا یہاں تک کہ اہل حق نے اس قوم کو شکست فاش دے کر نجات حاصل کی ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ میں بچپن میں دوسرے تمام بچوں کی نسبت اپنے باپ حیی بن اخطب اور چچا ابو یاسر بن اخطب کی بڑی ہی لاڈلی تھی۔ میرا والد اور چچا میرے ساتھ خصوصی سلوک کرتے تھے میں جب ان دونوں سے ملاقات کرتی تو وہ مجھے اٹھا کر پیار کرتے اور اپنے سینے سے لگا لیتے تھے۔ پھر وہ وقت آیا جب مدینہ منورہ کا بچہ بچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ میں آمد کا منتظر تھا جیسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اہل ایمان کے لئے اس سے بڑی خوشی کا اور کوئی دن نہ تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے قبا میں قیام فرمایا میرے والد اور چچا کو جب حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا پتہ چلا تو وہ دونوں صبح اندھیرے منہ محلّہ بنی عمرو بن عوف جہاں حضور علیہ السلام تشریف فرما تھے گئے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیں۔ یہ دونوں سورج غروب ہونے کے بعد گھر واپس آئے نہایت ہی افسردہ اور تھکے ہوئے تھے۔ چہرے اداس و پریشان تھے میں نے جیسے ہی ان کو گھر میں داخل ہوتے دیکھا تو بھاگ کر حسب عادت انہیں مرحبا کہا مگر ان دونوں میں سے کسی نے بھی میری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا مجھے بڑی حیرت ہوئی میں نے سنا کہ میرا چچا میرے باپ سے یہ کہہ رہا تھا کیا یہ وہی ہیں؟ میرے باپ نے کہا خدا کی قسم۔ پھر میرے چچا نے پوچھا تم نے ان کو تورات میں بیان کردہ نشانیوں سے پہچان لیا ہے۔ میرے باپ نے کہا بے شک خدا کی قسم پھر چچا نے پوچھا بتاؤ اب کیا خیال ہے میرے باپ نے جواب دیا خدا کی قسم میں جب تک زندہ رہوں گا ان سے عداوت اور دشمنی ہی رکھوں گا۔

از: ہدایۃ الحیاری صفحہ 140

عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان

یثرب (مدینہ منورہ) میں بہت سے یہودی قبائل آباد تھے ان میں سے بنوقریظہ مشہور قبیلہ تھا۔ دیگر یہودی قبائل کی نسبت بنوقریظہ زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔ عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنوقریظہ کے ایک رئیس یہودی نے ایک مرتبہ مجھ سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ شعبہ کے دونوں بیٹے اسد اور ثعلبہ اور عبید کا بیٹا اسد کس طرح مسلمان ہوئے میں نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم۔ میرا یہ جواب سن کر وہ رئیس یہودی کہنے لگا ملک شام سے ایک یہودی "ابن الهیبان" یہاں ہمارے پاس آیا اور ہمارے ہاں رہائش پذیر ہوا۔ اللہ کی قسم ہم نے اس شخص سے زیادہ پرہیز گار اور بہتر نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا۔ ابن الهیبان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے بہت پہلے اور آپ علیہ السلام کی بعثت سے دو سال قبل یثرب آیا تھا۔ جب کبھی ہم لوگ قحط سالی کا شکار ہوتے تو اس سے دعا کی درخواست کرتے وہ ہمیں صدقہ دینے کے لیے کہتا اس کے کہنے پر ہم صدقہ دیتے پھر وہ

کھلے میدان میں جا کر دعا مانگتا جب وہ دعا مانگ رہا ہوتا عین اسی وقت سیاہ بادل نمودار ہوتے اور یوں زوردار بارش شروع ہو جاتی۔ اس بات کا ہم بہت دفعہ تجربہ کر چکے تھے۔ جس وقت اس یہودی کا آخری وقت قریب آیا تو ہم لوگ اس کے اردگرد اکھٹے ہو گئے وہ یہودی ہم سے یوں مخاطب ہوا اے گروہ یہود تم جانتے ہو کہ سرزمین شام جو ہر قسم کی آسانیوں اور فراوانیوں کی سرزمین ہے میں اسے چھوڑ کر اس شہر میں تمہارے پاس کیوں آیا جہاں بھوک اور افلاس کے علاوہ کچھ نہیں۔ سب نے ایک زبان ہو کر کہا ایسا کرنے کی وجہ تم ہی جانتے ہو۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا میں اپنا وطن چھوڑ کر یہاں غریب الوطنی کی زندگی بسر کرتا رہا اور اب مرنے کے قریب ہوں۔ میں نے تورات میں نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر پڑھا تھا کہ ان کے ظہور کا وقت قریب ہے اور وہ یثرب کی سرزمین میں ہجرت کے بعد آ کر آباد ہوں گے اور اسی جگہ انکا وصال ہوگا اور روضہ اقدس بھی اسی شہر میں ہوگا۔ مگر وائے قسمت میرے مقدر میں انکی زیارت کرتے ہوئے کلمہ پڑھنا نہیں لکھا تھا اس لئے انکی تشریف آوری سے پہلے ہی دنیا چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اے اہل یثرب تم لوگوں کو میری یہ وصیت و نصیحت ہے کہ جب وہ محترم ترین ہستی یہاں تشریف لائے تو تم لوگ ان کا خیال رکھنا ان کی پیروی کرنا یاد رہے اس معاملہ میں اے یہود یو تم سے کوئی اور بازی نہ لے جائے۔ اس بزرگ یہودی نے اتنی گفتگو کی اور وہ مر گیا۔ پھر جب بنو قریظہ کی بستی اہل حق نے فتح کر لی تو وہ تینوں جوان آئے اس وقت وہ بالکل نوعمر اور صحت مند تھے انہوں نے آ کر کہا اے گروہ یہود یہ نبی محترم وہی ہیں جن کا ذکر ابن الہیبان پہلے ہی تم سے کر چکا ہے۔ تمام یہودی بول اٹھے یہ وہ نبی نہیں ہیں۔ اس پر ان نوجوانوں نے کہا خدا کی قسم یہ وہی نبی محترم ہیں ان میں تمام وہ صفات پائی جاتی ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد وہ سیدھے نبی محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے کلمہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور انہوں نے یہودیوں کے غم و غصہ اور انتقام کی پرواہ تک نہ کی اور نہ ہی جائیداد کی فکر کی۔

از: الوفا ابن الجوزی صفحہ 55

از: ہدایۃ الحیاری ابن قیم صفحہ 17-18

ابی حارثہ کا کرز کے سامنے انکشاف

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب انجیل میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور آپ علیہ السلام کا ذکر خیر بیان کیا گیا تھا عیسائی علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک کا حال اپنی مقدس کتاب میں پڑھ کر اس امر سے پوری طرح باخبر تھے یہ لوگ انجیل میں درج سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفات، کمالات اور علامات کا پورا پورا علم رکھتے تھے۔ نجران کے عیسائی علماء کا جو وفد مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس میں ابی حارثہ بن علقمہ اور کرز بن علقمہ دو حقیقی بھائی بھی شامل تھے۔

ابی حارثہ بن علقمہ ان سب کا سردار، سرخیل سب سے بڑا عالم و فاضل امام اور انجیل کا مکمل علم رکھنے والا استاد

تھا اس شخص کے علم وفضل کی بنا پر روم کے عیسائی بادشاہ اسکی بڑی ہی قدر ومنزلت اور احترام کرتے تھے۔ بادشاہ روم اکثر اس شخص پر انعام واکرام کی بارش کرتے رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ ابی حارثہ بن علقمہ خوش حال اور بڑا مال دار تھا۔ ایک روز وہ اپنے خچر پر سوار سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کے لیے جارہا تھا اس کا بھائی کرز بن علقمہ بھی اپنی سواری پر بیٹھا اس کے ہمراہ تھا راستے میں اچانک ابی حارثہ بن علقمہ کا خچر پھسلا قریب تھا کہ وہ خچر سمیت زمین پر گرجاتا مگر اس کا خچر فوراً ہی سنبھل گیا اور یوں ابی حارثہ گرنے سے بچ گیا۔ جس وقت ابی حارثہ کا خچر پھسل کر گرنے کے قریب تھا تو کرز بن علقمہ نے کہا "تَعِسَ الاَ بْعَدَ" جو بہت دور ہے ہلاک ہو۔ کرز بن علقمہ کے یہ کہنے کا مطلب یا اشارہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کی طرف تھا۔ ابی حارثہ بن علقمہ نے جیسے ہی کرز بن علقمہ یعنی اپنے بھائی کے یہ الفاظ سنے تو وہ غصہ سے بے قابو ہو گیا اور فوراً کہنے لگا "بَلْ اَنْتَ تَعِسْتَ" وہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہیں بلکہ تم ہلاک ہو۔ کرز بن علقمہ نے سخت تعجب کی کیفیت میں پوچھا اے بھائی تم نے یہ کیا کہہ دیا ہے؟ ابو حارثہ بن علقمہ بولا خدا کی قسم یہ وہی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے۔ بھائی کی یہ بات سن کر کرز بن علقمہ نے کہا پھر تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کیوں نہیں لاتے ہو۔ ابی حارثہ بن علقمہ نے جواب دیا میں حضور علیہ السلام پر اس لئے ایمان نہیں لاتا کیونکہ ہماری قوم ہماری بے پناہ عزت کرتی ہے جس کی وجہ سے ہمارے پاس مال کثیر بھی موجود ہے اور ہم لوگ نہایت خوشحال ہیں۔ قوم حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کو تیار نہیں اس لیے اگر میں حضور علیہ السلام پر ایمان لے آؤں تو قوم مجھے اس اعلیٰ منصب سے الگ کر دے گی اور یوں ہم خوشحالی سے محروم ہو جائیں گے۔ یہ جواب سن لینے کے باوجود کرز بھائی کو اسلام لانے پر مجبور کرتا رہا جب وہ مایوس ہو گیا تو ایک روز حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

از: ہدایۃ الحیاری صفحہ 27

قیصر روم کو دعوت اسلام اور پیغمبروں کی تصاویر کا صندوق

دلائل النبوت میں امام بیہقی ابو امام باہلی ہشام بن العاص اموی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں اور چند لوگ ہرقل قیصر روم کی طرف بھیجے گئے تاکہ اس کو اسلام کی دعوت دے سکیں اس کی بعد مکمل حدیث بیان کی اور کہا کہ ایک شب کو ہرقل نے ہمیں اپنے پاس طلب کیا۔ ہم اس کے پاس گئے اس نے ایک بڑا صندوق منگوایا جو کہ بہت ہی خوبصورت تھا۔ شاندار قسم کے نقش ونگار اس پر بنے ہوئے تھے اس صندوق کے اندر چھوٹے چھوٹے خانے بنے ہوئے تھے اور ہر خانے کا ایک الگ چھوٹا سا دروازہ تھا۔ اس نے وہ صندوق کھولا اور اس میں سے سیاہ رنگ کا ایک حریر کا ٹکڑا نکالا اور اسے پھیلا دیا اس ٹکڑے پر ایک تصویر نظر آئی جس کی آنکھیں بڑی تھیں سر بھاری گردن دراز اور گیسو گندھے ہوئے بہترین تھے گویا وہ تصویر خلق خدا میں بہترین تھی۔ اس نے ہم سے پوچھا تم اس

تصویر کو پہچانتے ہو ہم نے جواب دیا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر اس نے دوسرا خانہ کھولا اس میں سے بھی ایک سیاہ رنگ کا ٹکڑا نکالا اس ٹکڑے پر سفید جسم میں بڑی بڑی سرخ آنکھیں اور حسین داڑھی والی ایک تصویر تھی اس نے کہا کیا تم اس تصویر کو پہچانتے ہو ہم نے کہا نہیں اس نے ہمیں بتایا یہ تصویر حضرت نوح علیہ السلام کی ہے۔ اس کے بعد اس نے تیسرا خانہ کھولا اور ایک ریشم کا پارچہ نکالا اور پھیلا دیا اس پر ایک سفید روپیکر کی تصویر تھی خدا کی قسم گویا کہ عین فخر کون و مکان علیہ السلام تھے۔ اس نے پھر پوچھا کیا تم اس تصویر کو پہچانتے ہو میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میں رو پڑا اس پر ہرقل اٹھ کھڑا ہوا اور پھر بیٹھ گیا اور کہا یہ وہی نبی علیہ السلام ہیں۔ ہم نے کہا ہاں یہ وہی ہیں جس کو تم دیکھتے ہو تصویر کو دیکھا تو سمجھ لو گویا تم نے ان کو دیکھا ہے۔ پس وہ ایک ساعت اس نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر مبارک کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا اللہ کی قسم یہ آخری نبی ہیں لیکن میں نے جلدی کی کہ وہ علم پا سکوں جو تمہارے پاس ہے جبکہ اس صندوق میں حضرت ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور سلیمان علیہم السلام وغیرہ پیغمبروں کی تصویریں بھی موجود ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کہاں سے حاصل کی گئی ہیں اس نے کہا کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ انہیں ان کی اولاد میں سے ہونے والے پیغمبروں کو دکھائے پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ان کی تصاویر بھیجیں اور یہ سورج غروب ہونے کے مقام پر آدم علیہ السلام کے خزانے میں تھیں۔ پس ان کو غروب شمس کے مقام سے ذوالقرنین نے نکالا اور حضرت دانیال علیہ السلام کے سپرد کر دیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثناعشریہ میں لکھتے ہیں کہ جارود بن منذر نصرانی نے خدمت عالی میں عرض کیا قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف انجیل میں لکھی پائی اور حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی بشارت دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے لوٹتے ہوئے عتبہ اور شیبہ کے باغ میں ٹھہرے انہوں نے تھوڑے سے خرمے عداس نصرانی کے ہاتھ جو کہ ان کا غلام تھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھیجے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر تناول فرمائے عداس بہت حیران ہوا کہ اس شہر کے لوگوں کا یہ دستور نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا وطن پوچھا عرض کی نینویٰ فرمایا وہ گاؤں ایک نیک آدمی یونس پیغمبر کا ہے اس نے عرض کیا آپ اس کو جانتے ہیں فرمایا وہ میرا بھائی تھا میں بھی پیغمبر ہوں اور وہ بھی پیغمبر تھا عداس یہ سن کر پاؤں میں گر پڑا اور ہاتھ پاؤں چومنے لگا عتبہ و شیبہ نے اسے اس تکریم و عزت کا سبب پوچھا اس نے کہا اے میرے مالکو زمین پر کوئی شخص ان سے بہتر نہیں ہے انہوں نے وہ بات کہی ہے جو سوائے پیغمبر کے کوئی اور نہیں کہہ سکتا بعض روایات میں آتا ہے کہ عداس نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصف توریت میں پڑھے ہیں اور مدت سے آپ کی بعثت کا منتظر تھا پھر اس نے کلمہ شریف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا۔

مہر نبوت اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں دین حق کی تلاش میں راہبوں کے مصاحب کا خدمت گزار بنا کے بعد دیگرے مختلف راہبوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آخر میں جس راہب کے پاس گیا اس نے کہا اے بیٹا یہ بات میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ جس طریقے پر ہم ہیں تم کہیں بھی چلے جاؤ کسی کو ایسے احسن طریقے پر چلنے والا نہیں پاؤ گے۔ مگر اب اس عظیم ہستی کا زمانہ ظہور بہت نزدیک آ چکا ہے۔ جو دین ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مبعوث ہوں گے عرب کی سرزمین پر اپنے مبارک قدم رکھیں گے اور مقدس و پاک خطے کی طرف ہجرت فرمائیں گے جو دو ریگستانوں کے درمیان واقع ہے وہاں کھجوریں کثرت سے ہیں۔ ان کی حقانیت، سچائی، بردباری کسی پر ڈھکی چھپی نہیں رہے گی۔ ہدایا تحائف تو قبول فرمالیا کریں گے اور تناول بھی فرمالیں گے مگر صدقے کا مال نہیں کھائیں گے ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔

عمدۃ القاری جلد ثالث میں لکھا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد یہ مہر غائب ہوگئی تھی۔

انجیل میں مذکور ہے۔ جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا پھر اس کی کمر مضبوط کی پھر موٹا ہوا پھر سیدھا ہوا اپنی پنڈلی پر خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو تاکہ جلادے اور اس سے جی کافروں کا' اللہ نے اس سے وعدہ کیا ہے جو اچھے کام کرتے ہیں اور ان پر یقین لاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اے اولاد یعقوب میں خدا کا رسول ہوں تمہاری طرف تصدیق کرنے والا اس کی جو میرے آگے یعنی مجھ سے پہلے اور اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو میرے بعد آئے گا جن کا اسم گرامی نام نامی احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ کفار مکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو ایذارسانی اور تکالیف دیتے وہ مجھ پر بہت گراں گزرتی تھی۔ جب مجھے یہ گماں گزرا کہ یہ لوگ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیں گے تو میں مکہ کے علاقہ سے ہی نکل گیا۔ چند راہبوں کے عبادت خانوں میں سے ایک عبادت خانہ میں پہنچ گیا۔ عبادت خانے والے اپنے رئیس کے پاس گئے اور میرے بارے میں اس کو بتایا اس نے کہا اس کو یعنی مجھے تین روز تک مہمان رکھیں اور ہر قسم کی سہولت کا بندوبست کریں۔ تین دن گزرنے کے بعد انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت اقدس کی تصویر میرے سامنے رکھ دی اور دریافت کیا ان کو پہچانتے ہو حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس صورت سے زیادہ حسین صورت آج تک نہیں دیکھی اور یہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ان راہبوں کے رئیس وامیر نے کہا کیا تجھے یہ ڈر ہے کہ لوگ ان کو شہید کر دیں گے میں نے جواب دیا کہ میرا گمان تو یہی ہے کہ وہ ظالم اب تک ان کو شہید کر کے فارغ ہو چکے ہوں گے۔ اس رئیس نے کہا بخدا وہ

ہرگز انہیں قتل نہیں کر سکتے بلکہ وہ لوگ خود تباہ و برباد ہو جائیں گے جو ان کو شہید کرنا چاہتے ہیں۔ تحقیق وہ سچے نبی ہیں اور خدا ان کو ضرور کامیاب کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مکہ کے نزدیک وادی فاطمہ میں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام عیص تھا۔ یہ اکثر اہل مکہ سے کہا کرتا تھا تم میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا۔ جس کی عرب وعجم اطاعت کریں گے اور اس کے پیدا ہونے کا وقت قریب ہے۔ جب عبدالمطلب نے اس کی ولادت باسعادت کی خبر سنائی تو اس نے پوچھا لڑکے کا نام کیا رکھا ہے۔ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) راہب نے کہا یہ وہی لڑکا ہے میں اس کو تین علامتوں سے جانتا تھا ایک یہ کہ اس کا ستارہ رات کو نکلا کرتا تھا۔ دوسری اس کی ولادت دوشنبہ کو ہوگی اور تیسری یہ کہ اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوگا۔

سیل مولیٰ عثیمہ کہتے ہیں میں نصرانی تھا اور یتیم ہونے کی وجہ سے میرا چچا میری کفالت کرتا تھا وہ اکثر انجیل پڑھا کرتا تھا میں نے چچا والا یعنی مصحف حصہ اٹھایا اور پڑھنے لگا دوران قرأت ایک ورق ایسا آیا جو بہت موٹا تھا مجھے اس کی موٹائی کچھ عجیب سی لگی غور سے دیکھا تو معلوم ہوا اس میں جوڑ ہے اور دو ورق باہم چپکا دیئے گئے ہیں میں نے انہیں کھولا تو دیکھتا ہوں کہ درمیانی صفحوں پر نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرقوم ہے۔ تعریف وثنا کا مضمون یہ تھا کہ "وہ نہ تو بالکل کوتاہ قد ہوں گے اور نہ ہی بہت طویل القامت، سفید سرخی مائل رنگ مبارک ہوگا، ان کے دونوں کندھوں مبارک کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ بیٹھتے وقت اجتباوالی صورت کو عام طور پر اختیار فرمائیں گے۔ صدقے کا مال تناول نہیں فرمائیں گے۔ گدھے اور اونٹ کو نبوی سواری ہونے کا شرف بخشیں گے۔ بکری خود دوہیں گے اور پیوند لگی قمیض استعمال فرمائیں گے آپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے اور اسم گرامی احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا"۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں میرا چچا آیا کتاب کا ورق کھلا ہوا دیکھا تو مجھے زدوکوب کیا اور کہا تجھے یہ ورق کھولنے سے کیا غرض تھی میں نے کہا اس میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف تھی۔ اس نے کہا وہ ابھی مبعوث نہیں ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جو وحی نازل فرمائی اس میں یہ ارشاد بھی تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤ اور اپنی امت کو بھی ایسا کرنے کا حکم دو تم میں سے جو شخص بھی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پائے تو ضرور ان پر ایمان لے آئے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں حضرت آدم علیہ السلام کو ہی پیدا نہ کرتا اور اگر ان کا وجود مسعود نہ ہوتا تو یہ جنت و دوزخ بھی پیدا نہ کرتا۔ میں نے عرش کو پیدا کیا تو وہ میری ہیبت وجلالت سے لرزنے لگا۔ جب اس پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا تو اس کو سکون وقرار آ گیا۔

انجیل برناباس (انجیل برنابا)

عیسائیوں کے ہاں روما (روم) کا شہر پوپ سکٹس بڑی شہرت کا حامل ہے۔ سولہویں صدی عیسوی میں اس کے کتب خانے سے انجیل کا ایک متروک نسخہ برآمد ہوا جسے انجیل برناباس کہا جاتا ہے۔ یعنی اس انجیل کو لکھنے والا برناباس نامی عیسائی تھا جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے تھا۔ سکٹس کے اس کتب خانے سے مذکورہ انجیل کا نسخہ پوپ کے مقرب خاص لاٹ پادری فرامرینو کے ہاتھ لگا۔ اس نے انجیل برناباس کو کتب خانے سے پوپ کی اجازت کے بغیر لے لیا۔ لاٹ پادری نے اس نسخہ کا مطالعہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی نے نزول فرماتے ہوئے آنکھوں کے آگے آیا ہوا تاریکی و بغض کا پردہ ہٹا دیا۔ انجیل برناباس کے اس نسخہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے بارے میں کثرت سے وضاحت اور تشریح درج تھی یہاں تک کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی ''احمد'' بھی مذکور تھا۔ اس کے علاوہ انجیل برناباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے خلاف عقیدہ کی تعلیم پائی جاتی تھی۔ گویا دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ انجیل برناباس میں وہ تمام حقائق درج تھے جن کی وضاحت مذہب اسلام کرتا ہے۔ اس انجیل کے مطالعہ سے لاٹ پادری فرامرینو کے سامنے تمام حقائق روشن ہو گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاٹ پادری فرامرینو مسلمان ہو گیا۔ نصاریٰ نے انجیل برناباس کو بھی دیگر اناجیل کی طرح متروک ٹھہرا کر اس کے تمام نسخے ختم کروا دیئے تھے مگر یہ اصل نسخہ دنیا پر حقیقت حال کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کے ہاتھوں محفوظ رکھا۔ اس کے علاوہ چھٹی صدی عیسوی کے وسط کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے عیسائیوں کے پوپ گلیسیوس کی جانب سے کلیساؤں کے نام ایک فرمان جاری کیا گیا۔ جس میں ان تمام اناجیل کے نام درج تھے جن کو پڑھنا اور پڑھانا عیسائیوں کے لیے حرام قرار دیا گیا۔ ہماری اس بات کا ثبوت خود تاریخ نصاریٰ میں موجود ہے ان اناجیل کی فہرست میں جن کا مطالعہ حرام قرار دیا گیا انجیل برناباس کا نام بھی شامل تھا۔ انجیل برناباس کے اب بھی بہت سے نسخے موجود ہیں اور ایک اصل مخطوطہ اب بھی اٹالین زبان میں وی آنا (آسٹریا) کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اصل مخطوطہ کے عربی اور انگریزی میں بھی تراجم ہو چکے ہیں۔ انجیل برناباس میں خصوصیت کے ساتھ مذکور ہے۔

1۔ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اُس کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں۔

2۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا صرف اور صرف بندہ اور اُس کا نبی یعنی پیغمبر ہے۔

3۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اُس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو کہ میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا نام ''احمد'' ہے۔ انکی پیروی کرنا جب تشریف لائیں۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے اُنہیں (محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وسیلے سے سب بنی نوع انسان یعنی اولادِ آدم نجات کے لئے پکاریں

گے اورانہی کے وسیلے سے نجات ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کی محفل میں فرمایا کہ میرے بعد جوتشریف لائیں گے وہ تمام انبیاء علیہم السلام اور طاہرین (پاک نفسوں) میں ذیشان روشنی ہیں اور وہ انبیا علیہم السلام کے ان کے تمام ارشادات کو روشن طریقے پر بیان فرمائیں گے جوحجاب میں (غیرواضح) ہیں کیونکہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(انجیل برناباس صفحہ 18)

تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشادفرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام (تخلیق کے بعد) اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے تو انہیں فضا میں یہ تحریر نظر آئی جوسورج کی طرح درخشاں تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّد'' رَّسُوْلُ اللہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ یارب ان الفاظ "محمدرسول اللہ" سے کیا مراد ہے؟ کیا مجھ سے پہلے بھی انسان ہوئے ہیں؟ جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا کہ ''جن کے بارے میں تم نے دیکھا (پوچھا) ہے وہ تمہارے فرزند ہیں۔اب سے بہت برس بعددنیا میں آئیں گے اور میرے رسول ہوں گے۔ میں نے انہی کی خاطر تمام اشیاء تخلیق کیں۔اپنی آمد کے بعدوہ دنیا کونورعطا کریں گے۔ میں نے کوئی چیز تخلیق کرنے سے ساٹھ ہزارسال پہلے ان کے نفس کونورآسمانی (بہاءسماوی) میں رکھا''۔حضرت آدم علیہ السلام نے التجا کی یارب یہ تحریر میرے ہاتھوں کی انگلیوں پرنقش کردے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کے دائیں اور بائیں انگوٹھوں پر یہ تحریر نقش کردی۔دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر مُحَمَّد'' رَّسُوْلَ اللہ نقش کیا گیا۔پھر پہلے انسان نے پدرانہ شفقت سے ان الفاظ کوچوما اورآنکھوں سے ملا اورفرمایا مبارک ہے وہ دن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔

(انجیل برناباس صفحہ 50)

حضرت آدم علیہ السلام کی فروگزاشت کا ذکرکرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اورحضرت حوا کوحکم دیا کہ ''جنت (فردوس) سے چلے جاؤ اورتوبہ کرو اور مایوس نہ ہونا کیونکہ میں تمہارے فرزند کوایسے وسائل عطا کرکے بھیجوں گا کہ تمہاری اولادنسل انسانی سے شیطان کے تسلط کا خاتمہ کردے گا۔وہ میرے رسول آئیں گے اور میں انہی کوسب چیزیں عطا کروں گا''۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب وہ دونوں جنت سے چلے توحضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ جنت کے دروازے کے اوپر تحریر تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّد'' رَّسُوْلُ اللہ توحضرت آدم علیہ السلام اشک بارہوئے اوردعا کی کہ اے فرزند اللہ کرے کہ تم جلدآؤ اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلاؤ۔

(انجیل برناباس صفحہ 53, 54)

کاہنوں (پجاریوں) نے صلاح مشورے کئے کہ کسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کولاجواب کردیا جائے۔

چنانچہ ان کے پاس الاوی قبیلے کے لوگ اور بعض فقیہہ آئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں وہ صدا ہوں جو پورے یہودیہ (فلسطین) میں گونج رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے راہ ہموار (اہتمام) کرو جب کہ حضرت شعیاء علیہ السلام کے صحیفے میں لکھا ہے میرے ذریعے اللہ تعالیٰ نے جو معجزے ظاہر کیے ہیں ثابت کرتے ہیں کہ میں وہی کچھ کہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ جن (مسیحا) کا ذکر تم نے کیا تو میں یقیناً نہیں چاہتا کہ مجھے ان کا ہم پلہ شمار کیا جائے میں تو اس کا اہل بھی نہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جن کو تم مسیحا کہتے ہو موزوں کے بند یا جوتوں کے تسمے کھول سکوں۔ ان کی تخلیق مجھ سے پہلے ہوئی اور وہ میرے بعد تشریف لائیں گے اور کلام حق کے ساتھ آئیں گے یہاں تک کہ ان کے دین کی (وسعت کی) کوئی انتہا نہ ہوگی۔

(انجیل برناباس صفحہ 55)

ایک حواری کی التجا پر کہ مسیحا کے بارے میں وضاحت سے بیان فرمائیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی تخلیق سے پہلے اپنے رسول کے نفس کو پیدا فرمایا۔۔۔۔کل مخلوق کو ان کا غلام قرار دیا۔ ہر نبی صرف ایک امت کے لئے آتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتؐ کی علامت ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ کی مہر عطا فرمائے گا۔ وہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے باعث نجات و رحمت ہوں گے جو ان کی تعلیمات کو مانیں گے۔ وہ ظالموں کا استیصال پوری قوت سے فرمائیں گے بت پرستی کا قلع قمع فرمائیں گے اور پھر شیطان زچ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ دیکھو اب تمہاری نسل کے ایک فرد کے ذریعے دنیا کے تمام قبیلوں کو برکت عطا کروں گا اور اے ابراہیم (علیہ السلام) جس طرح تم نے بتوں کے ٹکڑے کیئے اسی طرح وہ بھی کرے گا جو تمہاری نسل سے ہوگا۔۔۔۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ (فخر موجودات علیہ السلام) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہوں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ ہر نبی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے ان کی روحانی زیارت کے بعد ہی انہیں نبوت ملتی ہے۔ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو مجھے کمال درجے کی طمانیت نصیب ہوئی اور میں نے کہا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو اور مجھے اس کا اہل بنائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوتی کا تسمہ کھول سکوں۔ اگر یہ بات حاصل ہوئی تو میں ایک عظیم پیغمبر اور قدسیوں میں سے ایک ہو جاؤں گا۔

(انجیل برناباس صفحہ 59)

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو مطلع فرمایا کہ میں اس دنیا سے جانے والا ہوں تو وہ شدت غم سے رونے لگے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ تمہارا خالق اللہ تعالیٰ ہے وہی تمہاری حفاظت

فرمائے گا اور رہا میرا معاملہ تو وہ یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا اہتمام کرنے آیا ہوں جو دنیا کے لئے باعث نجات ہوں گے۔۔۔۔۔ایک حواری نے پوچھا کہ ان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیا علامت ہوگی جس سے ہم انہیں پہچان لیں۔اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تمہاری زندگی میں نہیں تمہارے بعد تشریف لائیں گے جب میرے صحیفے (انجیل) کو منسوخ (باطل) کر دیا گیا ہوگا۔بمشکل تیس اہل ایمان رہ جائیں گے۔اس وقت اللہ تعالیٰ دنیا پر رحم فرمائے گا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سفید بادل کا سایہ ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار کئے ہوئے ''احمد'' کے لقب سے معروف ہوں گے اور وہ دنیا میں ان کے وجود مسعود کو عیاں کرے گا۔۔۔۔۔اور یہ بات مجھے مسرور کرتی ہے کہ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کو پہچانا جائے گا اور اس کی تعظیم کی جائے گی اور میری صداقت ظاہر ہوگی۔۔۔۔۔عہد طفلی میں چاند انہیں سلایا کرے گا اور جب وہ بڑے ہوں گے تو چاند ان کے ہاتھ میں ہوگا۔۔۔۔جب بت پرستی زمین بوس ہوتی ہوئی نظر آئے اور یہ اعتراف کیا جائے کہ میں دوسرے انسانوں جیسا انسان ہوں تو میں تم سے کہتا ہوں (کہ اسکا مطلب یہ ہوگا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں۔

(انجیل برناباس صفحہ 92)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہودیہ کے بادشاہ ہیرودس، رومن گورنر بیلاطس اور صدر (بڑے) کاہن (پجاری) نے ملاقات کی۔کاہن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد دوسرے انبیاء علیہم السلام آئیں گے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ کا بھیجا ہوا کوئی سچا نبی نہیں آئے گا لیکن جھوٹے نبیوں (نبوت کے جعلی دعوے داروں) کی بڑی تعداد آئے گی اور یہ بات مجھے غم زدہ کرتی ہے۔۔۔پھر فرمایا مسیحا کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔۔۔اللہ تعالیٰ نے خود ان کا یہ نام رکھا۔۔۔اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جنت اور دنیا اور بے شمار مخلوق تخلیق فرمائی اور اس نے فرمایا کہ جو آپ پر درود بھیجے گا اس پر برکتیں نازل ہوں گی اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرے گا ملعون ہوگا۔میں تمہیں اپنا رسول بنا کر بھیجوں گا جو (مخلوق کے لئے) نجات دہندہ ہوگا۔تمہارا کلام سچا ہوگا۔اس عالم میں ہر چیز ناکام ہوسکتی ہے مگر تمہارا دین ناکام نہ ہوگا۔پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کا اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

(انجیل برناباس صفحہ 123)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواری برناباس سے فرمایا کہ ایک حواری غداری کرے گا مگر اللہ تعالیٰ مجھے زمین سے اٹھا لے گا اور اس خائن کی شکل بالکل میری جیسی بنا دے گا اور جب وہ بری موت مرے گا تو میرے بارے میں زمانہ دراز تک عار آمیز بات کہی جائے گی لیکن جب اللہ کے مقدس رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں گے یہ عار آمیز غلط بیانی (کہ میری موت صلیب پر ہوئی) دور ہو جائے گی۔اللہ تعالیٰ یہ کرے گا کیونکہ میں نے مسیحا

کی حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ وہ اس کی جزا مجھے یہ عطا فرمائے گا کہ یہ مان لیا جائے گا کہ میں زندہ سلامت ہوں اور عار آمیز موت میرے قریب بھی نہیں پھٹک سکتی۔

(انجیل برناباس صفحہ 142)

آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے طویل دعا فرمائی جس کے آخر میں التجا کی کہ یارب، جواد، غنی، الرحمٰن بروز قیامت مجھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل فرما اور نہ صرف مجھے بلکہ میرے حواریوں کو اور ان سب کو بھی جو ان کے ذریعے مجھ پر ایمان لائیں۔۔۔۔۔۔ یارب دنیا پر رحم فرما اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد مبعوث فرما تاکہ تیرے دشمن شیطان کی مملکت کا خاتمہ ہو۔

(انجیل برناباس صفحہ 260)

آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ زمین پر تشریف لائے اپنی والدہ ماجدہ حضرت مریم، چند حواریوں اور پیروکاروں کو تسلی دی اور اپنی والدہ سے فرمایا کہ مجھے موت نہیں آئی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک کے لئے اپنی حفاظت میں رکھا ہے جب دنیا کا خاتمہ قریب ہوگا۔۔۔۔۔۔ برناباس نے پوچھا کہ ہم نے اس غلط فہمی کی بنا پر آپ کی موت اتنی بری طرح صلیب پر ہوئی اتنا عذاب کیوں جھیلا۔ جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میری والدہ ماجدہ اور مجھ پر ایمان لانے والوں (میرے حواریوں) کو مجھ سے قدرے دنیاوی محبت ہو گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے جو البرّ (نیک کار) کی صفت سے موصوف ہے چاہا کہ یہ محبت حزن میں بدل جائے تاکہ یہ سب آتش جہنم سے محفوظ رہیں۔ میں دنیا میں اگرچہ معصوم رہا ہوں مگر لوگوں نے مجھے اللہ اور اللہ کا بیٹا کہا تو اللہ کی مرضی یہ ہوئی کہ لوگ یہودا کی موت کو یہ سمجھ کر کہ میری موت صلیب پر ہوئی (یہودا کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا) اس دنیا میں میرے بارے میں مضحکہ خیز باتیں کریں تاکہ بروز قیامت شیاطین میرے بارے میں مضحکہ خیز باتیں (استہزاء) نہ کہنے پائیں۔ میرے بارے میں یہ مضحکہ باتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک کی جائیں گی اور جب وہ تشریف لائیں گے تو اللہ کی شریعت کو ماننے والوں پر اس فریب کو ظاہر فرمائیں گے۔

(انجیل برناباس صفحہ 271)

کتب سماویہ وامم سابقہ میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک اور بشارات حضور پرنور علیہ السلام

حضرت دانیال علیہ السلام

کتب تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ بادشاہت کی دنیا میں بخت نصر ایسا شخص گزرا ہے جسکی طبیعت و

مزاج میں مطلق العنانی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی تاریخ عالم میں جس قدر ضدی، ظالم اور مطلق العنان بادشاہ گزرے ہیں بخت نصر ان میں سے ایک تھا۔ ابونعیم نے کعب اور وہب بن منبہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک رات بخت نصر نے بڑا ڈراؤنا خواب دیکھا خوف ودہشت کی وجہ سے وہ لرز کر اٹھ گیا۔ خواب کا ڈر اس قدر تھا کہ بخت نصر تھر تھر کانپنے لگا اس دہشت کی وجہ سے خواب ہی بھول گیا۔ صبح کو دربار میں آیا تمام درباریوں، جادوگروں اور کاہنوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایسا حکم جاری کیا جسے سن کر تمام ارکان سلطنت کانپ اٹھے۔ حکم یہ تھا "میں نے رات بڑا ہی حیرت انگیز اور بھیانک خواب دیکھا ہے مگر وہ خواب بھول گیا ہوں بتاؤ میں نے کیا خواب دیکھا ہے؟" ارکان سلطنت ودیگر لوگوں نے دست بستہ عرض کیا حضور ہم اس سلسلے میں کیا عرض کر سکتے ہیں۔ بخت نصر (605-562 ق م) نے حکم میں مزید زور پیدا کرتے ہوئے کہا میں کچھ نہیں جانتا تم لوگوں کو تین یوم کی مہلت دیتا ہوں اگر ان ایام میں تم لوگوں نے خواب اور اسکی تعبیر نہ بتائی تو زندگی کی قید سے آزاد کر دوں گا۔ حکم شاہی سن کر اراکین حکومت زندگیوں سے مایوس ہو گئے ہر طرف موت کا سناٹا چھا گیا۔

بخت نصر کے اس نادر شاہی حکم کا حضرت دانیال علیہ السلام کو علم ہوا تو آپ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا جاؤ اور بادشاہ سے کہو کہ میں تمہارا خواب اور اسکی تعبیر بتا سکتا ہوں۔ ساتھی نے عرض کیا یا حضرت میرا یہ ایمان ہے کہ آپ علیہ السلام ہی خواب اور اسکی تعبیر بتا سکتے ہیں مگر میں التجا کرتا ہوں آپ اس مسئلے کو رہنے دیں کیونکہ مزاج شاہی عجیب ہوتا ہے اگر بادشاہ کو خواب اور اسکی تعبیر پسند نہ آئی تو آپ علیہ السلام کے لیے کہیں نقصان کا سبب نہ بن جائے۔ ساتھی کا یہ مشورہ سن کر حضرت دانیال علیہ السلام نے یوں ارشاد فرمایا:

"لَاتَخَفْ عَلَيَّ فَإِنَّ لِي رَبًّا يُخْبِرُنِي بِمَا شِئْتَ مِنْ حَاجَتِي" "تم کوئی خطرہ نہ رکھو میرا رب ضرورت پڑنے پر مجھے حسب خواہش ہر چیز کا علم دے دیتا ہے"۔

حضرت دانیال علیہ السلام کا ساتھی یہ حکم سن کر بخت نصر کے دربار میں گیا اور سارا حال بیان کیا بادشاہ نے فوراً حضرت دانیال علیہ السلام کو دربار میں طلب کیا۔ آپ علیہ السلام دربار میں اس شان سے تشریف لے گئے جو ایک نبی کا طرۂ امتیاز ہوتی ہے۔

بخت نصر پورے جاہ وجلال کے ساتھ تاج شاہی سر پر رکھے درباریوں کے جھرمٹ میں تخت پر بیٹھا تھا۔ حضرت دانیال علیہ السلام دربار میں حاضر ہوئے اور مروجہ آداب شاہی سجدہ میں گرنے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فرمایا اے بادشاہ تو نے جو خواب دیکھا ہے وہ تمہیں بتاتے ہوئے اسکی تعبیر سے بھی آگاہ کرتا ہوں۔ بخت نصر حضرت دانیال علیہ السلام کی حرکات وسکنات کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ دربار شاہی میں حاضر ہو کر سجدہ نہ کرنا قانون کے مطابق بغاوت تھی مگر بخت نصر اس چیز کو برداشت کر گیا اس کو حضرت دانیال علیہ السلام کی اس جرأت پر سخت تعجب ہوا اور کہنے لگا اے دانیال علیہ السلام تو نے شاہی دربار کے تقاضے ملحوظ نہیں رکھے اور مجھے سجدہ نہیں کیا اسکی کیا وجہ

ہے؟ حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا ''اے بادشاہ میرے علم کی ایک خاصیت ہے جو تم نے سن لی ہے۔ مجھے یہ علم عطا کرنے والا میرا رب ہے اس کا حکم ہے کہ میرے سوا کسی کو سجدہ نہ کرو۔ اس لیے میں نے تمہارے سامنے سجدہ نہیں کیا کیونکہ اگر میں تمہیں سجدہ کر دیتا تو میرا علم چھین لیا جاتا اور یوں میں تیرے سامنے بے علم رہ جاتا اور تو مجھے قتل کروا دیتا۔ میں بہر حال اپنے آقا خالق دو جہاں کے حکم پر ہی عمل کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا''۔

بخت نصر یہ جواب سن کر بڑا خوش ہوا اور کہنے لگا اپنے آقا مالک کی اطاعت گزاری کا حق بھی یہی ہے جو تو نے ادا کیا تمہارا یہ عمل مجھے بہت پسند آیا ہے پھر کہنے لگا اب میرے خواب اور اسکی تعبیر کے بارے میں مجھے بتاؤ۔

''حضرت دانیال علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے بادشاہ تو نے خواب میں ایک بہت بڑا بت دیکھا ہے اس بت کے پاؤں زمین پر تھے اور سر آسمان تک پہنچا ہوا تھا۔ اس بت کا اوپر والا حصہ سونے کا تھا جبکہ درمیانی حصہ چاندی کا اور نچلا دھڑ تانبے کا اور اسکی پنڈلیاں لوہے کی تھیں۔ بت کے پاؤں کھنکھناتی مٹی کے تھے۔ تم حیرت اور تعجب سے اس بت کے حسن و جمال اور ہیبت کو دیکھ ہی رہے تھے کہ آسمان سے ایک پتھر اس بت کے عین سر پر آکر گرا اور بت کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اسکا تمام سونا، چاندی، لوہا اور تانبہ مٹی وغیرہ ذرات میں تبدیل ہو گئے۔ پھر آسمان سے گرنے والا پتھر حجم میں بڑھنے لگا۔ بڑھتے بڑھتے اس نے اس قدر وسعت اختیار کر لی کہ تمام روئے زمین کو گھیر لیا یہاں تک کہ ہر چیز نظر آنا بند ہو گئی۔ پھر تمہیں اس پتھر اور آسمان کے سوا کچھ اور نظر نہیں آرہا تھا''۔

بخت نصر نے کہا اے دانیال (علیہ السلام) آپ نے سچ فرمایا میں نے یہی خواب دیکھا ہے۔ اب اسکی تعبیر بتائیں۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بت سے مراد وہ تمام امتیں اور مروجہ مذاہب ہیں اور پتھر سے مراد اللہ کا دین ہے جس کی مدد سے تمام ادیان عالم کو جو باطل ہیں اس دنیا سے مٹا دیا جائے گا اور ایک اللہ کا یہی دین سب پر غالب آکر دنیا میں پھیل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ عرب میں ایک نبی اُمی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبعوث فرمائے گا اور اس عظیم ہستی کے ذریعے دنیا کے تمام دینوں اور امتوں کو ان کے تابع فرما کر تمام شریعتیں اور ادیان منسوخ فرما دے گا۔ جس طرح پتھر نے ساری زمین کو اپنے احاطے میں لے لیا تھا اسی طرح اللہ کا وہ دین پوری کائنات روئے زمین اور ہواؤں فضاؤں پر محیط ہو گا۔ اپنے نبی (علیہ السلام) کی بدولت ان پڑھوں کو علم عطا کرے گا کمزوروں کو قوت اور دنیا کی نظروں میں حقیر و ذلیل لوگوں کو عزت، رفعت اور بلند مرتبہ عطا فرمائے گا۔

بخت نصر خواب کی تعبیر سن کر انگشت بدنداں رہ گیا اور کچھ نہ بولا تاریخ عالم گواہ ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کی بتائی ہوئی تفسیر حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ یہاں بصد احترام ان لوگوں سے سوال کرنا چاہتا ہوں جو انبیاء علیہم السلام کے علم غیب پر ہمیشہ طعنوں اور نقص کے تیر چلاتے رہتے ہیں کہ ان کو یہ علم نہیں تھا وہ علم نہیں تھا وہ غیب سے بے خبر تھے وغیرہ مذکورہ واقعہ پڑھنے کے بعد وہ حضرت دانیال علیہ السلام کا خواب اور اسکی تعبیر بتا دینے پر کیا فرمائیں

لگے۔ یہ علم غیب کا عیاں عملی ثبوت ہے یا نہیں۔ یہاں ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ ہم لوگ انبیا علیہم السلام کے علم غیب کو عطائی مانتے ہیں ذاتی نہیں پھر اعتراضات کا کیا سوال رہ جاتا ہے۔ مختصراً نبی کے علم غیب پر اعتراض کرنے والوں کو مذکورہ واقعہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے راہ حق و سچ اختیار کرنی چاہیے اللہ توفیق دے۔ آمین!

از: دلائل النبوۃ صفحہ 47-45، الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 64-63، البدایہ والنہایہ، جلد 2، صفحہ 270-269

کعب بن لوی کے ظہور پر نور کے بارے میں خطابات

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کو ابونعیم نے یوں نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کے سردار تھے وہ ہر جمعہ کو اپنی قوم کو اکٹھا فرما کر ان سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارکہ اور زندگی بسر کرنے کے طریقوں کا ارشاد فرماتے۔ یوم جمعہ کا نام حضرت کعب بن لوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی رکھا تھا ان سے قبل اس مبارک دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے کے شعلہ بیان خطیب تھے وہ قومی اجتماع سے خطاب کرتے تو قوم کو رشد و ہدایت کی تبلیغ کے ساتھ یوں ارشاد فرماتے۔ ''حمد و ثنا ہے پروردگار عالم کی۔ اے برادران قوم سنو اور غور سے سنو میری باتوں پر غور وفکر و فہم و تدبر سے عمل کرو اور یوں قلب سلیم سے حقیقت حال کو دریافت کرنے کی کوشش کرو۔''

''رات چھا جانے والی ہے اور کائنات کو تاریکی میں غرق کرنے والی ہے۔ دن چمکنے والا ہے اور اہل عالم کو ظلمت شب سے چھٹکارا دینے والا ہے زمین آسائش خلق کے لیے فرش اور بچھونا ہے۔ آسمان ان پر سایہ فگن چھت ہے اور پہاڑ زمین کے لیے میخیں ہیں جو اسکو جنبش اور لرزش سے محفوظ رکھنے والی ہیں۔ نجوم و سیارات قدرت خداوندی کے دلائل اور راہروؤں کے لئے علامات منازل اور نشانات راہ راست۔ اوائل و اواخر فنا و نیستی میں برابر ہیں۔ (یعنی اول و آخر دونوں وقت فناہ ہونے میں برابر ہیں یہ قیامت کی طرف اشارہ ہے) مذکر و مونث، نر اور اسکی جفت (ملاپ) سبھی پراگندگی اور بوسیدگی کا شکار ہونے والے ہیں۔ روح پرانی ہونے والی ہے لہٰذا زندگی کے لمحات قیمتی جانو اور دار آخرت کے لئے نیک اعمال کا ذخیرہ کرتے رہو۔ صلہ رحمی کرو، قرابت داری کے حقوق کی حفاظت کرو، رشتہ داروں کے حقوق ملحوظ و مدنظر رکھو اور اپنے اموال کو راہ خدا میں صرف کر کے نفع بخش بناؤ''۔

''کیا تم لوگوں نے کبھی کسی مرنے والے کی بازگشت سنی یا پھر کسی مرنے والے کو مر جانے کے بعد دوبارہ واپس آتے ہوئے دیکھا ہے۔ کسی میت کو قبر سے نکلتے دیکھا جو بھی اس دنیا سے گیا واپس نہیں آیا۔ تمہارا حقیقی ٹھکانا اور اصل گھر آگے ہے۔ حقیقت وہ نہیں جو تم خیال کرتے ہو اور اسکا زبانی اظہار بھی کرتے ہو کہ بس زندگی یہی ہے پھر نہ زندگی ہے نہ حساب و مواخذہ اور نہ جزا و سزا۔ بھائیو اپنے حرم کو مزین کرو اسکی تعظیم و تکریم بجالاؤ اور اسکی حفاظت کرتے

ہوئے اسے مضبوط تھامو کیونکہ عنقریب اس کی عظیم خبر تمہارے سامنے آئے گی اور بہت جلد اس حرم سے عزت والے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ظہور پر نور ہوگا'' پھر یہ اشعار سناتے۔

(1) ''نهار وليل كل ادب بحارث سواء علينا ليلها و نهارها''

ترجمہ: ''رات اور دن ہر گردش میں نیا حادثہ اپنے دامن میں لاتے ہیں ہم پر گردش دوراں کے لیل و نہار برابر ہیں''۔

(2) ''على غفلةياتى النبى محمد (صلى الله عليه و آله وسلم) بخير اكبارا صدوق خبير ها''

ترجمہ: ''اچانک ہمارے پاس نبی مکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں گے پھر ایسی خبریں ہمیں سنائیں گے جس کا بتانے والا رب کریم ہے سچا اور بہت ہی سچا''۔

اس کے بعد ارشاد فرماتے'' خدا کی قسم اگر میں اس زمانے میں (یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائیں گے زندہ رہا تو ضرور ان پر ایمان لاؤں گا) بینا نظر والا سننے والا چلنے پھرنے اور بازو دکھانے کے قابل ہوا تو انکی دعوت کو ماننے اور اس کے اندر پیش آنے والے مصائب برداشت کرنے میں اس قدر ثابت قدم ہوتا جیسے اونٹ بار برداری کے وقت ثابت قدم اور صاحب استقلال ہوتا ہے۔ اے کاش میں ان کے دعویٰ نبوت اور دعوت حق کے وقت موجود ہوتا جب انکی قوم حق کو مٹانے اور انکو رسوا کرنے کی ناپاک کوشش کرتی''۔

یاد رہے حضرت کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے نورانی خطبہ کو ہم بیان کر چکے ہیں سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے پانچ سو ساٹھ سال (560) قبل اس دنیا سے کوچ فرما گئے تھے۔

از: الوفا باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از: علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

از: خصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 73-74 از: حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ (1332ء-1406ء) کی عبارت

علامہ ابن خلدون کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ تاریخ کی دنیا میں جس قدر بلند مقام علامہ کو حاصل ہے اسکا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کے لکھے ہوئے مقدمہ تاریخ کو دنیا کا ہر تاریخ دان اس حد تک قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ علامہ ابن خلدون کے اس مقدمہ کا دنیا کی تقریباً ہر زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور یوں علامہ تاریخ کی دنیا میں "بابائے تاریخ" کے نام سے مشہور ہیں۔ علامہ ابن خلدون دور جاہلیت کا ذکر کرتے ہوئے ان دو کاہنوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو کہانت کے میدان میں ایک خاص ملکہ اور قوت حاصل تھی۔ وہ اپنے اس فن میں اس قدر ماہر تھے کہ مستقبل میں ہونے والے واقعات کے جزوی علم میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ یہ اس وقت کی ہی کوئی خاص

طاقت نہیں تھی جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ بعد میں لوگ اس طاقت سے محروم ہو گئے یا یہ طاقت ہی ختم ہو گئی۔ ہر زمانے اور ہر معاشرے میں ایسے افراد موجود تھے اور موجود ہیں جنہیں ایک انوکھی قسم کی قوت عطا کی جاتی ہے اور یوں ایسے لوگ اس انوکھی اور حیران کن طاقت کی بنا پر معاشرہ میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو کسی جانور یا انسان کے قدموں کے نشان ہی دیکھ کر بتا دیتے ہیں کہ یہ فلاں انسان کے پاؤں یعنی قدموں کا نشان ہے اور یہ فلاں جانور کے پاؤں کا نشان ہے ایسے لوگوں کو " کھوجی" کہا جاتا ہے۔ خالق کائنات نے انسانوں میں سے بعض کو یہ طاقت عطا فرما رکھی ہے کہ وہ زمین کو سونگھ کر بتا دیتے ہیں کہ یہاں کتنی گہرائی میں پانی موجود ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ہوا کا رخ دیکھ کر بتا دیتے ہیں کہ فلاں جگہ بارش ہو رہی ہے اس جگہ کب بارش ہو گی، طوفان کب آئے گا اور اسکی شدت کتنی ہو گی۔ زمین پر کان لگا کر بتا دیتے ہیں کہ قافلہ یا دشمن اس جگہ سے کتنی دور ہے۔ اسکی تعداد کتنی ہے اور وہ کس رفتار سے آ رہا ہے وغیرہ۔ ایسی قوتوں میں سے کہانت بھی ایک قوت تھی جس کی مدد سے اس قوت کے ماہر جزئیات کا علم رکھتے تھے۔ اہل عرب تو خاص طور پر اس قوت کے بڑے ہی ماہر تھے۔ دور جاہلیت میں یہ دو کاہن شق اور سطیح بڑی ہی شہرت کے حامل تھے۔ ان دونوں کے بارے میں جو حکایات مشہور ہیں ان میں سے ایک حکایت کا ذکر علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ میں یوں کرتے ہیں۔ اس حکایت کا تعلق کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آمد مبارکہ کی خبر دینے سے ہے اس لئے یہاں وہ حکایت درج کر رہا ہوں۔ علامہ فرماتے ہیں:

وَ اِشْتَهَرَ مِنْهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ شَقُّ بْنُ انْمَارِبن نِزَارٍ وَسَطِيح بِن مَاذِنِ بن غَسَّانَ وَ مِنْ مَّشْهُورِ الْحِكَايَاتِ عَنْهُمَا تَاوِيْلُ رُؤْيَا رَبِيْعَةَ بن نَفَرَ وَ مَا اَخْبَرَاهُ بِهِ مِنْ مَلَكِ الْحَبْشَةِ لِلْيَمِنِ وَ مُلْكِ مَضَرمِنْ بَعْدِ هِم وَ ظُهُورِ النُّبُوَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ فِي قُرَيْش وَ رُؤْ يَا الْمَوبِذَانِ الَّتِي اَوَّلَهَا سَطِيح لَمَّا بَعَثَ اِلَيْهِ بِهَا كُبْرِیٰ عَبْدَ الْمَسِيح فَاَخْبَرَهُ بِشَانِ النُّبُوَّةِ وَ خَرَابِ مُلْكِ فَارِسَ وَ هٰذِهٖ كُلُّهَا مَشْهُورَةٌ''o

ترجمہ: ''عہد جاہلیت میں کاہنوں میں سے شق بن انمار بن نزار اور سطیح بن ماذن بن غسان کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ ان کی حکایات میں سے ایک یہ حکایت بڑی مشہور ہے کہ انہوں نے ربیعہ بن نصر کے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا تھا کہ ملک یمن پر حبشیوں کی حکومت ہو گی ان کے بعد قبیلہ مضر حکمران ہو گا اور اس کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ہو گی جو قریشی ہوں گے اور حضور علیہ السلام کے دین کے غالب آنے کی پیش گوئی کی۔ اس طرح جب کسریٰ (شاہ ایران) نے موبذان کو اپنا خواب سنایا تو اس نے عبدالمسیح کو سطیح کے پاس اس خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے بھیجا سطیح نے اسے بتایا کہ تمہاری حکومت تباہ و برباد ہو جائے گی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور نبوت سے عالم منور ہو جائے گا۔ یہ وہ واقعات ہیں جو بڑے مشہور ہیں''۔

از: مقدمہ ابن خلدون صفحہ 189

علامہ ابن خلدون نے مقدمہ میں مذکورہ بیان درج کیا ہے اس حکایت میں کیونکہ سرکار دوعلم نور مجسم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا مژدہ جاں فزا اور دیگر نورانی وایمانی واقعات کے ظہور پذیر ہونے کا ذکر کیا گیا تھا اس لئے یہ بندہ ناچیز مستند مورخین کی کتب سے ان واقعات کا ذکر کرنا اشد ضروری خیال کرتا ہے اس طرح علم وایمان میں بھی اضافہ ہوگا۔مشہور سیرت نگار امام ابن ہشام تحریر فرماتے ہیں۔اس تحریر کو علامہ ابوالقاسم سہیلی نے "الروض الانف" میں بیان کیا ہے اور یوں امام ابن ہشام کی تحریر کی توثیق کی ہے۔فرماتے ہیں:

ربیعہ بن نصر حاکم یمن کا خواب

ربیعہ بن نصر یمن کا حکمران تھا اس نے ایک رات خواب دیکھا اور سخت دہشت زدہ ہوگیا۔صبح کے وقت اہل دربار نے دیکھا کہ بادشاہ سخت پریشان ہے۔بادشاہ کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے انہوں نے صورت حال جاننے کے لئے عرض کی۔بادشاہ نے اہل دربار کو بتایا کہ میں نے رات کو ایک عجیب خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے سخت پریشانی اور دہشت میں مبتلا ہوں۔درباری بولے بادشاہ سلامت آپ پریشان نہ ہوں اپنا خواب بیان فرمائیں بادشاہ نے اہل دربار کو جواب دیا کہ اگر میں نے اپنا خواب بتادیا تو اسکی تعبیر پر مجھے یقین نہیں آئے گا اس لئے تم لوگ خود ہی خواب بتاؤ اور اسکی تعبیر بھی۔اسی طرح کا ایک قصہ ہم پہلے بخت نصر کے بارے میں بھی تحریر کر چکے ہیں مگر بخت نصر کے خواب کی تعبیر بتانے والے حضرت دانیال علیہ السلام تھے جبکہ یہاں حالات مختلف تھے۔بہر حال اہل دربار بادشاہ کا حکم سن کر سخت پریشان ہوئے سب سر جوڑ کر بیٹھے تا کہ اس مسئلہ کا حل تلاش کیا جاسکے۔آخر طے پایا کہ بادشاہ سلامت کے اس عجیب حکم کا حل صرف دو آدمیوں کے پاس ہے جو نہایت عاقل، دانا، قیافہ شناس اور روشن ضمیر ہیں ان میں سے ایک کا نام سطیح اور دوسرے کا نام شق تھا۔اہل دربار نے بادشاہ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونوں کو حاضر دربار کیا جائے۔شاہی حکم کے مطابق پہلے سطیح کو دربار میں حاضر کیا گیا۔سطیح نے کہا اے بادشاہ میں تمہارے خواب کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔

''بادشاہ سلامت آپ نے جو خواب میں اندھیرے کا سمندر دیکھا تھا ہر طرف سیاہی کے خطرناک بادل منڈلا رہے تھے اسی وقت اچانک بجلی کا ایک تیز کوندا لپکا ظلم کے پردے سے ایک تیز شرارہ نمودار ہوا اور اس نے نشیب میں گر کر ہر چیز کو جلا کر خاک کر دیا کوئی جان دار اور بے جان اس کی تباہی سے محفوظ نہ رہا''۔بادشاہ خواب سن کر اچھل پڑا اور سطیح سے کہا تو نے بالکل سچ کہا میں نے یہی خواب دیکھا تھا اب اس خواب کی تعبیر بھی بتاؤ۔

سطیح نے عرض کیا اے بادشاہ سلامت اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ''ابتدائی دور جنگ وجدل میں گزرے گا۔تمہارے اس ملک یمن پر حبشی اور پھر ذی یزن کے لوگ حملہ آور ہوں گے یہ دور نہایت ہی برا اور بھیانک ہوگا اس دور کے بعد نہایت امن وسلامتی کا دور آئے گا اور سب حکومتیں ختم ہو جائیں گی''۔ربیعہ بن نصر حاکم یمن نے سطیح سے سوال کیا حکومتوں کو کون ختم کرے گا؟

سطیح نے یوں جواب دیا:

''وہ ایک پاک نبی ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوگی اس پاک نبی کے زمانہ کا دنیا کے اختتام تک چرچا رہے گا''۔

بادشاہ نے سخت حیرانی اور تعجب سے پوچھا اے سطیح کیا زمانے کا آخر بھی ہوگا۔ سطیح نے جواب دیا ہاں بادشاہ سلامت ''زمانے کا آخر اس انداز میں ہوگا کہ اس وقت اگلے پچھلے سب لوگ جمع کر دیئے جائیں گے نیک لوگ انعام یافتہ ہوں گے اور بدکردار سزا اور بدبختی سے دوچار ہوں گے''۔ شاہ یمن یہ سب کچھ سن کر چکرا گیا اس پر سکتہ کی کیفیت طاری ہوگئی اس اثنا میں دوسرا قیافہ شناس شق بھی دربار میں حاضر ہوگیا۔ بادشاہ نے اسے دیکھا تو اسکی علمی قابلیت اور قیافہ شناسی کو آزمانے کا فیصلہ کیا۔ بادشاہ نے شق کو تنہائی میں طلب کیا اور اس سے خواب و تعبیر کے بارے میں سوال کیا۔ شق نے بھی بادشاہ کو سطیح سے ملتا جلتا جواب دیا مگر نبی برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا ذکر ان الفاظ میں کیا۔

"رسل مرسل یاتی بلحق و العدل بین اهل الدین و الفضل"

''وہ نبی مرسل ہیں جو اہل علم و فضل اور دین والوں کے پاس حق و صداقت اور عدل و انصاف کا نور لے کر آئیں گے''۔

شق نے بادشاہ سے کہا ''وہ آنے والے نبی ظلم و جبر اور شر و فساد کی حکومت کو ختم کر دیں گے اس طرح انکی شہرت اور فضل و کمال و نور فیض یوم الفصل تک جاری رہے گا''۔

شاہ یمن نے پوچھا اے شق یوم الفصل کیا ہے؟

شق نے جواب دیا اے بادشاہ یوم الفصل یہ ہے: یوم تجزی فیه الولاة و یدعیٰ فیه من السماء بدعوات یسمع منها الاحیاء و الاموات و یصبح فیه بین الناس للمیقاتo

"وہ فیصلے کا دن ہے جس میں بادشاہوں اور حکام سے بھی باز پرس ہوگی اور انہیں بدلہ دیا جائے گا آسمان سے ندا آئے گی جسے زندہ اور مردہ سب سنیں گے اور ایک مقررہ جگہ پر جمع ہو جائیں گے"۔

ربیعہ بن نصر شق کی یہ گفتگو سن کر دنگ رہ گیا اور کہنے لگا کیا حقیقت میں ایسا ہی ہوگا۔ شق نے جواب دیا ''اے بادشاہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس میں ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں یہ سب کچھ ایسے ہی ہوگا جس طرح میں نے بیان کیا ہے''۔

قابل توجہ امر

شق نے ربیعہ بن نصر شاہ یمن کو مستقبل کے حالات اور سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا تاریخ عالم گواہ ہے وہ سب کچھ حرف بحرف سچ ثابت ہوا۔ یہاں قابل غور بات یہ

ہے کہ اگر ایک قیافہ شناس کا مستقبل کے بارے میں بتایا ہوا سارا حال حرف بحرف سچ ثابت ہوسکتا ہے تو تاجدار مدینہ سرور سینہ فخر کونین سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو علم ما کان و مایکون رکھتے ہیں۔

ربیعہ بن نصر حاکم یمن کے دربار میں آنے والا پہلا قیافہ شناس سطیح نہایت عجیب وغریب شخصیت کا مالک تھا۔اس شخص کو قدرت نے قیافہ شناسی کی دنیا میں بہت اعلیٰ حد تک علم عطا فرما رکھا تھا ربیعہ بن نصر کے دربار میں سرکار دو علم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد مبارکہ کا مژدہ سنا چکا تھا اسی شخص کے بارے میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ سطیح وہ عاقل شخص تھا جب بولتا یا کسی آنے والے واقعہ کے بارے میں اپنے خیال کا اظہار کرتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے علوم اس پر القا ہو رہے ہیں۔سطیح عبدشمس اور عبدمناف کے دور میں مکہ مکرمہ آیا۔اس پاک سرزمین کو دیکھ کر یوں کہنے لگا۔

"لینصر من ذالابلد نبی مهتدیهدی الی الرشد یرفض یغوث االفندیبر اعن عباده الضدد یعبد ربا الفرد "۔"اس سرزمین سے خدا کے ہدایت یافتہ اور سنورے ہوئے نبی ظاہر ہوں گے جو اصلاح وارشاد کا درس دیں گے بت پرستی اور جھوٹ کے قریب بھی نہیں جائیں گے اور واحدہٗ لاشریک رب کی عبادت کریں گے"۔

شاہ یمن کے دربار میں سطیح اور شق کی بتائی ہوئی پیش گوئی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی اللہ کریم نے اپنے محبوب علیہ السلام کو مبعوث فرما کر قیامت تک آنے والی نسل انسانی کی تقدیریں سنوار دیں ظلم وگمراہی میں غرق معاشرہ ترقی اور حق وصداقت کی دنیا میں اوج ثریا تک پہنچ گیا۔یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارکہ کے صدقے میں ہوا، ہو رہا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

از: البدایہ والنہایہ جلد 2 صفحہ 270

سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 18

الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 74-75

مقدمہ ابن خلدون صفحہ 189

الوفا باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از: امام عبدالرحمان ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

کسریٰ نوشیرواں کا خواب

حکومت فارس زرتشت کے بعد نہایت مستحکم اور طاقت ور چلی آ رہی تھی قریباً ایک ہزار سال سے اس حکومت نے پوری دنیا پر اپنا سکہ بٹھا رکھا تھا۔ایران کے بادشاہ اپنی طاقت کے نشے میں اس حد تک مغرور عیاش اور ظالم ہو چکے تھے کہ انسانوں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔نوشیرواں (خسرو، 531ء-579ء) ایران کا

بادشاہ تھا۔ایران کے بادشاہ کوکسریٰ کہا جاتا تھا۔ایک رات کسریٰ نوشیرواں نے خواب دیکھا کہ اس کے قصر ابیض (سفید) میں شدید زلزلہ آیا اوراس قصر(محل) کے چودہ کنگرے ٹوٹ کرزمین پر گر پڑے۔آتش کدہ ایران میں جلنے والی آگ جوایک ہزار سال سے بدستور شب وروز جلتی رہتی تھی بجھ گئی۔نوشیرواں کی دہشت کے مارے آنکھ کھل گئی اس خواب نے اس کا صبر وسکون چھین لیا اسے کسی پل چین نہیں آرہا تھا۔جوں توں کر کے رات کا باقی حصہ کاٹا اور صبح حسب عادت مگر طبیعت پرنہایت جبر کر کے دربار میں آیا تاج شاہی سر پر سجا کر تخت پر بیٹھا۔تمام امراء ووزرا کو دربار میں طلب کیا جب سب لوگ دربار میں حاضر ہوکر حسب مراتب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو کسریٰ نے درباریوں سے پوچھا تم لوگ جانتے ہو آج میں نے تمہیں خاص طور پر دربار میں کیوں طلب کیا ہے۔سب نے ایک آواز جواب دیا اے شہنشاہ ہم نہیں جانتے۔کسریٰ نے اہل دربار کو اپنا خواب سنایا۔ابھی خواب سنا کر فارغ ہی ہوا تھا کہ ایلچی نے آکر اطلاع دی اے شہنشاہ ملک کے تمام آتش کدوں کی آگ بجھ گئی ہے۔یہ خبر سنتے ہی کسریٰ نوشیرواں کے ہواس جواب دے گئے عین اسی وقت دربار میں موجود ملک کے مفتی اعظم موبذان نے کہا اللہ بادشاہ کو سلامت رکھے میں نے بھی آج رات نہایت ہی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔میں نے دیکھا کہ سرکش اونٹ نہایت تیز رفتاری سے آگے آگے ہیں جبکہ انکے پیچھے پیچھے عربی گھوڑے ہیں جنہوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور ہمارے ملک کی سرزمین میں پھیل گئے۔

کسریٰ نے موبذان کا خواب سن کر اس سے پوچھا تمہاری اور میری خواب کا کیا مطلب ہے۔اوراس سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے۔موبذان نے عرض کیا اے شہنشاہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جزیرہ عرب میں کوئی حادثہ رونما ہوا ہے۔کسریٰ نے نعمان بن منذر کو خط لکھا جو کہ عرب کی سرحد پرواقع علاقہ ایران کا ناظم(گورنر) تھا۔اس خط میں حکم لکھا گیا کہ شاہی دربار میں کسی ایسے عالم وفاضل کو بھیجے جو شاہی سوالات کے جوابات دے سکے۔نعمان بن منذر نے فوراً عبدالمسیح بن عمرو بن حیان الخسانی کو طلب کیا اور اسے حکم دیا کہ وقت ضائع کیے بغیر اسی لمحہ کسریٰ کی خدمت میں حاضر ہوجائے۔عبدالمسیح اسی وقت کسریٰ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چل پڑا۔وہ جوں ہی کسریٰ کی خدمت میں حاضر ہوا شہنشاہ نے اس سے پوچھا میں جس امر کے بارے میں تجھ سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا تمہیں اس چیز کا علم ہے۔عبدالمسیح نے شہنشاہ سے عرض کیا یا تو آپ مجھے بتائیں یا جو آپ چاہتے ہیں وہ مجھ سے پوچھیں اگر آپ کے سوال کا میرے پاس جواب ہوا تو عرض کردوں گا ورنہ ایسے آدمی کی طرف راہنمائی کروں گا جو آپ کے ہر سوال کا جواب جانتا ہے۔

کسریٰ نے اپنا اور موبذان کا خواب عبدالمسیح کو بتایا جسے سن کر عبدالمسیح نے کہا اے شہنشاہ میں ان خوابوں کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا البتہ میرا ایک ماموں شام کی سرحد کے پاس رہتا ہے جو آپکے خوابوں کا جواب دے سکتا ہے اسکا نام سطیح ہے۔کسریٰ نے عبدالمسیح سے کہا فوری اپنے ماموں کے پاس جاؤ اور ہمارے خوابوں کا جواب لے کر آؤ عبدالمسیح شب وروز منازل پہ منازل طے کرتا ہوا اپنے ماموں کے پاس پہنچا اس وقت سطیح بستر مرگ پر پڑا اپنی موت کا

انتظار کر رہا تھا۔ عبدالمسیح نے ماموں کا حال پوچھا مگر کمزوری کی بنا پر سطیح نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ دیکھ کر عبدالمسیح نے اشعار کی زبان میں اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ اشعار سن کر سطیح نے آنکھیں کھولیں سر اٹھایا اور یوں گویا ہوا۔

"يَقُولُ عَبْدُالْمَسِيحُ عَلىٰ جَمَلَ مَشِيع. اَتىٰ سَطِيحَ وَ قَدْاَوفىٰ عَلَى الصَّنرِيح بَعَثَکَ مُلْک نَبى سَاسَان لَا رِتْجَاسَ الْايْوَانِ وَ خمودِ النِّيرَانِ وَ رُؤيَا الْمُوبَذَانِ رَأیٰ اِبِلًا صِعَابًا تَقُودُ خَيْلًا عِرَاباً قَدْ قَطَعَتْ دَجْلَةَ وَ اَنْتَشرَتَ فِي بَلَادِهَا.

ترجمہ: ''عبدالمسیح کہتا ہے کہ جب وہ تیز رفتار اونٹ پر سوار ہو کر سطیح کے پاس آیا تو وہ سطیح جاں بلب تھا (یعنی مرنے کے قریب تھا) قبر کے کنارے پہنچ چکا تھا اس وقت سطیح نے اس سے کہا کہ تجھے بنو ساسان کے بادشاہ نے میرے پاس بھیجا ہے تا کہ تو قصر شاہی کے لرزنے، آگ کے ایک دم بجھ جانے اور موبذان کے خواب کے بارے میں مجھ سے دریافت کرے۔ موبذان نے خواب میں تند و تیز اونٹوں کو دیکھا جن کا عربی النسل گھوڑے کا تعاقب کر رہے تھے اور وہ عربی گھوڑے دریائے دجلہ عبور کر کے مختلف اطراف میں پھیل گئے''۔

سطیح نے عبدالمسیح کو مذکورہ عبارت کے مطابق کسریٰ نوشیرواں اور اسکے مفتی اعظم موبذان کے خوابوں کے بارے میں بتا دیا پھر ان خوابوں کی اسی انداز میں تعبیر بھی بیان کی یہ شخص ایسے طرز تکلم اور مشکل سے مشکل سوالات کو حل کرنے میں بڑی ہی مہارت رکھتا تھا۔ سطیح نے خوابوں کی تعبیر یوں بیان کی۔

''يَا عَبْدُالْمَسِيحِ اِذَا كَثُرَتِ التَّلَاوَةِ وَ ظَهَرَ صَاحِبَالْهِرَاوَةِ وَ فَاضَ وَادِی اسَّمَاوَةِ وَ غَاضَتْ بَحَيْرَةِ سَاوَةَ وَ خَمَدَتْنَارُ فَارِسَ فَلَيْسَ اشَّامُ لِسَطِيحٍ شَامًا يَمْلِکَ مِنهُم مَلُوک'' وَ مَلَكَانَ'' عَلىٰ عَدَدِالشُرفَاتِ وَ كُلُّ مَاهُوَاتٍ اتٍ٥

ترجمہ: ''اے عبدالمسیح جب کثرت سے تلاوت کی جائے گی اور عصا والا ظاہر ہوگا اور سماوۃ کی وادی بسنے لگے گی اور ساوہ کا بحیرہ خشک ہو جائے گا اور فارس کی آگ بجھ جائے گی تو یہ شام سطیح کا نہیں رہے گا اور محل کے کنگرے جتنی تعداد میں گریں گے ان کے مطابق ساسانیوں کے بادشاہ و حکمران تخت نشین ہوں گے (جن میں حکمران عورتیں بھی شامل ہوں گی) ہر آنے والی چیز آ کر رہتی ہے''۔

عبدالمسیح نے کسریٰ اور موبذان کے خوابوں کی تعبیر اپنے ماموں کی زبانی سنی تو فوراً واپس کسریٰ کی خدمت میں آ کر ساری صورت حال بیان کی۔ کسریٰ کو جب معلوم ہوا کہ ابھی اس کے خاندان میں سے چودہ حکمران اور فارس پر حکومت کریں گے تو اسکا تمام خوف و ہراس دور ہو گیا۔ اس نے کہا اس خواب کی تعبیر کے مطابق مزید چودہ حکمران مدت دراز تک حکومت کریں گے اس لئے مجھے کسی قسم کا خوف و ڈر نہیں رکھنا چاہیے کیوں کہ چودہ پشتیں تو صدیاں مزید اس خاندان کا نام روشن کریں گی۔ خالق کائنات کے قربان جائیں ایک طرف سطیح کو خواب کی تعبیر کا علم دے کر کسریٰ کے خواب کو بھی سچ ثابت فرما دیا اور تعبیر وہی ہوئی جو سطیح نے بتائی تھی جبکہ دوسری طرف خاندان ساسان کی دس حکومتیں

چار سال کے عرصہ میں ہی ختم فرمادیں باقی چار حکمران سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ہی ختم ہوگئے۔ ایرانیوں کا آخری شہنشاہ یزدگرد یا یزدجرد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہی قتل ہوا تھا۔ یوں کسریٰ کا خاندان تین ہزار ایک سو چونسٹھ (3164) برس حکومت کرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان درخشاں سے نکلے ہوئے ان کلمات کو سچ ثابت کردیا۔

اِذَا هَلَکَ کِسْرىٰ فَلَا کِسْرىٰ بَعْدَه' (از تاریخ ابن کثیر)

ترجمہ: ''جب کسریٰ ہلاک ہوجائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت یہ ارشاد فرمایا تھا جب خاندان ساسان بڑے جلال اور کروفر سے ایران کا حکمران تھا۔ کسریٰ کی شان وشوکت اور طاقت دیکھ کر کون اندازہ کرسکتا تھا کہ اتنی طاقت ور حکومت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے گی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام آنے والے حالات سے اسی طرح باخبر تھے جیسے گزرنے والے حالات سے یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مبارک سچ ثابت ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک یہ فرمان مبارک بھی ایک ہے۔

مقوقس حاکم اسکندریہ ومغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مقوقس جو کہ قبطی قبیلے کا سربراہ اور اسکندریہ کا حاکم تھا تورات اور انجیل کا زبردست عالم تھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے بارے میں انجیل وتورات میں جو پیش گوئیاں موجود تھیں سب سے آگاہ تھا۔ مکہ مکرمہ کے ایک معزز سردار مغیرہ بن شعبہ اسکندریہ پہنچے تو حاکم اسکندریہ مقوقس نے ان کو اپنے دربار میں طلب کیا اور پوچھا مکہ مکرمہ میں مبعوث ہونے والے نبی کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔ مغیرہ بن شعبہ نے شاہ اسکندریہ کو یہ جواب دیا۔

''اے بادشاہ میں اس نبی اور اسکے دین میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا اس لئے نئے دین کے بارے میں تفصیلات بتانے سے قاصر ہوں البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ ایک خدا واحد پر ایمان لانے پر زور دیتے ہیں شرک و بت پرستی سے سخت بیزاری رکھتے ہیں۔ بدکاری، سودخوری، زنا، قتل وغارت، ظلم وستم اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے کے خلاف بھی ان کا موقف بہت سخت ہے۔ مجموعی طور پر انکی تمام تعلیمات اخلاقیات پر مبنی ہیں''۔

مقوقس مغیرہ بن شعبہ کا یہ جواب سن کر بڑے حکیمانہ اور نصیحت آموز انداز سے بولا اے مغیرہ غور سے سنو میں تمہیں اس نبی کے بارے میں انجیل اور تورات میں موجود پیشگوئیاں بتاتا ہوں پھر یوں گویا ہوا۔

''هو نبی مرل الی الناس کافة ولو اصاب القبط والروم تبعوه و قدّا مرهم بذالک عیسیٰ بن

مریم و ھذاالذی تصفون منه بعث به الانبیاء من قبله س ستکون له العاقبة حسنی الا ینا زعةً احدو یظهر دینه"۔

''وہ نبی مرسل ہیں اور تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے ہیں اگر وہ قبط اور روم میں تشریف لاتے تو سب ان کی پیروی کرتے۔ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ان لوگوں کو یہی حکم دیا تھا۔ جن تعلیمات کا تو نے ذکر کیا ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات ہیں۔ تمام انبیا علیہم السلام انہی تعلیمات کے ساتھ تشریف لاتے رہے ہیں۔ یادرکھو آخر کار وہی کامیاب ہوں گے کوئی ان کے ساتھ ٹکر لینے والا نہیں رہے گا اور انہی کا دین سب پر غالب رہے گا''۔

مقوقس شاہ اسکندریہ کی پرمغز گفتگو سن کر مغیرہ بن شعبہ بہت متاثر ہوا وہ سوچنے لگا کس قدر تعجب اور حیرانی کی بات ہے کہ ہم اس نبی برحق سے دور ہیں اور ان کو اپنے مشن (دین کی تبلیغ) میں ناکام خیال کرتے ہیں جبکہ اغیار جن کا نبی برحق سے کوئی نسبی، علاقائی اور خاندانی تعلق بھی نہیں ہے ان کے مستقبل سے کس قدر پرامید ہیں۔ عجم کے یہ بادشاہ ان کو سچا جانتے ہیں اور ان سے ڈرتے ہیں کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہم اس نبی برحق کے رشتہ دار ہیں وہ ہمارے علاقے اور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ہم ان پر ایمان نہیں لائے جبکہ وہ ہمارے گھر میں داعی برحق بن کر تشریف لائے ہیں۔ مقوقس شاہ اسکندریہ کے خیالات حمیدہ سن کر مغیرہ بن شعبہؓ نے دل میں پختہ ارادہ کرلیا کہ وہ یہاں یعنی اسکندریہ میں رہ کر تمام گرجوں اور کلیساؤں میں مقیم تورات وانجیل کے عالموں سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا۔ چنانچہ مغیرہ بن شعبہ نے اسکندریہ کا ہر گرجا اور کلیسا چھان مارا۔ اسکندریہ کے ایک گرجے میں عیسائی پادری بڑا ہی صاحب علم اور متقی تھا جس کی شہرت دور دور تک تھی مغیرہ بن شعبہ اس پادری کے پاس گئے اور حضور علیہ السلام کی بابت دریافت کیا پادری نے مغیرہ بن شعبہ کے تمام سوالات کا یوں جواب دیا۔

''اخبرنی هل بقی احد من الانبیاء قال نعم وهو اخر الأنبیاء لیس بینه و بین عیسیٰ بن مریم احد و هو نبی قدامر نا عیسیٰ باتباعه وهو النبی الامی العربی اسمه احمد''

مغیرہ نے سوال کیا

مجھے بتاؤ کیا کوئی نبی باقی رہ گیا ہے؟ اس نے جواب دیا ''ہاں اور وہ خاتم النبیین ہیں ان کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں انکی اتباع کا حکم دیا ہوا ہے۔ وہ نبی (علیہ السلام) اُمّی اور عربی ہیں اور انکا اسم ''احمد'' ہے۔ پادری نے مزید بتایا ''تورات میں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیانے قد کے ہوں گے انکی مبارک آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ وہ موٹا کپڑا زیب تن فرمانا پسند کریں گے۔ ان کے تمام دوست، ساتھی اور احباب اسکے سچے عاشق اور جان نثار ہوں گے وہ اسے اپنی جان مال اور اولاد سے زیادہ محبوب رکھیں گے اور بے حد پیار کریں گے''۔

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے سکندریہ میں مقوقس اور دیگر عیسائی پادریوں سے حضور علیہ السلام کی تعریف اوراخلاق حمیدہ و برحق نبوت کے بارے میں سب کچھ جان لیا تو واپس مکہ مکرمہ پہنچ کر حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کلمہ شریف پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔اس کے بعد تمام پیش آنے والے حالات اور مقوقس و پادریوں کی گفتگو گوش گزار کی۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کچھ سن کرارشاد فرمایا۔ ''اے مغیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے دوستوں کو بھی یہ سب حالات سناؤ'' میں نے حسب حکم ایسا ہی کیا۔تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین یہ گفتگو سن کر بڑے مسرور ہوئے۔

از: دلائل النبوۃ جلد 1 صفحہ 48-49

قیس بن ساعدہ کے خطبات

حضرت علامہ عبدالرحمان جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الخصائص الکبریٰ میں ابونعیم کی وہ روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو ابن اسحاق زہری سے منسوب ہے پھر ابن اسحاق زہری نے وہ روایت سعید بن مسیّب اور انہوں نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کی ہے کہ " قیس بن ساعدہ ہر سال عکاظ کے میلہ میں اپنی قوم سے یوں خطاب کیا کرتے تھے وہ سب سے پہلے اپنے ہاتھ سے مکہ مکرمہ کی طرف اشارہ کرتا پھر کہتا اے قوم عنقریب اس جگہ سے حق ظاہر ہوگا جو بہت جلد عام ہو جائے گا۔لوگ اس سے پوچھتے وہ حق کیا ہے۔قیس بن ساعدہ ان کو بتایا کرتا'' مکہ مکرمہ سے ایک شخص نمودار ہوگا جو کشادہ رو، سیاہ چشم اور نہایت پرخلوص عادات کا مالک ہوگا وہ لوی بن غالب کی نسل سے ہوگا وہ شخصیت لوگوں کو کلمہ اخلاص، ابدی زندگی اور کبھی کم نہ ہونے والی نعمتوں کی طرف بلائے گا تم لوگ اگر اس کا زمانہ پاؤ تو اسکی دعوت حق کو قبول کرنا۔اگر میں اس ہستی کی بعثت تک زندہ رہتا تو سب سے پہلے اس کی طرف دوڑ کر جانے والا ہوتا''۔قیس بن ساعدہ کے ہر سال خطبے کے یہی الفاظ ہوتے۔ان الفاظ سے عیاں ہو جاتا ہے کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین حق کو قبول کرنے کا منتظر تھا گو اسکی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ حضور علیہ السلام کی آمد سے پہلے ہی اس فانی دنیا سے کوچ کر گیا مگر لوگوں کو دین حق قبول کرنے کی دعوت دیتا رہا۔

از: الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 74

بنو عامر کے سردار اوس بن حارثہ کی وصیت

ابن عساکر اور خرائطی نے بنو عامر کے سردار اوس بن حارثہ کی اس وصیت کو جو اس نے اپنے بیٹے کو وفات کے قریب کی تھی جامع بن جبران کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد وہ اشعار تحریر کیے ہیں جن میں فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور انکی اطاعت کا ذکر کیا گیا ہے۔اشعار ترجمہ کے ساتھ تحریر کر رہا ہوں۔

شھدت اسر آیا یوم آل محرق وادرک عمری صیعۃ اللہ فی الحجر

ترجمہ: ''آل محرق کی جنگ کے دن میں ان قیدیوں میں شامل تھا اور میری عمر کو عذاب الٰہی نے مقام حجر میں پالیا تھا''۔

نلم ارزاملک من النّاس واحدًا ولا سوقة الاالی الموت والقبر

ترجمہ: ''تو اس دن نہ کسی دولت منداور سرمایہ دار شخص کو اور نہ کسی غریب اور محتاج کو دیکھا مگر یہ کہ وہ موت اور قبر کی طرف جارہا تھا''۔

الم یات قومی ان اللہ دعوۃ یفوزبھا اھل السّعادۃ والبر

ترجمہ: ''کیا میری قوم کو یہ معلوم نہ ہوا کہ اللہ کی طرف سے دعوت ہے۔ اس دعوت کے ذریعے سعادت منداور نیکوکار کامیاب ہوں گے''۔

ازبعث المبعُوث من آل غالب بمکہ فیما بین زمزم والحجر

ترجمہ: ''جب وہ (عظیم شخصیت) مبعوث ہونے والا غالب کی اولاد میں سے حرم مکہ مکرمہ میں زمزم اور حجراسود کے درمیان ظہور فرمائے گا''۔

ھنالک نابغو انصرہ ببلادکم بنی عامر ان السّعادۃ فی النصر

ترجمہ: ''اس وقت اپنے علاقوں سے اٹھ کر اس کے ساتھ موثر تعاون کرنا لازمی ہے۔ اے بنو عامر کسی شک وشبہ کے بغیر تمہاری سعادت اور کامیابی اس کی نصرت کرنے میں ہی ہے''۔

مذکورہ اشعار کو پڑھ کر یہ بات اظہر من الشّمس ہوجاتی ہے کہ ہر زمانہ میں لوگ آسمانی کتب اور اپنی قیافہ شناسی کی بنا پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد مبارکہ کی بشارتیں دیتے رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ لوگوں کو ہدایات دیتے رہے کہ جب وہ نبی آخرالزمان دنیا میں تشریف لائیں تو فوری ان کی اطاعت کریں کیونکہ یہی ترقی اور سلامتی کا راستہ ہے۔

از: کتاب الہواتف مصنفہ خرائطی: الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 75

وسیلہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خیبر کے یہود

امام حاکم اپنی مستدرک اور امام بیہقی سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ خیبر کے یہود اور بنی غطفان میں سخت دشمنی تھی۔ اکثر یہ قبائل ایک دوسرے کے خلاف لڑتے رہتے تھے۔ خیبر کے یہودی جب بنو غطفان کے ہاتھوں اپنی شکست کو یقینی سمجھ لیتے تو وہ لوگ ان الفاظ میں دعا کرتے "اے ہمارے رب ہم تجھ سے اس نبی موعود کے وسیلے سے التجا کرتے ہیں جن کا اسم گرامی "احمد" ہے اور وہ آخر زمانہ میں ہماری ہدایت اور راہنمائی کے لئے ظاہر ہوں گے اس بات کا تو نے وعدہ فرمایا ہے ہماری مدد فرما" اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک کے وسیلہ مبارک سے خیبر کے ان یہودیوں کو بنی غطفان پر غلبہ عطا فرماتا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث

ہوئے تو خیبر کے ان یہودیوں نے حضور علیہ السلام کو ماننے سے انکار کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس فعل کا قرآن کریم فرقان حمید میں یوں ذکر فرمایا۔ (سورۃ البقرہ آیت 89)

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ

ترجمہ: اور اس سے پہلے یہ لوگ آپ ہی کے وسیلے سے فتحیاب ہوتے تھے۔

از: مستدرک علامہ حاکم وبیہقی، الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 61

قریش کا تجارتی قافلہ اور شام کا عیسائی پادری

تاریخ عرب اور خاص طور پر تاریخ قریش کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اہل قریش تجارت پیشہ قوم تھی اور اکثر ان کے تجارتی قافلے ملک شام جاتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ عدی بن ربیعہ، یزید بن عمرو، سفیان بن مجاشع اور اسامہ بن مالک تجارتی قافلے کے ہمراہ ملک شام گئے۔ یہ تجارتی قافلہ ایک تالاب کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ اس تالاب کے قریب ہی ایک گرجا تھا۔ گرجے کا پادری قریش مکہ کے تجارتی قافلے کی آمد کا سن کر اہل قافلہ کے پاس آیا۔ اہل قافلہ نے دیکھا کہ پادری کے چہرے پر شفقت کی سرخی دوڑ رہی تھی۔ پادری نے بڑے ہی دلکش اور پیار ومحبت کے انداز میں نہایت ہی حلیم زبان کے ساتھ اہل قافلہ کا حال چال پوچھا اور ان لوگوں سے یوں مخاطب ہوا۔

اِنَّهُ يُبْعَثُ مِنكُم وَ شِيْكًا بَنِي فَسَارِعُوا اِلَيهِ فَقُلْنَا مَا اِسْمُهُ قَالَ مُحَمَّد (صلی الله علیه و آله وسلم)

ترجمہ: ''عنقریب تم میں ایک نبی برحق مبعوث ہوگا ان پر جلد ایمان لے آنا۔ ہم نے پوچھا ان کا نام کیا ہوگا۔ بولا ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' قربان جائیں اس ذات مقدسہ کے جس کی آمد کا مژدہ ہر ایک سنا رہا تھا۔ جو خوش قسمت اس عظیم ہستی پر ایمان لے آئے ہیں دین و دنیا کی کامیابیاں ان کو مل گئی ہیں اور جو بد بخت اس قدر واضح نشانیاں دیکھ لینے کے بعد ایمان کی اس لازوال دولت سے محروم ہیں۔ آخرت کی روسیاہی اور عذاب ان کا مقدر ہے۔ اللہ کریم اہل ایمان کو تادم زیست ایمان پر قائم رکھے (آمین)۔

از: فتح الباری جلد 6 صفحہ 556

امیہ بن ابی العلت کا ابوسفیان کو مشورہ

امیہ بن ابی العلت اور ابوسفیان نہایت گہرے دوست تھے۔ امیہ بن ابی العلت تورات کا عالم تھا۔ اہل عرب اسکی بڑی قدر ومنزلت کرتے تھے کیونکہ وہ نہایت عابد زاہد اور ملنسار تھا۔ ہمیشہ موٹے کھدر کے کپڑے پہنتا اور لوگوں کو نیکی کی نصیحت کرتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ امیہ بن ابی العلت اور ابوسفیان اکٹھے کسی سفر پر جا رہے تھے راستے میں

ان دونوں کا گزر ایک ایسی بستی سے ہوا جہاں نصرانی کثیر تعداد میں آباد تھے۔ بستی کے نصرانیوں نے جب امیہ بن ابی العلت کو دیکھا تو اسکی بڑی پذیرائی کی سب نے مل کر درخواست کی کہ وہ ہمارے ہاں چل کر ہمیں مہمانی کا شرف بخشیں۔ امیہ بن ابی العلت نے لوگوں کے اسرار پر انکے ہمراہ چلنا قبول کر لیا پھر ابوسفیان سے کہنے لگا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو مگر ابوسفیان نے اس کے ہمراہ جانے سے معذرت کی اس طرح امیہ بن ابی العلت اکیلا ہی ان نصرانیوں کے ہمراہ چلا گیا کچھ دنوں کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس نے ابوسفیان سے ملاقات کی اور بڑے رازدارانہ انداز میں ابوسفیان سے کہنے لگا جو بات میں تم سے کہوں گا کیا تم اس بات کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھو گے؟ ابوسفیان نے کہا ہاں ضرور پوشیدہ رکھوں گا یہ سن کر امیہ بن ابی العلت نے کہا۔

"انی أجدفی الکتب صفه نبی ببعث من بلادنا":

ترجمہ: "میں کتب سابقہ میں ایک نبی کا تذکرہ پاتا ہوں جو ہمارے ملک میں مبعوث ہوگا"۔

پہلے میرا خیال تھا کہ وہ نبی میں ہی ہوں مگر نصرانیوں کی بستی میں مجھے ایک بڑا عالم اور فاضل شخص ملا جس نے کہا کہ وہ نبی تم نہیں ہو بلکہ وہ مکہ مکرمہ میں اہل مکہ کے ہاں پیدا ہوں گے میں نے اپنے علم کے مطابق اس شخص کی بات کو پایا اور یقین کر لیا کہ وہ نبی میں نہیں ہوں میں اپنی عبادت، ریاضت، دانش مندی اور اخلاقی برتری کی بنا پر ایسا سوچتا تھا پھر میرا خیال یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی مناسب وقت پر مجھے بذریعہ وحی فرما دے گا کہ میں اس کا نبی ہوں اور آنے والے نبی نے چالیس سال کی عمر میں نبوت کا دعویٰ کرنا تھا میری عمر چالیس سال سے زائد ہو چکی ہے مجھ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی اس لئے یہ بات یقین کی حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ نبی میں نہیں ہوں۔ اے ابوسفیان بعد میں مجھ پر یہ راز منکشف ہوا کہ وہ نبی بنوعبد مناف میں سے ہوں گے۔ اس انکشاف کے بعد میں نے بنوعبد مناف کے ہر فرد کا غور سے جائزہ لینا شروع کر دیا تا کہ اس فرد کو پہچان سکوں جو اس نعمت لازوال کا حق دار ہوگا۔ میری نظروں نے "عتبہ" کا انتخاب کیا وہ بڑا ہی اصول پسند، رکھ رکھاؤ والا نہایت ہی وضع دار سردار قریش تھا۔ تورات میں آخری نبی کے اعلان نبوت کی عمر چالیس سال موجود ہے مگر جب چالیس سال کی عمر سے تجاویز کرنے کے بعد بھی عتبہ نے اعلان نبوت نہ کیا تو میں نے اپنا خیال بدل لیا کیونکہ عقل و شعور نے کہا یہ بھی وہ نبی نہیں ہے۔ اب میں اس نبی برحق کی آمد کا انتظار کر رہا ہوں۔

حضرت ابوسفیان کہتے ہیں کہ امیہ بن ابی العلت کا وہ بیان میرے ذہن میں نقش ہو چکا تھا۔ پھر جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہوئی تو میں امیہ بن ابی العلت کے پاس گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بارے میں اسکی رائے پوچھی۔ اس نے مجھے جواب دیا "بے شک وہ سچے ہیں تم ان پر ایمان لے آؤ" ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے امیہ بن ابی العلت سے کہا تم ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ میری یہ بات سن کر بولا اس لیے کہ میں نے لوگوں سے بارہا کہا ہے کہ آخری نبی میں ہوں اب میں کس منہ سے دوسرے کی پیروی کروں

ایسا کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہ بدنصیب علم ہوتے ہوئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لایا اور یوں حالت کفر میں واصل جہنم ہوا۔

از: فتح الباری۔ جلد 6، صفحہ 583

مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان

سرکار دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مبارکہ سے پہلے یثرب کے یہودی اکثر ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے کہ ہماری کتاب تورات کے مطابق آخری نبی علیہ السلام کی پیدائش وظہور کا وقت قریب آ گیا ہے وہ نبی محترم اس شہر (یثرب) میں ہجرت کر کے آباد ہوں گے۔ مالک بن سنان (یثرب) کے رہنے والے تھے مشہور شخصیت اور لوگوں میں کافی مقبول تھے وہ فرماتے ہیں ایک روز میں بنی عبدالاشہل (یثرب) کے یہودی قبیلے کے ہاں گیا یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہمارے قبیلے اور بنی عبدالاشہل کے درمیان عارضی جنگ بندی کا معاہدہ ہو چکا تھا۔ اس معاہدے کے تحت ہم ایک دوسرے کے ہاں آ جا سکتے تھے۔ میں جس وقت بنی عبدالاشہل کے ہاں پہنچا تو میں نے ان کے مشہور یہودی عالم یوشع کو یہ کہتے سنا کہ نبی آخرالزماں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ان کا اسم گرامی نام نامی احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوگا اور وہ حرم سے نکلے گا۔ خلیفہ بن ثعلبہ الاشہلی نے یوشع سے سوال کیا اس نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حلیہ تو بتاؤ۔ یوشع نے جواب دیا کہ نہ وہ پست قد ہوگا نہ طویل قامت اس کی آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ وہ دستار باندھے گا اونٹ پر سواری کرے گا اور اس کی گردن میں تلوار حمائل ہوگی یہ شہر (یثرب) اس کی ہجرت گاہ ہوگا۔ مالک بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے یوشع کی یہ گفتگو سنی اور واپس اپنی قوم یعنی قبیلے میں واپس آیا۔ مجھے یوشع کی گفتگو نے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ میں نے یوشع کی گفتگو کا اپنے لوگوں سے ذکر کیا تو ہم میں سے ایک شخص بولا یہ بات صرف یوشع ہی نہیں کہتا بلکہ شہر (یثرب) کا ہر یہودی یہ بات کہہ رہا ہے۔ مالک بن سنان کہتے ہیں کہ میں اس کے بعد بنی قریظہ کے ہاں گیا تو وہاں انکے چند لوگ ایک جگہ اکٹھے تھے جیسے ہی میں ان کے پاس جا کر بیٹھا تو ان لوگوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر ان الفاظ سے شروع کر دیا ان میں سے زبیر بن باطا نامی شخص یوں بولا:۔

قَالَ الزُّبَيْر بن بَاطَا قَد طَلَعَ لِكَوَاكِبُ الاَحْمَرَ الَّذِى لَم يَطلَع اِلَّا لِخُرُوْجِ نَبِى اَوْ ظُهُورِ ہ وَ لَمْ يَبْقَ اَحَد" اِلَّا اَحْمَدُ وَ هٰذَا مَهَاجِرُهُo

ترجمہ: زبیر بن باطا نے کہا کہ وہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے یہ ستارہ صرف اس وقت ہی طلوع ہوتا ہے جب کسی نبی کا ظہور ہوا اور اب سوائے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اور کوئی نبی باقی نہیں رہا اور یہ شہر (یثرب) اس کی ہجرت گاہ ہے۔

یوشع اور دیگر یہودیوں کی گواہی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد مالک بن سنان کو یہ کہتے سنا کہ میں ایک روز بنی عبدالاشہل کے ہاں کسی کام کی غرض سے گیا وہاں یہود کے مشہور عالم یوشع کو یوں کہتے ہوئے سنا "اے اہل بنی عبدالاشہل اس آخرالزماں نبی کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے جس کا نام احمد مجتبیٰ ہے وہ حرم سے ظاہر ہوگا اور تورات میں اس کا ذکر موجود ہے" بنی عبدالاشہل کے لوگوں نے یوشع سے دریافت کیا ہمیں اس نبی کی علامت و شناخت کے بارے میں بتائیں۔ یوشع نے جواب دیا۔

''وہ نبی برحق نہ پستہ قد ہوگا اور نہ طویل قامت اُنکی آنکھوں میں سرخ ڈورے ہوں گے۔ وہ اُون کا لباس پہنے گا۔ دراز گوش پر سواری کرے گا اور ان کے شانہ پر تلوار آویزاں ہوگی۔ یہ شہر مدینہ ان کی ہجرت کا مقام ہوگا''۔ مالک بن سنان کہتے ہیں میں اس یہودی عالم یوشع کی یہ باتیں سن کر اپنے قبیلے بنی فدرہ میں لوٹ آیا۔ میں نے یوشع سے جو باتیں سنی تھیں ان پر سخت تعجب کر رہا تھا کہ آیا ایسا ہونا ممکن ہے اسی سوچ میں گھر سے باہر آیا تو اپنے قبیلے کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس سے سارا حال بیان کیا تو وہ کہنے لگا اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے یوشع اکیلا ہی یہ باتیں نہیں کر رہا بلکہ یثرب کا ہر یہودی یہی باتیں بیان کر رہا ہے۔ مالک بن سنان بیان کرتے ہیں اس کے بعد میں بنی قریظہ کے پاس گیا تو وہ لوگ بھی ایک اجتماع کی شکل میں نبی آخرالزماں کے ظہور کا ذکر کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص زبیر نے کہا کہ وہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جو صرف کسی نبی کے ظہور کے وقت ہی طلوع ہوتا ہے اب کیونکہ نبی آخرالزماں احمد مجتبیٰ کے علاوہ کسی اور نبی کا ظہور ہونا باقی نہیں ہے جو شہر یثرب کی طرف ہجرت کرے گا اس لیے یہ یقینی بات ہے کہ اس نبی کا ظہور ہو چکا ہے۔

محمود بن بسید، محمد بن سلمہ سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قبیلہ عبدالاشہل میں ایک یہودی عالم یوشع تھا میں نے اسے کہتے ہوئے سنا کہ اس گھر کی طرف سے (خانہ کعبہ) اس نبی موعود کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ جب ان کا ظہور ہو تو ہر ایک ان کی تصدیق کرے۔ محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہو چکی پھر وہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہم ان پر ایمان لے آئے وہی یوشع نامی شخص جو ہمیں حضور علیہ السلام کی آمد کا مژدہ سنا کر آپ علیہ السلام پر ایمان لانے کو کہا کرتا تھا خود منکر رہا اور حسد و بغاوت کی آگ میں جل کر راہ فرار اختیار کی اس طرح حضور علیہ السلام پر ایمان لائے بغیر ہی مر گیا۔

روایت از: ابونعیم۔ الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 69-70 و مدارج النبوۃ جلد 1

تبع اول حمیری اور شامون یہودی عالم

طبقات ابن سعد میں عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حضرت

ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت یوں بیان کرتے ہیں کہتے ہیں ’’جب تبع اول حمیری مدینہ منورہ (یثرب) آیا اور اس نے وادی قناۃ میں قیام کیا تو اس نے یہودیوں کے عالموں اور اہم یہودی شخصیات کو پیغام بھیجا کہ میں اس شہر کو تباہ و برباد کردوں گا تبع کے اس پیغام کے جواب میں یہودی عالم شامون نے اسکو جواب دیا‘‘۔

’’اے بادشاہ! بلاشبہ یہ وہی شہر ہے جس میں بنی اسماعیل کا آخری نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی جائے پیدائش مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے بعد سکونت پذیر ہوگا اس عظیم ہستی کا اسم گرامی "احمد" ہوگا۔ تورات میں ایسا ہی لکھا ہے۔ یہ میدان جہاں تو اس وقت خیمہ زن ہے اس کے جاں نثاروں اور نبوت کے دشمنوں کی معرکہ آرائیوں کی جگہ ہے اس کے علاوہ اسی میدان سے وہ اپنے جاں نثاروں کو مختلف مہمات پر روانہ کیا کرے گا‘‘۔ شامون کی یہ گفتگو سن کر تبع اول حمیری نے پوچھا ’’اس نبی کے دشمن یعنی جنگ کرنے والے کون ہوں گے‘‘؟ شامون نے جواب دیا اس سے ’’جنگ کرنے والے اسکی اپنی ہی قوم کے لوگ ہوں گے‘‘۔ تبع اول حمیری نے شامون سے پھر سوال کیا ’’اس نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مزار کہاں ہوگا‘‘؟ شامون نے جواب دیا ’’اسی شہر یثرب (مدینہ منورہ) میں‘‘۔ تبع نے پھر سوال کیا ’’اس کے ساتھ لڑی جانے والی جنگوں کا نتیجہ کس کے حق میں ہوگا‘‘؟ شامون نے جواب دیا ’’کبھی تو ان کے حق میں اور کبھی مخالفوں کے حق میں۔ اسی مقام پر جہاں تم اس وقت ٹھہرے ہو اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اتنے مجاہد جام شہادت نوش فرمائیں گے کہ شاید پھر کسی اور جنگ میں اتنے شہید نہ ہوں اس کے بعد اس نبی (علیہ السلام) کے لیے انجام نیک ہوگا اور وہ سب پر غالب ہوجائیں گے یہاں تک کہ پھر نبوت کے سلسلے میں ان کے ساتھ اختلاف کرنے والا کوئی باقی نہیں رہے گا‘‘۔

تبع اول حمیری نے پھر سوال کیا ’’اس نبی (علیہ السلام) کی شان اور وصف کیا ہے‘‘؟ شامون نے جواب دیا ’’وہ نہ تو پستہ قد ہوں گے اور نہ طویل قامت ان کی مبارک آنکھوں میں سرخی ہوگی اونٹ پر سواری فرمائیں گے۔ عمامہ کی بندھش میں شملہ ہوگا۔ اکثر تلوار شانے پر آویزاں ہوگی جو طاقت ان کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کرے گی وہ اس کو نیست و نابود کردیں گے آخر کار انکا دین حق سب پر غالب ہوجائے گا‘‘۔

طبقات ابن سعد جلد اول

معالم التنزیل

الوفا باحوال مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انوار جمال مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مدارج النبوت جلد اول

تبع اول حمیری کا ظہور پر نور کی بشارت سن کر سر بمہر خط

تبع اول حمیری حاکم یمن جب یثرب (مدینہ منورہ) کی سرزمین پر پہنچا تو یثرب کے یہودیوں نے اس کے بیٹے کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ تبع اول نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے بیٹے کا انتقام لینے کے لئے یثرب (مدینہ منورہ) کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا عین اس وقت یثرب (مدینہ منورہ) کے ایک یہودی عالم شامون نے تبع کو بتایا کہ تم ایسا کرو گے تو تباہ و برباد ہو جاؤ گے کیونکہ یہ شہر مقدسہ آخری نبی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہجرت گاہ ہے اسی شہر میں آپ علیہ السلام کا مزار اقدس ہوگا اس شہر کو دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی یہ سب کچھ تورات میں مذکور ہے۔ تبع حمیری نے یہ سن کر اپنا ارادہ ہی تبدیل نہ کیا بلکہ ایک سر بمہر خط لکھ کر تورات کے علماء کے وفد کے امیر کے حوالے کیا۔ مشہور سیرت نگار محمد ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سیرت نگاری کی دنیا میں اہم مقام رکھتے ہیں اپنی مشہور زمانہ تصنیف کتاب المغازی میں یوں تحریر کرتے ہیں:۔

تبع اول حمیری نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور پر نور اور ہجرت مدینہ منورہ کی بشارت یہودی عالم سے سنی تو اس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ آپ علیہ السلام کی شان اقدس کے مطابق نہایت ہی عمدہ گھر تعمیر کیا جائے حکم کی تعمیل ہوئی گھر تیار ہو گیا۔ تبع اول حمیری کے ہمراہ تورات کے چار سو عالم بھی تھے انہوں ے تبع سے درخواست کی کہ ہم اب اسی شہر میں سکونت اختیار کرنا چاہتے ہیں تا کہ نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زیارت اور صحبت کی سعادت حاصل کر سکیں۔ تبع نے ان علماء کی درخواست کو مان لیا اور ان چار سو یہودی علما کی رہائش کے لئے الگ الگ مکان تعمیر کرائے ہر ایک عالم کو ایک ایک باندی دی جو انکی خدمت کے لئے وقف تھی اس کے علاوہ بہت سا مال بھی ان کو دیا۔ تبع نے ایک خط تحریر کیا اور وہ خط چار سو یہودی علماء کے امیر کے حوالے کرتے ہوئے اس کو خصوصی وصیت، ہدایت اور تاکید کی کہ ''اگر اس نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ اقدس پایا تو میرا یہ بند خط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دینا اور اگر تم عہد رسالت نہ پاسکو تو اپنی اولاد کو میری یہ وصیت بتا دینا اگر وہ بھی عہد رسالت نہ پا سکیں تو آگے اپنی اولاد کو یہ خط دے کر میری وصیت بتا دیں اس طرح اولاد در اولاد یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہے جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یثرب (مدینہ منورہ) میں تشریف نہ لے آئیں''۔ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے تبع اول حمیری کے خط کا ایک جزو یہ پیش کیا ہے۔ یہاں ذہن میں سوال آسکتا ہے کہ تبع کا خط بند تھا پھر محمد ابن اسحاق کو اس کا جزو یہ کیسے مل گیا اس سوال کا جواب یہ ہے کہ تبع اول حمیری کا وہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تھا جب آپ علیہ السلام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جلوہ گر ہوئے خط کا ایک جزو یہ تحریر کر رہے ہیں:

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهُ رَسُوْلٌ مِنَ اللهِ

ترجمہ: ''میں احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں''۔

بَارِی النَّعِیمِ فَلَوْ لَا عُمْرِی اِلٰی عُمْرِہٖ لَکُنْتَ وَزِیرُ لَہٗ وَ ابْنِ عَم

ترجمہ: ''جس نے مٹی سے انسانوں کو پیدا کیا اگر میں ان کے زمانہ تک زندہ رہا تو انکا وزیر اور چچازاد ہوں گا''۔

تبع اول حمیری نے مدینہ منورہ میں جو مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تعمیر کرایا تھا وہ مکان نسل درنسل اسی طرح چلا آتا رہا یہاں تک کہ جب سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو وہ مکان بدستور قائم تھا اور اس میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہائش پذیر تھے۔ اس گھر کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی قصویٰ اللہ کے حکم سے بیٹھ گئی اور یوں حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھر میں نزول فرمایا یوں تبع اول حمیری کی دلی آرزو شرف قبولیت کو پہنچی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبع اول حمیری کا وہ سربمہر خط جو انکے پاس نسل درنسل چلا آرہا تھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔

از: مغازی

از: محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ

از: معالم التنزیل

اوس وخزرج کا یہودی عالم ابوعامر

اوس وخزرج یثرب (مدینہ منورہ) کے دو مشہور قبائل تھے ان کے ہاں ابوعامر تورات کا بڑا عالم تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف وتعریف کیا کرتا تھا۔ تورات کے حوالوں سے حضور علیہ السلام کی تعریف کرنے میں اس کا کوئی ہم سر نہ تھا۔ اہل قبائل اس کی ان باتوں کو بڑی توجہ اور شوق سے سنتے تھے۔ ابوعامر لوگوں کو بٹھا کر حضور علیہ السلام کی آمد کا مژدہ اور ہجرت کے واقعات آپ علیہ السلام کے اوصاف حمیدہ بڑے شوق سے سنایا کرتا تھا۔ اہل قبیلہ ابوعامر سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ابوعامر ملک شام گیا اور وہاں کے عیسائی علما سے سید المرسلین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں تبادلہ خیالات کیا۔ عیسائی علماء نے ابوعامر کے خیالات سے مکمل اتفاق کیا اور اسے مزید ایک اہم بات بتائی کہ وہ آنے والا نبی علیہ السلام مکہ سے یثرب (مدینہ منورہ) ہجرت کرے گا کچھ دنوں کے بعد ابوعامر واپس یثرب (مدینہ منورہ) لوٹ آیا اور اہل قبیلہ کے سامنے اعلان کیا "میں دین حنفیہ پر ہوں میں ترک دنیا کرتا ہوں'' پھر اس نے صوف کا لباس پہننا شروع کر دیا اور شدت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آور یعنی ظہور نبوی کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب فخر کونین حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مقدسہ ہوئی تو ابوعامر یثرب

(مدینہ منورہ) میں اپنے حالات میں مگن رہا اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل نہ کر سکا۔ تیرہ سال کے بعد جب حضور علیہ السلام مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابو عامر حضور علیہ السلام کے مقام، قیادت، سیاست، اور سعادت کی عظمتوں کو دیکھ کر حسد ورقابت کی آگ میں جل گیا اور یوں اس بدنصیب شخص نے بغاوت کا راستہ اختیار کر لیا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ علیہ السلام سے یوں کہا۔

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں''؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا"حنفیت کے ساتھ "(حق کے ساتھ)''

ابو عامر نے کہا'' آپ (علیہ السلام) حنفیت کے ساتھ دوسری چیزوں کی آمیزش کرتے ہیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا''میں نہایت ہی روشن اور عیاں حق لایا ہوں۔ علماء یہود ونصاریٰ میری شناخت کرتے ہیں میرے اوصاف حمیدہ کے بارے میں ان لوگوں نے جو کچھ تمہیں بتایا تھا وہ تمہیں نظر آتے ہیں یا نہیں''؟

ابو عامر حضور علیہ السلام کے اس ارشاد مبارکہ کو سن کر کہنے لگا۔" آپ (علیہ السلام) ان اوصاف حمیدہ کے مالک نہیں ہیں" رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو عامر کا جواب سن کر ارشاد فرمایا''تم جھوٹ بولتے ہو''ابو عامر نے کہا'' میں جھوٹ نہیں بولتا'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو عامر کا جواب سن کر ارشاد فرمایا''جھوٹ بولنے والے کو اللہ تعالیٰ اس حال میں موت دے گا کہ لوگ اس کو دھتکار دیں گے اور یوں وہ بے سہارا اور بے یارومددگار حالت میں جہنم واصل ہوگا''۔ ابو عامر نے کہا'' آمین''۔

اس گفتگو کے بعد ابو عامر قریش کے پاس مکہ مکرمہ چلا گیا اس نے یہودیت کو چھوڑ دیا اور مشرکین کے ساتھ شامل ہو کر جہنم کا راستہ اختیار کر لیا یہاں تک کہ حضور علیہ السلام نے مکہ مکرمہ اور طائف فتح کر لئے۔ اہل مکہ مکرمہ اور طائف مسلمان ہو گئے تو انہوں نے ابو عامر کی ہٹ دھرمی اور بغض کی وجہ سے اسے منہ لگانا ہی چھوڑ دیا تنگ آ کر وہ ملک شام کی طرف چلا گیا اور یوں دیار غیر میں اکیلا بے سہارا نامرادی کی حالت میں واصل جہنم ہوا۔

یہود کے متعلق قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان

قرآن کریم میں اِن بنی اسرائیل اور یہودیوں کی بُری عادات اور خصلتیں بڑی وضاحت سے بیان کی گئی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورہ المائدہ آیت 82۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا

الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

ترجمہ:۔ ''ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے''۔

ارشاد خداوندی ہے۔سورۃ المائدہ آیت 51۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ؕ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ:۔ ''اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جو کوئی ان کو اپنا رفیق بنائے گا ان کا شمار بھی ان میں ہوگا اور ایسے ہی ظالموں کو اللہ تعالیٰ اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے''۔

یہود اللہ تعالیٰ کے مبغوض اور مردود کیوں ٹھہرے۔ اسکی وجہ دراصل خود ان کے کرتوت اور خصلتیں ہیں اور وہ مسلسل بغاوت و سرکشی ہے جو وہ احکام الٰہی کے ساتھ برتتے رہے اور انبیاء علیہم السلام کے قاتل ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔ سورۃ البقرۃ آیت 61۔

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمہ:۔ ''اور ان پر مقرر کر دی گئی خواری اور ناداری اور خدا کے غضب میں لوٹے۔ یہ بدلہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے۔ یہ بدلہ تھا اُن کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا''۔

قرآن کریم فرقان حمید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ سورۃ النساء آیات 160 تا 161۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾

ترجمہ:۔ ''تو یہودیوں کے بڑے ظلم کے سبب ہم نے وہ بعض ستھری چیزیں کہ ان کیلئے حلال تھیں ان پر حرام فرما دیں اور اس لئے کہ انہوں نے بہتوں کو اللہ کی راہ سے روکا اور اس لئے کہ وہ سود لیتے حالانکہ وہ اس سے منع کئے گئے تھے اور لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے اور ان میں جو کافر ہوئے ہم نے اُن کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

قرآن مجید کی سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔سورۃ المائدہ آیت 64۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾

ترجمہ:۔ ''اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے سے لعنت ہے (اور یہود دنیا میں سب سے زیادہ بخیل ہوگئے) بلکہ اس (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ کشادہ ہیں۔عطا فرماتا ہے جسے چاہے اور اے محبوب یہ (قرآن شریف) جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اُترا (نازل ہوا) اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر میں ترقی ہوگی اور ان میں ہم نے قیامت تک آپس میں دشمنی اور بیر ڈال دیا۔جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اُسے بجھا دیتا ہے۔اور زمین میں فساد کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فسادیوں کو نہیں چاہتا۔''

قرآنِ مجید نے جا بجا یہودیوں کے گھناؤنے کردار کی قلعی کھولی ہے جن کی عام طور پر وہ دنیا میں تشہیر کرتے رہتے ہیں ان جھوٹی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہیں آخرت میں گنتی کے چند دن سے زیادہ دوزخ کی آگ نہیں چھو سکے گی۔ کیونکہ وہ اللہ کے چہیتے ہیں اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقر میں ارشاد فرمایا۔سورۃ البقرۃ آیت 80 تا 82۔

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٠﴾ بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٨١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٨٢﴾

ترجمہ:۔ ''اور (یہودی) بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن۔ تُم فرمادو کیا خدا سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے۔ جب تو اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ ہاں کیوں نہیں جو گناہ کمائے اور اس کی خطا اسے گھیر لے وہ دوزخ والوں میں ہے انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے وہ جنت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔''

ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری (المتوفی 218ہجری) (833ء) نے سیرت النبی الکامل (ابن ہشام) میں تحریر کیا ہے کہ:۔

یہودیوں کی روایات

یہودیوں کا اعتقاد وعمل

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے اپنی قوم کے چند لوگوں سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ہدایت کے ساتھ ساتھ جس چیز نے ہمیں اسلام کی جانب متوجہ کیا، وہ باتیں تھیں۔ جو ہم یہودیوں سے سنا کرتے تھے، ہم تو مُشرک اور بت پرست تھے اور وہ اہل کتاب تھے۔ ان کے پاس ایک قسم کا علم تھا جو ہمارے پاس نہ تھا۔ ان میں اور ہم میں ہمیشہ لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔ جب ہم ان سے کوئی چیز لے لیتے، جو وہ ناپسند کرتے تو وہ کہتے، ایک نبی کا زمانہ قریب آ گیا ہے، اور اب وہ مبعوث ہوں گے۔ ہم ان کے ساتھ ہو کر تمہیں اس طرح قتل کریں گے، جیسے عاد وارم کو قتل کیا گیا۔ یہ بات ہم ان سے اکثر سُنا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مبعوث فرمایا اور آپ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی جانب دعوت دی، تو ہم نے اسے قبول کیا اور جان لیا، جس سے وہ ہمیں ڈرایا کرتے تھے، اسکی جانب ہم نے ان پر سبقت کی۔

ارشاد باری تعالیٰ

ہم ایمان لائے۔ اور انہوں نے انکار کیا تو ہمارے اور ان کے بارے میں (سورہ) بقر کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ سورۃ البقرہ آیت 89۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ:۔ ''جب ایسا ہوا کہ اللہ کی طرف سے ان کی ہدایت کے لیے کتاب نازل ہوئی اور وہ اس کتاب کی تصدیق

کرتی تھی، جو پہلے سے ان کے پاس موجود ہے۔ تو اگرچہ وہ (تورات کی پیشگوئیوں کی بنا پر اس ظہور کے منتظر تھے اور) کافروں کے مقابلے میں اس کا نام لے کر فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے تھے۔ لیکن جب تشریف لایا جانا پہچانا تو صاف انکار کر گئے۔ پس ان لوگوں کے لیے ہے جو جان بوجھ کر کفر کی راہ اختیار کریں، اللہ کی لعنت۔ (ایسے لوگوں پر فلاح و سعادت کی راہ نہیں کھل سکتی)"۔

ابن ہشام نے کہا: یستفتحون کے معنی یستنصرون کے ہیں۔ یعنی امداد طلب کرتے، اسکے معنی یتحاکمون کے ہیں یعنی حَکَم بناتے یا دعویٰ دائر کرتے یا فیصلہ طلب کرتے۔ کتاب اللہ قرآن مجید میں ہے۔ سورۃ الاعراف آیت 89۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴿٨٩﴾

ترجمہ:۔ "اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کر دے۔ تُو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"۔

حدیث سلمہ بن سلامہ

ابن اسحٰق نے کہا: صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف نے بنی عبد اشہل والے محمود بن لبید سے اور انہوں نے سلمہ بن سلامۃ بن وقش سے روایت کی اور سلمہ اصحاب بدر میں سے تھے۔ انہوں نے کہا۔ بنی عبد اشہل کے یہودیوں میں سے ایک شخص ہمارا پڑوسی تھا۔ وہ اپنے گھر سے نکل کر ایک روز ہمارے پاس آیا۔ یہاں تک کہ وہ بنی اشہل کے (محلّہ کے) پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں ان دنوں ان سب میں جو وہاں تھے، کم عمر تھا۔ اپنے لوگوں کے صحن میں ایک چادر پر لیٹا ہوا تھا۔ قیامت، بعثت، حساب، میزان، جنت اور دوزخ کا ذکر ہوا۔ راوی نے کہا: اس نے یہ باتیں ان لوگوں سے کہیں جو مشرک، بت پرست تھے۔ مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کے قائل نہ تھے۔ انہوں نے کہا۔ اے فلاں! تجھ پر افسوس، کیا تو سمجھتا ہے کہ ایسا ہونے والا ہے۔ لوگ مر جانے کے بعد ایسے گھر جانے کے لیے زندہ کیے جائیں گے، جس میں جنت و دوزخ ہے اور انہیں ان کے اعمال کا بدلا دیا جائے گا؟ اس نے کہا: اس ذات کی قسم، جس کی قسم کھائی جاتی ہے، ایسا ہی ہوگا اور وہ شخص (اس وقت) تمنا کرے گا کہ اس آگ کے بجائے گھر میں کوئی بڑا تنور ہوتا۔ اسے گرم کر دیا جاتا اور اس میں ڈال کر اوپر سے مٹی لگا کر بند کر دیا جاتا۔ اور وہ اس آگ سے بچ جاتا، جو کل اُسے نصیب ہونے والی ہے۔ کہا۔ اے فلاں شخص! تجھ پر افسوس ہے۔ اچھا یہ تو بتا کہ اس کی نشانی کیا ہے؟ اس نے کہا، ان بلاد میں ایک نبی مبعوث ہوگا (اور اس نے اپنے ہاتھ سے مکہ اور یمن کی جانب اشارہ کیا) پوچھا، کب؟ اور اسکے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ راوی نے کہا کہ اس نے میری جانب دیکھا اور میں ان سب میں کم سِن تھا، کہا: اگر اس لڑکے کی عمر نے وفا کی تو یہ اس نبی کو پا لے گا۔ سلمہ نے کہا: تھوڑی ہی مدت گزری کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور وہ (راوی) زندہ ہے۔ پس ہم تو آپ پر ایمان لے آئے اور وہ گھمنڈ اور حسد کے سبب سے آپ کا

منکر ہی رہا۔ راوی نے کہا کہ ہم نے اس سے کہا: اے فلاں، تجھ پر افسوس ہے۔ کیا تو وہی نہیں، جس نے آپ کے متعلق ایسی ایسی باتیں کہی تھیں۔ اس نے کہا: کیوں نہیں، میں تو وہی ہوں۔ لیکن یہ شخص وہ نہیں، جس کے متعلق میں نے کہا تھا۔

اسلام ثعلبہ واَسید واسد

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بنی قریظہ کے ایک بوڑھے شخص سے روایت کی۔ کہا: کیا تم جانتے ہو کہ ثعلبہ بن سعیہ اور اسید بن سعیہ اور اسد بن عبید (از بنی ہذل برادران بنی) قریظہ کی ایک جماعت کے اسلام کا سبب کیا تھا، جو جاہلیت میں ان کے ساتھی تھے اور اسلام میں بھی وہ ان کے سردار ہو گئے؟ میں نے کہا۔ واللہ نہیں جانتا۔ کہا شام کے یہودیوں میں کا ایک شخص، جو ابن الہیّبان کے نام سے پکارا جاتا تھا اسلام سے چند سال پہلے ہمارے پاس آیا۔ اللہ کی قسم! ہم نے پانچ وقت کی نماز نہ پڑھنے والوں (غیر مسلموں) میں اس سے بہتر کسی کو کبھی نہیں دیکھا۔ وہ ہمارے پاس ہی ٹھہرا تھا۔ جب مینہ نہ برستا تو ہم اسے کہتے اے ابن الہیباں باہر چلو اور ہمارے لیے بارش کی دعا کرو۔ وہ کہتا۔ اللہ کی قسم (اس وقت تک) ایسا نہ کروں گا، جب تک تم باہر نکلنے سے پہلے صدقہ نہ دو۔ ہم کہتے کتنا؟ ایک صاع کھجور یا دو مد جو۔ راوی نے کہا: ہم صدقہ دے دیتے، اس کے بعد وہ ہمیں ساتھ لے کر ہمارے کھیتوں سے باہر نکلتا اور بارش کی دعا کرتا۔ اللہ کی قسم! وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹتا۔ یہاں تک کہ ابر آتا۔ اور ہمیں بارش نصیب ہوتی۔ اس نے ایسا ایک دو تین بار نہیں بلکہ زیادہ مرتبہ کیا۔ راوی نے کہا: پھر ہمارے پاس ہی اسکی موت ہوئی۔ جب اسے اپنے مرنے کا علم ہوا تو کہا۔ اے گروہ یہود! کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے شراب وخمیر والی سرزمین سے تکلیف اور بھوک کی سرزمین کی طرف کونسی چیز نکال لائی ہے؟ ہم نے جواب دیا: تم ہی بہتر جانتے ہو۔ اس نے کہا: میں اس شہر میں صرف اس لیے آیا ہوں کہ ایک نبی کے ظہور کا انتظار کروں۔ جس کا زمانہ قریب آچکا ہے اور یہ شہر اس کی ہجرت گاہ ہے اسی لیے مجھے امید تھی کہ وہ مبعوث ہو اور میں اس کی پیروی کروں۔ اب تمہارے لیے اس کا زمانہ قریب ہے۔ پس اے گروہ یہود! ایسا نہ ہو کہ اس کی طرف کوئی اور تم سے سبقت کر جائے۔ وہ ذات مبارک خونریزی کے لیے بھی مجبور ہوگی۔ مخالفوں کی عورتیں اور بچے بھی اس کے پاس قید ہوں گے۔ یہ باتیں تمہیں اس پر ایمان لانے سے نہ روک دیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مبعوث ہوئے۔ اور بنی قریظہ کا محاصرہ فرمالیا تو ان نوجوانوں نے جنہیں ابن الہیبان نے نبی منتظر کی خبر دی تھی، اور جو شباب وکم عمری کی حالت میں تھے کہا: اے بنی قریظہ! اللہ کی قسم، یہ وہی نبی ہے جس کے متعلق ابن الہیبان نے تم سے عہد لیا تھا۔ ان لوگوں نے کہا یہ وہ نہیں، نوجوانوں نے کہا کیوں نہیں، اللہ کی قسم! صفات کے لحاظ سے تو وہی ہے۔ ابن اسحٰق نے کہا، یہ وہ باتیں تھیں جو یہود سے ہم تک پہنچیں۔

سیرت النبی ابن ہشام جلد اوّل صفحہ۔ 235 تا 237

یہودی تاریخ اور یوم حشوا (Holocaust day)

موجودہ عالمی شیطانی تہذیب کے ذریعے یہودی انسان کو شرفِ انسانیت سے محروم کر کے حیوانیت کی سطح پر لانا چاہتے ہیں۔ ان کے ان مقاصد کی تکمیل میں پہلے عالم عیسائیت مزاحم تھا۔ چنانچہ انہوں نے من گھڑت اور باطل نظریات وعقائد اور ذرائع ابلاغ عامہ وغیرہ کے ذریعے انہیں اپنے شکنجے میں جکڑا۔ اب اُن کا تمام تر رُخ عالمِ اسلام کو کمزور کر کے اپنی گرفت میں لینے پر ہے۔ اسلام اور مسلم دشمنی کے پیچھے حسد کا جذبہ کارفرما ہے۔ اور حسد کے باعث یہود کی اسلام دشمنی کا آغاز آنحضرت نبی آخرالزّماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بعثت سے ہوتا ہے۔ دراصل یہودی بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بعثت سے پہلے آخری نبی کی آمد کے منتظر تھے اور یقین رکھتے تھے کہ وہ نبی ان ہی میں سے ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو عربوں میں پیدا فرمایا اور آپ کے ذریعے ایک نئی امت مسلمہ کی بنیاد رکھی جو اس بات کا بھی ثبوت تھا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہود کو اس دنیا میں اپنی نمائندہ امت ہونے کے شرف سے محروم کر دیا۔ اسی باعث یہودی حسد کی آگ میں جلنے لگے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور مسلمانوں کے دشمن بن گئے۔ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے ان کی سازشوں کا یہ سلسلہ دراصل حضور پُرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دور ہی سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان سازشوں کو ناکام بناتا رہا ہے اسی کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ التوبہ آیات 28، 32، 33 اور الصّف کی آیات 8-9 میں کیا گیا ہے۔

دراصل حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اُمّتی ہونے سے یہ اب اس امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ آپ کے دین کی تبلیغ یعنی آپ کے مقصد بعثت کی تکمیل کے لئے جدّ وجہد کرے۔

یہودیوں کی تاریخ ہی شرپسندانہ سرگرمیوں سے عبارت ہے۔ چنانچہ انہیں شرپسندانہ سرگرمیوں کی بنا پر حکومت فرانس نے قانون سے بغاوت کرنے پر یہودیوں کو 1253ء اور پھر 1306ء میں ملک سے نکالا۔ انگلستان (برطانیہ) میں ان کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آکر 1275ء میں پارلیمنٹ نے قانون پاس کیا اور 1290ء میں انہیں ملک بدر کر دیا گیا۔ اسی طرح کی کارروائیوں پر 1360ء میں ہنگری سے 1370ء میں بلجیم سے، 1420ء میں آسٹریا سے، 1440ء میں ہالینڈ سے، 1492ء میں سپین سے۔ 1495ء میں لتھوانیا سے۔ 1498ء میں پرتگال اور 1540 عیسوی میں اٹلی سے قوم یہود کو دیس نکالا ہوا۔ ہٹلر نے جرمنی میں (1933-1945ء) جو یہودیوں کا حشر کیا وہ تاریخ عالم کا ایک اہم باب ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (اشاعت 1980ء) میں تحریر کیا گیا ہے کہ یورپ میں اپنی بربادی کو بطور ''یوم حشوا'' (Yom Hashoa=Holocaust day) یہودی ہر سال مناتے ہیں یعنی یہودی کیلنڈر کے مطابق 27 نسان (27 Nisan) کو یوم حشوا منایا جاتا ہے۔

جنگِ عظیم اوّل میں وہ برطانوی حکومت کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گئے کہ جنگ میں امریکہ اور برطانیہ کی جیت یہودیوں کے دماغ اور قوت کے استعمال سے ممکن ہوگی۔ اس طرح انہوں نے انگریزی حکومت سے 1917ء میں اعلان بالفور کے ذریعے یہ یقین دہانی حاصل کی کہ وہ جنگِ عظیم کے بعد فلسطین میں اسرائیلی ریاست قائم کر دیں گے۔ یہ وعدہ عالمی استعمار نے 1947ء میں ''اقوام متحدہ'' کے ذریعے پورا کر دیا۔
1917ء میں یہودی آبادی چھپن (56) ہزار تک پہنچ گئی جبکہ فلسطین میں ان کی نقل مکانی 1880ء سے شروع تھی۔ 1922ء سے لیگ آف نیشنز نے فلسطین کا علاقہ انگریزوں کے انتظام میں دے دیا۔ وہ یہودی آبادی میں اضافے کی تحریک کو تیز تر کرنے اور یہودیوں کے قومی وطن کی تشکیل میں بھرپور کردار ادا کرنے لگے۔ یہاں تک کہ 1939ء میں یہودیوں کی تعداد چار لاکھ سے زیادہ ہوگئی۔ اڑھائی ہزار سال سے یہاں آباد سات لاکھ کے قریب مسلمان عرب اور ایک لاکھ کے قریب عیسائی چند ہزار یہودیوں کے مقابلے میں یکسر نظر انداز کر دیئے گئے نہ صرف انہیں بے دخل کر دیا گیا بلکہ ان کی نسل کشی کی بے لگامی کی بھی یہود کو آزادی دے دی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب مُبارک کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نسب مُبارک تمام نسبوں سے اعلیٰ وافضل اور نہایت ہی پاکیزہ ہے، آپ کے آباؤ اجداد سب مومن، موحد، متقی پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ الشعراء آیت 218،219۔

الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾

ترجمہ: ''جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو، اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو''۔

یعنی جب آپ کا نور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک پاک پشتوں سے پاک شکموں میں گردش کرتا رہا تھا ہم دیکھتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام آباء واجداد مومن موحد، حق تعالیٰ کے عابد تھے، ان میں کوئی کافر، فاسق، نہ تھا۔ (نور العرفان)

بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں ساجدین سے مراد مومنین ہیں اور معنی یہ ہیں کہ زمانہ حضرت آدم وحوا علیہم السلام سے لے کر حضرت عبداللہ وآمنہ خاتون تک مومنین کے اصلاب وارحام میں آپ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے تمام اصلاب آباء واجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب مؤمن ہیں۔

از: خزائن العرفان

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے امام جلال الدّین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر در منثور جلد 5 صفحہ 98 میں، اور علامہ محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی 1250ھ فتح القدیر، جلد 4 صفحہ 122 میں، اور علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الخازن متوفی 725ھ لباب التاویل جلد 5 صفحہ 129، اور علامہ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء

البغوی متوفی 516ھ معالم التنزیل جلد5 صفحہ 129 میں بروایت حضرت عطاء اور ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی القرشی البغدادی متوفی 597ھ زادالمسیر جلد6 صفحہ 148 میں بروایت حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی متوفی 671ھ الجامعہ لاحکام القرآن جلد 13 صفحہ 144 میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین کی اصلاب میں رہے، یہاں تک کہ آپ نبی مبعوث ہوئے۔

(قال السّیوطی) اخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویہ، وابو نعیم فی الدّلائل عن ابن عباس فی قولہ "وتقلبک فی السّاجدین" قال ما زال النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ینقلب فی اصلاب الا انبیآء حتّی ولدتہ امہ: (وقال الشوکانی) اخرج ابن بی عمر العدی فی مسندہ والبزار، و ابن ابی حاتم، والطبرانی و ابن مردویہ، و ابو نعیم فی الدلائل عن ابنِ عباس، قال: من نبیّ الیٰ نبیّ حتی اخرجت نبیّا: (وقال ابن کثیر) روی البزار، و ابن ابی حاتم، من طریقین عن ابن عباس: انہ قال فی ھٰذہ الایۃ یعنی تقلبہ من صلب نبی الیٰ صلب نبی حتی اخرجہ نبیّا" و قال القُرطبی، عن ابن عباس: ای فِیْ اصلاب الا بآء آدم، و نوح، و ابراھیم، حتی اخرجہ نبیّا"

ترجمہ: (امام سیوطی کی عبارت یہ ہے)"علامہ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور علامہ ابونعیم نے دلائل النبوّۃ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَ تقلبک فی السّاجدین" کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کی پشتوں میں گردش کرتے رہے آپ کو آپکی ماں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جنم دیا، (شوکانی کی عبارت یہ ہے) ابن ابی عمر العدنی نے اپنی مسند میں اور علامہ بزار، ابن ابی حاتم اور علامہ طبرانی، ابن مردویہ، اور حافظ ابونعیم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں ہی روایت کی، (ابن کثیر کہتے ہیں) علامہ بزار اور ابن ابی حاتم نے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس حدیث کو دوستوں سے روایت کیا، (علامہ قرطبی کہتے ہیں) سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آباء" آدم، نُوح، حضرت ابراہیم علیہم السلام کی پُشتوں میں رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی مبعوث فرمایا"۔

اور علامہ سلیمان الجمل فتوحاتِ الٰہیہ میں، اور علامہ احمد صاوی المالکی حاشیہ جلالین میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

والمراد بالسّاجدین المؤمنین: والمعنی یراک متقلبا فی اصلاب و ارحام المؤ منین من لدن آدم و حوا ء الیٰ عبد اللہ و آمنہ، مجیع اصولہ ر جالا و نساء مؤ منون:
الجمل جلد3صفحہ96، صاوی جلد 3صفحہ184

ایک سُوال اوراُس کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر کافر تھے۔لہٰذا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء سب کے سب مؤمن تھے، درست نہیں۔

اسکے دوجواب ہیں:

ایک یہ ہے کہ آزر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہیں، بلکہ آپ کے چچا ہیں، اورعربی زبان میں چچا اور دادا کو بھی ''ابّ'' یعنی باپ کہا جاتا ہے، اورقرآن کریم میں اسکے شواہد موجود ہیں۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہے اوروہ مؤمن وموحد تھے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر تھے،تو پھر ہمارے قول کا مطلب یہ ہے'' کہ جب تک نورمحمدی ان کی صلب میں جلوہ گر رہا،تب تک وہ موحد تھے اسی طرح جس کی پشت میں نورمحمدی جلوہ فرما ہوا۔تب وہ موحد،مومن رہا، پھر اگر ان میں سے کسی سے کفروشرک کا صدور ہوا تو وہ انتقال نورمحمدی کے بعد ہوا۔

از: صاوی علی الجلالین جلد 3 صفحہ 184

اس جواب کوعلامہ سلیمان الجمل نے احسن جواب قرار دیا ہے۔

از: فتوحاتِ الٰہیہ جلد 3 صفحہ 296

قاضی ثناءاللہ مظہری متوفی 1225ھ بروایت عطاء سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قولِ مذکور کو نقل کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

لٰکن فی ھذا التاویل لیس کمال المدح لاشتراک قریش بل جمیع النّاس فیه بل الاولیٰ! ان یقال المراد منه تقلّبک من اصلاب الطّاھر ینَ سَاجِدِینَ لله الیٰ ارحام الطّاھرات السّاجدات ومن ارحام السّاجدات الیٰ اصلاب الطاھرین ای المؤحدین و المؤحدات ھتی یدلّ علی ان آباء النبی صلی الله علیه وآله وسلم کلھم کانوا مؤمنین:

لیکن اس تاویل میں کمالِ مدح نہیں، کیونکہ اس میں قریش بلکہ تمام لوگ شریک ہیں، بلکہ یوں کہنا بہتر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک لوگوں، اللہ کے حضور عابدوں کی پشتوں سے پاک عورتوں، اللہ کے حضور سجدہ کرنیوالیوں کے بطنوں کی طرف اور عابدہ عورتوں کے رحموں سے پاکوں کی پشتوں کی جانب یعنی موحدین اور موحدات کی طرف منتقل ہوتے رہے، تاکہ اس سے یہ ثابت ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء مومنین تھے۔

كـذا قـال السيـوطـي: و قـال الحـافظ شـمـس الـديـن بـن نـاصـر الـدلـين دمشقي: ع . و ينقل احَد" نُورًا عطيماً: تـلأ لا في وجوه السَّاجدين، تقلب فيهم قـرنا فقرنا: الى ان جاء خير المرسلين: ومِـمَّا يؤيد هٰذا التاويل ماروٰاه البُخاري فـي الـصـحـيـح عنه صلي اللهعليه وآلهٖ وسـلـم قـال بـعثـت مـن خير قرون بني آدمـن قـرنا فقرنا حتي بعثث من القرآن الّـذي كـنـت فـيـهِ و رُوِي مُسلم مـن حـديـث واثـلـه بـن الا سقع قوله صلي اللهعـليه وآلهٖ وسلم انَّ ا لله اصطفٰے من ولد ابراهيم اسمٰعيل و اصطفٰے من ولد اسماعيل بني كنانه و اصطفے من كنانه قـريشاً وَاصطفي "من قريش بني هَاشم اصطفاني من بني هَا شم و رُوي البيهقي فـي دلائل النبوّة من حديث انس قال ما افتـرق الـنّاس فريقين الا جعلني الله من خيـره فـاخـرجت من ابويّ و لم يصبني شـي مـن عهـد الـجـاهـلية خرجت من نـكـاح لم اخرج من سفاح من لدن آدم حتـي انتهيت الي ابي و امّي فَانَا خير كم نفسا و خير كم ابا."

امام سیوطی نے ایسے ہی فرمایا ہے اور علامہ حافظ شمس الدین دمشقی نے فرمایا، وہ عظیم نور (ہر ایک کی طرف) منتقل ہوتا رہا اور اللہ کے حضور سجدہ کرنے والوں کے چہروں میں چمکتا رہا۔ اور ہر دور میں ان کی پشتوں میں دورے کرتا رہا یہاں تک کہ وہ سید المرسلین تشریف لائے، اور اس تاویل کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جو امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''میں بنی آدم کے خیر القرون میں مبعوث ہوا، میں ہر زمانہ میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ میں اس زمانہ میں مبعوث ہوا جس میں میں اب ہوں'' اور وہ حدیث جو امام مُسلم نے (اپنی صحیح میں) حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت کی، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے اسماعیل علیہ السلام کو چنا، اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے چُنا'' اور وہ حدیث جو علامہ بیہقی نے دلائل النبوّۃ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ''جبھی لوگ دو گروہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے بہتر گروہ میں رکھا پس میں اپنے والدین کے بطن سے پیدا ہوا اور مجھے زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز نہیں پہنچی، میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں زنا سے پیدا نہیں ہوا، آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اپنے والدین حضرت عبد اللہ وسیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک، پس میں اپنی ذات اور نسب کے لحاظ سے تم سب سے افضل ہوں''۔

از تفسیر مظہری جلد 7 صفحہ 89، صفحہ 90

ان احادیث سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک اور حضرت حوّا علیہا السلام سے لے کر سیّدہ آمنہ تک نبی کریم رؤف الرحیم کے تمام آباء وامّہات مومنین تھے اور وہ دینِ اسلام

پر تھے ان میں سے کوئی فاسق وفاجر، نہ تھا۔

ہم نے سابقاً تفصیل سے ذکر کر دیا ہے کہ آئمہ اہلِ سُنت نے بلکہ اکثر اہلِ سُنت نے اس آیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباء کرام کے مؤمن ہونے پر استدلال کیا ہے، چنانچہ علامہ ابوالفضل شہاب الدین السیّد محمود آلوسی البغدادی متوفی 1270ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

واستدلّ بالا یة علی ایمان ابویه صلی الله علیه وآلہٖ وسلم کما ذھب الیه کثیر من اجلة اھل السُنّة: و انا اخشی الکفر علیٰ من یقول فیھما رضی الله عنھما علی رغم انف علی القاری و اضرابه بضد ذلک. (رُوح المعانی جلد19 صفحه 124)

''یعنی اس آیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کے مؤمن ہونے پر استدلال کیا گیا جیسا کہ اجلہ اہلِ سنت میں سے بہت سے آئمہ کا یہی مذہب ہے اور مجھے اس شخص کے متعلق کفر کا اندیشہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتا ہے، مُلا علی قاری اور اس کے ہمنوا کا ناک خاک آلود ہو کہ وہ اسکے برعکس کہتے ہیں''۔

اور علامہ اسماعیل حقی متوفی 1137ھ رُوح البیان میں لکھتے ہیں۔

وحق المُسلم انی یمسک لسانه عمّا یخل بشرف نسب نبینا علیه السلام و یصونه عما یتبادر منه النقصان خصوصا الی وھم العوام:
(رُوح البیان جلد6 صفحه 313)

''یعنی مسلمان کا حق یہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب مبارک کے متعلق ایسی بات کہنے سے اپنی زبان روکے رکھے جس سے آپ کے نسب کی فضیلت میں کمی آئے اور جس سے آپ کے مقام و مرتبہ میں نقصان لازم ہو خصوصاً وہ بات جس سے عوام وہم میں مبتلا ہوں''۔

اور یہ بات ہر ذی عقل بخوبی جانتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب مبارک کے متعلق ایسی بات کرنا جس سے آپ کے نسب مبارک کی فضیلت میں کمی آتی ہے اور اس بات سے عوام وہم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ ہر مُسلمان آپ کے نسب مبارک کے بارے میں ایسی بات کہنے سے باز رہے۔

نیز علامہ اسمٰعیل حقی حضرت عبدالمطلب کے متعلق لکھتے ہیں:

والا شھر انه کان علیٰ ملة ابراھیم ای لم یعبد الاصنام (جلد 6 صفحه 314)

''یعنی زیادہ مشہور یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب ملّت ابراہیم پر تھے یعنی انہوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی''۔

ضروری وَضاحت

ملاّ علی قاری کے متعلق صاحبِ روح المعانی علامہ محمود آلوسی کی جو تنقید گزری اس سے کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ ملاعلی قاری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو مومن نہ سمجھتے تھے، اس بارے میں ہم ضروری وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ ملاعلی قاری پہلے حضور کے والدین کریمین کے متعلق یہی کہتے ہیں کہ وہ مومن نہیں تھے، اورانہوں نے اس پر ایک رسالہ بھی لکھا۔

حضرت علامہ ابنِ حجر مکّی کا خواب

ملاّ علی قاری نے جب وہ رسالہ لکھا تو ان کے استاذ علامہ ابن حجر مکی نے خواب میں دیکھا کہ ملاعلی قاری چھت سے گرے اوران کا پاؤں ٹوٹ گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کی توہین کرنے کی سزا ہے، تو واقعۃً ایسا ہی ہوا کہ ملاعلی قاری چھت سے گرے اوران کا پاؤں ٹوٹ گیا۔

چنانچہ علامہ عبدالعزیز پرھاروی شرح شرح العقائد میں لکھتے ہیں۔

و عارضہ (ای السیّوطی) علی بن سلطان القارّی برسالۃ فی اثبات کفر ھما فرای استاذہ ابن حجر مکّی فی منامہ انالقاری سقط من سقف فانکسرت رجلہ فقیل ھذا جزاء اھانۃ و الدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فوقع کما رأی.

(النبراس صفحہ 526)

اور ملاّ علی قاری نے بعد میں اپنے اس قول سے توبہ کرلی۔

ملابرخوردار اسکے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"و نقل توبتہ عن ذالک فی القول المستحسن"

(حاشیہ النبراس صفحہ 526)

لیکن ہوسکتا ہے علامہ آلوسی کو ملاعلی قاری کی توبہ کا علم نہ ہوا ہو لہٰذا علامہ آلوسی کے اس قول سے ملاعلی قاری پر کوئی اعتراض واردنہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشادفرماتا ہے: (سورۃ البقرہ آیت 221)

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ

ترجمہ: البتہ مسلمان غلام بہتر ہے مُشرک سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''میں ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں بنی آدم کے تمام طبقات کے بہتر طبقہ سے بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ میں اس زمانہ میں ہوا جس میں پیدا ہوا۔'' (بخاری شریف)

اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے: (حدیثِ صحیح)

لم یزل علیٰ وجه الدهر فی الارض سبعته مسلمین فصاعد افلولا ذلک هلکت الارض ومن علیها (مصنّف عبد الرزاق: عن معمر عن ابن جریج عن ابن المسیّب عن علی رضی الله عنه و قد اخرجه ابن المنذر فی تفسیره عن اسحق بن ابراهیم الدبری: (مسلک الحنفاء صفحه 24) و اخرج الامام بن حنبل فی "الزهد" والامام الخلال فی کتاب "کرامات الاولیاء" بسند صحیح علی شرط الشیخین عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: ما خلت الارض من بعد نوح من سبعة یدفع الله تعالیٰ بهم عن اهل الارض: واخرج الا رزقی فی "تاریخ مکة" عن زهیر بن محمّد نحوه: واخرج الجندی فی "فضائل مکّة" عن مجاهد : مثله :(مسالک الحنفا صفحه 25.24)

''یعنی روئے زمین پر ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا، تو زمین اور اہلِ زمین سب ہلاک ہو جاتے، اس حدیث کو امام عبدالرزاق شاگردِ امام ابوحنیفہ اور استاذِ امام بخاری نے حضرت معمر سے وہ ابن جریج سے وہ سعید بن المسیب سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ اور امام ابن منذر نے اپنی تفسیر میں اسحٰق بن ابراہیم سے روایت کی۔ اور امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب ''الزہد'' میں اور علامہ خلال نے اپنی کتاب ''کرامات اولیاء'' میں بسندِ صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نوح علیہ السلام کے بعد سے ہمیشہ زمین ایسی سات شخصیتوں سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہلِ زمین سے مصائب کو دور فرماتا ہے، اور اس حدیث کو علامہ ابوالولید محمد بن عبد الکریم الازرقی متوفی 223ھ نے اپنی کتاب ''تاریخ مکّہ'' میں حضرت زہیر بن محمد سے اسی طرح روایت کیا اور علامہ جندی نے اپنی کتاب ''فضائلِ مکّہ'' میں حضرت مجاہد سے اسی طرح روایت کیا۔

جب صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ روئے زمین پر ہر زمانہ و ہر طبقہ میں کم از کم سات مسلمان اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ضرور رہے ہیں، اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں بہتر طبقہ سے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے فرمان سے یہ ثابت ہے کہ کافر اگرچہ کیسا ہی عزت و شرف والا ہو وہ کسی مسلمان غلام سے بھی بہتر نہیں ہو سکتا تو ثابت ہوا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام آباء واجداد و امہات ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں انہیں بندگانِ خدا اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے تھے، ورنہ معاذ

اللہ بخاری شریف ارشادِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم میں ارشاد حق جلّ جلالہ مخالف ہوگا، اور یہ ناممکن ہے۔ یہ دلیل امام الائمہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے افادہ فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (سورۃ التوبہ آیت 28)

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ

ترجمہ: مشرک تو نرے ناپاک ہی ہیں۔

اور حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبة الطاھرة مصفّی مھذبا لا ینشعب شعبتان الّاکنت فی خیر ھما: اخرجه الامام ابو نعیم فی: "دلائل النبوّة" من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنهما واخرج مُسلم والترمذی و صححه عن واثلة بنالاسقع قدمرّ الحدیث بلفطه: (صحیح مُسلم ترمذی شریف) و قد اخرجه الحافظ ابو القاسم حمزة بن یوسف السھمی فی "فضائل العباس" من حدیث واثلة بلفظ: ان ا اللہ اصطفیٰ من ولد آدم ابراھیم واتخزه خلیلا واصطفی من ولدابراھیم اسماعیل ثماصطفی من ولد نزار مضر ثم اصطفی من مضر کنانة ثم اصطفی من کنانة قریشاً ثم اصطفیٰ من قریش بنی ھاشم ثم اصطفیٰ من بنی ھاشم بنی عبد المطلب ثم اصطفانی من بنی عبد المطلب اور ده المحب الطبری فی "ذخائر العقبیٰ (مسالک الحنفاء صفحه 21)

''ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں نقل فرماتا رہا صاف ستھرا مزّین، جب دو شاخیں پیدا ہوئیں، میں ان میں بہتر شاخ میں تھا'' اس حدیث کو امام ابو نعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں کئی سندوں سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، اور امام مُسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں حضرت واثلہ بن اسقع کی صحیح سند سے روایت کیا، اور امام ابو القاسم نے ''فضائل عباس'' حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی۔ ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنا اور انہیں اپنا خلیل بنایا اور اولادِ ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پھر اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے نزار کو پھر بنی نزار سے مضر کو پھر بنی مضر سے کنانہ کو پھر بنی کنانہ سے قریش کو پھر قریش سے بنی ہاشم کو پھر بنی ہاشم سے بنی عبدالمطلب پھر بنی عبدالمطلب سے مجھے چنا'' اس حدیث کو امام محبّ الدین طبری نے ''ذخائر العقبیٰ'' (مسالک الحفاء صفحہ 21) میں روایت کیا۔

واخرج ابن سعد عن ابن عباس رضی ا الله عنهما قال قال رسول ا الله صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم : خیر العرب مضر و خیر مضر بنو عبد مناف و خیر بنی عبد مناف بنو هاشم و خیر بنی هاشم بنو عبد المطلب ، و ا الله اِما افترق فرقتان منذ خلق ا الله آدم الاَّ کنت فی خیرهما. "(طبقات ابن سعد)

اور امام ابن سعد نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا" تمام عرب میں بہتر مضر ہیں اور تمام مضر میں بنو عبد مناف اور بنو عبد مناف میں بنو ہاشم اور بنو ہاشم کے بہتر، بنو عبد المطلب ہیں، اور قسم بخدا جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ ان کی اولاد دو گروہوں میں بٹی میں ان کے بہتر گروہ ہی میں تھا"۔

و اخرج الطبرانی: والبیهقی: و ابو نعیم : عن ابن عمر رضی ا الله عنهما : قال قال رسول الله صلی اللّٰه علیه و آلہٖ وسلم : ان ا الله خلق الخلق فاختارَ من الخلق بنی آدم و اختار من بنی آدم العرب و اختار من اعرب مضر و اختار من مضر قریشًا و اختار من قریش بنی هاشم و اختار نی من بنی هاشم ، فانا من خیار الیٰ خیار" (مسالک الحنفاء صفحه 22)

اور امام طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم نے سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا" بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق سے بنی آدم کو اپنا پسندیدہ بنایا اور بنی آدم سے عرب کو اور عرب سے مضر کو اور مضر سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اپنا پسندیدہ کیا اور بنی ہاشم سے مجھے مختار بنایا تو میں بہتر نسب سے ہوں اور بہتر امّت کی طرف مبعوث ہوا ہوں"۔

واخرج الترمذی و حسنّه و البیهقی عن العباس بن عبد المطلب رضی ا الله تعالیٰ عنهما قال قال رسول ا الله صلی الله علیه و آلہٖ وسلم : اِن ا الله حین خلقی جعلنی من خیر خلقه ثم حین خلق القبائل جعلنی من خیرهم قبیلة و حین خلق الانفس جعلنی من خیر انفسهم ثمّ حین خلق البیوت جعلنی من خیر بیوتهم: فانا خیرهم بیتاً و خیر هم نفسًا (مسالک الحنفاء صفحه 22)

اور امام ترمذی نے بسند حسن، اور امام بیہقی نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا" بلاشبہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا تو مجھے اپنی بہتر مخلوق میں کر دیا پھر جب قبائل کو پیدا کیا تو مجھے ان میں بہتر قبیلہ میں رکھا پھر جب افراد کو پیدا کیا تو مجھے ان کے بہتر افراد میں کر دیا۔ پھر جب گھروں کو پیدا کیا تو مجھے ان کے بہتر گھر میں رکھا تو ان سب سے اپنی نسب اور ذات کے لحاظ سے بہتر ہوں" (مسالک الحنفاء صفحہ 22)

واخرج ابو علی بن شاذ ان فیما اوره المحب الطبری فی : ذخائر العقبی: و هم فی مسند البزار عن ابن عباس رضی ا لله عنهما قال دخل ناس من قریش علیٰ صفیة بنت عبد المطلب فجعلوا یتفاخرون و یذکرون الجاهلیة: فقالت صفیة: منّا رسول ا لله صلی الله علیه وآلهٖ وسلم : فقالوا تنبت النخلة او الشجرة: فی الارض اللیاء: فذکرت ذٰلک صفیة لرسول ا لله صلی الله علیه وآلهٖ وسلم ، فغضب وامر بلالا فنادی فی الناس فقام علی المنبر فقال: ایهاالناس ! من انا ؟قالوا انت رسول ا لله ، قال : انسبونی: قالوا محمّد بن عبد ا لله بن عبد المطلب: قال: فَمَا بال اقوام ینزلون اصلی فو ا لله ! انّی لا فضلهم اصلاوَخیر هم موضعًا، مسالک الحنفاء صفحه 22، 23)

و اخرج الحَاکم عن ربیعة بن الحارث قال: بلغ النبی صلی اللّٰه علیه وآلهٖ وسلم ان قوماً نالوا منه فقالوا: اِنّما مثل محمّد کمثل نخلة تنبت فی اللیاء: فغضب رسول ا لله صلی اللّٰه علیه وآلهٖ وسلم وقال: انَّ ا لله خَلق خلقه فجعلهم فرقتین فجعلنی فی خیر الفرقتین ثمّ جعلهم قبائل فجعلنی فی خیر هم قبیلا، ثمّ جعلهم بیوتا فجعلنی فی خیر هم بیوتا ثم قال: انَا خیر کم قبیلاً و خیر کم بیتاً "

مسند بزار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قریش کے کچھ لوگ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کے پاس آئے، اور (اپنے نسب پر) فخر کرنے لگے اور زمانہ جاہلیت کا تذکرہ کرنے لگے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہم سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تو انہوں نے کہا کھجور یا (کہا) درخت ریتلی اور سخت زمین میں اگتا ہے۔ (اس سے ان کا مقصد آپ کے نسب پر طعن کرنا تھا) یہ بات حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کی، تو آپ ناراض ہوئے اور حضرت بلال کو حکم فرمایا (کہ لوگوں میں منادی کریں) تو انہوں نے منادی کی لوگوں میں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا "اے لوگو! میں کون ہوں"؟ لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا "میرا نسب بتاؤ" لوگوں نے کہا آپ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں تو آپ نے فرمایا "ان لوگوں کا کیا حال جو میری اصل کو نچلے درجے کا بتاتے ہیں۔ قسم بخدا میں ان سب سے اپنی اصل اور اپنے مرتبہ کے لحاظ سے افضل ترین ہوں":

اور امام حاکم نے حضرت ربیعہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگوں نے آپ کے نسب میں طعنہ زنی کی اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کہاوت تو اس کھجور جیسی ہے جو ریتلی زمین میں اگتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا پھر انہیں دو گروہ کر دیا تو مجھے ان کے بہتر گروہ میں کر دیا پھر ان کو کئی قبائل بنایا تو مجھے ان کے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر ان کو کئی گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے ان کے بہتر گھر میں رکھا تو میں تم سب سے اپنے گھر کے لحاظ سے بہتر ہوں"۔

ان دونوں حدیثوں سے یہ واضح ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک پر طعنہ زنی کرنا اور انہیں فاسق و فاجر سمجھنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا باعث ہے لہٰذا ہر مسلمان کو لازم ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں طعن نہ کرے اور آپ کے تمام آباء وامّہات کو مومن موحد ومحبوبانِ خدا جانے۔

واخرج الطبرانی فی: الاوسط: والبیھقی فی: الدلائل" عن عائشة رضی ا للہ تعالیٰ عنها قالت قال رسول ا للہ صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم قال: قال لی جبریل: قلّبت الارض مشارقها و مغاربها فلم اجد رجلاً افضل من محمّد صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم و لم اجد بنی اب افضل من بنی هاشم (مسالک الحنفاء صفحه 23، دلائل البنوّة: قال الحافظ ابن حجر فی: امالیه : ومن المعلوم ان الخیر یة والا صطفاء والا ختبار من ا للہ والا فضیلة عنده لا یکون مع الشرک، (مسالک الحنفاء صفحه23)

اور امام طبرانی نے ''اوسط'' میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوّۃ میں اُم المومنین حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے جب جبریل علیہ السلام نے کہا میں نے زمین کے مشرق ومغرب کو پلٹ کر دیکھا تو میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے افضل کوئی شخص نہیں پایا اور بنی ہاشم سے افضل کوئی قبیلہ نہ پایا'' علامہ ابن حجر نے ''امالی'' میں فرمایا کہ مشرک اللہ کے ہاں، مصطفیٰ، مختار، پسندیدہ، افضل اور بہتر ہو ہی نہیں سکتا۔

ان تمام احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک آپ کے تمام آباء وامہات اپنے اپنے زمانہ میں سب لوگوں سے افضل اور بہتر تھے۔ ان کے زمانہ میں ان سے بہتر کوئی اور نہیں تھا۔ اور آپ کے تمام آباء کرام طاہرین اور امہات طاہرات سب اہل ایمان واہل توحید تھے، یہ دلیل امام علامہ الوری، امام اہل سنت مجدد الدین والملۃ فی مائۃ سادسۃ فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے افادہ فرمائی۔ اور امام الائمہ جلال الملّۃ والدین السیوطی نے ان کی کتاب ''اسرار التنزیل'' سے نقل کر کے اسکی توضیح وتائید فرمائی۔ اور اہل سیر لکھتے ہیں کہ علامہ محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی شارح شفا وعلامہ ابن حجر مکی اور علامہ محمد زرقانی شارح مواہب الدنیہ وغیرہم اکابر نے اسکی تائید وتصویب کی۔

حضرت نُوح علیہ السّلام سے پہلے تمام لوگ دین اسلام پر تھے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: سورۃ البقرہ آیت 213

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً قف

ترجمہ: ''لوگ ایک دین پر تھے''

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، اپنی تفاسیر میں اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں اور امام حاکم ''مستدرک'' میں بسند صحیح سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

كَانَ بَينَ آدم و نُوح عشرة قرون كلّهم علي شريعة من الحق: فاختلفوا فبعث الله النّبيّين،
(مسالک الحنفاء: صفحہ 26، مستدرک، جامع البیان)

''آدم و نوح علیہم السلام کے درمیان دس طبقے ہوئے، سب اللہ کی طرف ایک دین پر تھے۔ پھر ان میں اختلاف ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا''۔

اور علامہ ابویعلی، علامہ طبرانی، علامہ ابن ابی حاتم بسند صحیح سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی آیت کے تحت روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''علی الاسلام کلّھم''

از: مسند ابویعلی، مسالک الحنفاء صفحہ 27

نُوح علیہ السلام سے پہلے سب لوگ دینِ اسلام پر تھے اور علامہ ابن سعد: طبقات: میں ایک اور سند سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ آدم ونُوح علیہم السلام کے درمیان تمام لوگ دینِ اسلام پر تھے۔

(طبقات ابن سعد)

اور بطریق سفیان بن سعید ثوری وہ اپنے باپ سے وہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ آدم ونوح علیہم السلام کے درمیان لوگوں کے دس طبقے تھے سب کے سب دینِ اسلام پر تھے (طبقات ابن سعد)

اور علامہ ابن ابی حاتم آیت مذکورہ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ آدم ونوح علیہم السلام کے مابین لوگ دس طبقے تھے اور سب ہدایت اور اللہ کی طرف سے ایک شریعت پر تھے پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور نُوح علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

(مسالک الحنفاء صفحہ 26)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک

اب ہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کی مکمل تفصیل پُوری وضاحت سے بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا نسب مبارک یوں ہے:

سید المرسلین ختم الرسل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن

کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ، آپ کے والد کا اسمِ گرامی عبداللہ ہے اور حضرت عبداللہ مومن، موّحد، صالح و متقی پرہیز گار تھے۔ آپ کا مومن و موحد اور دین ابراہیمی پر ہونا احادیث سے ثابت ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے براہین قاطعہ و دلائلِ ساطعہ سے واضح کر دیا۔ اب یہاں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اہل کتاب اور کاہنوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے آپ کی نبوت کی خبر دی اور یہ بات عرب میں پھیلی اور اس بات کا علم حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہوا تو حضرت عبداللہ وسیّدہ آمنہ نے اسکی تصدیق کی اور لوگوں کو اسکی خوشخبری سنائی اور خود لوگوں کو بتایا کرتے کہ ہمارے صاحبزادے اللہ کی طرف سے رسول مبعوث ہوں گے اور وہ لوگوں کو اللہ کی توحید کی دعوت دیں گے اور بتوں کو توڑیں گے اور اسکی خود تصدیق بھی فرمائی، اور ان سے کفر و شرک کبھی نہیں ہوا تو کیا اب بھی وہ مؤمن اور مسلمان نہ تھے؟ اور ایمان واسلام کسی اور چیز کا نام ہے؟

کذا قال الامام السیوطی فی کتابہ: (التعظیم والمنۃ: صفحہ 44)

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ماہ مدینہ طیبہ مرض کی حالت میں رہے اور ایک ماہ بعد وہیں آپ کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی اور ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت نہیں ہوئی تھی،

(التعظیم والمنۃ صفحہ 45)

حضرت عبداللہ کے والد کا اسمِ گرامی بقول علامہ ابن قتیبہ عامر اور بقول علامہ ابن اسحاق شیبہ ہے اور یہی صحیح ہے، آپ کا لقب عبدالمطلب ہے آپ نے ایک سو چالیس سال عمر پائی۔

(الروض الانف جلد 1 صفحہ 5)

حضرت عبدالمطلب کی پانچ بیویاں تھیں:

1۔ فاطمہ 2۔ ہالہ 3۔ نتیلہ 4۔ ممنعۃ 5۔ لبنا

آپ کی کنیت ابو الحارث ہے، کیوں کہ آپ کے سب سے بڑے بیٹے کا نام حارث ہے۔ حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔ حارث 2۔ زبیر 3۔ حمزہ 4۔ ضرار 5۔ ابوطالب ان کا نام عبدِ مناف ہے،

6۔ ابولہب : اس کا نام عبدالعزی ہے۔

7۔ مقوّم : ان کا نام عبدالکعبہ ہے۔ اور بقولِ بعض مقوم اور عبدالکعبہ دو ہیں، یعنی مقوّم کا نام عبدالکعبہ نہیں۔ بلکہ عبدالکعبہ ان کے بھائی ہیں۔

8۔ حجل : ان کا نام مغیرہ ہے۔

9۔ عباس

10۔ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(از: ابنِ کثیر جلد 1 صفحہ 184)

اور آپ کی بیٹیوں کے نام یہ ہیں۔

1۔ اروی 2۔ برّہ 3۔ اُمَیمہ 4۔ صفیہ 5۔ عاتکہ

6۔ اُمّ حکیم (بیضاء)

حضرت صفیہ، حضرت حمزۃ، مقوّم، حجل کی والدہ کا نام ہالہ بنت وہیب بن عبدمناف بن زہرہ ہے اور وہ (ہالہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالہ ہے۔

(الاصابہ جلد 4 صفحہ 348)

(اسدالغابہ جلد 7 صفحہ 172)

اور حضرت عباس، ضرار کی والدہ کا نام نُتَیلہ بنت جناب یا خباب بن کلیب یا کلب۔

(از: الاصابہ جلد 7 صفحہ 271)

بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید مناۃ بن عامر۔ضحیان۔ بن سعد بن خزرج بن تیم اللہ بن نمر بن قاسط۔

(اسدالغابہ جلد 3 صفحہ 164)

تاریخ الخمیس میں ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے تیرہ بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام قثم ہے ان میں سے حضرت عبداللہ اپنے سگے بھائی و بہنوں میں سب سے چھوٹے ہیں اور حضرت عباس و حضرت حمزہ حضرت عبداللہ سے چھوٹے ہیں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام نتیلہ خباب خزرجیہ ہے اور نوفل (غیداق) کی والدہ کا نام ممنعہ بنت عمرو بن مالک الخزاعیہ ہے، اور ابولہب کی ماں کا نام لبنا بنت ہاجر بن عبدمناف بن ضاطر بن جشیہ بن سلول بن کعب الخزاعی اور حضرت عبداللہ، ابوطالب زبیر، عبدالکعبہ۔ بیضاء (ام حکیم) اُمیمہ، برّہ، عاتکہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمرو بن مخزوم۔ اور فاطمہ کی والدہ کا نام صخرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرّہ بن کعب، صخرہ کی والدہ کا نام تخمر بنت عبد بن قصی بن کلاب، عبدالکعبہ، ضرار، قثم بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔ اور باقی سب بعثتِ نبوی سے قبل فوت ہو گئے لیکن ابوطالب، ابولہب اور حضرت عباس و حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت صفیہ واروی و عاتکہ نے زمانہ اسلام پایا۔ ان میں سے باجماعِ علماء حضرت عباس و حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و حضرت

صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمان ہوئے اور اروی وعاتکہ کے متعلق اختلاف ہے۔ امام محمد بن سعداور امام ابوجعفر عقیلی کے بقول وہ بھی مسلمان ہوگئیں اور بقول محمد بن سعدان دونوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔اور حضرت علامہ ابوجعفر عقیلی نے ان دونوں کو صحابیات میں شمار کیا۔اور محمد بن سعد اور ابوجعفر عقیلی کے علاوہ دیگر آئمہ کے نزدیک اروی اور عاتکہ مسلمان نہ ہوئیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی پچیس ہوئے ان میں سے طالب بن ابی طالب اور عتیبہ بن ابی الھب اسلام نہ لائے اور باقی سب نے اسلام قبول کرلیا۔ان کی تفصیل یہ ہے:

ابوطالب کے چار بیٹے تھے:

طالب، عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس بیٹے ہوئے۔

1۔الفضل 2۔عبداللہ 3۔عبیداللہ 4۔قثم 5۔عبدالرحمٰن
6۔معبد 7۔کثیر 8۔حارث 9۔عون 10۔تمام۔

حارث کے پانچ بیٹے تھے:

1۔ابوسفیان 2۔نوفل 3۔ربیعہ 4۔مغیرہ 5۔عبدشمس

زبیر کا ایک بیٹا ہوا: عبداللہ۔

ابولہب کے تین بیٹے ہوئے:

1۔ عتبہ، 2۔ عتیبہ 3۔ معتب (روایت ہے کہ چوتھے بیٹے کا نام عقبہ تھا)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹے ہوئے:

1۔ عمارہ 2۔ یعلی

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچازاد بہنیں دس تھیں:

ابوطالب کی دو بیٹیاں:

1. اُم ہانی 2۔ جمانہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین بیٹیاں:

1. اُمّ حبیب 2. صفیہ 3. امینہ۔

حارث کی ایک: اروی، زبیر کی دو : ضباعۃ، اُم حکیم

ابولہب کی ایک: درّہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی امامہ تھی۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیوں کی تمام اولاد گیارہ لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں:

عامر بن بیضاء۔یہ کریز بن ربیعہ سے تھے۔عبداللہ وزہیر بناء عاتکہ۔یہ ابوامیہ مخزومی سے ہوئے۔اور ابوسلمہ بن برۃ،

عبدالاسد مخزومی سے عبداللہ، عبیداللہ۔ ابواحمد بنوامیمہ، جحش سے ہوئے۔ طلیب بن اروی، عمیر بن وھب سے ہوئے۔ اور زبیر، سائب، عبداللہ بنوصفیہ: عوام سے ہوئے۔ یہ عبیداللہ بن جحش کے سوا باقی سب نے اسلام قبول کیا اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اورلڑکیاں: زینب، ام حبیبہ، حمنۃ۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 159و160)

انسان العیون میں ہے کہ حضرت عبدالمطلب نہایت حلیم الطبع، بڑے دانا، اور قریش کے ملجاً وماویٰ تھے اور بہت سخی تھے۔ زیادہ سخاوت کی بناء پر آپ کو فیاض کہا جاتا تھا۔ مستجاب الدعوات تھے۔ اور اپنی اولاد کو گناہوں سے روکتے اور مکارم اخلاق (نیکیوں) کا حکم فرماتے اور ظلم وبغاوت سے منع کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ظالم اپنے ظلم کی سزا پائے بغیر دنیا سے ہرگز نہیں جائے گا۔ تو ایک بار آپ سے کہا گیا کہ شام کا رہنے والا ایک شخص بڑا ظالم تھا، مگر اس کو دنیا میں اس کے ظلم کی سزا نہیں ملی۔ تو کچھ دیر آپ نے سوچا اور اس کے بعد فرمایا، قسم بخدا اس جہان کے بعد ایک اور جہان ہے اس میں نیکوں کو ثواب اور بُروں کو سزا دی جائے گی۔

اور وہ موحّد تھے، اور آپ شراب، زنا، محرمہ عورتوں سے نکاح کرنا، حرام سمجھتے تھے، اور چور کا ہاتھ کاٹتے تھے، ایفائے نذر (منّت پوری کرنے) کو واجب جانتے تھے، اور بغیر کپڑوں کے طواف کعبہ سے منع کرتے، اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے روکتے تھے، اور اسلام نے ان باتوں کو برقرار رکھا۔

چنانچہ حضرت علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی لکھتے ہیں:

کان مجاب الدعوات و یقال له الفیاض لجوده (الی ان قال) و کان من حلماء قریش و حکمائها (وملجاء هم فی الامور فکان شریف قریش و سید ها کما لا و فعالا من غیر مدافع) (الی ان قال) یأمر اولاده بترک الظلم و لبغی و یحثهم علی مکارم الاخلاق و ینها هم عن دنئیات الامور و کان یقول لن یخرج من الدنیا ظلوم حتی ینتقم منه و تصیبه عقوبة الیٰ ان هلک رجل ظلوم من اهل الشام لم تصبه عقوبة فقیل لعبد المطلب فی ذلک ففکر و قال و ا لله ان وراء هذه الدار دار یجزی فیها المحسن باحسانه و یعاقب المسیئی باء ساء ته ای فالظلوم شأنه فی الدنیا ذٰلک حتی اذا خرج من الدنیا و لم تصبه العقوبة فهی معدّة فی الاخرة (الی ان قال) و وحّد ا لله سبحانه و تعالیٰ و توثر عنه سنن جاء القرآن باکثر ها و جاءت السنة بها منها الوفاء بالنذر والمنع من نکاح المحار م و قطع ید السارق و النهی عن قتل الموؤدة و تحریم الخمر و الزنا و ان لا یطوف بالبیت عریان. (انسان العیون جلد 1 صفحہ 4)

اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت ہی محبت فرماتے تھے حتیٰ کہ حضور کے بغیر کھانا بھی نہ کھاتے تھے اور فرمایا کرتے کہ میرا یہ بیٹا اس اُمت کا نبی ہے۔ اسی لئے حضرت عبدالمطلب نے اپنی وفات سے قبل ابوطالب کو وصیت فرمائی کہ میرے اس بیٹے کی حفاظت کرنا۔ جب حضرت عبدالمطلب کی

وفات ہوئی اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر شریف آٹھ سال تھی۔ حضرت عبدالمطلب کے بعد ابو طالب نے آپ کی کفالت کی۔

(السیرۃ النبویہ، از ابن کثیر جلد 1 صفحہ 240، 241)

اور حضرت عبدالمطلب مکّہ کے قبرستان حجون میں مدفون ہوئے۔

امام جلال الملۃ والدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام المتکلمین قامع البدعۃ ناصر الدلین امام اہل السنہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے ناقل ہیں کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملتِ ابراھیمی پر تھے اور خود امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی تائید وتصویب فرمائی۔

(مسالک الحنفاء صفحہ 39)

پھر امام سیوطی علیہ الرحمۃ امام مسعودی کی کتب کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

مات مسلماً لما رأی من الدلائل علیٰ نبوۃ محمّد صلی اللہ علیه و آلهٖ وسلم انّه لا یبعث الا بالتّوحید. (مسالک الحنفاء صفحه 40).

"یعنی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات بحالتِ اسلام ہوئی کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت اور آپ کے داعیِ توحید ہونے کے دلائل دیکھ چکے تھے"۔

حضرت علامہ ابن سعد اپنی کتاب: "الطبقات" میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ "زمانۂ جاہلیت میں مرد کی دیت دس اونٹ تھی تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے مرد کی دیت سو اونٹ مقرر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی کو برقرار رکھا"۔

(طبقات ابن سعد)

امام المحدثین ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ "حضور پُرنور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ایک پاک خاتون (فاطمہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آتے دیکھا جب وہ آپ کے پاس آئیں تو فرمایا۔ اپنے گھر سے باہر آپ کہاں گئی تھیں؟

اس خاتون نے عرض کی، یہ جو ایک موت ہوگئی تھی میں ان کے یہاں تعزیت ودعائے رحمت کرنے گئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: شاید تو ان کے ساتھ قبرستان تک گئی تھی۔ عرض کی، اللہ کی پناہ کہ میں وہاں تک جاتی۔ حالانکہ حضور سے اس بارے جو ارشاد ہوا وہ سُن چکی تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لو بلغتها ما رأیت الجنّة حتی یراها جد ابیک. (سنن ابی دائود، سُنن نسائی)

"اگر تو وہاں تک ان کیساتھ جاتی تو جنّت نہ دیکھتی جب تک تیرے باپ کے دادا، عبدالمطلب نہ دیکھیں"۔

بعض اہل سیر لکھتے ہیں اگر یہ امر تم سے واقع ہوتا تو سابقین اولین کے ساتھ جنت میں تجھے جانا نہ ملتا بلکہ اس

وقت جاتیں جبکہ عبدالمطلب داخل بہشت ہونگے۔

حضرت عبدالمطلب کے مؤمن ہونے کی ایک اور دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: (سورۃ المنافقون آیت 8)

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸

ترجمہ: عزّت تو اللہ اور اس کے رسول اور مُسلمانوں ہی کے لئے ہے لیکن منافقوں کو خبر نہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: (سورۃ الحجرات آیت 13)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ
لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۱۳

ترجمہ: اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مذکر و مؤنث سے پیدا کیا اور تمہیں کئی قومیں اور قبائل بنایا کہ تم آپس میں ایک دُوسرے کو پہچانو بلاشبہ اللہ کے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ عزّت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو اور بیشک اللہ ہی علیم وخبیر ہے۔

ان آیاتِ کریمہ میں ربّ العزّت جلّ شانہٗ نے عزّت و بزرگی اور شرف وفضیلت کو مسلمانوں کے ساتھ خاص کر دیا اور کافر کتنا ہی شریف القوم ہو اسکو لئیم و ذلیل اور رسوا ٹھہرایا اور کسی لئیم و ذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزّت و شرف والے کے لائقِ تعریف نہیں لہٰذا کافر باپ، دادوں کی طرف انتساب میں فخر کرنا حرام ہوا۔

امام بیہقی ''شعب الایمان'' میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ ''دو شخصوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنا نسب شمار کیا۔ ان میں ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں بن فلاں ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دو شخص اپنا نسب شمار کرنے لگے۔ ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں، نو پشتوں تک شمار کیا اور وہ سب کفار تھے، اور دوسرے نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اور دو پشتوں تک شمار کیا اور وہ سب مسلمان تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ جس نے اپنی نو پشتوں تک نسب شمار کیا اس کے وہ آباء دوزخی ہیں اور ان کا دسواں یہ شخص دوزخی ہے اور جس نے اپنا نسب دو پشتوں تک شمار کیا اس کے وہ آباء جنتی ہیں اور یہ ان کا تیسرا جنّت میں جائے گا''۔

(از: شعب الایمان)

اور حضرت علامہ بیہقی وامام احمد بن حنبل بسند صحیح حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من انتسب الی تسعة آباء كفّار يريد بهم عزّا و شرفا فهو عاشر هم في النّار . (مسند احمد و البيهقي في شعب الايمان)

''جوشخص عزّت وشرف چاہنے کے لئے اپنی نو پشت کافروں کا ذکر کرے کہ میں فلاں بن فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں ان کا دسواں جہنّم میں یہ شخص ہوگا''۔

اوراحادیث کثیرہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فضائل کریمہ بیان کرتے ہوئے اور مقام مدح میں کئی بار اپنے آباء وامّہات کرام کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ امام احمد، امام بخاری، امام مُسلم، امام نسائی رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے دن ارادۂ الٰہیہ کے مطابق کچھ دیر کے لئے مسلمانوں پر کُفّار غالب ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شان جلال طاری ہوئی آپ ارشاد فرمارہے تھے:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ، اَنَا بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ . ''میں اللہ کا نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں بیٹا عبدالمطلب کا''۔

اورعلامہ ابوبکر بن ابی شیبہ وعلامہ ابونعیم رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارادہ فرمارہے تھے کہ اکیلے ان ہزاروں کافروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں حضرت عباس اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سواری مبارک کی لگام مضبوطی سے کھینچے ہوئے تھے کہ آگے نہ بڑھ جائے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے:

''اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبُ ، اَنَا بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ :'' (مصنّف ابن ابی شیبه)

ترجمہ: ''میں سچا نبی ہوں اللہ کا پیارا ہوں عبدالمطلب کی آنکھ کا تارا ہوں''۔

علامہ ابن عساکر مصعب بن سینہ سے وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری مبارک کی لگام روکے ہوئے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمچی تھامے اور حضور فرمارہے تھے۔ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ، اَنَا بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ۔ اسے بڑھنے دو میں ہوں نبی واضح حق پر، میں ہوں عبدالمطلب کا پسر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ (بحوالہ شمول الاسلام)

نیز امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن جریر حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ جب کُفّار بہت قریب آگئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری مبارک سے نیچے تشریف لائے اس وقت بھی یہی فرمارہے تھے۔ ''اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ، اَنَا بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ ''۔''میں ہوں نبی برحق سچا میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا الٰہی اپنی مدد نازل فرما''۔

پھر اپنے ہاتھ مبارک میں خاک کی ایک مٹھی لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا ''شَاهَتِ الْوُجُوْهُ'' بگڑ گئے چہرے، وہ خاک ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے۔ ان کُفّار میں سے بعد میں جو مشرف بااسلام ہوئے وہ بیان فرماتے ہیں جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کنکریاں

ہماری طرف پھینکیں ہمیں اس وقت یہ نظر آیا کہ آسمان سے زمین تک تانبے کی ایک دیوار کھڑی کی گئی ہے اور اس پر سے پہاڑ ہم پر لٹکائے گئے تو ہمارے لئے سوائے بھاگنے کے اور کوئی راہ نہ تھی، و صلی اللہ علی الحق المبین سید المنصورین و آلہ و بارک و سلم۔

تو بحکمِ حدیث مذکورہ آیاتِ قرآنیہ سے ضرورۃً و بداھۃً یہ ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء و امہات مسلمین و مسلمات اور اللہ تعالیٰ کے یہاں معظم و مکرم اور اسکے محبوب بندے تھے، والحمد للہ۔

حضرت ہاشم اور ان کی اولاد

حضرت عبد المطلب کے والد کا نام عمرو لقب ہاشم ہے، اور آپ کو ابو البطحاء و سید البطحاء کہا جاتا تھا قریش کے سردار تھے اور نہایت ہی سخی تھے۔ جب ماہِ ذی الحجہ کا چاند نظر آتا تو آپ قریش کو یہ خطاب فرماتے تھے۔

"اے معشرِ قریش تم عرب کے سردار ہو اور تم نہایت ہی دانا و اہلِ عقل ہو اور تم اپنے نسب کے لحاظ سے سب سے فضیلت و شرف رکھتے ہو اور تم اللہ کے گھر کے پڑوسی ہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے گھر کے متولی ہونے کا شرف بخشا ہے اور بنی اسمٰعیل میں کسی اور کو یہ شرف عطا نہیں فرمایا، تمہارے پاس اللہ کے گھر کی زیارت کرنے کو لوگ آتے ہیں وہ اللہ کے مہمان ہیں، تم ان کی تعظیم کیا کرو اور اپنے پاک، طیب و حلال مال سے ان کی مدد کیا کرو، قسم بخدا اگر میرے پاس اتنا مال ہو کہ میں اکیلا ان سب سے تعاون کر سکوں، تو میں اکیلا ان سب کی مدد کرتا، تو قریش اپنے حلال مال سے آپ کے پاس دار الندوہ میں حسب توفیق جمع کراتے اور آپ حجاج کرام کی مدد کیا کرتے تھے۔

(انسان العیون جلد 1 صفحہ 6)

حضرت امام شیخ حسین بن محمد بن الحسن الدیار البکری متوفی 966ھ "المنتقی" سے نقل کرتے ہیں کہ

وکان نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی وجہہ یتوفر شعاعہ و یتلألأ ضیاءہ ولا یراہ حبر من الاحبار الا قبل یدیہ ولا یمر بشیٔ الا سجد الیہ تفد الیہ قبائل العرب و وفود الاحبار۔ یحملون بناتہم یعرضون علیہ لیتزوج بہن حتی بعث الیہ ہرقل ملک الروم و قال ان لی ابنتا لم تلد النساء اجمل منہا ولا ابہی وجہا فاقدم حتی ازوجکہا

"حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ان کے چہرۂ مبارک میں چمکتا تھا اور اسکی روشنی آپ علیہ السلام کے چہرے میں دمکتی تھی اور علماءِ کرام میں سے جب کوئی انہیں دیکھتا تو ان کے ہاتھ چومتا اور جب آپ علیہ السلام کسی شے کے قریب سے گزرتے تو وہ آپ کو سجدہ کرتی اور قبائل عرب آپ علیہ السلام کی طرف ہدایا بھیجتے اور علماء کے وفود اپنی لڑکیاں آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے کہ آپ علیہ السلام ان سے نکاح کریں حتی کہ شاہِ روم ہرقل نے آپ علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ میری لڑکی نہایت خوبصورت ہے تو آپ علیہ السلام میرے یہاں تشریف لائیں کہ میں آپ علیہ السلام کا اس لڑکی سے نکاح کر دوں۔

فقد بلغن جودک و کرمک وانّما اراد بذلک نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الموصوف عند ھم فی الانجیل و کان ھاشم یابی و کان ینطلق الیٰ جبل ثبیر یسال اٰلہ السَّمَآء (الی ان قال) فلم یزل ھاشم کذلک حتی اری فی منامہ ان تزوج سلمی بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار فھی نجاریۃ و ثانیۃ الجدّات الا بویات النبویّۃ و کانت قبل ھاشم تحت احیحۃ بن الجلاح فولدت لہ عمرو بن احیحۃ و ھو اخو عبد المطلب لا مہ و کانت فی زمانھا کخدیجۃ فی زمانھا لھا عقل و حلم فولدت لہ عبد المطلب سمہ شیبہ الحمد و قیل عامر و فیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس جلد 1صفحہ157،158)

کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نہایت ہی سخی ومعزز و مکرّم ہیں اوراس سے شاہِ رُوم کا مقصد یہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورمبارک اسکی لڑکی کی طرف منتقل ہو، جس کی صفت ان کے یہاں انجیل میں موجود تھی اور حضرت ہاشم انکار کرتے رہے اور جبل ثبیر کی طرف جاکراللہ تعالیٰ سے سوال کرتے (الیٰ ان قال) تو آپ ہمیشہ ایسا ہی کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں خواب میں بتایا گیا کہ حضرت سلمٰی بنت عمرو سے نکاح کریں یہ بنی نجار کی خاتون تھیں اور حضور صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلم کی دوسری دادی ہیں اوران کے یہاں ان سے عمرو بن احیحہ پیدا ہوا اور وہ حضرت عبد المطلب کا ماں کی طرف سے بھائی ہے، اور حضرت سلمٰی اپنے زمانہ میں عقل وحلم کے اعتبار سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح تھیں، پھر حضرت ہاشم کے یہاں ان سے حضرت عبد المطلب پیدا ہوئے ان کا نام شیبہ الحمد اور بقول بعض عامر ہے اوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورمبارک منتقل ہوا''۔(تاریخ الخمیس)

حضرت ہاشم کی پانچ بیویاں تھیں، چارلڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔

حضرت ہاشم کی ازواج کے نام:

(1) سلمٰی بنت عمرونجاریہ اورنجار کا نام تیم بن ثعلبۃ بن عمرو بن الخزرج ہے، حضرت سلمٰی کی والدہ کا نام عمیرہ بنت صخر بن الحارث بن ثعلبۃ بن مازن بن النجار، عمیرہ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت عبدالاشہل النجاریہ ہے، سلمٰی بنت عَمرو حضرت عبدالمطلب اوررقیہ کی والدہ ہیں۔

(2) قیلہ بنت عامر بن مالک الخزاعی۔

(3) ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجیہ

(4) قبیلہ بنی قضاعہ کی ایک خاتون تھی اس کا نام مذکور نہیں۔
(5) واقدہ بنت ابی عدی المازنیہ: حضرت ہاشم کی اولاد کے نام یہ ہیں:
(1) عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حضور علیہ السلام کے دادا۔
(2) اسد :اور وہ فاطمہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے والد ہیں یعنی حضرت علی کے نانا ہیں۔
(3) ابوصیفی :اس کا نام عمرو ہے۔
(4) نضلۃ

لڑکیوں کے نام:

(1) شفاء (2) خالدہ (3) صفیہ (4) رقیہ
(5) حمنہ: اور بقول ابن کثیر حیّۃ

(السیرۃ النبویہ جلد 1 صفحہ 102)

اسد کی والدہ قیلہ ہے اور ابوصیفی اور حمنہ کی والدہ ھند، اور نضلۃ وشفاء کی والدہ بنی قضاعہ سے تھیں، خالدہ و صفیہ کی والدہ واقدہ ہے۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 158)

آپ کی وفات شام کی طرف سفر کرتے ہوئے مقامِ غزّہ پر ہوئی اسوقت آپکی عمر، بیس یا چوبیس یا پچیس سال تھی۔

(انسان العیون جلد 1 صفحہ 6)

حضرت ہاشم کے والد کا نام عبد مناف ہے، عبد مناف کا نام مغیرہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیسرے جد (دادا) اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چوتھے جدّ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نانویں جد ہیں۔

(انسان العیون جلد 1 صفحہ 7)

آپ کی کنیت ابو عبد شمس ہے۔ نہایت ہی حسین وجمیل تھے اسی وجہ سے انہیں قمر (چاند) کہا جاتا تھا، قریش کے سردار تھے، حضرت زبیر موسیٰ بن عقبہ سے راوی ہیں کہ عبد مناف کی وفات کے بعد بیت اللہ کے قریب ایک پتھر کے نیچے ایک مکتوب پایا گیا جس میں یہ لکھا تھا:

انا المغیرہ بن قصّی امر بتقوی اللہ وصلۃ الرحم۔ ”یعنی میں مغیرہ بن قصّی حکم دیتا ہوں اللہ سے ڈرنے اور صلہ رحم کا“

امام واقدی سے منقول ہے:

كان نور رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في عبد مناف و كان في يده لواء نزار و قوس اسماعيل.

''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نُورمبارک عبد مناف میں تھا اوران کے ہاتھ میں حضرت نزار کا جھنڈا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی کمان تھی''۔

اورعبد مناف کے پانچ لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) عمرو (2) ہاشم (3) عبدشمس (4) مطلب (5) نوفل

اور بقولِ حضرت ابن ہشام عمرو اور ہاشم ایک ہے۔ تو ان کے نزدیک عبد مناف کے چار بیٹے ہوئے، اور عبد مناف کی بیٹیاں یہ تھیں:

(1) تماضر (2) قلابہ (3) حبیبہ (4) ریطہ (5) ام الاخثم

(6) اُم سفیان:

اور بعض نے ابناء عبد مناف میں ابوعمرو کو بھی شمار کیا ہے۔

عبد مناف کی تین بیویاں تھیں۔

ایک عاتکہ بنت مرّہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان سلمیۃ بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم بن معضور بن عکرمہ: اس سے نوفل اور ریطہ اور بقول بعض ابوعمرو کے علاوہ باقی تمام بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اور نوفل واقدہ بنت عمرو المازنیۃ سے اور ابوعمرو وریطہ قبیلہ ثقیف کی ایک عورت سے پیدا ہوئے۔

(از: تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 156)

اور حضرت عبد مناف کے والد قصّی ہیں اور ان کا نام زید ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قصّی کا نام یزید ہے اور انہیں مُجَمِّع قریش کہا جاتا ہے۔ قصی بروزن فعل بعید کے معنی میں ہے کیونکہ حضرت قصی کے والد کا انتقال ان کے بچپن میں ہو گیا تو ان کی والدہ نے ربیعہ بن حزام اور بقولِ بعض حزام بن ربیعہ العذری سے نکاح کیا اور ان کے ہمراہ شام کی جانب حضرت قصّیٰ کو ساتھ لے کر چلی گئیں تو قصیٰ اس طرح اپنی قوم سے دُور ہو گئے۔ جب وہ بڑے ہوئے تو ان کا اپنے سوتیلے بھائیوں سے تنازعہ ہو گیا اور انہوں نے ان سے کہا تو اپنی قوم اور اپنے وطن چلا جا تو ہماری قوم سے نہیں ہے، تو حضرت قصّیٰ نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ میرا وطن کون سا ہے اور میں کِس قوم سے ہوں، آپ کی والدہ نے کہا تیرا وطن ان کے وطن سے اور تیری قوم ان کی قوم سے بہتر ہے، اور تیرا باپ ان کے باپ سے زیادہ عزّت والا ہے، تو کلاب بن مرّہ کا بیٹا ہے، تیری قوم بیت اللہ کے قریب مکہ معظّمہ میں رہائش پذیر ہے، بچپن میں تجھے ایک کاہنہ نے دیکھ کر مجھے کہا کہ تیرا یہ بیٹا اپنی قوم کا سردار ہوگا۔ جب حج کا مہینہ آئے تو بنی قضاعہ کے حاجیوں کے ساتھ مکہ معظّمہ میں چلے جانا، جب ایّام حج آئے تو حضرت قصّیٰ حجاج بن قضاعہ کے ساتھ مکّہ شریف چلے آئے۔ بنی قضاعہ نے آپ کی بہت عزّت کی اور آپ کو اپنا سردار بنایا۔

(از: انسان العیون جلد 1 صفحہ 7)

حضرت عبدمناف کی والدہ قبیلہ بنی سلیم اور بقولِ بعض بنی خزاعہ سے تھیں،
حضرت قصی کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں ان کی تفصیل درجِ ذیل ہے۔

(1) عبدمناف: ان کا نام مغیرہ ہے۔

(2) عبدالدار (3) عبدالعزّٰی (4) عبد

اور بیٹیوں کے نام:

(1) تخمر (2) برّۃ

حضرت عبدمناف ان میں سب سے بڑے تھے۔

(از: تاریخ الخمیس جلد1 صفحہ155)

حضرت قصیٰ قریش کے سردار تھے، قریش اپنے تمام امور ان کے مشورہ سے ہی انجام دیتے تھے، اور انہوں نے قبیلہ بنی خزاعہ سے جنگ کی اور قریش کے تمام قبائل کو جمع کیا اور ان سے کہا قریش اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کعبہ معظّمہ بنایا لہٰذا بیت اللہ کے متولی ہونے کے حقدار قریش ہیں۔ قریش نے ان سے اتفاق کیا اور بنی خزاعہ سے جنگ کر کے انہیں شکست دی اور حضرت قصیٰ بیت اللہ کے متولی مقرر ہوئے۔

(تاریخ الخمیس جلد1 صفحہ155)

قصیٰ نے قریش کو بارہ قبیلوں (قبیلہ) میں تقسیم کر دیا، اور آپ فرمایا کرتے تھے، جس شخص نے لئیم کی عزّت کی تو وہ لئیم ہونے میں اس کا شریک ہے، اور جس شخص نے بُری شے کو اچھا سمجھا وہ خود اس کا مرتکب ہوگا۔ اور جس شخص کی اصلاح عزّت و کرامت نہ کرے یعنی جو عزّت و کرامت کی وجہ سے اپنی اصلاح نہ کرے تو ذلّت اسکی اصلاح کر دے گی، اور جو شخص اپنی قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ سے زیادہ طلب کرے تو وہ محروم ہو جائے گا اور فرمایا کرتے تھے کہ حسد انسان کا پوشیدہ دشمن ہے اور جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی اولاد کو بلا کر کہا کہ شراب سے پرہیز و اجتناب کرنا کہ شراب مقوی بدن ہے لیکن یہ عقل کو زائل کر دیتی ہے۔

انسان العیون جلد1 صفحہ13

امام ابنِ کثیر اپنی کتاب ''السیرۃ النبویہ'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت قصیٰ حجِ اکبر کے بعد قریش کو جمع کر کے وعظ فرماتے اور انہیں ''اشہرِ حرم'' یعنی ماہِ ذوالقعدہ ذوالحجہ، محرّم اور رجب میں جنگ و جدال سے منع فرماتے تھے۔

(جلد1 صفحہ96)

ایک شُبہ کا ازالہ

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ قریش کو جمع کرنے والے حضرت قصیٰ ہیں لہٰذا قریشی وہی ہوں گے جو حضرت

قصیٰ کے زمانہ میں تھے۔ اوران کی اولاد ہی قریشی ہوگی، اور جوان سے اُوپر (کلاب مرّہ وغیرہ) کی اولاد سے ہو وہ قریشی نہیں ہوگا، اس سلسلے میں ہم یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ قول باطل ہے بلکہ یہ قول بعض غلط عقیدہ کے حاملین کی طرف منسوب ہے، کیونکہ اگر اس قول کو درست تسلیم کیا جائے تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش میں سے نہیں اس لئے سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو امامت عظمیٰ اور خلیفۃ المسلمین کے جلیل القدر عہدہ پر فائز نہ ہوتے، کیونکہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ذی شان ہے:

''الائمّة مِنْ قُرَيْش'' ''کہ آئمہ اور خلفاء المسلمین قریش سے ہوں گے'' کیونکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب مبارک میں حضرت قصیٰ کے بعد حضرت مرّہ میں جمع ہوتے ہیں اور کیونکہ تیم بن مرّہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان پانچ آباء کا واسطہ ہے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب مبارک میں حضرت کعب میں جمع ہوتے ہیں۔ اور حضرت کعب اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان سات آباء کا واسطہ ہے۔

امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس قول کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

وهو قول باطل ، لا نّه تو صل به الی ان لا يكون سيّدنا ابو بكر و سيّدنا عمر رضی ا لله عنهما من قريش فلا حق لهما فی الامامة العُظمٰی التی هی الخلافة لقوله صلی الله عليه و آلهٖ وسلم الائمّة من قريش.

(انسان العیون معروف بہ سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 15)

حضرت قصّی کی والدہ کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل بن عذرہ یہ خاتون پہلے حضرت حکیم کے نکاح میں تھیں۔ ان کے یہاں اس سے دو بیٹے ہوئے ایک زہرہ ہے اور دُوسرے قصیٰ جب حضرت حکیم کا انتقال ہوا تو اس وقت زہرہ نوجوان تھے اور قصیٰ فطیم (دودھ پیتے بچے) تھے۔ حکیم کے انتقال کے بعد بنی قضاعہ کے کچھ لوگ حج کرنے کی نیت سے مکہ معظّمہ میں چلے آئے۔ اس قافلہ میں ربیعہ بن حزام بن ضبہ بن عبد کبیر بن عذرہ بھی تھے تو وہاں (مکّہ) ربیعہ بن حزام نے فاطمہ بنت سعد سے نکاح کرلیا اور حج کے بعد فاطمہ بنت سعد کو ساتھ لے کر وہ شام کی طرف چلے گئے، زہرہ مکہ شریف میں ہی رہے اور قصی چونکہ بچے تھے اس لئے فاطمہ بنت سعد انہیں ساتھ لے گئیں، ربیعہ بن حزم کے یہاں اس سے ازراح پیدا ہوئے اور ربیعہ کے کسی اور بیوی سے تین بیٹے تھے ان کے نام درج ذیل ہیں:

(1) حسن (2) محمود (3) حلیمہ حضرت قصیٰ قریش میں سب سے بڑے عالم تھے۔ اور حق پر قائم رہتے تھے۔ نہایت ہی خوبصورت تھے، علامہ حسین بن محمد بن حسن الدیار البکری متوفی 966ھ ارشاد فرماتے ہیں۔

"فخرج قصى شابا جميلا (الى ان قال) و عالم قريش و اقومها بالحق"

بنی خزیمہ کے بعد قریش میں سب سے پہلے بیت اللہ کے متولی ہوئے،

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 154)

سعد بن سیل حضرت قصیٰ کے نانا وہ شخص ہیں جس نے تلوار کو سونے اور چاندی سے مزیّن کیا اور اس نے کلاب بن مرّہ کو دو تلواریں ہدیہ میں دیں جو انہوں نے کعبہ معظّمہ میں رکھ دیں، اور وہ قبیلہ بنی ازد سے تعلق رکھتے تھے اور یمنی تھے ان کے والد کا نام خیر عرف سیل ہے چونکہ وہ دراز قد تھے اس لئے انہیں سیل کہا جاتا ہے۔ اور ان کا نسب یہ ہے:

خير بن حماله بن عوف بن غنم بن عامر الجادر بن عمرو بن جثعة بن يشكر بن مبشر بن صعب بن دهمان بن نضر بن الازد بن زهران بن الحارث بن كعب بن عبد الله بن مالك بن نصر بن الاسد بن العوث

"عامر کو جادر اس لئے کہا جاتا تھا کہ جب بنی جرھم بیت اللہ کے متولّی تھے تو اس دور میں یہ عامر کعبہ معظّمہ کی دیواروں کی اصلاح کیا کرتے تھے اور ان کی دیکھ بھال رکھتے تھے۔"

حضرت قصیٰ کی والدہ حضرت فاطمہ ازد بنت سعد بن سیل تھیں یہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دادیوں میں پانچویں نمبر پر ہیں، جب ان سے حضرت قصیٰ پیدا ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک ان میں منتقل ہوا چنانچہ تاریخِ خمیس میں ہے:

"وفيه نور رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم"

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس جلد 1 صفحہ 153)

حضرت قصیٰ کے والد کا نام حکیم اور بقولِ بعض عروۃ اور لقب کلاب ہے کیونکہ وہ اکثر کتوں کے ساتھ شکار کیا کرتے تھے، اور وہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ کے جد ثالث (تیسرا دادا) ہیں، حضورِ اکرم نورِ مجسّم فخرِ دو عالم سیّد الانبیاء والمرسلین علیہ وآلہٖ التحیۃ والتسلیم کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی والدہ محترمہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلسلہ نسب حضرت حکیم کلاب میں مِل جاتا ہے، ان سے آگے والدین کریمین کا سلسلہ نسب ایک ہے۔

(انسان العیون جلد 1 صفحہ 15)

حضرت حکیم کی والدہ کا نام نعمی اور بقول علامہ ابن اسحٰق ھند بنت سریر بن ثعلبۃ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ تو وہ کنانیہ تھیں اور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جدہ سادِسَہ اَبَوِیہ ہیں یعنی چھٹی دادی ہیں اور حضرت حکیم کے دو بھائی تھے۔

(1) تیم (2) یقظہ

یقظہ کی والدہ بارق الاسد یمنی کے قبیلہ سے تھیں اور تیم کی والدہ ھند بنت سریر بن کلاب تھیں۔ ابن ہشام کے مطابق کلاب کی والدہ ہند بنت سریر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ تھی۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 153)

ایک سوال اوراس کا جواب:

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء مؤمنین صالحین اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے تھے بلکہ جن کے ایمان کی صراحت احادیث میں وارد ہوئی وہی مومن تھے اور جن کے ایمان کی صراحت احادیث وآثارِ صحابہ میں وارد نہیں ہوئی وہ مومن نہ تھے اور حضرت عبدالمطلب و حضرت مرّہ کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار آباء ہیں جن کے مومن ہونے کی کوئی صراحت نہیں اور وہ کلاب، قصیٰ، عبدمناف، (مغیرہ) اور ہاشم ہیں، چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"وبقی بینہ وبین عبد المطلب اربعۃ آباء و ھم : کلاب و قصی و عبد مناف و ھشام (ھاشم) ولم اظفر فیھم لا بھٰذا و لا بھٰذا."

(مسالک الحنفاء صفحہ 39)

اس کا جواب یہ ہے کہ "اگر ان کے ایمان کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو مومن نہ سمجھا جائے گا تو ان کے کفروشرک کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو کافرومشرک بھی نہ سمجھا جائے گا اور ان چار حضرات سے کفروشرک کے صدور کی کوئی صراحت نہیں جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مومن ہونے کی صراحت نہیں ملی یا ان کے مومن ہونے کی صراحت نہیں ہے"

کافرومشرک کہہ دینا، قطعاً غلط اور حقیقت کے برعکس ہے۔

آپ کے والدین کریمین مومن، صالح، تھے ہرگز کافرومشرک نہیں تھے کیونکہ کافر وہ ہوتا ہے جس سے کفر سرزد ہوا اور مشرک وہ ہوتا ہے جس سے شرک صادر ہو لہٰذا جب تک کسی سے کفروشرک کے صادر ہونے کی دلیل نہ پائی جائے تو قطعاً اسے کافرومشرک کہنا درست نہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے مومن ہونے کی اس سے بڑی دلیل پائی جاتی ہے لہٰذا یقیناً وہ مومن وصالح ہی تھے۔ اگر کوئی انصاف کی نگاہ سے دیکھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے مومن ہونے کی اس سے بڑی اور کوئی دلیل نہیں ہوسکتی۔ اس دلیل کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو یقین سے ثابت ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ چار آباء بھی مومنین وصالحین ہی تھے۔ کیوں کہ ان سے بھی کفروشرک کے صادر ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء وامہات کے ایمان میں وارد نصوص کے عموم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ چار حضرات بھی مومن ہی تھے، نیز یہ

کہ یہ سب اہلِ بیتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حدیث میں نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد باری تعالیٰ (سورۃ الاحزاب آیت 33:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے''۔

اہلِ بیتِ مصطفیٰ علیہ التحیّۃ و الثناء سے ''رجس کو دور کرنے اور انہیں پاک کرنے کا ارادہ ہی رکھتا ہے۔'' کو تلاوت کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ''فانا و اھل بیتی مطھّرو ن من الذّنوب''۔

(سیرۃ النبویہ الابن کثیر جلد 1 صفحہ 193)

''کہ میں اور میرے اہلِ بیت سب گناہوں سے پاک ہیں''۔

اور حضرت مغیرہ (عبد مناف) کے متعلق مروی ہے کہ ان کی وفات کے بعد کعبہ معظّمہ کے قریب ایک پتھر کے نیچے سے ایک مکتوب نکلا جس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

''انا المغیرۃ بن قصی آمر بتقوی ا للہ و صلۃ الرحم'' (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 156)

''کہ میں مغیرہ بن قصیٰ اللہ سے ڈرنے اور صلہ رحمی کا حکم کرتا ہوں''۔

اور سب اہلِ دانش جانتے ہیں کہ تقویٰ شرک کے منافی ہے بلکہ تقویٰ کا پہلا مرحلہ ہی یہ ہے کہ کفر وشرک نہ کیا جائے، لہٰذا یہ واضح ہو گیا کہ حضرت مغیرہ (عبد مناف) مومن، صالح اور اللہ کے محبوب بندے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ اپنی اولاد کو تقویٰ و پرہیز گاری کا حکم فرماتے تھے لہٰذا ان کے بیٹے حضرت ہاشم بھی مومن ہوئے، اور حضرت مغیرہ کے متقی و پرہیز ہونے سے یہ واضح ہے کہ ان کے والد حضرت قصی بھی متقی تھے کیونکہ عادۃً یہ ناممکن ہے کہ والدین کافر ومشرک ہوں اور اولاد کسی ہادی وراہنما کی ہدایت وراہنمائی کے بغیر متقی و پرہیز گار ہو اور ظاہر ہے کہ وہ زمانہ فترۃ تھا۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہادی مبعوث نہ ہوئے تھے اور حضرت حکیم (کلاب) بھی متقی پرہیز گار تھے کیونکہ ان کے والد حضرت مرّہ مؤمن صالح اور پرہیز گار تھے اوا پنی اولاد کو تقویٰ و پرہیز گاری کا سبق دیتے تھے۔

حضرت حکیم کے والد کا نام مرّہ ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جد سادس ہیں۔ اور امام مالک امام دارالہجرۃ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت مرّۃ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کے ساتھ جمع ہوتا ہے، ان سے آگے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسیّدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب ایک ہی ہے۔

(انسان العیون جلد 1 صفحہ 15)

اور حضرت مرّہ بھی مومن وصالح تھے کیوں کہ ان کے والد نے ان کو مومن رہنے کی وصیت فرمائی تھی۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں:

وولده مرّة بن كعب الظاهر انه كذلک لان اباه اوصاه بالا يمان (صفحہ 39)

حضرت مرّہ کی والدہ کا نام وحشیۃ بنت شبلیان بن محارب فہمیہ، قبیلہ بنی فہم سے تعلق رکھتی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جدہ سابعہ ابویہ (ساتویں دادی) ہیں، حضرت مرّہ کے دو بھائی تھے:

(1) حصیص (2) عدی: ان کی والدہ بھی حضرت وحشیۃ تھیں اور بقولِ بعض عدی کی والدہ کا نام جبیہ بنت بجالۃ بن سعد بن فہم بن عمرو بن قیس بن غیلان بن مضر بن نزار ہے، وہ بھی فہیمہ تھیں۔

(از: تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 153)

حضرت مرّہ کے والد گرامی کا نام کعب ہے اور وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جد ثامن (آٹھویں دادا) ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے دور میں تھے کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا اس وقت ان کی عمر شریف 33 سال 3 ماہ تھی۔

علامہ زین الدّین عمر بن مظفر ابن الوردی متوفی 749ھ اپنی کتاب ''تتمۃ المختصر فی اخبار البشر'' میں لکھتے ہیں:

وعاش المسيح الى ان رفع ثلاثا و ثلاثين وَثلاثة اشهر (جلد 1 صفحه 42 طبع نجف)

اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے تقریبًا پانچ سو پینتالیس (545) سال بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

چنانچہ علامہ ابن الوردی متوفی 749ھ فرماتے ہیں:

وكان بين رفع المسيح و مولد النبى صلى اللهٔعليه وآلهٖ وسلم خمسمائة و خمس و اربعونسنة تقريبًا .

(تتمۃ المختصر فی اخبار البشر جلد 1 صفحہ 42)

اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے پانچ سو بیس سال بعد (520) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت علامہ علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی 1044ھ لکھتے ہیں: (975ھ-1044ھ)

وكان بيَنَ موته (الكعب) والفيل فيما ذكر و اخمس مائةسنة و عشرون سنة كذافى الا كتفاء:

وقال الحلبى: الحق ان الخمس مائة و عشرين انما هى بين موت كعب والفيل الّذى هو مولده

صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کما ذکرہ ابو نعیم فی الدلائل النبویۃ : اقول: قد رأیت دلائل النبوّۃ للامام ابی نعیم فما وجدت فیہ ھذا مراحۃ الا انّہ فیہ: وکان بین موت کعب ابن لوئ و بین مبعث النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم خمس مائۃ سنۃ و ستون سنۃ.

(دلائل النبوۃ جلد1 صفحہ90)

(وکذانقلہ عند الامام جلالالملۃ والدین السّیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ : الخصائص الکبریٰ جلد 1صفحہ49)

اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے پانچ سو ساٹھ سال بعد ہوئی: اس طرح دلائل النبوۃ میں علامہ ابونعیم اور الخصائص الکبریٰ میں امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: نیز علامہ حلبی اور علامہ دیاربکری اور حضرت علامہ ابن کثیر اور قاضی ثناء اللہ مظہری لکھتے ہیں:

وکان بینہ و بین مبعثہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمس مائۃ سنۃ و ستون سنۃ۔

از: سیرۃ حلبیہ جلد1 صفحہ16، تاریخ خمیس جلد1 صفحہ153)

(سیرۃ نبویہ جلد1 صفحہ167، تفسیر مظہری جلد9 صفحہ278)

اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے پانچ سو پچاسی (585) سال بعد ہوئی۔ مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے پچیس (25) سال بعد ہوئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تفصیل درج ہے:

پیدائشِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تیرہ (13) سال کی عمر میں حضرت عیسی السلام کی حاملہ ہوئیں پھر حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے بعد انہیں ساتھ لیکر اپنے چچازاد بھائی یوسف النجار بن یعقوب بن ماثان کے ہمراہ مصر چلی گئیں اور وہاں بارہ سال رہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ رہے، پھر اٹھارہ (18) سال ملکِ شام ناصرہ کے مقام پر پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اُردن اور وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین سال تین ماہ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا نو (9) سال تین ماہ رہیں اور اسکے بعد ان کا انتقال ہوا۔

(تاریخ ابن الوردی جلد1 صفحہ40 تا42)

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بھائی اور والدین

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن، صالح، متقی، عالم اور اللہ تعالیٰ کے ولی تھے، ان کے ولی ہونے، مومن

وصالح ہونے کی دلیل یہ ہے جوعلامہ فقیہہ ،محدّث ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن ابی الحسن الخثعمی السہیلی متولدفی بلد مالقتہ 508ھ متوفی فی مصر 581ھ نے اپنی کتاب ''الروض الانف'' اورامام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ نے مسالک الحنفاء والدرج المنیفۃ ،اورالتعظیم والمنۃ اورالسبل الجلیۃ میں اورعلامہ حلبی متوفی 1044ھ نے انسان العیون میں اورعلامہ دیاربکری متوفی 966ھ نے تاریخ الخمیس اور قاضی محمد ثناءاللہ عثمانی متوفی 1225ھ نے تفسیر مظہری میں بیان فرمائی:

کعب بن لؤی اوّل من جمع یوم العروبة: وقیل: ھو اوّل من سما ھا الجمعة، فکانت تجتمع الیه قریش فی ھذا الیوم فیخطبھم و یذکرھم بمبعث النبی صلی الله علیه و آلهٖ وسلم و یعلمھم انه من ولده و یأمرھم باتباعه و الایمان به"

(از:الروض الانف جلد1 صفحہ6)

(مسالک الحنفاءصفحہ38)

(الدرج المنیفۃ صفحہ12)

(التعظیم والمنۃ صفحہ51)

(السّبل الجلیلۃ صفحہ16)

(سیرتِ حلبیہ جلد1 صفحہ15)

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس جلد1 صفحہ152)

(تفسیر مظہری جلد9 صفحہ278)

''سب سے پہلے حضرت کعب بن لؤی نے عروبہ یعنی رحمت کے دن (جمعہ کے دن کیوں کہ اسلام سے پہلے قریش جمعہ کے دن کو یوم العروبۃ رحمت کا دن کہتے تھے) جمع کیا اور بعض کے نزدیک سب سے پہلے اس دن کا نام حضرت کعب بن لوئی نے یوم الجمعۃ رکھا، اس دن میں قریش ان کے یہاں جمع ہوتے تھےتو آپ قریش کوخطاب فرماتے اور ان کو نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے بارے میں بتاتے اور یہ کہ وہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی (کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اولاد سے ہوں گے اور قریش کوحکم فرماتے کہ اگر وہ نبی مکرم تمہارے زمانہ میں تشریف لائیں تو ان پر ایمان لانا اورانکی اتباع وپیروی کرنا''۔

حدیث شریف میں ہے،امام الحافظ الکبیرابونعیم الاصبہانی متوفی 430ھ دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی اورعلامہ ابوالفداء اسماعیل بن کثیر متوفی 774ھ السیرۃ النبویہ میں ان سے ناقل اورامام ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی علیہما الرحمۃ متوفی 911ھ الخصائص الکبرٰی میں اورمسالک الحنفاء والدرج المنیفہ والتعظیم والمنۃ والسبل الجلیۃ میں علامہ ابونعیم (المتوفی 430ھ) اورعلامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی متوفی 450ھ کی کتاب ''اعلام النبوۃ'' کے حوالہ سے حضرت محمد بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت کعب بن لؤی بن غالب بن فہربن مالک جمعہ کے دن قریش کوجمع کرتے:

كان كعب بن لؤى بن غالب بن فهر بن مالك يجمع قومه يوم الجمعة "عربة" فيخطبهم فيقول امّا بعد: فاسمعوا و تعلّموا وافهموا او اعلموا، ليل ساج و نهار ضاح، والارض مهاد، والسّماء بناء، والجبال اوتاد، والنجوم اعلام والاوّلونَ كالآخرينَ، والانثى والذكر و الزّوج الى بلّى صائرين، فصلوا ارحامكم، واحفظوا اصهاركم، و ثمّروا اموالكم فهل رأيتم من هالك رجع، اوميّت نُشر، الدار امامكم والظنّ غير ماتقولون حرمكم زيّنوه و عظِّموه وتمسّكوا به، فسيأتى له بناء عظيم، و سيخرج منه نبى كريم، ثم يقول نهار و ليل كل أ ودب بحادث، سواء" عليها ليلها و نهارها، يؤوّبسان بالاحداث حين تأوّبا، و باالنِّعمَ الضّافى علينا ستورها علىٰ غفلةٍ يأتى النبى مُحَمَّد" فيخبرا خبارًا صدوقا خبيرُها، ثم يقول : والله لو كنت فيها ذا سمع و بصرٍ و يدٍ و رجلٍ لتنصّبت فيها تنصّب الجمل، ولا رقلتُ فيها ارقال الفحل، ثم يقول: ياليتنى شاهد" فحواء دعوته، حين العشيرة تبغى الحقَّ خذلانا،

(دلائل النبوۃ جلد 1 صفحہ 90)
(الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 48)
(السیرۃ النبویہ جلد 1 صفحہ 167)
(مسالک الحنفاء صفحہ 38)
(الدرج المنیفۃ صفحہ 12)
(التعظیم والمنۃ صفحہ 51)
(السبل الجلیۃ صفحہ 16)
(سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 25)

''کہ حضرت کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک جمعہ کے دن قریش کو جمع کرتے، اور قریش جمعہ کے دن کو 'عربہ' نام رکھتے تھے تو حضرت کعب قریش سے خطاب فرماتے اور کہتے اما بعد، پس خوب توجہ سے سنو اور جان لو اور سمجھ لو کہ رات اندھیری ہے اور دن روشن ہے اور زمین فرش ہے اور آسمان چھت ہے اور پہاڑ زمین کی میخیں ہیں اور ستارے علامات ہے اور اولین آخرین کی مانند ہیں، اور مذکر و مؤنث فنا ہونے والے ہیں، (ساری مخلوق فنا ہونیوالی ہے) تو صلہ رحمی اور اپنے سسرالی رشتے کی حفاظت کرو اور (اللہ کی راہ میں خرچ کرکے) اپنے مالوں کو بڑھاؤ کیا تم نے دیکھا کہ کوئی ہلاک ہونیوالا واپس آیا ہو یا کوئی مردہ زندہ ہوا ہو تمہارا (حقیقی) گھر تمہارے سامنے ہے اور حقیقت اسکے برعکس ہے جو تم کہتے ہو اپنے حرم کی زینت رکھو اور اسکی تعظیم کرو اور اسکے ساتھ وابستہ رہو کہ اس حرم میں عظیم خبر آئے گی اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوں گے، پھر یہ اشعار پڑھتے تھے کہ دن، رات ہر واپس آنیوالا (متغیر ہونے والا) حادث (فانی) ہے، برابر ہے اس پر (زمین پر) دن اور رات لوٹتے ہیں (دن اور رات) نئے واقعات کے ساتھ (یعنی ہر دن، رات، نئے واقعات پیش آتے ہیں، جب وہ (دن، رات) واپس لوٹیں، اور (اللہ کی) نعمتیں جو ہمارے پاس مہمان (کی طرح ہیں) کا ہم پر پردہ ہے (یعنی دن اور رات نئے واقعات و حادثات کے باوجود ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شاملِ حال ہیں) غفلت کے زمانہ میں نبی مکرم رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا تشریف لائیں گے، اور آپ اللہ تعالیٰ کی فرط سے سچی باتیں بتائیں گے، پھر ارشاد فرماتے ''قسم بخدا اگر میں اس (میں غفلت کے) زمانہ میں آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں والا ہوتا (یعنی میں زندہ ہوتا اور تندرست ہوتا) تو میں ضرور ان کی مدد کے لئے قوی اونٹ کی طرح کھڑا ہوتا اور میں تیز مخل کی طرح ان کی مدد میں تیزی کرتا۔

(یعنی میں اس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے دور میں ہوتا تو بڑی قوت اور بڑی تیزی کے ساتھ ان کی مدد کرتا)، پھر ارشاد فرماتے، اے کاش کہ میں ان کی دعوت کے وقت موجود ہوتا (یعنی جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی قوم کو توحیدِ الٰہی کی دعوت دیں گے تو اے کاش میں اس وقت موجود ہوتا) جبکہ میری اولاد حق کو رسوا کرنا چاہے گی''۔

اس حدیث شریف سے واضح ہوا کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کو حق جانتے اور آپ کے دین دینِ اسلام کو حق سمجھتے تھے اور قریش کو آپ کی پیروی کا حکم فرماتے تھے، تو حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مومن وصالح اور اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کی اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے، حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور میں سب سے بلند مرتبہ تھے اسی لئے ان کا نام کعب رکھا گیا کیونکہ کعب کا معنی ہے، بلند، (سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 25)

جس دن حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی اور آپ کو شہید کیا گیا اس وقت آپ کعبہ معظمہ کے قریب نماز میں مشغول تھے اور منجنیق پتھروں سے بھرا آپ کے کانوں سے گزر جاتا تھا اور آپ بالکل اِدھر اُدھر توجہ نہ فرماتے تھے، امام سہیلی ''الروض الانف'' میں لکھتے ہیں:

وجاء فی خبر ابن الزبیر انہ کان یُصَلِّی عند الکعبۃ یوم قتل و حجارۃ المنجنیق تمر باذنیہ و ھو لا یلتفت کان کعب راتب، (الروض الانف جلد 1 صفحہ 6)

اس حدیث سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بُتوں کی پُوجا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے اور موحد تھے، بلکہ احادیث مبارکہ میں صراحت موجود ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت کعب سمیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام آباء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مومنین صالحین اور اپنے دور کے تمام نوعِ انسان سے (انبیاء علیہم السلام کے علاوہ) افضل واعلیٰ اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب تھے۔ جیسا کہ آگے چل کر ہم پوری تفصیل سے یہ بیان کریں گے، انشاء اللہ العزیز پھر کوئی تشنگی ہرگز محسوس نہ ہو گی اور آباءِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ایمان کا مسئلہ اظہر من الشمس ہو گا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں:

ان آباء النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم من عهد ابراھیم علیہ السلام الی کعب بن لؤی کانوا کلھم علیٰ دین ابراھیم علیہ السلام

”کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباء واجداد ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضرت کعب بن لؤی تک سب دینِ ابراھیم علیہ السلام پر تھے“۔

(مسالک الحنفاء صفحہ 39)

”اور الدرج المنیفة میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

وقال فی الدرج المنیفة: ان اجدادہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم من ابراھیم علیہ السلام الیٰ کعب بن لؤی و ولدہ مرّہ منصوص علیٰ ایمانھم،

علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد کا ایمان ابراہیم علیہ السلام سے حضرت کعب بن لؤی اور ان کے بیٹے حضرت مرّہ تک منصوص ہے“۔

(صفحہ 14)

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ بھائی اور تھے ان کے نام یہ ہیں:

(1) عامر (2) سامہ (3) عوف (4) سعد (5) خزیمہ

عامر کے علاوہ دیگر چار کی والدہ کا نام ماویۃ بنت کعب بن الیقین بن جسر بن قضاعۃ اور عامر کی والدہ کا نام مخشبہ بنت شیبان بن محارب بن فہر اور بقول بعض مخشبہ بنت المز بن قاسط ہے اور وہ بنی ربیعہ سے تعلق رکھتی تھیں، اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت محارب فہمیۃ یا فہریہ ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آٹھویں دادی ہیں۔

’تاریخ الخمیس‘ میں ہے:

فتزوّج لؤی بن فھر سلمی بنت محارب من فھم او فھر الخط فی الاصل توھم فھی فھمیة او فھر یة و ثامنة الجدات النبویات فولدت کعبًا .

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 152)

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام لؤی ہے اور حضرت لؤی کے ایک بھائی تھے ان کا نام تیم تھا اس کی قوم کو بنوالازم کہا جاتا ہے، حضرت لؤی کی والدہ کا نام بقول علامہ ابوبکر یا ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی (تابعی تھے اور عظیم محدث، حافظ اور اخباری تھے ان کی وفات بغداد شریف 151ھ میں ہوئی) (معجم المومنین جلد 9 صفحہ 44 وتذکرہ الحفاظ جلد 1 صفحہ 172) سلمٰی بنت عمرو الخزاعی ہے۔ اور علامہ ابوعبداللہ زبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام القرشی، الاسدی، الزبیری، قاضی مکہ شریف متوفی 256ھ مرآۃ الجنان میں ہے کہ ان کی وفات 156ھ میں ہوئی، اور یہ خطا ہے، کیونکہ یہ زبیر بن بکار علامہ ابومحمد محدث، فقیہ، سفیان بن عینیہ بن میمون الہلالی الکوفی، المکّی کے شاگرد ہیں، خود علامہ یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ اسی مقام پر لکھتے ہیں: روی عن ابن عینیہ، اور علامہ ابن عینیہ کی ولادت پندرہ شعبان 107ھ کوفہ میں ہوئی اور وفات پندرہ شعبان

196ھ میں ہوئی۔

(از: معجم المؤلفین جلد4 صفحہ235)

اور حضرت زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ امام ابوعبداللہ، محدث، حافظ، عارف بعلوم الحدیث مفسر، مؤرخ، محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی صاحبِ سنن کے شیخ ہیں۔

چنانچہ خود علامہ ابومحمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عفیف الدین الیافعی الیمنی المکی متوفی768ھ لکھتے ہیں:

وروی عنه ابن ماجة القزوینی (مرآۃ الجنان جلد2 صفحہ167)

اور امام ابن ماجہ القزوینی209ھ میں پیدا ہوئے اور23 رمضان المبارک273ھ میں وفات پائی۔

(معجم المولفین جلد12 صفحہ115)

حضرت زبیر بن بکار کے سنِ وفات میں غلطی مرآۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ بیروت1390ھ کے متن میں ہے، اور متن کے حاشیہ میں، 256ھ ہی لکھا ہے، حضرت زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ کی عمر84 سال تھی، اور حضرت لؤی کی والدہ کا نام عاتکہ بنت یخلد بن النضر ہے۔

(از: تاریخ الخمیس جلد1 صفحہ152)

اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت لؤی کی والدہ کا نام وحشیۃ بنت مدلج بن مرّہ بن عبد مناف بن کنانۃ ہے وہ کنانیہ تھیں،

امام دیار بکری ''الاکتفاء'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں،

فتزوّج غالب و حشية بنت مدلج بن مرّه بن عبد مناف بن كنانية فهى كنايه و تاسعة الجدّات النبوّيات فولدت له لؤيا.

(تاریخ الخمیس جلد1 صفحہ152)

حضرت لؤی کے والد کا نام حضرت غالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، حضرت غالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین بھائی اور ایک بہن تھی۔ان کے نام درج ذیل ہیں:

(1) محارب (2) حارث (3) اسد

بہن کا نام ''جندلۃ'' ان سب کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ اور حضرت غالب کی والدہ سلمٰی بنت سعد ابن ہذیل الہذلیۃ ہیں۔

تاریخ الخمیس میں ہے: (جلد1 صفحہ152)

ولقبه فهر فتزوّج سلمى بنت سعد ابن هذيل فهى هذلية و عاشرة الجدات

النبویات فولدت له غالبًا .

حضرت غالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام فہر اور لقب قریش اور بعض کے نزدیک نام قریش اور لقب فہر ہے۔

علامہ سُہیلی رحمۃ اللہ ''روض الانف'' میں لکھتے ہیں:

واما فهر فقد قيل انّه لقب و اسمه قريش، و قيل بل اسمه فهر و قريش لقب له

(جلد 1 صفحہ 7)

تاریخ خمیس میں ''الاکتفاء'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان کی والدہ نے ان کا قریش نام رکھا اور ان کا لقب فہر رکھا۔

(جلد 1 صفحہ 152)

حضرت فہر کی والدہ کا نام جندلہ بنت الحارث بن جندل بن عامر بن سعد بن الحارث بن مضاض الجرھمی جرھمیہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گیارہویں دادی ہیں،

حضرت علامہ دیار بکری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

و تزوّج مالک جندله بنت الحارث بن جندل بن عارم بن سعد بن الحارث بن مضاض الجرهمی فهی جرهمية و حادية عشرة من الجدّات النبويّات فولدت له فهر.

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 152)

یہ فہر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھٹے دادا ہیں،

سیرتِ حلبیہ میں ہے:

وفهر هذا هوا لجدّ السّادس لا بی عبيدة بن الجراح،

اکثر علماء کے نزدیک ان کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے، ان سے اوپر مالک، نضر وغیرہما کی اولاد کو قریش نہیں کہا جاتا ہے اور علامہ زبیر بن بکار رحمۃ اللہ کا ارشاد ہے کہ قریش وغیرہم میں نسب کا علم رکھنے والوں کا اجماع واتفاق ہے کہ انہیں کی اولاد قریش کہلاتے ہیں۔ اسی لئے انکو ابو قریش کہا جاتا ہے۔

(سیرتِ حلبیہ جلد 1 صفحہ 16، تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 152)

ان کو جماعِ قریش (قریش کو جمع کرنیوالے کہا جاتا ہے) کیونکہ جب حسان بن عبد کلال بنوحمیر وغیرہم کو لے کر بیت اللہ شریف کے پتھر اٹھانے کے لئے یمن سے آیا تا کہ ان پتھروں سے یمن میں بیت اللہ بنائے اور لوگ وہاں حج کیا کریں اور حسان نخلہ کے مقام پر ٹھہرا اس وقت حضرت فہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرب کے تمام قبائل کو جمع کیا اور حسان سے جنگ کی اور اس کو شکست دی اور وہ حسان تین سال ان کے ہاں قیدی رہا اور بعد میں مالِ کثیر فدیہ

میں دے کر رہا ہوا اور واپس جاتے ہوئے مکہ اور یمن کے درمیان اس کا انتقال ہو گیا۔ اس وجہ سے تمام عرب نے حضرت فہر کو اپنا سردار بنایا اور ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے، حضرت فہر نے اپنے بیٹے حضرت غالب کو یہ وصیت فرمائی کہ ''تھوڑی چیز جو تجھے مستغنی کر دے وہ اس زیادہ مال سے بہتر ہے کہ اس مال کے ہوتے ہوئے بھی تو محتاج رہے''۔

(سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 16)

حضرت فہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی کا نام مالک ہے چونکہ وہ عرب کے بادشاہ تھے اسلئے ان کا نام مالک رکھا گیا۔

حضرت مالک کی والدہ کا نام عکرشہ بنت عدوان حارث بن عمرو بن قیس بن عیلان،

علامہ حافظ الحدیث ابو حاتم محمد بن حبان ابن احمد التیمی البُستی المتوفی 354ھ فرماتے ہیں:

وام مالک بن النضر عکرشة بنت عدوان وهو الحارث بن عمرو بن قيس بن عيلان،

اور بعض نے حضرت مالک کی والدہ کا نام ھند بنت عدوان اور سیرت ابن ہشام میں عاتکہ بنت عدوان ذکر کیا ہے،

علامہ دیار بکری المتقی سے نقل کرتے ہیں،

فتزوج النضر بن كنانه هند بنت عدوان

پھر سیرت ابن ہشام کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

فام مالک عاتكه بنت عدوان، (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 152)

اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارہویں دادی ہیں۔

(السیرۃ النبویہ صفحہ 7)

اور حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بھائی تھے:

(1) یخلد (2) صلت

تاریخ خمیس میں ہے:

فولد النضر بن كنانه مالكًا و يخلد والصّلت (جلد 1 صفحہ 152)

حضرت نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام قیس لقب نضر، چونکہ وہ بہت ہی حسین وجمیل تھے اس لئے ان کا لقب نضر پڑ گیا۔

سیرت حلبیہ میں ہے:

ولقب به لنضارته و حسنه و جماله و اسمه قيس (جلد 1 صفحہ 16)

فقہاء کے نزدیک وہ جماع قریش ہیں کہ حدیث شریف میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال ہوا کہ قریش کون ہیں؟ فرمایا: من ولد النضر، اولادِ نضر ہیں۔ حضرت نضر قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ انور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک چمکتا تھا۔ اسی وجہ سے ان کا چہرہ روشن رہتا تھا، علامہ سید احمد زینی دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ مفتی مکہ فرماتے ہیں:

والنضر انّما لقب بذلک لنضارۃ وجھہٖ و اشراقہ و جمالہ من نور النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (السیرۃ النبویۃ والاثار المحمدیہ جلد1 صفحہ11 علیٰ ھامش الحلبیہ)

حضرت علامہ ابن ہشام اور ابن حبان نے حضرت نضر کا نام قریش ذکر کیا ہے، لہٰذا جو حضرت نضر کی اولاد سے ہوں وہ قریشی کہلائیں گے۔

(سیرۃ نبویہ الابن کثیر جلد1 صفحہ84 ولابن حبان صفحہ40)

حضرت نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین بھائی تھے۔

(1) مالک (2) عبدمناۃ (3) مِلکان،

علامہ ابوجعفر الطبری نے ان تین کے علاوہ اور نو(9) ذکر کئے ہیں،

اُن کے نام درج ذیل ہیں:۔

(1) عامر (2) حارث (3) نضیر (4) غنم (5) سعد

(6) عوف (7) جرول (8) جرال (9) غزوان

(سیرتِ نبویہ الابن کثیر جلد1 صفحہ84)

اور حضرت نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام بقولِ بعض ریحانہ ہے۔

امام دیار بکری "اکتفاء" ناقل، فتزوّج کنانۃ ریحانہ فولدت لہ النضر و اسمہ قیس کذا فی المنتقی والمواھب الدنیۃ،

(تاریخ خمیس جلد1 صفحہ150)

پھر ذخائر العقبیٰ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت نضر کی والدہ کا نام برہ بنت مرّ بن اوین طابخۃ بن الیاس بن مضر اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تیرہویں دادی ہیں، برہ بنت مرّ سے دو بیٹے اور مالک، مِلکان، ہوئے اور عبدمناۃ کی والدہ کا نام ہالۃ بنت سوید بن الغطریف اسدیہ ہے اور امام ابن اسحٰق نے اس کے برعکس فرمایا ہے کہ "برہ بنت مر" سے حضرت نضر ہی پیدا ہوئے ان کے علاوہ مالک ملکان وعبدمناۃ وغیرہم دوسری بیوی سے ہوئے۔ (صفحہ 151)

اور علامہ ابن حبان لکھتے ہیں:

وام النضر بن كنانة برّة بنت مراخت تميم بن مرّ و قيل : انها فكهة هنى بن بلى ، والنضر هو قيس.

(سیرۃ نبویہ صفحہ 47)

سیرت ابن ہشام کے مطابق حضرت نضر کی والدہ کا نام سودہ بنت عک بن عدنان اور بقول بعض حضرت نضر کی والدہ کا نام فکہتہ بنت ھنی بن بلی ہے، حضرت نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پشت سے ایک سبز درخت نکلا۔ جس کی ٹہنیاں اولین وآخرین کے عدد کے برابر تھیں اور وہ آسمان سے لگ رہی تھیں اور اس سے نور نکلتا تھا جس کی روشنی سُورج کی طرح تھی اور اس درخت کے ساتھ سفید چہروں والی ایک قوم لٹکی ہوئی تھی۔ جب وہ بیدار ہوئے تو ایک کاہنہ کے پاس گئے اور اسے اپنا یہ خواب سنایا اور اس کاہنہ نے آپ کو نہایت ہی معزز ومکرّم وعالی نسب ہونے کی تعبیر بتائی۔

(تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 152)

میں کہتا ہوں کہ یہ اس طرف اشارہ تھا کہ حضرت نضر کی پشت پاک سے نبی مکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ و الثناء تشریف لائیں گے، اور وہ تمام اولین وآخرین کے نبی ہوں گے اور ان کی نبوّت آسمان وزمین کی تمام مخلوق کو عام ہوگی اور جو قوم اس درخت کی ٹہنیوں سے لٹکی ہوئی دکھائی گئی وہ آپ کی اُمّت کی طرف اشارہ تھا، اس تعبیر کو اس کاہنہ نے ظاہر نہ کیا مگر اشارۃً یہ کہہ کر کہ اے نضر تمہیں وہ عزّت وشرف اور فضیلت و برتری اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے جو اس نے آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائی، انہیں بتا دیا کہ وہ نبی آخر الزماں علیہ التحیۃ والثناء کی بعثت ہے، کیونکہ سب سے بڑی فضیلت یہی ہے اور کوئی نہیں،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تنقلت فى الاصلاب الزّكية الى الا رحام الطاهره"

"کہ میں پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا" اور ایک حدیث میں فرمایا:

"كلنا نكاح ليس فينا سفاح ما ولد ت من سفاح الجاهلية"

"کہ میرے نسب مبارک میں تمام آباء وامّہات نکاح (اسلام کی طرح نکاح) سے پیدا ہوئے۔ ہمارے نسب میں کوئی بھی زنا سے پیدا نہیں ہوا"۔

علامہ دیار بکری، علامہ حافظ الحدیث ابوعثمان عمرو بن بحر کی کتاب الاصنام کے حوالہ سے اور علامہ احمد زینی بن احمد دحلان مفتی مکّہ سیرتِ نبویہ وآثار محمدیہ میں (وَ تقلبکَ فى الساجدين کے حوالے سے) لکھتے ہیں:

"وانما غلط كثير منَ النَّاس لما سمعو ا ان كنانه خلف علىٰ زوجة ابيه برّة لا تفاق اسمها و تقارب نسبها قال هذا الّذى عليه مشائخنا من اهل العلم بالنسب قال و معاذ ا لله ان يكون اصاب النبى صلى الله عليه و آلہٖ وسلم مقت نكاح و قال من اعتقد غير ذٰلک فقد اخطاء و شک فى الخبر و يؤيد ذلک قوله صلى الله عليه و آلہٖ وسلم تنقلت فى الاصلاب الزّكية الى الا ر حام الطّاهرة قلت و يؤيد ذٰلک مار وى عن ابن عباس رضى ا لله عنهما فى تفسير قوله تعالىٰ و تقلبک فى السَّاجدين اى من نبى الىٰ نبى حتى اخرجتک نبيّا."

(تاریخ الخمیس جلد1 صفحہ151)

حضرت نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام کنانہ: کنیت ابوالنضر ہے، حضرت کنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین بھائی تھے۔

(1) اُسد

(2) اسدۃ

(3) ہُوْنَ

(از: سیرت نبویہ الابن کثیر جلد1 صفحہ84)

حضرت کنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک حضرت کنانہ کی والدہ کا نام عوانہ بنت سعد بن قیس بن غیلان بن مضر اور بعض کے نزدیک ھند بنت عمرو بن قیس ابن غیلان اور دیگر تینوں کی والدہ کا نام برّ ہ بنت مرّ اخت تمیم بن مرّ بن اد بن طابخۃ اور بعض نے کہا کہ حضرت خزیمہ کو بتایا گیا کہ برّ ہ بنت طابخۃ سے نکاح کریں اور وہ حسن و جمال کے لحاظ سے پوری قوم کی سردار تھیں، ان سے حضرت کنانہ پیدا ہوئے، حضرت کنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک تھا۔

حضرت علامہ دیار بکری لکھتے ہیں:

"فبقى (خزيمة) سنين لا يدرى كيف يتزوّج حتى أرى فى منامه ان تزوّج برّة بنت طابخة فتزوجها و كانت يؤمئذ سيّدة قومها فى الحسن و الجمال فولدت له كنانة و فى الا كتفاء: فولد خزيمة بن مدركة كنانة و اسد اواسدة والهون

وام کنانہ منھم عوانة بنت سعد بن قیس بن غیلان بن مضر و قیل ھند بنت عمرو بن قیس ابن غیلان قرأته بخط احمد بن یحیی بن جابر و ام سائر بنیه برّة بنت مرّاخت تمیم بن مرّبن ادبن طابخة و فی کنانه نور رسو ل اللہ صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم ."

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 150)

علامہ ابن حبان نے غیلان کی بجائے عیلان عین کے ساتھ لکھا ہے۔

(سیرۃ نبویہ واخبار الخلفا صفحہ 47)

حضرت کنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے عالم اور اپنی قوم کے سردار تھے ان کے علمی، کمال کی وجہ سے عرب انہیں ملجأ و ماویٰ سمجھتے تھے اور اکثر ان کے حضور حاضر رہتے تھے اور حضرت کنانہ یہ خطاب فرمایا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان جن کا نام احمد ہوگا مکہ شریف میں پیدا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی لوگوں کو دعوت دیں گے اور نیکی و احسان اور مکارمِ اخلاق کا حکم فرمائیں گے تو اے عرب تم ان کی اتباع و پیروی کرنا اور انہیں نہ جھٹلانا کہ عزّت وشرف اس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ہی سے ہے اور وہی حق ہے، علامہ احمد بن زینی بن دحلان شافعی مفتی مکہ "السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ" میں اور امام حلبی "انسان العیون" میں رقمطراز ہیں:

مانقل عن جدّہ صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم کنانة بن خزیمة انّه کان شیخًا عظیمًا حسنا تقصدہ العرب لعلمه و فضله و کان یقول قد آن خرو ج نبی من مکة یدعی احمد یدعوالی ا للہ تعالیٰ و الیٰ البروالاحسان و مکارم الاخلاق، فاتبعوہ تزدا د و اشرفا و عزا الی عزکم ولا تعتدوا ای لا تکذبوا ما جاء به فھو ا الحق."

(جلد 1 صفحہ 10 وجلد 1 صفحہ 16)

اور حضرت کنانہ جب کسی کا کوئی عیب دیکھتے تو اسکی پردہ پوشی فرماتے، سیرت حلبیہ میں ہے۔

"قیل له کنانه(الی ان قال)لستره علی قومه و حفظه لا سرارھم

(جلد 1 صفحہ 16)

حضرت کنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی کا نام خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ خزیمہ خزمہ کی تصغیر ہے، اور یہ خزم سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے بکھرے موتیوں کو ایک جگہ جمع کر دینا۔

چونکہ ان کے آباء واجداد میں جو نورِ علم وایمان اور تقویٰ عرفان تھا وہ تمام نور اللہ تعالیٰ نے ان میں جمع فرما دیا اس لئے ان کا نام خزیمہ رکھا گیا۔ ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور جلوہ گر تھا، علامہ دیار بکری فرماتے ہیں:

وانّما سمی خزیمة تصغیر خزمة لا نه خزم نو آبائه و فیه نور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 10)

اور علامہ احمد بن زینی بن دحلان شافعی مفتی مکہ ارشاد فرماتے ہیں:

وجاء ان خزیمة کان یری نور النبی صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم بین عینیه

(السیرۃ النبویۃ والاثار المحمدیۃ جلد 1 صفحہ 10)

امام جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 911ھ) اپنی کتاب ''مسالک الحنفاء'' میں لکھتے ہیں:۔

وقد اخرج ابن حبیب فی تاریخه عن ابن عبّاس قال: کان معد و ابیعة و مضر و خزیمه و اصله علی ملة ابراهیم علیه السلام فلا تذکر و هم الابخیر

(مسالک الحنفاء صفحہ 37)

ترجمہ: کہ امام ابن حبیب نے اپنی تاریخ میں سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ معد، ربیعۃ، مضر، خزیمہ، دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے تو انہیں بھلائی کے ساتھ ہی یاد کیا کرو۔

امام ابنِ حبیب کا تعارف

متقدمین مؤرخین میں سے ابنِ حبیب نام کے دو بزرگ ہوئے ہیں، اور مجھے یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اس حدیث کے راوی کون سے ابن حبیب ہیں، اسلئے ان دونوں بزرگوں کا مختصر تعارف لکھ رہا ہوں،

امام محمّد بن حبیب بن امیّۃ بن عمرو الہاشمی البغدادی

عالم باللغة و الشعر والاخبار والنساب، یہ بزرگ امام ابن الاعرابی، ابن الکلبی، قطرب، اور ابوعبیدہ، ابو یقظان کے شاگرد ہیں اور علامہ ابوسعید سکری کے استاذ ہیں، یہ بغداد شریف میں پیدا ہوئے اور ماہِ ذی الحجہ میں سامراء کے مقام پر 245ھ میں وفات پائی۔

(از معجم المولفین جلد 9 صفحہ 174)

امام ابومروان عبدالملک بن حبیب بن سلیمان بن ہارون ابن جاہمۃ بن عباس بن مرداس السلمی العباسی الاندلسی القرطبی المالکی

فقیہہ علیٰ مذہب المدینین، مؤرخ، علم نسب کے ماہر، ادیب، لغوی، نحوی، عروضی شاعر، ابیرہ کے مقام پر 180ھ میں پیدا ہوئے اور قرطبہ میں رہے وہاں سے مصر چلے گئے اور مصر سے پھر اندلس آ گئے اور وہیں اندلس میں

238ھ میں پانچ رمضان المبارک کو وفات پائی۔

(از: معجم المؤلفین جلد 6 صفحہ 181)

نیز اسی حدیث کو علامہ احمد بن زینی بن دحلان مفتی مکہ نے اپنی کتاب ''السیرۃ النبویہ والا ثار المحمدیہ'' میں امام المفسرین، سید المحدثین، سند المؤرخین ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی 310ھ کی ''تاریخ الامم والملوک'' کے حوالہ سے نقل کیا اور اس میں حضرت اسد کے نام کا اضافہ ہے، حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے، علامہ طبری نے بنت اسلم بن الحاف بن قضاعہ ذکر کیا ہے۔

(تاریخ الامم والملوک جلد 1 صفحہ 188)

حضرت علامہ ابن حبان نے بنت اسلم کی بجائے بنت سعد لکھا ہے (سیرتِ نبویہ صفحہ 47)

حضرت علامہ دیار بکری نے سلمی بنت سود بن اسلم ذکر کیا، اور بعض نے قزیمہ ذکر کیا ہے۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 150)

حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک حقیقی بھائی تھا اس کا نام ہذیل اور ایک بھائی سوتیلا (یعنی ماں کی طرف سے) اس کا نام تغلب ابن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہے، امام طبری لکھتے ہیں:

خزیمہ و امہ سلمی بنت اسلم الحاف بن قضاعہ واخوہ لا بیہ و امہ ھذیل و اخوھما لا مھا تغلب ابن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعۃ و قد قیل ان ام خزیمہ و ھذیل سلمی بنت اسد ابن ربیعۃ (تاریخ الامم والملوک جلد 1 صفحہ 189)

حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ گرامی کا نام بقول امام ابن ہشام، عامر اور بقول علامہ طبری عمرو، علامہ حلبی نے بھی یہی ذکر کیا ہے اور لقب مدرکۃ ہے، حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام عرب سے زیادہ معزز ومکرم تھے۔ علامہ حلبی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں:

قیل لہ مدرکۃ لا نہ ادرک کل عزو فخر کان فی آبائہ

(سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 16)

حضرت مدرکۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ میں آنکھوں کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ظاہر ہوتا تھا، چنانچہ حضرت علامہ دیار بکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں:

وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جلد 1 صفحہ 150)

اور علامہ احمد بن زینی بن دحلان مفتی مکہ اپنی کتاب ''السیرت النبویۃ والا ثار المحمدیہ'' میں لکھتے ہیں:

''کان یری نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین عینیہ'' (جلد 1 صفحہ 10)

اور علامہ حلبی اپنی کتاب ''انسان العیون فی سیرت الامین المأمون'' (متوفی 1044ھ) میں رقمطراز ہیں:

وکان فیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ای و لعل المراد طھورہ فیہ (جلد 1 صفحہ 16)

حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام لیلیٰ، لقب خندف بنت حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعۃ اور خندف کی والدہ کا نام ضرّیہ بنت ربیعۃ بن نزار ہے، حضرت مدرکۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور دو بھائی تھے:

(1) طابخۃ : اس کا نام عامر تھا اور

(2) قمعۃ : اس کا عمیر تھا۔

حضرت مدرکۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا لقب خندف اس لئے رکھا گیا کہ ایک بار حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹوں کو ایک چراگاہ میں لے کر جارہے تھے، تو اچانک ایک خرگوش نکلا اور اونٹ اس خرگوش سے ڈر کر بھاگ گئے، حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادوں کو فرمایا جاؤ اونٹ تلاش کر کے لاؤ، تو تینوں بھائی اس مقصد کے لئے نکلے، حضرت عمرو نے اونٹوں کو پالیا اور حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خرگوش کو پکڑ کر اسے ذبح کیا اور پکانا شروع کردیا، انہیں وہ پکاتے ہوئے دیکھ کر حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: انت طابحۃ ''تو پکانے والا ہے'' ان کا یہ لقب مشہور ہوگیا، اور حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوف کی وجہ سے کسی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے اور وہاں سے نہ نکلے تو حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو فرمایا ''انت قمعتہ ''تو چھپنے والا ہے'' اور حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ان کے پیچھے بڑی تیزی سے جانے لگی تو حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو انہیں فرمایا ''این تخندفین'' ای تسعین ''تو کہاں دوڑی جارہی ہے، اس وجہ سے ان کا لقب ''خندف'' مشہور ہوگیا۔ اسکے علاوہ مؤرخین نے اور وجوہ بھی بیان کی ہیں۔

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 189)
(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 150)

مگر مشہور وجہ یہی ہے کہ جو ہم نے بیان کی ہے۔

حضرت مدرکۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ گرامی کا نام حبیب ''لقب الیاس'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علامہ سدید الدولۃ محمد بن عبدالکریم بن ابراہیم بن عبدالکریم بن رفاعہ الشیبانی المعروف بابن الانباری متوفی 557ھ (معجم المولفین جلد 1 صفحہ 186) کے نزدیک 'اِلیاس' ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اور علامہ ابو محمد، محدث، لغوی، نحوی، قاسم بن ثابت بن خرم بن عبدالرحمٰن ابن مطرف بن سلیمان بن یحییٰ العونی السرقسطی، ان کی پیدائش 255ھ میں ہوئی، اور ماہِ شوال 302ھ سرقسطۃ کے شہر میں وفات پائی۔

(از: معجم المؤلفین جلد 8 صفحہ 96)

موصوف اپنی کتاب ''الدلائل فی شرح غریب الحدیث'' میں فرماتے ہیں کہ ''اَلیاس'' ہمزہ کی زبر کے

ساتھ پڑھا جاتا ہے اور یہ "رجاء" (امید) کی ضد ہے، یعنی اس کا معنی ہے "نا امیدی"

(الروض الانف جلد 1 صفحہ 7)

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس جلد 1 صفحہ 149)

حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب "الیاس" اس لئے رکھا گیا کہ ان کے والد بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی اولاد نہیں تھی اور وہ بالکل نا امید ہو چکے تھے، اس نا امیدی کی عُمر میں حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو ان کے والد نے ان کا لقب "الیاس" یعنی سن نا امیدی میں پیدا ہونیوالا بچہ رکھ دیا، اور وہ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔

اسی وجہ سے اکثر اہل سیرت نے ان کا نام الیاس ہی لکھا ہے، صرف امام بکری نے سیرۃ مغلطائی کے حوالہ سے ان کا نام "حبیب" ذکر کیا ہے، حضرت حبیب الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن و صالح تھے ان کے ایمان کی احادیث میں صراحت موجود ہے، حضرت علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الروض الانف" میں لکھتے ہیں:

ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم انّہ قال لا تسبوا الیاس فانه کان مؤمنا "

"کہ حضرت الیاس کو برا مت کہو کیونکہ بلاشبہ وہ مؤمن تھے" (جلد 1 صفحہ 8)

یہ حدیث امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسائل میں علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل فرمائی، اور علامہ دیار بکری حیاۃ الحیوان کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"کان الیاس مؤمناً و کان یسمع من صلبه تلبیة النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بالحج فیتعجب منه"

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 149)

یعنی حضرت الیاس مومن تھے اور وہ حج کے دنوں میں اپنی پشت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تلبیہ (لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والمُلک لا شریک لک) پڑھنے کی بھینی بھینی آواز سنتے تھے اور وہ تعجب فرماتے تھے، اور امام سُہیلی "الروض الانف" میں لکھتے ہیں:

وذکر انه کان یسمع فی صلبه تلبیة النّبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بالحج

(جلد 1 صفحہ 8)

علامہ سُہیلی کی یہ عبارت علامہ سیوطی نے اپنے رسائل میں بھی نقل فرمائی، اور امام حلبی "انسان العیون" میں لکھتے ہیں:

وجاء فی حدیث لا تسبوا ألیاس فانه کان مؤمناً (الی ان قال) و کان الیاس یسمع من صلبه تلبیة النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم المعروفة فی الحجّ۔

(انسان العیون جلد 1 صفحہ 17)

علامہ احمد بن زینی بن دحلان شافعی مفتی مکہ ''السیرت النبویۃ الآثار المحمدیہ'' میں رقمطراز ہیں:

و تواتر ان جده صلى اللہ علیہ وآلہ وسلم الياس كان يسمع من صلبه تلبية النبى صلى اللہ علیہ وآلہ وسلم المعروفة فى الحج (الى ان قال) وجاء فى الحديث لا تسبوا الياس فانه كان مؤمناً (جلد 1 صفحہ 10 علی حاش الحلیہ)

''یعنی یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی صلب مطہر سے آقاءِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلبیۂ حج پڑھنے کی آواز سُنتے تھے،اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا مت کہو کیونکہ بلاشبہ وہ مؤمن تھے،اوران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ظاہر ہوتا تھا''،علامہ دیار بکری لکھتے ہیں:

وفيه نور رسول الله صلى اللہ علیہ وآلہ وسلم (تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 149)

حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب میں ایسے ہی صاحب علم وفضل اور صاحبِ حکمت و دانا تھے جیسے حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم میں صاحب حکمت اور علم وفضل کے مالک تھے،حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم وفضل وصاحبِ حکمت ہونے کی وجہ سے عرب ان کی نہایت ہی تعظیم کرتے تھے اور انہیں قائدِ عرب اور سیدالعشیر ہ کے نام سے پکارتے تھے،حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے حاکم تھے،تمام عرب ان کے بغیر اپنے کسی معاملہ میں خودکوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ عرب کے تمام معاملات میں حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوفیصلہ فرماتے اسی پرعمل کیا جاتا تھا۔

علامہ دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں:

ولم تزل العرب تعظّم الياس بن مضر تعظيم اهل الحكمة كلقمان و اشباهه و كان يدعى كبير قومه و سيّد عشيرته ولا يقطع امر و لا يقضى لهم دونه .

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 149)

علامہ احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمۃ ارشادفرماتے ہیں،

وكان كبيرا عند العرب يدعوته سيد العشيرة ولا يقضون امرا دونه (الى ان قال) و كان فى العرب مثل لقمان الحكيم فى قومه ،(السیرۃ النبویہ جلد 1 صفحہ 10)

حضرت علامہ حلبی ارشادفرماتے ہیں:

وعظم امره عند العرب حتى كانت تدعوه بكبير قومه و سيد عشيرته و كانت لا تقضى امرا دونه (الى ان قال) و كان فى العرب مثل لقمان الحكيم فى قومه.

(انسان العیون جلد 1 صفحہ 17)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد جب رکن یمانی چھپا دیا گیا اور لوگوں کو اس کا کچھ علم نہ تھا تو سب سے پہلے حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر مطلع ہوئے اور آپ نے مقام ابراہیم کو اس کے اصل مقام پر رکھا۔
علامہ دیار بکری فرماتے ہیں:

انما هلك الركن بعد ابراهيم و اسماعيل عليهما السلام و هو الاشبه

(از: تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 150)

اور سب سے پہلے ھدی کے لئے ایام حج میں حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانور بھیجے ھدی اس جانور کو کہتے ہیں جو محصر (یعنی وہ محرم جسے دشمن وغیرہ راستے میں روک سکتا ہو) قربانی کے لئے ایام حج میں مکہ معظمہ میں بھیجے، تاریخ خمیس، سیرتِ حلبیہ، سیرتِ نبویہ الزینی دحلان وغیرہ کُتبِ سیرت میں ہے:

"وهو اوّل من اهدى البدن الى البيت"

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سُنت کو برقرار رکھا بلکہ ہدی کے بھیجنے کو اپنے شعائر میں سے قرار دیا۔
قرآن کریم میں ربّ ذوالجلال کا فرمان ہے: (سورۃ الحج آیت 36)

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ

ترجمہ: "اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے نشانیوں سے کئے تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے تو ان پر اللہ کا نام لو"۔

اور سب سے پہلے سل کی مرض انہیں لاحق ہوئی اور اسکی وجہ سے ان کا انتقال ہوا، جب حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کی زوجہ اس پر بہت ہی غمگین ہوئیں اور وہ غم ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔
سیرتِ حلبیہ میں ہے:

وهو اوّل من مات بعلّة السّل و لما مات حزنت عليه زوجته خِندِف حزناً شديداً لم يظلها سقف بعد موته حتى ماتت (جلد 1 صفحہ 17)

حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات جمعرات کے دن ہوئی، علامہ دیار بکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں:

و كانت وفاة الياس يوم الخميس (جلد 1 صفحہ 150)

حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے نام میں بھی اختلاف ہے، بعض نے حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام خزیمہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ علامہ دیار بکری فرماتے ہیں۔

وتزوج مضر خزيمة فولدت له الياس "(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 149)

اور امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی والدہ کا نام رباب بنت حیدہ بن معد لکھا ہے، اور حضرت الیاس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بھائی تھا۔اس کا نام عیلان تھا،عیلان عیلہ سے ماخوذ ہے اور عیلہ کا معنی ہے محتاجی چونکہ حضرت عیلان بہت سخی تھے،اور بہت خرچ کرتے تھے اس وجہ سے لوگ عتاب کرتے اور انہیں کہتے تھے کہ تو محتاج ہو جائے گا۔اے عیلان،تو یہی (عیلان) نام مشہور ہو گیا۔

تاریخ طبری میں ہے:

وامه الرباب بنت حيدة بن معد واخوه لا بيه و امه الياس و هو عيلان و سمى عيلان فيما ذكر لا نه كان يعتب على جوده فيقال له لتغلبنَّ عليك العيلة ياعيلان فلزمه هذا الاسم (جلد2صفحه 189)

حضرت علامہ ابن حبان نے ربابہ بنت ایاس بن معد ذکر کیا ہے۔

(سیرت نبویہ صفحہ 48)

حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

مضر مضيرة یا اللبن الماضر سے ماخوذ ہے،مضیرہ ایک ایسی شئی ہے جو دودھ سے تیار کی جاتی ہے اور وہ نہایت ہی سفید رنگ کی ہوتی ہے،چونکہ حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی سفید رنگ کے تھے اس لئے ان کا نام مضر رکھا گیا۔

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ ''الروض الانف'' میں لکھتے ہیں:

واما مضر فقد قال القتبى هو من المضيرة او من اللبن الماضر والمضيرة شئ يصنع من اللبن فسمى مضر لبياضه (جلد1صفحہ 8)

اور ان کو مضر الحمراء کہا جاتا تھا،کیوں کہ جب حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد گرامی کا ترکہ آپس میں تقسیم کیا تو ان کے مال سے جو سونا تھا وہ حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لیا اور گھوڑے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لئے،اس وجہ سے حضرت مضر کو حضرت مضر الحمراء اور حضرت ربیعہ کو ربیعہ الفرس کہتے تھے۔

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ سیرتِ حلبیہ میں لکھتے ہیں:

ويقال له مضر الحمراء قيل لا نه لما اقتسم هو و اخوه ربيعة مال والدهما اعنّى نزارًا اخذ مضر الذهب فقيل له مضر الحمراء و اخذ ربيعة الخيل و منثم قيل له ربيعة الفرس (جلد1صفحہ 17)

حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی حسین وجمیل تھے،دیکھنے والے کا دل موہ لیتے تھے کہ اگر ان کو کوئی دیکھتا تو وہ ان پر فریفتہ ہو جاتا اور ان کی آواز بھی بہت ہی پیاری تھی،درحقیقت ان کا یہ حسن وجمال اور چہرہ کی دمک نور مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت تھی۔

امام الشافعیہ مُفتی حرم علامہ احمد بن زینی بن احمد دحلان اپنی کتاب ''سیرتِ نبویہ وآثار المحمدیہ'' میں لکھتے ہیں:

وجاء ایضاً ان مضر انّما سمی بذلک لانہ کان یمضر القلوب ای یأخذھا لحسنہ وجمالہ ولم یرہ احد الا احبّہ لما کان یشاھد فی وجھہ من نور النّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جلد 1 صفحہ 10)

اور امام بکری رقمطراز ہیں:

وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و انّما سمی مضر لانہ اخذ بالقلب ولمیکن یراہ احد الا احبہ (الی ان قال) وکان من احسن النّاس صوتا.

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 148)

حضرت مضر وحضرت ربیعہ مومن ومُتقّی تھے

حضرت مضر وحضرت ربیعہ رضی اللہ عنہما دونوں مومن، صالح ومتقی اور پرہیزگار تھے، احادیث مبارکہ میں ان کے مومن ہونے کی صراحت موجود ہے۔ علامہ دیار بکری حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں:

'کَان مُسلماً علیٰ مِلة ابراھیم' کہ وہ مسلمان تھے ملّتِ ابراہیمی پر تھے

(تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 148)

علامہ زینی دحلان سیرت نبویہ میں علامہ حلبی سیرتِ حلبیہ میں فرماتے ہیں:

وجاء فی حدیث لا تسبوا ربیعة ولا مضر فانھما کانا مؤمنین، وفی رُوایة لا تسبوا مضر فانہ کان علی ملة ابراھیم (رواہ الحلبی فقط) و فی حدیث غریب لا تسبوا مضر فانہ کان علیٰ دین اسمٰعیل.

(سیرۃِ نبویہ علامہ زینی دحلان جلد 1 صفحہ 10 اور سیرۃِ حلبیہ جلد 1 صفحہ 17)

اور تاریخِ خمیس میں ہے کہ حضرت میمون بن مہران نے حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لا تسبوا مضر ولا ربیعة فانھما کانا من المسلمین''

(جلد 1 صفحہ 149)

اور امام المحدثین جلال الملتہ والدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''مسالک الحنفاء'' میں اور

''التعظیم والمنۃ'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت زبیر بن بکار نے مرفوعاً روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبوا مضر ولا ربیعة فانهما کانا مؤمنین (صفحہ 51)

(مسالک الحنفاء صفحہ 37)

اور یہی حدیث امام سُہیلی نے ''الروض الانف'' میں سند کے بغیر نقل فرمائی ہے۔

(جلد1 صفحہ 8)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مسالک الحنفاء میں علامہ سہیلی سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں،

قلت : وقفت علیه مسندا'' مجھے اسکی سند معلوم ہے،

پھر امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اسکی سند بیان فرمائی لیکن اس میں ''مسلمینِ'' کے لفظ ہیں، اور وہ سند درج ذیل ہے۔

اس سند کو حضرت علامہ ابوبکر محمد بن خلف بن حبان المعروف وکیع نے اپنی کتب ''العزر من الاخبار'' میں ذکر کیا، فرماتے ہیں،

''ہمیں حدیث بیان کی اسحاق بن داؤد بن عیسٰی المروزی ابو یعقوب الشعرانی نے انہیں حدیث بیان کی سلیمان بن عبدالرحمٰن الدمشقی نے انہیں عثمان بن فائد نے انہوں نے حضرت یحیٰی بن طلحہ بن عبیداللہ نے وہ حضرت اسماعیل بن محمد بن سعد ابی وقاص سے وہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے ارشاد فرمایا'' حضرت ربیعہ اور حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا مت کہو کہ بلاشبہ وہ مسلمان تھے'' چنانچہ لکھتے ہیں۔

قال: حدثنا اسحاق بن دائود بن عیسی المروزی ابو یعقوب الشعرانی قال حدثنا سلیمان بن عبد الرحمن الدمشقی قال حدثنا عثمان بن فائد عن یحیی بن طلحة بن عبید الله عن اسمٰعیل بن محمد بن سعد بن ابی و قاص عن عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی الله عنهما عن رسول الله صلی اللهعلیه وآلهٖ وسلم قال: لا تسبوا ربیعة ولا مضر فانهما کانا مسلمین ۔(صفحہ 37)

سندِ حدیث پر بحث

1: علامه حضرت ابوبکر محمد بن خلف بن حیان بن صدقه بن زیاد العنبی، المعروف بو کیع ''صاحب غرر من الاخبار ''فقیه ' قاری قرآن نحوی، مؤرخ اور اصحابِ سیر میں سے تھے، شاعر

بھی تھے اوراھواز کے قاضی تھے،ان کی وفات بغدادشریف ماہِ ربیع الاوّل 306ھ میں ہوئی۔

(معجم المولفین جلد9 صفحہ284)

لسان المیز ان میں ہے:

کان عالمًا فاضلاً نبیلاً فصیحا من اهل القرآن والفقه والنحو ، (الی ان قال)

حسن الا خبار عارفاً بایام النّاس.

(جلد5 صفحہ156 و157)

یعنی علامہ ابوبکروکیع عالم،فاضل،فصیح وبلیغ،قاریٔ قرآن،فقیہ،نحوی،مؤرخ وعظیم محدث تھے۔

2: امام اسحٰق بن داوٗد بن عیسٰی المروزی ابویعقوب الشعرانی ان کا ترجمہ راقم کوکتب اسماءالرجال میں نہیں مل سکا۔

3: علامہ ابوایوب سلیمان بن عبدالرحمٰن بن عیسٰی بن میمون التمیم الدمشقی ابن بنت شرجیل بن مسلم الخولانی یہ امام بخاری وامام ابوداوٗد کے شیخ ہیں۔امام بخاری نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔یہ ثقہ اوراہلِ دمشق کے فقیہہ تھےان کی پیدائش 152ھ یا153ھ میں ہوئی اوران کی وفات 232ھ یا233ھ میں ہوئی،

(تہذیب التہذیب جلد4 صفحہ208)

4: حضرت ابولبابہ عثمان بن فائدالقرشی البصری یہ بھی ثقہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد7 صفحہ148)

5: یحیی بن طلحہ بن عبیداللہ القرشی التیمی المدنی،یہ تابعی ہیں ثقہ ہیں

(تہذیب التہذیب جلد2 صفحہ233)

6: اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص الزہری المدنی جلیل القدرتابعی،ثقہ رجال صحیح میں سے ہیں،ان کی پیدائش60ھ کے بعد ہوئی اوروفات134ھ میں ہوئی۔

(تہذیب التہذیب جلد1 صفحہ329)

7: اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرالصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابی ہیں،ان کے ثقہ وعادل ہونے میں کوئی کلام نہیں،یہ حدیث لائق حجۃ ہے:

اورعلامہ ابن سعد نے طبقات میں بسند خالد بن خداش وہ حضرت عبداللہ بن وھب سے وہ سعید بن ابی ابوایوب سے وہ حضرت عبداللہ بن خالد سے مرسلاً روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

”لا تسبو امضر فانه کانَ قد اسلم“

سند حدیث

1: خالد بن خداش بن عجلان الازدی المہلبی ابوالہیثم البصری البغدادی، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں، امام بخاری نے الادب المفرد میں ان سے احادیث روایت کی ہیں، اور یہ امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابوحاتم، امام ابوزرعۃ، امام الفقہاء والمحدثین احمد بن حنبل وغیرہم اجلہ محدثین کے بھی شیخ ہیں، یہ رجال صحیح میں سے ہیں ان کی وفات 223ھ یا 224ھ میں ہوئی"۔

(ازتہذیب التہذیب جلد3 صفحہ85)

2: حضرت علامہ ابومحمد عبد بن وہب بن مُسلم القرشی، الفقیہہ، یہ امام سفیان ثوری اور سفیان بن عینیہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے تلمیذ اور امام علی بن المدینی، محمد بن سلمہ المراد وغیرھما اکابر محدثین کے شیخ ہیں، یہ بھی رجالِ صحیح میں سے ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد6 صفحہ72)

3: سعید بن ابی ایوب، ان کا نام مقلاص الخزاعی ابویحیی المصری، یہ کعب بن علقمہ، عقیل بن خالد، شرجیل بن شریک کے شاگرد اور امام ابن جریج، امام ابن المبارک وغیرہ آئمہ محدثین کے شیخ ہیں، ان کی پیدائش 100ھ اور وفات 149ھ یا 161ھ۔ اور یہ بھی ثقہ تھے، رجال صحیح سے ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد4 صفحہ 7،8)

4: عبداللہ بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ تابعی ہیں، بعض اصحاب جرح وتعدیل نے انہیں ضعیف کہا۔

یہ حدیث بھی لائق حجت ہے، اور امام دیار بکری نے ایک اور حدیث روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا اختلف النّاس فالحق مع مضر "

"یعنی جب لوگ اختلاف کریں (مذہب وعقائد میں کئی فرقے ہوجائیں) تو حضرت مضر کے ساتھ لاحق ہوجانا (یعنی تو ملّتِ ابراہیم علیہ السلام پر رہنا جیسا کہ حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین ابراہیمی پر تھے)۔"

(ازتاریخ خمیس جلد1 صفحہ149)

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہوگیا کہ حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤمن، متقی، اور دینِ ابراہیمی علیہ السلام پر تھے، حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین بھائی اور تھے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

(1) ایاد (2) ربیعہ (3) انمار،

ان سب کی والدہ کا نام سودہ بنت عک بن عدنان اور بعض کے نزدیک حضرت سودہ صرف حضرت مضر کی

والدہ ہیں۔ان کے علاوہ باقی تین کی والدہ کا نام شقیقة بنت عک بن عدنان، یہ حضرت سودہ کی بہن ہیں،
تاریخ خمیس میں ہے:

ولد نزار بن معد اربعة بنين مضر ، و ربيعة وانّما روایاد (الى ان قال) وامهم سودة بنت عک بن عدنان و قیل هی ام خاصّة وام اخوته الثلاثة اختها شُقَيقَة بنت عک بن عدنان

(جلد1 صفحہ 148)

لیکن حضرت علامہ ابوجعفر طبری فرماتے ہیں کہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ اور ایاد کی والدہ سودہ بنت عک عدنان اور ربیعة وانمار کی والدہ کا نام جلالة بنت وعلان بن جوشم بن جُلہمة بن عمر وقبیلہ بنی جرہم سے تھیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

امه سودة بنت عک واخوه لا بيه وامه اياولهااخوان من ابيهما من غير امهما و هما ربيعة و انما امهما جلالة بنت وعلان بن جوشم بن جلهمة بن عمرو من جرهم

(تاریخ طبری جلد2 صفحہ 189)

حضرت مضر رضی اللہ عنہ کی قبرانور مقامِ روحاء میں ہے اور لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔چنانچہ حضرت علامہ حلبی سیرتِ حلبیہ میں لکھتے ہیں:

"وعن ابی عبيد البكرى ان قبر مضر بالروحاء يزار"

اور مقامِ روحاء مدینہ شریف سے تقریباً دوراتوں کا سفر ہے، امام حلبی فرماتے ہیں:

"والرَّوُحَاء على ليلتين من المدينة"

(سیرۃ حلبیہ جلد1 صفحہ 17)

اور علامہ زینی دحلان فرماتے ہیں:

قيل ان قبر مضر بالرّوحاء (سیرت نبویہ جلد1 صفحہ 11)

علامہ ابوعبیدالبکری کا تعارف

علامہ ابوعبید عبداللہ بن عبدالعزیز بن محمد بن ایوف ابن عمروالبکری،لغوی، مؤرّخ،علم نسب کے ماہر، جغرافیہ کے ماہر، ماہِ شوال قرطبہ کے شہر 432ھ میں پیدا ہوئے اور 487ھ میں وفات پائی اور مقبرۂ ام سلمہ میں مدفون ہوئے۔

(از معجم المؤلفین جلد6 صفحہ 75)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نام "عبداللہ بن عبدالعزیز بن ابی مصعب اندلسی ابوعبید

البکری'' ذکر کیا ہے، پھر لکھتے ہیں:

كان اماماً لغويا، اخبار ياً، مقنّنا،

انہوں نے ایک کتاب لکھی اوراس میں اعلام نبوّۃ جمع فرمائے، علماء کے نزدیک انکی وہ کتاب بہت معتبر ہے اسی سے علماء استفادہ کرتے ہیں۔ان کا انتقال بھی ماہِ شوال میں ہوا (بغیۃ الوعاۃ صفحہ 285)

سیرتِ حلبیہ میں ابوعبیدہ لکھا ہے اور صحیح ابوعبیدٗ ہے، حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے ''جو شخص نیکی اور بھلائی کرے گا تو اسکو وہ مقام ومرتبہ نصیب ہوگا کہ لوگ اس کے مقام ومرتبہ کی وجہ سے اس پر رشک کریں گے، اور جو برائی کرے گا اُسے شرمندگی اور ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا''۔

حضرت علامہ علی بن برہان الدین ''انسان العیون'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

من يزرع خير ايحصد غبطة و من يزرع شرا يحصد ندامة . (جلد1 صفحہ17)

اوراسی طرح تاریخِ خمیس میں ہے: (جلد1 صفحہ149)

حضرت مضر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت نزار رضی اللہ عنہ، کنیت ابوایاد، یاابوربیعہ ہے،

(تاریخ طبری جلد2 صفحہ190)

نزار نزر (نون کی زیر کے ساتھ) سے ماخوذ ہے، اوراس کا معنی ہے، قلیل، تھوڑا کتبِ سیرت میں ہے کہ حضرت نزار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کے چہرۂ انور میں دو آنکھوں کے درمیان نور مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چمکتا تھا، جب ان کے والد نے حضرت نزار کے چہرہ انور میں نور مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چمکتا دیکھا تو بہت خوش ہوئے اورانہوں نے کئی اونٹ ذبح کیے اور کھانا پکایا اور بہت بڑی قربانی فرمائی، پھرانہوں نے فرمایا یہ سب کچھ یہ معمولی سی قربانی یہ اس بچے کے حق میں نزر ہے، اس وجہ سے ان کا نام نزار رکھ دیا گیا، اوروہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ حسین وجمیل اورسب سے زیادہ عقلمند اوردانا تھے، چنانچہ علامہ زینی دحلان سیرت نبویہ میں لکھتے ہیں:

وان نزار لما ولد نظر ابو ہ الیٰ نور النّبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم بین عینیه فرح فرحا شدیدًا و نحر و اطعم وقال ان ھذا کله نزر ای قلیل بحق ھذا المولود فسمی نزار ابذلک و کان اجمل اھل زمانه و کبرھم عقلاً.

(جلد1 صفحہ10 علی ھامش الحلبیہ)

اور حضرت علامہ دیاربکری لکھتے ہیں:

وانما سمی نزار ابکسر النون من النزر و ھو القلیل لان معدًا نظر الیٰ نور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم فی وجھه فقرب له قرباناً عظیما و قال لقد استقللت لک ھذا القربان و انه نزر قلیل فسمی نزار وخرج اجمل اھل زمانه

واکثر هم عقلاً"۔

(از: تاریخِ خمیس جلد 1 صفحہ 148)

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ حضرتِ نزار رضی اللہ عنہ کے مومن ہونے کی کوئی صراحت نہیں اور ان کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ وہ کس دین پر تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی کے ایمان کی صراحت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس کو کافر و مشرک نہیں کہا جائے گا جیسا کہ پہلے ہم پوری تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام کے متعلق یہ شک کرنا کہ وہ مؤمن تھے یا نہیں، ایمان کی خرابی کی دلیل ہے، جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام میں کوئی ایک بھی کافر تھا تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔ ہمارا ایمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام واُمہات مومنین ومومنات تھے آپ کے نسب مبارک کے طیب وطاہر ہونے میں کوئی شک نہیں، امام جلال الملۃ والدین السیوطی اپنی کتاب ''المقامۃ السندسیہ فی النبۃ المصطفویۃ'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

خير الخليقة اما وابا، واذ كاهم حسبا ونسبا، خلق الله لاجله الكونين، واقربه من كل مؤمن بعينين،

''یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والدین کے اعتبار سے پوری مخلوق سے بہتر ہیں اور حسب ونسب کے لحاظ سے پوری طرح سے زیادہ پاک، اللہ تعالیٰ نے انہیں کے لئے کونین کو پیدا فرمایا، اور انہیں دنیا میں مبعوث فرما کر ہر مومن کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی'' بلکہ خود آقاء دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''انا انفسكم نسبا'' ''میں تم سب میں اپنے نسب کے لحاظ سے نفیس ترین (از کیا یعنی پاک باز وافضل واعلےٰ وطیب وطاہر) ہوں''۔

امام حجۃ الاسلام زین الدین ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد الطوسی الشافعی الغزالی، حکیم متکلم، فقیہ، اصولی، صوفی، ان کی پیدائش طوس کے قصبہ طابران 450ھ میں ہوئی اور وفات 505ھ میں ہوئی۔

(از: معجم المؤلفین جلد 11 صفحہ 266)

امام شافعی ''مرآۃ الجنان'' میں لکھتے ہیں کہ امام عارف باللہ محمد بن اسماعیل الحضرمی رحمۃ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ امام غزالی کی کتابیں پڑھنا جائز ہے؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: محمد بن عبداللہ سیّد الانبیاء ومحمد بن ادریس سید الآئمہ ومحمد بن محمد بن محمد الغزالی سیّد المصنفین (جلد 3 صفحہ 190)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر آئمہ کرام کا فرمان ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں ہر

فرد کا طیّب وطاہر ہونا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔
چنانچہ امام سیوطی لکھتے ہیں:

ومن خصائصه فيما ذكره الغزالي وغيره انَّ الله ملكه الجنّة، و اذن له ان يقطع منها من يشاء ما يشاء واعظم بذلك منة، و خصّة بطهارة النسب تعظيمًا لشأنه، و حفظ آبائه من الدنس تتميما لبرهانه، وجعل كل اصل من اصوله خير اهلِ زمانه."

(المقامۃ السندسیۃ صفحہ 2)

لہٰذا حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مومن وصالح اور دین ابراہیمی پر تھے، اور سب سے پہلے عربی انہوں نے لکھی، اور حضرت نزار رضی اللہ عنہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کے ساتھ مل جاتا ہے اور ان سے آگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک اور امام احمد بن حنبل کا نسب مبارک ایک ہی ہے۔

''انسان العیون'' میں ہے:

هو اوّل من كتب الكتاب العربى علىٰ الصحيح و الامام احمد بن حنبل رضى الله عنه يجتمع معه صلى الله عليه و آله وسلم فى هذا الجد الّذى هو نزار

(جلد 1 صفحہ 17)

حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اور ان کے بیٹے حضرت ربیعہ کی قبر مدینہ منورہ کے قریب ذات الجیش کے مقام پر ہے۔

علامہ دیار بکری لکھتے ہیں:

ان قبر نزار بن معدّ و قبر ابنه ربيعة بن نزار بذات الجيش قرب المدينة

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس جلد 1 صفحہ 148)

حضرت نزار رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام معانہ بنت جوشم (قال ابن حبان : جوش) بن جُلْہُمَۃ بن عمرو (وذكر ابن حبان فى سيرة صفحہ 49) بن حلیمہ بن حرمیۃ: حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقریباً چودہ بھائی تھے، ان کے نام درج ذیل ہیں:

(1) قنص (2) قناصۃ (3) سنام (4) حیدان (5) حیادہ
(6) جنید (7) جنادہ (8) قحم (9) عبید الرّماح (10) عُرف
(11) عوف (12) شک (13) قضاعۃ (وذکرا لسہیل فی الروض جلد 1 صفحہ 15)

(14) سلہم (طبری جلد2 صفحہ190)

اور امام سہیلی نے ایک اور کا نام بھی ذکر کیا ہے وہ(15) اود، ہے، امام ابوجعفر طبری فرماتے ہیں کہ حضرت نزار کے اور بھائی بھی ہیں، لیکن ان کے ذکر نہیں فرمائے۔

حضرت نزار رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت معدّ رضی اللہ عنہ ہے، حضرت معدّ رضی اللہ عنہ کا ایک بھائی تھا، اس کا نام عک بن عدنان ہے، اور بعض مؤرخین واہل سیر نے حضرت معدّ کے چند اور بھائی بھی ذکر کیے ہیں۔ امام ابن کثیر سیرت نبویہ میں فرماتے ہیں کہ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت معدّ رضی اللہ عنہ کے اور بھائی بھی ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں:

(1) حارث (2) مذھب (3) ضحاک (4) عدن (وہ عدن شہر کے بانی ہیں)

(5) ابین (سیرۃ نبویہ جلد1 صفحہ82)

امام طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہے کہ حضرت معدّ کے بھائی کا نام دیث ہے اور بعض نے کہا کہ دیث اور عک ایک ہی شخص کا نام ہے اور بعض نے ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں۔

(1) ابیّ بن عدنان (2) واڈ بن عدنان (3) عیّ بن عدنان

(جلد2 صفحہ191)

اس طرح حضرت معدّ کے نو(9) بھائی ہوتے ہیں، اور حضرت معدّ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام مہدد بنت اللہم، اور اللہم بن جلجب بن جدیس، اور بعض کے نزدیک ابن طشم اور بعض نے کہا، ابن الطّوسم اور طوسم، یقشان بن ابراھیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد سے ہیں۔

(تاریخِ طبری جلد2 صفحہ191)

اور ابن حبان نے حضرت معدّ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام، مہددۃ بنت جلجب بن جدیس ذکر کیا ہے۔

(السیرت النبویہ صفحہ49)

حضرت معدّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس دور میں تھے؟

اس میں مؤرخین واہلِ سیر کی کتابوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے، ہم اس اختلاف کو پوری تفصیل سے لکھتے ہیں، اور اس کے بعد یہ واضح کریں گے کہ حضرت معدّ رضی اللہ عنہ کس دور میں تھے تا کہ کتب تاریخ وسیر کے حوالہ جات پڑھ کر اسکے متعلق اضطراب نہ ہو، ''انسان العیون'' میں امام ابن برہان حلبی لکھتے ہیں،

''وکان عدنان فی زمن عیسیٰ علیہ السلام'' (جلد1 صفحہ18)

''حضرت معدّ کے والد حضرت عدنان رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے''۔

اور یہ درست نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام میں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد حضرت لوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت علامہ طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

"حدثنی الحارث قال حدثنا محمد بن سعد قال اخبرنا هشام عن ابیه عن ابی صالح عن ابن عبّاس رضی اللہ عنهما قال کان بین میلاد عیسیٰ و النّبی خمس مائةو تسع و ستون سنة"

"مجھے حدیث بیان کی حارث نے انہیں محمد بن سعد نے اور انہیں خبر دی ہشام اپنے باپ سے وہ ابوصالح سے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے درمیان پانچ سوانہتر (569) سال ہیں۔"

اس قول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پانچ صد چھتیس برس چھ ماہ (536) قبل اٹھائے گئے، اور بعض کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے درمیان پانچ صد اکاون (551) برس ہیں،

"تاریخ الامم والملوک" میں ہے:

"قال بعضهم من مولد عیسیٰ الی مبعث محمد صلی اللہ علیه و آله وسلم خمس مائة سنة واحدی و خمسین سنة.

(جلد 2 صفحہ 170 و 171)

اس قول کے مطابق حضرت کعب بن لوی کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے نو (9) برس پہلے ہوئی۔

اور ہم پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت کعب کی وفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پانچ صد ساٹھ سال قبل ہوئی، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق حضرت کعب کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے انچاس برس (49) بعد ہوئی، لہٰذا کعب بن لوی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی زمانہ ہے اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عدنان کے درمیان تقریباً بارہ (12) آباء ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی زمانہ ہوا۔ لہٰذا یہ بات درست نہیں کہ حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت معدّ بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، چنانچہ امام ابوجعفر طبری فرماتے ہیں:

"ان اهل حضور لما قتلوا شعيب بن ذى مهدم الحضورى بعث الله عليهم بخت نصّر عذابًا فخرج ارمياء و برخيا مخملا معدّ ا فلما سكنت الحرب رداه الى مكة."
(تاريخ الامم و الملوک جلد2صفحه191)

"بلا شبہ جب اہلِ حضور نے حضرت شعیب بن ذی مہدم نبی اللہ علیہ السلام کوشہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلّط کر دیا تو حضرت ارمیاء اور حضرت برخیاء علیہم السلام حضرت معدّ کولیکر وہاں سے چلے گئے پس جب جنگ ختم ہوگئی تو ان کو واپس مکہ شریف پہنچادیا"۔

حَضُور

حضور یمن کا ایک شہر ہے اور یہ حضور بن عدی ابن مالک بن زید بن سدد بن حمیر بن سباء کے نام سے مشہور ہے، معجم البلدان میں ہے:

حضور : بالفتح ثم الضم: بلدةباليمن من اعمال زبيد، سميت بحضور بن عدى ابن مالک بن زيد بن سد دبن حمير بن سباء

(جلد2صفحہ272)

اہلِ حضور عرب تھے ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمایا، ان کا اسم گرامی حضرت شعیب علیہ السلام ہے اورانہوں نے اس نبی کوشہید کو دیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر عذاب بھیجا اوران پر بخت نصر کو مسلط کر دیا اور اسکے ذریعے اہلِ حضور کوتباہ وبرباد فرمایا:

ان کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء میں فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ باری ہے:(سورۃ الانبیاء آیت 11 تا 15)

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿11﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿12﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَ ارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿13﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿14﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿15﴾

ترجمہ: "اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں کہ وہ ظالم (ستم گار) تھیں اوران کے بعد اور قوم پیدا کی، تو جب انہوں نے ہمارا عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھا جبھی وہ اس سے بھاگنے لگے، نہ بھاگو اور لوٹ کے جاؤان آسائشوں کی طرف

جوتم کو دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف شائد تم سے پوچھا جائے، بولے ہائے خرابی ہماری، بلاشبہ ہم ظالم تھے، تو وہ یہی پکارتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے انہیں کر دیا کاٹے ہوئے، بجھے ہوئے''۔

تفسیرِ آیاتِ مبارکہ

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ پچھلی آیتوں میں جن مشرکین کے ہلاک کرنے کا ذکر ہے وہ کون تھے اور ان کے عادات واطوار کیا تھے اور وہ کس طرح ہلاک ہوئے تاکہ مشرکوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ بھی انہی مشرکوں کی طرح کافر و بدکار تھے اور مشرکین یہ سمجھ سکیں کہ جیسے ان پر عذاب آیا اور جیسے وہ ہلاک ہوئے ان مشرکوں پر بھی وہی عذاب آنا ہے لہٰذا یہ اللہ سے ڈریں اور کفر وشرک سے باز رہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں، چنانچہ ارشاد ہوا: ''ہم نے بہت سے شہر اور آبادیوں کو ہلاک و برباد کر دیا کہ ان کے رہنے والے بڑے ظالم اور بدکار تھے اور ہم نے ان کی جگہ دوسری نئی قومیں آباد کر دیں''، چنانچہ جب اس تباہ ہونے والی قوم نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو محسوس کیا اور انبیاء کرام علیہم السلام نے ان کو جو علامات بتائیں، وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے تو وہ اپنی سواریوں پر سوار ہو کر انہیں ایڑیاں مار کر اپنے شہر و دیار و مساکن اور سامان عیش سب کچھ چھوڑ کر بھاگے، تو ان کو عذاب کے فرشتوں نے طنزاً کہا ''بھاگتے کیوں ہو مت بھاگو تم اپنے مساکن اور باغات و نعمتوں کی طرف واپس لوٹ آؤ جہاں تمہارے فرزند، تمہاری بیویاں، اور محبوب عورتیں ہیں، جہاں تمہاری عیاشی اور رنگ رلیاں منانے کے اڈے ہیں تاکہ تم ان تمام چیزوں کو حسرت کی آنکھوں سے دیکھو اور اس مان کی دنیا میں ہلاک ہو جاؤ'' تو وہ ایسی حالت میں پکارتے رہے کہ اے افسوس ہم تو بڑے ظالم تھے۔ لیکن اب ان کا یہ کہنا اور پکارنا بیکار تھا، آخر وہ یہ پکارتے پکارتے تباہ و برباد ہو گئے ''اور ہم نے ان کو ایسا نیست و نابود کر دیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی یا انہیں بجھا دیا، یعنی ہم نے انہیں ایسا تباہ و برباد کیا کہ گویا وہ تھے ہی نہیں''، سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ''سرزمینِ یمن میں حضور نامی ایک بستی تھی وہاں کے رہنے والے عرب تھے ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے قوم حمیر میں ایک نبی مبعوث فرمایا ان کا نام حضرت شعیب علیہ السلام تھا، انہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی حتی کہ ایک شخص نے آگے بڑھ کر اپنی لاٹھی مار کر انہیں شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر بابلی کو مسلّط فرما دیا اس نے ان اہل حضور کو قتل کیا اور گرفتار کیا حتی کہ ان کا کوئی آدمی نہ بچا اور ان کے اسباب عیش سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا''، امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معدّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی بستی میں رہتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلّط کرنا چاہا تو حضرت ارمیاء اور حضرت برخیاء علیہم السلام ان کو ساتھ لے کر وہاں سے چلے گئے اور جنگ ختم ہونے کے بعد ان کو مکہ مکرمہ پہنچا دیا،

حضرت شُعَیب علیہ السلام

شعیب دوانبیاء علیہم السلام کا نام ہے ایک حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سُسر تھے، ان کی صاحبزادی حضرت صفورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوا، اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مدین اور اصحابِ ایکہ کی طرف مبعوث فرمایا، ان کا لقب خطیب الانبیاء ہے، امام ابن عساکر اپنی سند کے ساتھ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر کرتے تو ان کو خطیب الانبیاء کہتے تھے، ان کے نسب میں علماء کا اختلاف ہے، حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان کا نسب یوں ہے:

شعیب بن توبة بن ابراهیم

امام ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ شعیب بن مکیل بن یشجر بن مدین بن ابراہیم، اور بعض کے نزدیک، شُعیب ابن یثرون بن نوس بن مدین بن ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہے۔

(مظہری جلد 3 صفحہ 383)

امام طبری نے ان کا نسب اس طرح بیان کیا ہے:

شعیب بن صیفوان بن عنقا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم، اور ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت بشر ذوالکفل بن ایوب علیہم السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور حضرت شعیب علیہ السلام حضرت لوط علیہ لسلام کے نواسہ ہیں،

”تاریخِ الامم والملوک“ میں ہے:

وانّ اللہ عزّو جلّ بعث بعده (بعد بشر بن ایوب ذی الکفل) شعیب بن صیفون بن عنقاء بن ثابت بن مدین بن ابراهیم الی اهل مدین ، (الیٰ ان قال) جدّة شعیب ابنة لوط

(جلد 1 صفحہ 167)

اور حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بھائی ھاران (کمافی تاریخ الانبیاء صفحہ 121) یاھارمن (کمافی المظہری جلد 3 صفحہ 381) بن تارخ کے بیٹے ہیں، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے قوم سدوم کی طرف مبعوث فرمایا، اور وہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے، اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سُورۃ عنکبوت (آیات 28 تا 35) میں فرمایا ہے:

تاریخ خمیس میں ہے:

وآمن له لوط و قیل هو اوّل من صدقه و کان ابن اخیه هاران و هو لوط بن

هاران بن تارخ و هاران هو اخو ابراهيم

(جلد 1 صفحہ 85)

اور بعض نے کہا کہ سب سے پہلے حضرت سارۃ بنت ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائیں اور وہ ہاران حضرت ابراہیم کے بھائی نہیں بلکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا ہیں، اور اہلِ حضور کی طرف جو نبی مبعوث ہوئے وہ حضرت شعیب صاحبِ مدین نہیں بلکہ وہ شعیب بن ذی مہدم ہیں اور ان کی قبر یمن کے پہاڑ ضنن کے قریب ہے۔

علامہ محبّ الدین ابوالفیض السیّد محمد بن محمد بن عبدالرزاق المرتضیٰ الحسینی الواسطی الزبیدی الحنفی، لغوی، نحوی، محدث، اصولی، ادیب، ناظم، مؤرخ، علم نسب کے ماہر، ھند کے شہر بلگرام 1145ھ میں پیدا ہوئے، اور ماہِ شعبان، مصر میں 1205ھ کو طاعون کی مرض کی وجہ سے وفات پائی۔

(معجم المؤلفین جلد 11 صفحہ 282)

علامہ محبّ الدین اپنی کتاب ''تاج العروس من جواہر القاموس'' میں فرماتے ہیں:

ان اهلِ حضُور قتلوا شعيب بن ذى مهدم بنى ارسل اليهم و قبره بضنن جبل باليمن ، وليس هو شعيباً الا وّل صاحب مدين و هو ابن صيفى و يقال فيه ابن صيفون

(جلد 3 صفحہ 148)

(اور اسی طرح ''الروض الانف'' جلد 1 صفحہ 9 پر ہے)

اور یہ حمیر بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی قوم تھے (رُوح المعانی)

اور امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح، الانصاری الخزرجی الاندلسی القرطبی مفسّر، عابد و زاہد (متوفی 9 شوال پیر کی رات 671ھ) اپنی کتاب ''الجامع لاحکام القرآن'' میں لکھتے ہیں:

''وكان بعث اليهم بنى اسمه شعيب بن ذى مَهدَم و قبر شعيب هذا باليمن يقال لـه ضـنن كثير الثلج، وليس بشعيب صاحب مدين ؛ لانّ قصه حضور قبل مدة عيسىٰ عليه السلام، و بعد مئين من السنين من مدة سليمان عليه السلام و انّهم قتلو ا نبيّهم و قتل اصحاب الرس فى ذٰلك التاريخ نبيًّا لهم اسمه حنظلة بن صَفوان ، و كانت حضور بارض الحجاز من ناحية الشّام، فاوحى الله تعالىٰ الىٰ ارمياء عليه السلام ان احمل معدّ بن عدنان على البراق الىٰ ارض العراق كيلا تصيبه النقمة و البلاء معهم؛ فانى مستخرج من صلبه نبيًا فى آخر الزمان

اسمه محمّد صلی الله علیه وآله وسلم، فحمل معدّ و هو ابن اثنتی عشرة سنة فکان مع بنی اسرائیل الی ان کبرو تزوّج امرأة اسمها معانة"

(جلد 11 صفحہ 274)

"یعنی اہلِ حضور کی طرف ایک نبی مبعوث ہوئے ان کا نام شعیب بن ذی مہدم تھا اور ان کی قبر شریف ضنن پہاڑ (جس پر بہت برف پڑتی ہے جو یمن میں ہے) پر واقع ہے، اور وہ شعیب علیہ السلام صاحبِ مدین نہیں کیونکہ اہلِ حضور کا قصہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل اور حضرت سلیمان علیہ السّلام کے دور کے دوصد برس بعد ہوا اور بلاشبہ انہوں نے اپنے نبی کو شہید کر دیا اور اسی تاریخ میں اصحاب الرس نے اپنے نبی حضرت حنظلۃ بن صفوان علیہ السلام کو شہید کیا اور حضور شام کے کنارے سر زمین حجاز میں ایک بستی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ حضرت معدّ بن عدنان کو براق پر سوار کر کے سرزمینِ عراق لے جاؤ تا کہ اہلِ حضور کے ساتھ ان کو تکلیف و آزمائش نہ پہنچے پس بے شک میں ان کی پشت مبارک سے نبی آخر الزمان جن کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کو پیدا فرمانے والا ہوں، تو حضرت ارمیاء علیہ السلام حضرت معدّ کو لیکر عراق چلے گئے اور وہ (معدّ رضی اللہ عنہ) اس وقت بارہ سال کے تھے، پس وہ (معد) جوان ہونے تک بنی اسرائیل کے ساتھ رہے اور انہوں نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کا نام معانہ تھا"۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے واضح ہے کہ حضرت معدّ رضی اللہ عنہ اہلِ حضور کے ساتھ رہتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے بخت نصر بابلی (605ق م-562ق م) کو ان پر مسلّط فرمایا تو اس وقت حضرت ارمیاء علیہ السلام بحکمِ الٰہی ان کو ساتھ لے کر عراق چلے گئے۔

(روح البیان جلد 6 صفحہ 459)

حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السّلام

حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السّلام نبی تھے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور وہ خالد بن سنان کے ایک سو سال بعد مبعوث ہوئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب الرس کی طرف مبعوث فرمایا، اور اصحاب الرّس نے ان کی تکذیب کی اور انہیں شہید کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا اور انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

اصحاب الرّس

تاریخ خمیس میں ہے کہ اصحاب الرّس، (قرآن کریم کی سورۃ ق آیت 2 اور سورۃ الفرقان آیت 38) ایک قوم تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے عنقاء پرندے کے ذریعے آزمایا، وہ ایک نہایت خوبصورت پرندہ تھا اسکی گردن بہت ہی لمبی تھی اور اسکے اندر تمام رنگ تھے اور وہ ایک پہاڑ پر رہتا تھا اس پہاڑ کا نام فتخ یا دمخ تھا۔ اسکی گردن لمبی ہونے کی وجہ سے

اُسے عنقاء کہتے تھے، اور جب وہ بیٹھتا تو آسمان کی جانب ایک میل تک اُونچا ہوتا، وہ پرندہ اصحاب الرس کی قوم کے بچوں کو اُچک لیتا تھا اور انسانوں کو شکار کرتا تھا، تو اصحاب الرّس نے حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تو حضرت حنظلہ نے دُعا فرمائی ان کی دُعا سے وہ پرندہ اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔

(تاریخِ خمیس جلد 1 صفحہ 200)

اور بعض کے نزدیک یہ شعیب علیہ السلام جو اہل حضور کی طرف مبعوث ہوئے ان کا نام شعیب بن عیقی یا شعیب بن ضیفون ہے۔ چنانچہ امام شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی مؤرخ، ادیب، شاعر، لغوی، نحوی، ان کی پیدائش 574ھ رُوم میں ہوئی اور وفات 626ھ 20 رمضان المبارک حلب شہر کے قریب خان کے مقام پر ہوئی اور اپنی کتاب ''معجم البلدان'' میں لکھتے ہیں،

وذلک لقتلهم شعیب ابن عیقی و یقال ابن ضیفون (جلد 2 صفحہ 272) اور یہ درست نہیں ہے۔

اور علامہ اسمٰعیل حقی بن مصطفیٰ ابوالفدا الاستنبولی، الآیدوسی، البروسوی، ان کی ولادت 1063ھ میں ہوئی متوفی 1137ھ۔

(از معجم المولفین جلد 2 صفحہ 266)

علامہ اسمٰعیل حقی ''رُوح البیان'' میں لکھتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ جو نبی اہلِ حضور کی طرف مبعوث ہوئے ان کا نام موسیٰ بن میشا ہے۔

(جلد 6 صفحہ 459)

اور اسی طرح روح المعانی میں ہے:

اور حضرت سلیمان علیہ السلام (986-932 ق م) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (6 ق م تا 30 عیسوی) کے درمیان تقریباً آٹھ صد انتالیس (839) سال کا فاصلہ ہے۔

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت مُوسیٰ علیہ السلام (تیرھویں، چودھویں صدی قبل مسیح) سے لے کر حضرت داوٗد علیہ السلام (1012 ق م-972 ق م) کی ولادت تک ایک ہزار اناسی برس کا عرصہ ہے اور داوٗد علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت تک ایک ہزار ترپن (1053) برس کا عرصہ ہے،

چنانچہ امام طبری علیہ الرحمۃ بطریق ہشام بن محمد الکلبی وہ اپنے باپ محمد الکلبی سے وہ ابوصالح سے وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں،

مَن موسی الی داؤد مائة سنة و تسع و سبعون سنة و من داؤد الیٰ عیسیٰ الف سنة و ثلاث و خمسون سنة (تاریخ الامم والملوک جلد 2 صفحہ 171)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر ترپن برس(53) تھی۔

تاریخِ طبری میں ہے:

وکان جمیع عمر سلیمان بن داؤد فیما ذکر نیفاؤ خمسین سنة

(جلد1 صفحہ262)

اور جب حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات ہوئی اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر تیرہ(13) برس تھی اور چالیس سال وہ بادشاہ رہے۔

تاریخِ خمیس میں ہے،

ان سلیمان کان عمره ثلاثاً و خمسین سنة و مدة ملكه اربعون سنة (الی ان قال) وملک بعد و فاة ابیه داؤد وهو ابن ثلاث عشرة سنة (جلد صفحہ253)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اہل حضور کا واقعہ سلیمان علیہ السلام کی ولادت سے چھ سو اُنتالیس (639) برس قبل ہوا، اور امام علی بن برہان الحلبی ''انسان العیون'' میں لکھتے ہیں:

"ولما سلّط ا للہ بخت نصر علی العرب: امر ا للہ تعالیٰ ارمیاء ان یحمل معه معد بن عدنان، علی البراق کیلا تصیبه النقمة و قال فانی سأخرج من، صلبه نبیّا کریماً اختم به الرسل ففعل ارمیاء، ذلک واحتمله معه الی ارض الشام فنشأ مع بنی اسرائیل، ثم عاد بعد ان هدأت الفتن ای بموت بخت نصر"

''اور جب اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو عرب پر مسلّط فرمایا تو ارمیاء علیہ السّلام کو حکم فرمایا کہ معد بن عدنان کو براق پر سوار کر کے اپنے ساتھ لے جائیں تاکہ انہیں تکلیف نہ پہنچے، اور فرمایا میں ان کی پشت سے نبی کریم ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کروں گا تو ارمیاء علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور انہیں اپنے ساتھ سرزمین شام لے گئے تو حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ وہاں بنی اسرائیل کے ہمراہ رہے، پھر بخت نصر بابلی کی موت کے بعد واپس تشریف لائے''۔

(انسان العیون فی سیرت الامین والمامون جلد1 صفحہ 17، 18)

ان دونوں روایات (علامہ قرطبی اور علامہ حلبی کی روایات) میں اختلاف ہے، امام قرطبی کی روایت میں عراق جانے کا اور حلبی کی روایت میں شام جانے کا ذکر ہے۔

اور بعض روایات میں یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت شعیاء بن امضیاء علیہ السلام کو شہید کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلّط فرما دیا، اور حضرت شعیاء بن امضیاء علیہ السلام، حضرت زکریا، یحییٰ، عیسیٰ علیہم السلام سے پہلے تھے، اور حضرت شعیاء علیہ السلام بنی اسرائیل کو حضرت عیسیٰ و نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خوشخبری سُناتے

تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم فرمایا کرتے تھے اور حضرت شعیاء علیہ السلام صُدیقہ (بادشاہ بنی اسرائیل) کے دور میں تھے ان کے شہید ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء بن حلقیا علیہ السّلام کو مبعوث فرمایا۔

(مظہری جلد 5 صفحہ 405 تا 410)

(احکام القرآن للقرطبی جلد 10 صفحہ 215)

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 278)

اور بعض روایات میں مذکور ہے کہ جب بنی اسرائیل نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو شہید کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلّط فرما دیا، اور یہ بالکل غلط ہے، چنانچہ تاریخ الخمیس، تفسیر مظہری، احکام القرآن للقرطبی میں ہے:

من روی ان بخت نصر غزا بنی اسرائیل عند قتلهم یحیی بن زکریا، غلط عنداهل السّیر والا خبار بل هم مجمعون علی ان بخت نصر غزا بنی اسرائیل عند قتلهم شعیاء فی عهد ارمیاء (جلد 1 صفحہ 173)

(قرطبی جلد 10 صفحہ 217 ومظہری جلد 5 صفحہ 410)

حضرت ارمیاء وبرخیا علیہم السّلام

حضرت ارمیاء علیہ السّلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ ''البدایہ والنہایۃ'' میں لکھتے ہیں:

''ارمیاء بن حلقیا من سبط لادی بن یعقوب علیه السّلام''

اور حضرت خضر علیہ السّلام کا نام بھی ارمیاء ہے اور یہ صحیح نہیں، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقد قیل انه الخضر: رواه الضحاک عن ابن عباس رضی الله عنهام و هو غریب لیس بصحیح

(البدایۃ والنہایۃ صفحہ 33)

اور برخیاء دو شخصوں کا نام ہے، ایک حضرت برخیا حضرت زکریا علیہ السلام کے والد ہیں۔ چنانچہ بعض علماء نے حضرت زکریاء علیہ السلام کا نسب اس طرح ذِکر کیا ہے، زکریا علیہ السلام کا نسب اس طرح ہے:

''زکریا بن برخیا اور بعض نے زکریا بن دان اور بعض نے زکریا بن لدن بن مُسلم بن صدوق بن حشیان بن داؤد بن سلیمان بن مُسلم بن صُدیقہ بن برخیا (یہ دوسرے ہیں) بن بلعاطۃ بن ناحور

بن شلوم بن یہفا شاط بن ایناممن بن رحعام بن سلیمان بن داوٗدؑ"

(البدایۃ والنہایۃ جلد2 صفحہ 47)

اور حضرت ارمیاء بن حلقیا علیہ السّلام اور حضرت برخیاء علیہ السّلام ایک ہی زمانہ میں تھے، اور یہ معلوم نہیں کہ وہ حضرت برخیاء جو ارمیاء کے دور میں تھے وہ کون سے ہیں۔ اور امام ابوجعفر طبری ارشاد فرماتے ہیں، کہ:

انّ ا للہ تعالیٰ اوحی الی ارمیاء و برخیا انّ اللہ قد انذر قومکما فلم ینتھوا (الیٰ ان قال) ، وقد سلّطت بخت نصر علیھم لا نتقم منھم فعلیکما بمعدّ بن عدنان الّذی من ولدہ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الّذی اخرجہ فی آخر الزّمان اختم بہ النبوّۃ وارفع بہ من الصنعۃ فخرجا تطوی لھما الارض حتی سبقا بخت نصر فلقیا عدنان قد تلقاھما، فطویاہ الی معدّ و لمعدّ یومئذٍ اثنتا عشر سنۃ فحملہ برخیا علی البراق و ردف خلفہ فانتھیا الی حرّان من ساعتھما و طویت الارض لأ رمیاء فاصبح بحران (الی ان قال) فلمّا مات بخت نصر خرج معد بن عدنان معہ الانبیاء، انبیاء بنی اسرائیل صلوات ا للہ علیھم حتی اتی مکۃ فاقام اعلامھا فحجّ و حج معہ الا نبیاء ثم خرج معدّ حتی اتی ریسوب فاستخرج اھلھا و سأل عمن بقی من ولد الحارث بن مضاض الجرھمی (الی ان قال) فقیل لہ بقی جرشُم بن جلھَمَۃ فتزوّج معد ابنتہ معانۃ فولدت لہ نزار بن معدّ."

"اللہ تعالیٰ نے ارمیاء و برخیاء علیہم السلام کو وحی فرمائی کہ میں نے تمہاری قوم کو عذابِ جہنّم سے ڈرایا تو وہ باز نہیں آئے، اور بلاشبہ میں نے ان سے انتقام لینے کے لئے ان پر بخت نصر کو مسلّط کر دیا ہے پس تمہیں لازم ہے کہ معد بن عدنان جن کی اولاد سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوں گے جن کو آخر زمانہ میں مبعوث کروں گا اور ان پر نبوّت ختم کروں گا، اور انکی وجہ سے خوف زدہ لوگوں کے خوف کو دور کروں گا (لہٰذا تم معدّ بن عدنان کو وہاں سے لے جاؤ) پس وہ دونوں (ارمیاء و برخیاء علیہم السلام) نکلے ان کے لئے زمین سمٹ گئی حتیٰ کہ وہ بخت نصر سے پہلے پہنچ کر عدنان رضی اللہ عنہ کو ملے اور معد کے پاس لے گئے اور اس وقت ان کی (معد کی) عمر بارہ برس تھی تو حضرت برخیاء علیہ السّلام نے انہیں گھوڑے پر بٹھایا اور خود ان کے پیچھے بیٹھے اور شہر حرّان میں آ پہنچے اور حضرت ارمیاء علیہ السلام کے لئے زمین سمٹ گئی تو انہوں نے حرّان میں صبح کی پس جب بخت نصر فوت ہوا تو حضرت معدّ بن عدنان انبیاء بنی اسرائیل کے ہمراہ مکّہ شریف تشریف لائے اور

فریضۂ حج ادا کیا اور ان انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی ان کے ساتھ حج کیا پھر حضرت معد بن عدنان ریسوب میں تشریف لائے اور اہل ریسوب سے حارث بن مضاض جرہمی کی بقیہ اولاد کے متعلق پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ ان کی اولاد سے جرشم بن جلہمہ باقی بچے ہیں پھر حضرت معدّ بن عدنان رضی اللہ عنہ نے جرشم کی بیٹی معانہ سے نکاح کیا تو ان کے بطن سے نزار بن معد پیدا ہوئے''۔

(از: تاریخ الامم والملوک جلد 1 صفحہ 292،293)

حرّان اور ریسوب یہ دو شہروں کے نام ہیں، ان کی تفصیل ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

حرّان

یہ موصل، شام، روم کے راستہ پر واقع جزیرہ اقور کا ایک بہت بڑا شہر ہے، اس کا اصل نام ھاران ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بھائی ہاران نے اسے بنایا تھا پھر انہیں کے نام سے مشہور ہو گیا بعد میں ہاران سے حرّان مشہور ہو گیا، طوفانِ نوح علیہ السلام کے بعد زمین پر سب سے پہلا شہر یہی ہے، اور یہ شہر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عیاض بن غنم کے ہاتھوں فتح ہوا، اس شہر سے علماء کی ایک جماعت پیدا ہوئی۔

(از: معجم البلدان جلد 2 صفحہ 235،236)

ریسُوب

غالبًا اس کا اصل نام، راسب، ہے، اور یہ مکّہ شریف اور طائف کے درمیان ایک بستی ہے جس میں بنی خثعم رہتے تھے۔

(از معجم البلدان جلد 3 صفحہ 13)

حضرت معد بن عدنان حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے

حضرت معدّ بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اہلِ سیرت کا ایک قول یہ ہے کہ حضرت معد بن عدنان حضرت موسیٰ بن عمران کلیم اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں تھے، اور یہی قول زیادہ صحیح ہے، کیونکہ احادیث مبارکہ سے اسکی تائید ہوتی ہے، اور امام ابنِ حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اسی قول کو اَولیٰ وارجح قرار دیا، اور امام زبیدی ''تاج العروس'' میں لکھتے ہیں:

''وکان معد بن عدنان فی زمن سیّد نا موسیٰ علیه السلام کما یعرفه من مارس

علم التاریخ والانساب.''

(جلد1 صفحہ375)

علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ ''سیرت حلبیہ'' میں لکھتے ہیں:

وقیل فیٔ زمن موسیٰ علیہ السلام قال الحافظ ابن حجر و ھوا ولی (جلد1 صفحہ18)

''ایک قول یہ ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، امام حافظ ابن حجر نے فرمایا، یہی اولیٰ ہے''۔

اور امام ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی، الطبر انی الحافظ الکبیر، مسند العصر، ثقہ، صدوق، واسع الحفظ، بصیر بالعلل والرّ جال والا بواب، کثیر التصانیف، ان کی ولادت 260ھ میں طبران شہر ماہِ صفر میں ہوئی، اور وفات 28۔ ذی القعدہ شہر اصبہان بروز ہفتہ 360ھ میں ہوئی، ان کی عمر ایک سو سال تھی۔

معجم المؤلفین جلد 4 صفحہ 253

البدایۃ والنہایۃ جلد 11 صفحہ 270

مرآۃ الجنان جلد 2 صفحہ 372

امام ابوالقاسم اپنی کتاب ''المعجم الکبیر'' میں بطریق احمد بن الحسن المصری الابلی، وہ عاصم سے وہ جسر بن فرقد سے وہ نہاس بن قہم القیسی سے وہ شداد سے وہ ابوعمار سے وہ حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لمّا بلغ ولد معدّ بن عدنان خسون رجلاً و قعوا علی عسکر موسی علیه السّلام و انتهوه، فدعا علیهم موسیٰ بن عمران صلی اللّٰه علیه و آلہٖ وسلم قال یا ربّ هؤلاء ولد معدّ قد اغار واعلی عسکری، فَاَوحی اللّٰه الیه، یا موسیٰ بن عمر ان لا تدع علیهم فانَّ منهم، النبیّ الا مّی النّذیر البشیر بجنّتی و منهم اُمّة مرحومة امة محمد الّذین یرضون من ا للّٰه بالیسیر من الرّزق، و یرضی ا للّٰه منهم بالقلیل من العمل، فیدخلهم ا للّٰه الجنة بقول لا الٰه الاّ ا للّٰه ، لان نبیّهم محمّد بن عبدا للّٰه بن عبد المطلب المتواضع فی هیئته المجتمع له اللّب فی سکوته ینطق بالحکمة و یستعمل الحکم (او الحلم) اخرجته من خیر جیل من امّة قریشا ثم اخرجته من هاشم صفوة قریش فهم خیر من خیر الٰی خیر یصیر (هو) وامته الیٰ خیر یصیرون،

ترجمہ: جب معد بن عدنان کی اولاد پچاس آدمیوں تک پہنچ گئی تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے

لشکر کے خلاف جنگ کی اور انہیں شکست دے دی تو حضرت موسیٰ بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے انہیں بد دعا دی اور بحضور ربّ کائنات عرض کی اے پروردگار یہ معد کی اولاد ہیں انہوں نے میرے لشکر کو غارت کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ بن عمران ان کو بد دُعا نہ دو پس بلاشبہ ان میں سے نبی اُمّی، عذاب جہنّم سے ڈرانے والے اور میری جنت کی خوشخبری سُنانے والے اور ان میں سے اُمّتِ مرحومہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امّت ہے، ایسی امّت جو اللہ کی طرف سے تھوڑے سے رزق پر راضی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں محض لَاالٰـہ اِلاّ اللہ مُحمّد رسول اللہ، کلمۂ توحید (صدق دِل سے) پڑھنے کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائے گا کیوں کہ اُن کے نبی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے جو اپنی ہیئت میں نہایت متواضع اور ان کا سکوت ان کے فہم ہونے کی دلیل ہوگا، وہ وحی الٰہی سے بولیں گے اور وہ حکمتیں بیان فرمائیں گے، میں اس نبی کو بہتر قوم سے پیدا کروں گا اسکی امّت میں سے جو قریش ہیں (ان سے پیدا کروں گا) پھر میں اُسے قریش میں پسندیدہ لوگ بنی ہاشم سے پیدا کروں گا، پس وہ بہتر ہیں، بہتر لوگوں سے پیدا ہوں گے، بہتر امت کی طرف مبعوث ہوں گے، وہ اور ان کی امّت بہتری کی طرف پہنچیں گے ''یعنی ان کا انجام بہتری ہی ہوگا۔''

المعجم الکبیر جلد 8 صفحہ 165، 166

مجمع الزوائد ومنبع الفرائد جلد 8 صفحہ 218

الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ صفحہ 260

کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال جلد 11 صفحہ 428

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں تھے، لہٰذا اس سے اس قول کی تائید ہوگئی جس کو امام عسقلانی نے اولیٰ قرار دیا۔

سندِ حدیث

اِس حدیث کی سند میں جسر بن فرقد القصاب ابوجعفر البصری ایک راوی ہے، اور وہ ضعیف ہے، امام نور الدین شیخ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''مجمع الزوائد'' میں لکھا ہے، فیہ جسر بن فرقد وھو ضعیف، (جلد 8 صفحہ 218)

اور اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ نے لسان المیزان جلد 2 صفحہ 104) میں لکھا ہے، مجمع

الزوائد میں حسن بن فرقد لکھا ہے اور وہ غلط ہے، صحیح جسر بن فرقد ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقد کوئی راوی نہیں، لیکن اسکے باوجود کہ یہ حدیث اپنی مذکورہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ تاہم یہ حدیث قابل حجت ہے، بلکہ یہ حدیثِ حسن ہے۔

حدیث ضعیف دوسری سند کی وجہ سے حسن ہو جاتی ہے

کیونکہ یہ امر مُسلّم ہے کہ اگر راوی جو صدوق (سچا) ہو اور امین ہو (دیانتدار ہو)، اور اس کا حافظہ کمزور ہو تو اسکی حدیثِ ضعیف ہوتی ہے لیکن اگر اس حدیث کی کوئی اور سند مل جائے تو وہ حدیثِ حسن ہو جاتی ہے اور حدیثِ حسن لائقِ حجت ہے، چنانچہ علامہ ابوزکریا شیخ الاسلام محی الدین یحییٰ بن شرف بن الخزامی، النووی، حوران کے شہر نوی میں ماہِ محرّم 631ھ کو پیدا ہوئے، اور بدھ کی رات ماہِ رجب کی چودہ تاریخ 676ھ کو نوی شہر میں وفات پائی۔''

(مقدمۃ التدریب صفحہ 29و31)

امام النووی اپنی کتاب ''التقریب'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

ماکان ضعفہ لضعف حفظ راویہ الصّدوق الامین زال بمجیئہ من وجہ آخر و صار حسنا"

''یعنی جو حدیث صدوق امین راوی کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے ضعیف قرار پائی ہو، اس کا ضعف دوسری سند کے آنے کی وجہ سے زائل ہو جائے گا اور وہ حدیث حَسن ہو جائے گی''۔

اور امام جلال الدین سیوّطی نے اسکی شرح ''التدریب'' میں اسکی مثال ذکر فرمائی کہ امام ترمذی نے ایک حدیث بطریق شعبہ عاصم بن عبید اللہ سے وہ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے وہ اپنے باپ عامر سے بنی فزارہ کی ایک عورت والی حدیث روایت فرمائی، اور اس حدیث کی سند میں عاصم بن عبیداللہ سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے، اس کے باوجود امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا، کیوں کہ اس حدیث کی اور سند بھی موجود ہے، اس دوسری سند کے پائے جانے کی وجہ سے اس حدیث کا ضعف ختم ہو گیا۔

(تدریب الراوی جلد 1 صفحہ 176)

اور امام طبرانی کی حدیث بھی اسی لئے ضعیف قرار پائی کہ اسکی سند میں جسر بن فرقد راوی ضعیف ہے، اور جسر بن فرقد، صدوق، صالح، امین تھے اور ان کا حافظہ کمزور تھا، چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی لسان المیز ان میں لکھتے ہیں کہ بعض ائمہ جرح نے ان کو صدوق کہا، اور امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا:

''کان رجلا صالحا و لیس بالقوی'' (ج 2 صفحہ 104)

ترجمہ: ''کہ وہ نیک اور دیانتدار آدمی تھے اور وہ قوی نہیں تھے''۔

''اوراس حدیث کی دواور سندیں بھی ہیں، ان سے اس کی تائید ہوتی ہے اس لئے امام طبرانی کی حدیثِ مذکور کا ضعف بھی ختم ہو جائے گا اور یہ حدیث حسن قرار پائے گی''

اب ہم ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جن سے امام طبرانی کی مروی حدیث مذکور کی تائید ہوتی ہے

آباءِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے خلاف

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی دُعا قبول نہ ہوئی!

حدیث 1:۔

حدیث شریف میں ہے بنی معد بن عدنان رضی اللہ عنہ نے بنی اسرائیل کے ساتھ جنگ کی اور انہیں شکست دی تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بنی معد کے خلاف دُعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول نہ فرمائی۔

تاریخ خمیس میں علامہ دیار بکری فرماتے ہیں:

ذکر الزبیر باسناد له الیٰ مکحول قال اغار الضحاک ابن معدّ علی بنی اسرائیل فی اربعین رجلا من بنی معدّ علیهم دراریع الصوف خاطمی خیلهم بجبال الیف فقتلوا وسبّوا وظفروا فقالت بنو اسرائیل، یا موسیٰ ان بنی معدّ اغاروا علینا وهم قلیل، فکیف لوکانوا کثیرا واغاروا علینا وانت بیننا، فادع الله علیهم فتوضأ وصلّی وکان اذا راد حاجة، من الله صلّی ثم قال یا ربّ ان بنی معدّ اغاروا، علی بنی اسرائیل فقتلوا وسبوا وظفروا وافسألونی ان ادعوک

''کہ حضرت زبیر بکار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سَند کے ساتھ حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ضحاک بن معدّ نے بنی معدّ کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ بنی اسرائیل کے ساتھ مقاتلہ کیا انہوں نے صُوف کی زرہ پہنے ہوئے، صُوف کی رسیوں سے اپنے گھوڑوں کی نکیلیں دیئے ہوئے، تو (انہوں نے) ان کو (بنی اسرائیل کو) قتل کیا اوران کی بے عزّتی کی اور فتح یاب ہو گئے تو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی، اے موسیٰ علیہ السّلام بنی معدّ نے ہمیں غارت کر دیا حالانکہ وہ تھوڑے ہیں، تو اگر وہ زیادہ ہوں اور ہم سے قتال کریں تو ہمارا کیا حال ہوگا اور اورآپ ہم میں جلوہ گر ہیں تو آپ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں۔

علیهم فقال الله تعالیٰ لا تدع
علیهم فانّهم ، عبادی وانهم ینتهون
عند اوّل امری وان فیهم، نبیّا أ جبّه
واحبّ امته قال یا ربّ ، مابلغ
محبتک له قال اغفر له ما تقدّم
من ذنبه وَمَا تأ خّر قال یَا ربّ،ما
بلغ محبتک لا مّته قال یستغفرنی
مستغفرهم، فاغفر له ویدعونی
داعیهم فاستجیب له قَال یَا رب فا
جعلهم من امّتی قال ، نبیّهم منهم
قال یَا ربّ،فاجعلنی منهم قال
تقدمّت وتأخروا. تاریخ الخمیس جلد
1 صفحہ 147

(کہ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کردے) پس موسیٰ علیہ السّلام نے
وضوفرمایااورنمازادا کی اور موسیٰ علیہ السّلام جب اللہ تعالیٰ سے
کوئی حاجت طلب کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے نماز پڑھتے
تھے، پھر موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی اے پروردگار بلاشبہ بنی
معد نے بنی اسرائیل کو غارت کر دیا پس انہیں قتل کیا اور ان کی
بے حرمتی کی اور کامران ہوگئے، تو بنی اسرائیل نے مجھ سے عرض
کی ہے کہ میں ان کے خلاف تجھ سے دُعا کروں (کہ وہ تباہ ہو
جائیں) تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کو فرمایا، ان کے
خلاف دُعا نہ کرو بلاشبہ وہ میرے محبوب بندے ہیں، پس وہ
میرے پہلے امر میں انتہاءِ مقام تک پہنچیں گے، اور بیشک ان
میں ایسا نبی ہے کہ میں اس نبی اور اس کی اُمّت سے محبت رکھتا
ہوں، مُوسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی، اے پروردگار اس نبی سے
تیری محبت کس حد تک ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اس نبی
سے اتنی محبت ہے کہ میں اس کے سبب سے اس کے اگلوں اور
اسکے پچھلوں کے تمام گناہ بخش دیتا ہوں اور بخش دوں گا، موسیٰ
علیہ السّلام نے عرض کی، اے پروردگار اس نبی کی امت سے
تجھے کتنی محبت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس اُمّت کا کوئی فرد
مجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہے گا تو میں اسے بخش دوں گا،
اور مجھ سے دُعا کرے گا تو میں اس کی دُعا قبول فرماؤں گا،
مُوسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی، اے پروردگار تو انہیں میری امت
سے کردے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کے نبی انہیں میں سے
ہیں، تو مُوسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی اے اللہ پھر تو مجھے اس
اُمت سے کردے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے مُوسیٰ، تو اُن سے
پہلے ہے اور وہ تیرے بعد ہوں گے۔“

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

حضرت مکحول کا نام مکحول بن شہراب (یا سہراب) بن شاذل الہذلی (معجم المولفین جلد12 صفحہ 319)

کنیت: ابوعبداللہ یا ابوایوب یا ابومسلم، عظیم محدث، فقیہہ اور اپنے وقت کے امام تھے، امام ابوحاتم الرازی، فرماتے ہیں:

"مَا اعلم با لشّا م افه من مکحو ل" ترجمہ: "مجھے معلوم نہیں کہ شام میں مکحول سے زیادہ فقیہہ کوئی ہو"۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد1 صفحہ 108)

اور امام ابومسہر حضرت سعید بن عبدالعزیز سے راوی ہیں کہ سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

" اذا جا ء بِا لُعلم منَ الشام عن مکحول قبلنا ہ" ترجمہ: "جب حضرت مکحول سے مروی، شام سے کوئی عِلم کی بات آئے تو ہم اسے قبول کر لیتے ہیں"۔

یعنی کِسی علمی بات کے قبول ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس کے کہنے والے اور اسے روایت کرنے والے حضرت مکحول ہوں، اور حضرت مروان بن محمد نے سعید سے روایت کی کہ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔

لم یکن فیُ زما ن مکحو ل البصر منه با لفتیا ء، ترجمہ: حضرت مکحول کے زمانہ میں ان سے زیادہ فتویٰ میں بصیرت رکھنے والا کوئی نہ تھا،

یعنی سب سے فتویٰ میں بصیرت رکھنے والے اور سب سے بڑے فقیہہ حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ تھے، اور حضرت عثمان بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے،

"کا ن مکحو ل اعجمیًا و کل ما قا ل با لشّا م قبل و منه" ترجمہ: "حضرت مکحول عجمی تھے اور انہوں نے شام میں جو کچھ فرمایا وہ مقبول ہے"۔

اور امام ابن عمّار کا ارشاد ہے:

" کا ن مکحو ل اما م اهل الشّا م" ترجمہ: "حضرت مکحول شامیوں کے امام تھے"۔

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کابل میں ہوئی، اور آپ جلیل القدر تابعی ہیں، آپ نے حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت انس، واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت کی اور اُن سے اور دیگر کئی صحابہ کرام سے احادیث روایت فرمائیں، آپ کی وفات 118ھ میں ہوئی، اور بقول بعض 113ھ میں ہوئی۔

(تہذیب التہذیب جلد10 صفحہ 291)

حدیث 2:۔

علامہ حسین بن محمد البکری ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

قا ل الزهری وحدثنی علی بن المغیر ة، قال لَما بلغ بنو معدّ عشرین رجلاً اغار و اعلی عسکرِ مُو سٰی علیه السّلا م فد عا علیهم فلم یجب فیهم ثلا ث مرّ ات ، فقال یا ربّ دعو تک علیٰ قو مر فلم تجبنیفیهم بشیءٍ ، فقا ل یا مُو سیٰ دعوتنی علیٰ قو مر منهم خیر تی فِیْ آخر الزّ ما ن .
(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 147، 148)

''امام زہری نے فرمایا، مجھے حدیث بیان کی حضرت علی بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جب بنو معدّ بیس شخص ہو گئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو غارت کر دیا تو موسیٰ علیہ السّلام نے اُن کے خلاف تین بار دُعا کی اور ان کی دُعاء قبول نہ ہوئی تو موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی، اے پروردگار میں نے ایک قوم کے خلاف تجھ سے دُعا کی اور تو نے بالکل میری دُعا قبول نہ فرمائی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ، تو نے ایسی قوم کے خلاف مجھ سے دُعا کی جن میں سے میرے نزدیک سب سے بہتر نبی آخر الزمان ہوں گے''۔

یہ حدیث پچھلی حدیث کے معارض نہیں، کیوں کہ دو اقل اکثر کے منافی نہیں ہوتا۔

اس حدیث سے امام طبرانی کے مروی حدیث کی تائید ہوتی ہے، ان دو حدیثوں سے تائید ہونے کی وجہ سے حضرت ابوامامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن قرار پائی۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

امام الائمۃ الاعلام عالم الحجاز والشام ابوبکر محمد بن مُسلم بن عبداللہ بن عبداللہ بن الحارث بن زہرۃ بن کلاب بن مرۃ القرشی الزہری الحافظ المدنی، یہ حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن جعفر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے شاگرد، اور حضرت عطاء بن ابی رباح، ابوالزبیر مکی، عمر بن عبدالعزیز، عَمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

احسن اسَا نید تر وی عن رسو ل الله صلی اللّٰه علیه وآلهٖ وسلم اربعة الزّهری عن علی بن الحسین.

ترجمہ: ''تمام اسانید میں سب سے احسن سند جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی جائے وہ امام زہری کی سَند ہے حضرت علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے''۔

حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''کہ حضرت جعفر بن ربیعہ نے عراک بن مالک سے کہا، اہلِ مدینہ میں سے سب زیادہ فقیہہ کون ہے، انہوں نے کہا، حضرت سعید بن المسب، عروۃ، عبداللہ بن عبداللہ، اور امام زہری۔

پھر فرمایا:

وا علـمهـم عـنـد ی جميعًا ابن شهـا ب الزّهر ی .

ترجمہ: ''میرے نزدیک ان سب میں سب سے زیادہ عالم ابن شہاب زہری ہیں''۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز، اور حضرت مکحول رحمۃ اللہ عنہم نے فرمایا:

مـا بقي علىٰ ظهر ها اعلم بسنة مَاضية منَ الزّهري .

ترجمہ: ''سُنتِ ماضیہ کا زہری سے زیادہ عالم روئے زمین پر کوئی باقی نہیں''۔

اور حضرت لیث کا ارشاد ہے کہ میں نے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا:

'' مـا رأ يـت اكثـر عـلـمـا ء منه لو سمعته يـحد ث فى التر غيب لقلت لا يحسن الا هـذا وان حـد ث عن الا نسا ب لقلت لا يعـر ف الا هـذاوان حـد ث عن القر آن والسُّنة كا ن حد يثه نو عا جا معا ''.

ترجمہ: '' کہ میں نے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا اگر میں ترغیب کے متعلق کوئی حدیث سُنوں تو میں کہتا ہوں کہ ان سے زیادہ احسن حدیث کوئی بیان نہیں کرتا اور اگر انساب کے متعلق کوئی حدیث بیان کریں تو میں کہتا ہوں کہ ان کے سواء کوئی نہیں جانتا، اور اگر وہ قرآن وسنت کی کوئی بات بتائیں تو ان کی حدیث نوع جامع کی حیثیت رکھتی ہے''۔

امام مالک کا فرمان ہے، امام زہری بہت سخاوت کرتے تھے۔

'' وما له فِي الدّ نيا نظير ''

ترجمہ: ''دنیا میں (عِلم کے لحاظ سے) انکی کوئی نظیر نہیں''

امام زہری کی ولادت 50 ھ میں ہوئی اور ماہِ رمضان 126ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذ یب جلد 9 صفحہ 449 تا 450 وتذکرۃ الحفاظ جلد 1 صفحہ 111 تا 112)

ثابت ہوا کہ حضرت ابوامامتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا وہ حدیث حسن ہے، اور یہ بات مسلّم ہے کہ حدیثِ حسن لائق حجت ہونے میں حدیث صحیح کا درجہ رکھتی ہے، امام نووی فرماتے ہیں۔

ثم الحسن کما لصحیح فی الا حتجاج بہ وان کا ن دو نہ فِی القوّۃ ، ولھذا درجتۃ طا ئفۃ فی نو ع الصّحیح
(التقریب جلد 1 صفحہ 160)

ترجمہ: ''حدیث حسن لائق حجت ہونے میں صحیح حدیث کی طرح ہے اگرچہ وہ قوت میں حدیث صحیح سے کم درجہ ہے، اسی لئے محدثین کے ایک گروہ نے حدیثِ حسن کو حدیث صحیح میں درج کیا ہے''۔

یعنی اگرچہ حدیث حسن قوت میں حدیث صحیح سے کم درجہ ہے تاہم وہ حدیث اسی طرح قابلِ حجت ہے جیسے حدیثِ صحیح حجت ہے۔

لٰہذا حضرت ابوامامتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانہ میں تھے، اور یہی قول صحیح اور اولیٰ اور راجح ہے، اُس کے معارض جو اقوال ہیں کہ معد بن عدنان حضرت ارمیاء علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، وہ اس لئے معتبر نہیں کہ وہ سب اسرائیلیات ہیں۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی کوئی حدیث مروی نہیں، اسی لئے امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

وعلیٰ ھذا فیکو ن معد بن عد نا ن کَمَا قا ل بعضھم فی عھدِ مو سیٰ علیہ السّلا م لا فی عھد عیسٰی علیہ السّلا م وھذا اولی ۔

(فتح الباری جلد 6 صفحہ 420)

اورامام دیار بکری کی عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں:

واَمّا معد بن عد نا ن ففیہ نو ر رَسُو ل اللہ صَلی اللہعلیہ و آلہ وَسلّم ولما تعرف ملّۃ، وانما سمّی معد ''الا نہ کان صَا حبِ حروف وغارات علی بنی اسر ائیل ، ولم یحا ر ب احدً الا رجع با لنصر والظفر.
(جلد 1 صفحہ 147)

ترجمہ: ''کہ معد بن عدنان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور تھا، اوران کا دین معروف نہیں، اوران کا نام اسی لئے معد رکھا گیا کہ وہ بنی اسرائیل کے خلاف بہت جنگ وغارت کیا کرتے تھے اور جب ہی وہ کسی سے جنگ کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کے سبب سے کامیاب وکامران لوٹتے تھے''۔

علامہ زینی دحلان نے اس قدر اضافہ فرمایا:

''بسبب نو ر النّبی صلی اللہ علیُہ وآلہٖ وسَلّم''۔

(سیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ جلد 1 صفحہ 11)

اوراسی طرح سیرتِ حلبیہ جلد 1 صفحہ 16 میں ہے۔

ایک غلطی کاازالہ

تاریخ خمیس کی عبارتِ مذکورہ میں ہے کہ حضرت معدرضی اللہ عنہ کا دین معروف نہیں، یعنی یہ معلوم نہیں کہ ان کا دین کیا تھا، اوران کے والد حضرت عدنان کے متعلق بھی (صفحہ 46 جلد 1) پر ہے:

ولم تعلم ملّته : ترجمہ: حضرت عدنان کا دین معلوم نہیں،

اس سے یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ معلوم نہیں کہ وہ (معدوعدنان) مؤمن تھے؟

یادرہے، یہ بات غلط ہے کہ حضرت معدوحضرت عدنان رضی اللہ عنہما کا دین معلوم نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا۔

"کان عدنان ومعدّ وربیعة ومضر وخزیمة واصله علی ملت ابراھیم علیه السّلام فلا تذکر وھم الا بخیر"

"کہ عدنان ومعد، مضر، ربیعہ، خزیمہ اوران کی اصلہ (ان کے تمام آباء) دین ابراہیم علیہ السّلام پر تھے، توانہیں بھلائی کے ساتھ ہی یادکیا کرو"۔

(اخرجہ ابن حبیب فی تاریخ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(مسالک الحنفاء صفحہ 37)

اس حدیث میں آقاءدوجہاں سرورکون ومکاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عدنان اور حضرت معدّرضی اللہ تعالیٰ عنہما اوران کے تمام آباءکرام کے مومن ہونے کی وضاحت فرمادی، لہٰذا اُسکے بعدان کے ایمان میں اوران کے دینِ اِسلام پرہونے میں شک کرنا، درست نہیں، امام دیاربکری کے عِلم میں ممکن ہے یہ حدیث نہ آئی ہو، اسلئے وہ اس سے بری ہیں۔

حضرت معدّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدکااسمِ گرامی حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے

عَدنَان بر وزن فَعلاَن، عَدَن امام سُهَیلی رحمة الله تعالیٰ واما عدنان ففعلان من عدن اذاقام.

(جلد 1 صفحہ 8)

عدن سے ماخوذہے، اس کامعنیٰ ہے قائم کرنا، (الروض الانف جلد 1 صفحہ 8 ازامام سہیلی)

اورعلامہ زینی دحلان "السیرة النبویة والآثارالمحمدیة" میں لکھتے ہیں:

انّما سمی عد نا ن منَ العدِ ن و هو الا قا مة (جلد 1 صفحہ 11)

ترجمہ: ''حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عدنان اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ان کی حفاظت پر مامور فرمادیا، اور ہمیشہ کے لئے فرشتوں کو ان کے ساتھ قائم کر دیا''۔

چنانچہ ''السیرت النبویہ'' اور تاریخ خمیس میں ہے۔

''لا نّ الله تـعـالـیٰ اقـا م مـلا ئکته لحفظ و سـب ذٰلک ان اعیـن الـجنّ والا نـس کا نـت الیه وا رادو اقتله ، وقا لو ا لئن تر کنا هـذا الغلا م حتی ید رک مد ارک الر جا ل لیـخـر جـن من ظهر ه من یسو د النّا س فـو کـل الله بـه من یحفظه ، وفیه نو ر رسو ل اللهصلی الله علیه و آله وسلم''

ترجمہ: ''کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو اُن کی حفاظت کے لئے قائم فرمادیا، اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جن وانس کی نظریں آپ پر لگی ہوئی تھیں اور آپ کو شہید کرنا چاہتے تھے، اور ان کے متعلق کہتے تھے کہ اگر اس بچے کو ہم نے چھوڑ دیا یہاں تک یہ جوان ہو جائے (اسکی جوانی تک اسے چھوڑ دیا) تو اسکی پشت سے وہ ہستی پیدا ہوگی، جو ہستی تمام لوگوں کی سردار ہوگی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے فرشتوں کو مقرر فرمادیا''۔

(سیرت نبویہ جلد 1 صفحہ 10، تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 46)

اور حضرت عدنان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک جلوہ گر تھا۔

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ کی طرف سے دو بھائی تھے۔ ایک کا نام نبت اور دوسرے کا نام عمرو تھا۔

چنانچہ امام طبری لکھتے ہیں:

''ولعدنان اخوان لابیه یدعی احد هما نبتاً والآخر منهما عمروا''

(تاریخ الامم والملوک جلد 2 صفحہ 49)

اور آپ کی والدہ کا نام: بلہابنت ماعز بن قحطان ہے، امام ابن حبان، (السیرت النبویۃ) میں لکھتے ہیں:

وام عدنان بن ادد بلها بنت ماعز بن قحطان (صفحہ 49)

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ پر تمام اہل سیرت اور مورخین علماء کا اجماع واتفاق ہے۔

چنانچہ امام سہیلی "الروض الانف" میں اور امام طبرانی "تاریخ الامم والملوک" میں لکھتے ہیں:

فنسب نبینا محمّد صلی اللهعلیه وآله وسلم لا یختلف النسابون فیه الی معد بن عدنان

امام سہیلی کی عبارت میں ہے:

فالذی صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انہ انتسب الی عدنان
(الروض الانف جلد 1 صفحہ 8 و تاریخ الامم والملوک جلد 2 صفحہ 191)

نسب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ نسب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بسند صحیح مروی ہے اور اسی پر علما کا اتفاق ہے اور وہ درج ذیل ہے:
''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن (1) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (2) حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (3) حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (4) عبدمناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (5) حضرت قصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (6) حضرت کلاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (7) حضرت مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (8) حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (9) حضرت لوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (10) حضرت غالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (11) حضرت فہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (12) حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن (13) حضرت نضر رضی اللہ عنہ بن (14) حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ بن (15) حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ بن (16) حضرت مدرکۃ رضی اللہ عنہ بن (17) حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (18) حضرت مضر رضی اللہ عنہ بن (19) حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (20) حضرت معدّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن (21) حضرت عدنان رضی اللہ عنہ''۔

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلۂ نسب میں اختلاف ہے۔
چنانچہ امام طبرانی ''تاریخ الامم والملوک'' میں لکھتے ہیں:
''حد ثنی یو نس بن عبد الا علی قا ل اخبر نا ابن و ھب قا ل حد ثنی ابن لھیعہ ، عن ابی الا سود وغیر ہ عن نسبۃ رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ، محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھَاشم بن عبد منا ف ابن قصّی بن کلا ب بن مرّ ۃ بن کعب بن لو ئی بن غا لب بن فھر بن مالک بن النّضر بن کنا نۃ ابن خزیمۃ بن مد رکۃ بن الیا س بن مضر بن نزار بن معدّ بن عد نا ن بن اددثم یختلفو ن فیما بعد ذلک ۔'' (جلد 2 صفحہ 191)۔

اور تمام علماء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی اولاد سے ہیں، چنانچہ امام ابوالفداء اسماعیل بن کثیر متوفی 774ھ ''السیرۃ النبویہ'' میں لکھتے ہیں:

''لاخلا ف ان عد نا ن منْ سلا لۃ اسمٰعیل بنِ ابر اھیم علیھم السلا م''
بلکہ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کے

درمیان کتنے آباء ہیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ "السیرت النبویہ" میں لکھتے ہیں:

واختلفوا فی عدۃ الآباء بینہ وبین اسماعیل علیٰ اقوال کثیرۃ

(جلد 1 صفحہ 74)

اب ہم مؤرخین کے ممکنہ حد تک ان تمام اقوال کو ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کے نسب میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت عدنان کا نسب اس طرح ہے:

عدنان بن اُدَد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعقوب بن نبت بن نابت بن انوش بن اسماعیل بن ابراہیم علیہم السلام۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عدنان کا نسب یوں ہے،

عدنان بن أدَد بن الهمسيع بن نابت بن اسماعيل بن ابراهيم عليهم السّلام.

اور تیسرا قول یہ ہے کہ ان کا نسب اس طرح ہے،

عدنان بن أدَد بن سحب بن ايوب بن قيدار بن اسمٰعيل بن ابراهيم عليهم السلام.

اور چوتھا قول یہ ہے کہ ان کا نسب یوں ہے:

عدنان بن أدَد بن امين بن شاجب بن ثعلبته بن عتر بن يربح بن محلم بن العلوام بن المحتمل بن دائمة بن العيقان بن علته بن شحد ودبن الظريف بن عبقر بن اسمٰعيل بن ابراهيم عليهم السلام.

اور پانچواں قول یہ ہے کہ ان کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

عدنان بن أدَد بن عوج بن المعطم بن الطمح ابن القسود بن العبورين دعدع بن محمدد بن الزائد بن بدان بن الدرس بن حصن بن النزال بن القاسم بن المجثر بن معدد بن صيفى بن النبت بن قيدار بن اسماعيل بن ابراهيم عليهم السّلام، یہ پانچ اقوال امام ابن حبان نے "السیرت النبویہ" میں ذکر کیے ہیں۔

(صفحہ 40 تا صفحہ 42)

اور امام ابو محمد عبدالمالک بن ہشام والمعاضری الحُمَیری البصری متوفی 213ھ نے "السیرت النبویہ" میں حضرت عدنان کا نسب اس طرح ذِکر کیا ہے:

عدنان بن اُدد بن مقوِم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم علیہم السلام۔

(جلد 1 صفحہ 9)

ابن ہشام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آگے نسب نامہ یوں بیان کیا ہے۔
ابراہیم علیہ السلام بن تارخ (آزر) بن ناحور بن ساروغ بن راعو بن فالخ بن عیبر بن شائح بن ارفخشند بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لمک بن متوشلخ بن اخنوج (حضرت ادریس علیہ السلام) بن یرز بن مہلیل بن قینن بن یانش بن شیث (علیہ السلام) بن آدم علیہ السلام۔

اور امام ابن حجر عسقلانی نے امام ابورؤیۃ علی محمد بن نصر سے نقل کیا ہے کہ بعض کے نزدیک حضرت عدنان کا نسب اس طرح ہے، عدنان بن اد بن اد بن زید بن معدّ بن مقدم ابن ھمیسع بن نبت بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام۔
اور بعض کے نزدیک اس طرح ہے۔
عدنان بن اد بن ھمیسع بن نبت بن شلامان بن حمل بن نبت بن قیدار اور بعض نے اس طرح ذکر کیا ہے:
عدنان بن اد بن ھمیس المقوم بن ناحور بن یسرح بن یشجب بن مالک بن ایمن بن نبت بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام۔
اور بعض نے اس طرح بیان کیا ہے،
عدنان بن اد بن ادو بن، ہمیسع بن یشجب بن سعد بن بریح بن نمیر بن حمیل بن منجم بن لافث بن صابوح بن کنانہ بن العوام بن نابت بن قیدار، اور امام ابراہیم بن منذر نے اس طرح بیان کیا ہے۔
عدنان بن اد بن ادد بن الھمیسع بن نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام۔

فتح الباری جلد 6 صفحہ 419 وصفحہ 420

ان تمام اقوال میں صحیح ترین اور معتبر قول یہ ہے کہ عدنان رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک اس طرح ہے۔
عدنان بن ادد بن زند (یا زند) بن نبت بن اسماعیل علیہ السلام کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بسند صحیح اسی طرح مروی ہے، اسکے علاوہ تمام اقوال تاریخ کی کتابوں سے منقول ہیں اور حدیثِ پاک سے ان کی تائید نہیں ہوتی، امام سہیلی ''الروض الانف'' میں لکھتے ہیں کہ:

واصحّح شیء فیما بعد عدنان ما ذکره الدولابی ابوالبشر، من طریق موسی بن یعقوب عن عبد الله بن وهب بن زمعة الزمعی عند عمّته عن ام سلمة عن النبیّ صلی الله علیه وآله وسلم انه قال معدّ بن عدنان بن ادد بن زند بالنون بن الیری بن اعراق الثری قالت ام سلمة فزند هو الهمیسع والیری هو نبت و اعراق الثری هو اسماعیل

کہ حضرت عدنان کے بعد آپ کے نسب کے بارے زیادہ صحیح وہ روایت ہے جسے امام بشر الدولابی نے بسندِ موسیٰ بن یعقوب حضرت عبد اللہ بن وہب بن زمعۃ الزمعی سے وہ اپنی چچی سے وہ حضرت ھند بنت ابی امیہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راوی کہ حضرت عدنان کا نسب اس طرح ہے، عدنان بن ادد بن زند بن یری بن اعراق الثری، حضرت ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ زند سے ہمیں یری سے نبت اعراق الثری سے اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

امام دولابی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

امام ابوبشر محمد بن حماد بن سعد الانصاری الوراق الرازی الدولابی محدث حافظ مورخ صاحب الاسماء والکنی (معجم المولفین جلد 8 صفحہ 255)

امام ابوالفداء ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں۔

من حفا ظ الحدیث . 'امام دولابی حفاظ حدیث میں سے ہیں' (ج 11 صفہ 145)

ان کی پیدائش 234ھ میں اور وفات 320ھ ماہ ذی القعدہ میں ہوئی' (معجم المومنین جلد 8 صفحہ 255)

اور امام ابن حجر عسقلانی ''لسان المیز ان'' میں لکھتے ہیں کہ امام ابوبشر دولابی' امام طبرانی کے شیخ ہیں (جلد 5 صفحہ 41)

اس حدیث کو امام طبرانی نے ''المعجم الصغیر'' میں درج ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن سخویته بن الهیثم البرذعی بمصرقال حدثنا ابراهیم بن یعقوب الجواز جانی قال حدثنا هارون ابو عبد الله صاحب المغازی عن عبدالعزیزبن عمران عن عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف قال اخبرانی موسی بن یعقوب الز معی قال اخبرنی عمی ابو الحارث عن ابیه عن ام سلمه زوج النبی صلی الله علیه وآله وسلم قالت " سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول معد بن عدنان بن اُدَّ بن اُدَّ دبن زید بن یری بن اعراق الثرا قا ل ثم یقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اهلک عادا و ثمود ا واصحاب الرس وقرونا بین ذلک کثیر لا یعلم الا الله .فکانت ام سلمه تقول معدّ معد، عدنان، عدنان: و اد و ادد وزید (زند) همیسع' ویری نبت واعراق الثری اسمعیل بن ابراهیم علیه السلام (قال الطبرانی) لا یروی عن ام سلمه الا بهذ الاسناد تفرد به موسی.

''ہمیں حدیث بیان کی محمد بن سخویہ بن الہثیم البرذعی نے مصر میں انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم ابن یعقوب جوز جانی نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی صاحب مغازی ابوعبداللہ ہارون نے عبدالعزیز بن عمران سے وہ عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف سے انہوں نے کہا مجھے خبر دی میرے چچا ابوالحارث نے اپنے والد سے وہ حضرت ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا معد بن عدنان بن اُد بن اُدد بن زید بن یری بن اعراق الثرا' (راوی نے کہا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' اللہ تعالی نے ہلاک کر دیا قوم عاد' ثمود اصحاب الرس اور بہت سی ایسی قوموں کو جنہیں اللہ تعالی ہی جانتا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی تھیں' معد تو معد ہیں' عدنان عدنان' ادد ادد، زید اور بعض نسخوں میں زند ہے، وہ ہمسیع اور یری نبت اور اعراق الثری حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں' حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے اسی سند کے ساتھ مروی ہے۔

سند حدیث

اس حدیث کی سند کا مدار موسیٰ بن یعقوب زمعی پر ہے۔ اور وہ ثقہ ہیں امام ابن حجر عسقلانی ''تہذیب التہذیب'' میں لکھتے ہیں۔

موسیٰ بن یعقوب بن عبد اللہ بن وھب بن زمعة بن الاسود ابن المطلب بن اسد بن عبد العذی الاسدی الزمعی ابو محمد المدنی، عن ابن معین ثقه، وذکره ابن حبان فی الثقات، قال ابن القطان ثقة.

(تہذیب التہذیب جلد 10 صفحہ 378 باختصار)

امام ابن معین سے مروی ہے کہ وہ ثقہ ہیں اور ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے اور ابن قطان نے کہا وہ ثقہ ہیں۔

لہٰذا اس حدیث سے اس قول کی تائید ہوگئی کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان چار آباء ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

عدنان بن اُدّ بن اُدد بن ہمیسع بن نبت بن اسمٰعیل علیہ السّلام اور پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہما حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان زیادہ عرصہ نہیں ہے اس لئے قرینِ قیاس بھی یہی ہے کہ حضرت عدنان اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے درمیان چار آباء کا واسطہ ہے نہ کہ زیادہ کا، اسی لئے امام ابن حجر عسقلانی نے اسی قول کو ترجیح دی، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وان کان فِیْ زمن موسی علیه السّلام فالمعتمد ان بینهما العدد القلیل. (فتح الباری جلد 6 صفحہ 420)

''اگر حضرت معد موسیٰ علیہ السّلام کے زمانہ میں تھے تو (ان کے نسب کے متعلق) معتبر قول یہ ہے کہ ان کے (حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السّلام) درمیان عدد قلیل (چار آباء) کا واسطہ ہو''۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السّلام کا درمیانی عرصہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ولادت اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام جب بنی اسرائیل کو مِصر سے لے گئے، اسکے درمیان پانچ صد پینسٹھ سال (565) کا عرصہ ہے۔

امام ابوجعفر طبری ''تاریخ الامم والملوک'' میں لکھتے ہیں:

ومن مولد ابراهيم الىٰ خروج موسى بنى اسرائيل من مصر خمس مائة و خمسًا و ستين سنة (جلد2 صفحہ171)

اور امام طبری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و السّلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان پانچ سو پچھتر برس کا عرصہ ہے۔

امام طبری لکھتے ہیں:

عن ابن عباس انه قال: من ابراهيم الىٰ موسىٰ خمس مائة و خمس و سبعون سنة،

اور امام ابن الوردی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ولادت اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی وفات کے درمیان، پانچ سو پینتالیس برس (545) کا عرصہ ہے۔

کیونکہ جب حضرت اسحٰق علیہ السّلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی عمر ایک سو سال (100) تھی، اور جب ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے، اس وقت حضرت اسحٰق علیہ السّلام کی عمر ساٹھ (60) سال تھی۔ اور جب اُن کے بیٹے لادی پیدا ہوئے اس وقت حضرت اسحٰق علیہ السلام کی عمر چھیاسی (86) سال تھی، اور جب ان کے بیٹے قاہاث پیدا ہوئے، اس وقت لادی کی عمر چھیالیس (46) سال تھی، اور جب ان کے بیٹے عمران پیدا ہوئے اس وقت قاہاث کی عمر تریسٹھ (63) سال تھی، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت عمران کی عمر ستر (70) سال تھی، اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ولادت کے درمیان چار سو پچیس (425) سال کا عرصہ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (120) سال تھی، اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی وفات کے درمیان پانچ سو پینتالیس سال کا عرصہ ہوا، اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی عمر ایک سو پچھتر (175) سال، حضرت اسحاق علیہ السّلام کی عمر ایک سو اسی (180) سال، حضرت یعقوب علیہ السّلام کی عمر ایک سو سنتالیس (147) سال، لادی کی عمر ایک سو سینتیس (137) سال، اور قاہاث کی عمر ایک سو ستائیس (127) سال، اور عمران کی عمر ایک سو چھتیس (136) سال، اور موسیٰ علیہ السّلام کی عمر ایک سو بیس (120) سال تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا نسب اس طرح ہے، موسیٰ بن عمران بن قاہاث بن لادی بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم السّلام۔

(تتمۃ المختصر فی اخبار البشر جلد1 صفحہ 17)

حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا درمیانی عرصہ

حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے درمیان تقریبًا پانچ سو کچھ سال کا عرصہ ہے، کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی وفات کے بعد ان کے بیٹے حضرت نابت کعبہ معظمہ کے متولی ہوئے، حضرت نابت کی

وفات کے بعد بنی جرہم کعبہ شریف کے متولی بنے۔

تاریخِ یعقوبی میں ہے:

فلما توفی اسماعیل ولی البیت بعده نابت بن اسماعیل (الی ان قال) ولما توفیّ نابت و قد تفرق ولد اسماعیل ولی البیت المضاض بن عمرو الجرهمی (جلد 1 صفحہ 222)

لیکن اسکے باوجود کہ حکمران بنی جرہم تھے وہ بنی اسماعیل کا احترام کرتے تھے اور احتراماً ولایتِ کعبہ کی ذمہ داری بنی اسماعیل ہی کے سپرد تھی، چنانچہ حضرت نابت کے بعد متولی کعبہ ان کے بیٹے امین ان کے بعد یشجب بن امین ان کے بعد ہمیسع ان کے بعد اُدد پھر حضرت عدنان والی کعبہ مقرر ہوئے۔

(تاریخ یعقوبی جلد 1 صفحہ 222)

اور بنی جرہم تقریباً تین سوسال اور بقولِ امام مسعود پانچ سو ساٹھ سال مکّہ شریف کے حکمران رہے۔ چنانچہ علامہ تقی الدین محمد بن احمد الحسنی الفاسی المکی متوفی 832ھ لکھتے ہیں کہ: (العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین)۔

"فاقامو ولاة البیت نحو ثلاث مائة سنة" بنی جرہم تین سوسال حکمرانِ کعبہ رہے۔

اور امام مسعودی سے نقل کرتے ہیں کہ۔

انّ اوّل ملک من ملوک جرهم مضاض بن عمرو بن الرقیب مائة سنة ثم ملک بعده ابنه عمرو بن مضاض : مائة و عشرون سنة ثم ملک الحارث بن عمرو: مائة سنة ، ثم ملک بعده عمرو بن الحارث: مائتی سنة ثم ملک بعده مضاض بن عمرو بن الاصفر اربعین سنة (العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین جلد 1 صفحہ 131، 132)

"کہ سب سے پہلے ملوک جرہم میں سے مضاض بن عمرو بن الرقیب حاکم ہوا، ایک سوسال تک، پھر اسکے بعد اس کا بیٹا عمرو بن مضاض ایک سو بیس سال تک پھر اسکے بعد حارث بن عمرو ایک سوسال تک پھر اسکے بعد عمرو بن الحارث دوسو سال تک پھر اسکے بعد مضاض بن عمرو بن الصفر چالیس سال حاکم رہا"۔

اس طرح بنی جرہم کی حکمرانی کا دور پانچ صد ساٹھ (560) سال تقریباً ہوتا ہے، اس کے بعد بنی خزاعہ نے بنی جرہم کے ساتھ جنگ کی اور بنی جرہم کو مکّہ معظّمہ سے نکال دیا اور خود مکّہ کے حکمران بن گئے، اور ان کا رئیس عمرو بن لحی الخزاعی لعنۃ اللہ تھا جس نے سب سے پہلے عرب میں شرک رائج کیا اور کعبۃ المعظمہ میں بت نصب کئے اور وہ جنگ حضرت عدنان کے والد حضرت اُدد کے زمانہ میں ہوئی، چنانچہ امام احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن واضح الکاتب العباسی المعروف بالیعقوبی متوفی 284ھ، اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

وهلکت جرهم فی عصره ، (تاریخ یعقوبی جلد 1 صفحہ 222)

عرب میں سب سے پہلے شرک
عمرو بن لحی الخزاعی لعنۃ اللہ نے رائج کیا

حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی وفات کے بعد عرب دینِ ابراہیم علیہ السلام پر قائم رہے پھر جب عمرو بن لحی (حارثہ) بن عمرو بن عامر بن ماء السماء ابوخزاعہ کعبہ شریف کا متولی ہوا تو اس نے سب سے پہلے بتوں کی پُوجا کو رائج کیا۔

حدیث شریف میں ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں نے عمرو بن لحی کو جہنّم میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتے ہوئے دیکھا کیونکہ سب سے اوّل اس نے عرب میں شرک رائج کیا تھا۔''

(بخاری شریف کتاب المناقب)

اور وہ تین صد چالیس سال(340) زندہ رہا اور اسکی اولاد اس کے بعد ایک سو ساٹھ برس(160) کعبہ معظّمہ کے متولی رہے۔

چنانچہ امام حلبی ''انسان العیون فی سیرت الامین المامون'' میں لکھتے ہیں،

وعاش عمرو بن لُحَیّ ھذا ثلثما ئة واربعین سنة روأی من ولده و ولده الف مقاتل ای مکث ھو و ولده من بعد فی ولاية البيت خمس مائة سنة (جلد1 صفحہ11)

اسکے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدّ امجد حضرت قصی بن کلاب نے بنوخزاعہ سے جنگ کی اور انہیں مکہ معظّمہ سے نکال دیا اور خود بیت اللہ کے متولی ہوئے۔

عمرو بن لحی سے پہلے بنی اسمٰعیل دینِ ابراہیمی پر ہی تھے

بنی اسماعیل حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دین پر تھے، چنانچہ سیرتِ حلبیہ میں ہے۔

تظافرت نصوص العُلماء علی ان العرب من عھد ابراھیم استمرت علی دینه ای من رفض عبادة الاصنام الیٰ زمن عمرو بن لحیّ فھوا وّل من غیر دینِ ابراھیم علیه السّلام

(سیرت حلبیہ جلد1 صفحہ10)

''علماء کی نصوص اس پر موجود ہیں کہ عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر عمرو بن لحی کے زمانہ تک دین ابراہیمی پر قائم تھے، یعنی وہ بتوں کی پُوجا نہیں کرتے تھے تو سب سے پہلے عمرو بن لحی نے دینِ ابراہیمی کو تبدیل کیا''۔

اس سے واضح ہوا کہ بتوں کی پوجا کا رواج عمرو بن لحی کے زمانہ سے ہوا اور وہ عمرو بن لحی حضرت اُدَد اور حضرت عدنان کے دور میں تھا، لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حضرت عدنان تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام ملّتِ ابراھیمی پر تھے، اور مومنین صالحین ہی تھے، اور حضرت عدنان سے حضرت مرّہ تک تمام آباء کرام کے مومن ہونے کی احادیث مبارکہ میں صراحت موجود ہے، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، اور حضرت کلاب سے حضرت عبداللہ تک تمام آباء کا ایمان بتقاضا عموم نصوص سے ثابت ہے۔

اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء واجداد مومنین صالحین اور محبوبانِ خدا تھے (کذافی مسالک الحنفاء)

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بھائی تھے ایک کا نام نبت بن ادد اور دُوسرے کا نام عمرو بن اُدد تھا، امام سُہیلی ''الروض الانف'' میں فرماتے ہیں۔

ولعدنان بن اُدد اخوان نبت بن ادد و عمرو بن ادد (جلد 1 صفحہ 13)

اور حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ کے آباء کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔

امام دیار بکری نے ان کے نام اس طرح ذکر کیے ہیں۔

عدنان بن اُدد بن الہمیسع بن نبت بن حمل بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام،

اور ہم اسی کو اختیار کر کے آگے اسکی تفصیل ذکر کرتے ہیں، حضرت عدنان کے والد گرامی کا نام اُدَد تھا، چونکہ حضرت اُدد کی آواز لمبی تھی اور بنی اسماعیل میں وہ صاحب شرف تھے اس لئے ان کا نام ادد رکھا گیا، امام بکری فرماتے ہیں:

''انما سمی ادد لا نہ کان مدید الصّوت طویل العذ و الشّرف''

اور سب سے پہلے عربی قلم سے لکھنا انہوں نے سیکھا اور اس وجہ سے بھی وہ صاحبِ فضیلت ہوئے۔

تاریخ خمیس میں ہے:

''اوّل من تعلّم بالقلم من ولد اسماعیل ادد، فُضّل بالکتابۃ علیٰ اھل زمانہ (تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 846)

حضرت ادد کے والد کا نام ہمیسع تھا، حضرت ہمیسع کے حالات کی تفصیل ہمیں نہیں مل سکی، حضرت ہمیسع کے والد کا نام نبت تھا، حضرت نبت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ظاہر ہوتا تھا، اور وہ نہایت ہی نیک سیرت انسان تھے اور اپنے آباء کرام کے نقشِ قدم پر قائم تھے، اور وہ شکار کو بہت پسند کرتے تھے۔

امام دیاربکری فرماتے ہیں:

وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فاخذ یسیر بسیرۃ حسنۃ یحب القنص و یتبع آثار آبائہ"

حضرت نبت کی والدہ کا نام سعیدہ تھا۔

تاریخ خمیس میں ہے:

فتزوج امراء ۃ من قومہ یقال لھا سعیدۃ فولد لہ منھا نبت (تاریخ الخمیس جلد1 صفحہ146)

حضرت نبت کے والد کا نام حمل تھا، حضرت حمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت یعقوب بن اسحٰق علیہم السّلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔

امام دیاربکری فرماتے ہیں:

وکانت ولادۃ حمل فی زمن یعقوب (تاریخ الخمیس جلد1 صفحہ146)

جب حضرت حمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوان ہوئے تو ان سے ان کے والدِ گرامی نے یہ عہد لیا کہ نور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حفاظت کرنا، یہ میثاق لینے کے بعد ان کو ہاتھ سے پکڑا اور انہیں جبلِ ثبیر پر لے گئے "ثبیر" مکّہ معظّمہ کے قریب ایک پہاڑ ہے، وہاں ایک نوجوان شخص کی شکل میں حضرت عزرائیل علیہ السّلام تشریف لائے اور حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے قیدار اپنا کان میری طرف کرو تاکہ میں آپ سے کوئی خفیہ بات کرسکوں، تو حضرت قیدار نے اپنا کان ان کی جانب کیا، پس عزرائیل علیہ السّلام نے کان سے انکی رُوح قبض کر لی، تو حضرت قیدار زمین پر گر گئے، حضرت حمل یہ دیکھ کر ناراض ہو کر بولے اے فلاں تو نے میرے باپ کو قتل کر دیا؟ ملک الموت نے کہا اے بچے اپنے باپ کو دیکھو کیا وہ میّت ہے؟ حضرت حمل نے بغور دیکھنے کی غرض سے اپنا سر جھکایا تو ملک الموت غائب ہوگئے، حضرت حمل نے دائیں بائیں دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا، تو وہ جان گئے کہ وہ ملک الموت تھے، اتنے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے کوئی شخص آیا اور اس نے حضرت قیدار کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور انہیں جبل ثبیر میں دفن کیا، حضرت قیدار کی قبر انور جبلِ ثبیر میں ہے، پھر حضرت حمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قوم کی سعیدہ نامی خاتون سے نکاح کیا ان سے حضرت نبت پیدا ہوئے۔

(از: تاریخ خمیس جلد1 صفحہ146)

حضرت حمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ کا اسمِ گرامی غاضرہ تھا اور وہ بنی جرھم کے رئیس کی صاحبزادی تھیں اور وہ رئیس بنی جرہم ذھل بن عمرو بن یعرب بن قحطان کی اولاد سے تھے اور قحطان حضرت شیث علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی نسل سے ہیں۔

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کا عجیب واقع

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت غاضرہ سے نکاح کرنے کا عجیب واقعہ ہے اس واقعہ کو امام دیار بکری نے اپنی کتاب ''تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس'' میں ذکر کیا ہے۔

حضرت قَیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصائل

کہ حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات خصلتیں عطا کی گئیں:

1: البأس: (بہادری) یعنی حضرت قیدار بہت بہادر اور شجاع تھے۔
2: الشدّۃ: (قوت وطاقت) حضرت قیدار بہت قوی اور طاقتور تھے۔
3: الصراع: (عاجزی وتواضع) حضرت قیدار بہت متواضع انسان تھے۔
4: الرمی: (تیر مارنا) حضرت قیدار تیر مارنے اور نشانہ لگانے کے ماہر تھے۔
5: القنص: (شکار کرنا) حضرت قیدار پرندوں اور جانوروں کو شکار کیا کرتے تھے۔
6: الفروسیۃ: (گھوڑے پر سوار کرنا) حضرت قیدار شہ سوار تھے۔
7: صاحب الضفیرہ: حضرت قیدار نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں، زلفوں والے تھے،

اور حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی جانور یا پرندہ شکار فرماتے، تو وہ شکار کیا ہوا جانور یا پرندہ بولتا اور یہ کہتا:

''لا تذبحنی حتّی تسی اللہ ولا تاء کل ممّا لم یذکر اسم اللہ۔''

''کہ مجھے ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہے بغیر ذبح نہ کرنا اور جس مذبوح پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اُسے نہ کھانا''۔

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ انور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک سُورج کی طرح چمکتا تھا، اس لئے انہیں حکم ہوا کہ پاکیزہ عورتوں سے نکاح فرمائیں۔ کیونکہ کسی مشرک عورت کا بطن اس نور مقدس کے لائق نہیں ہے، تو حضرت قیدار نے یہ سمجھ کر کہ حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اولاد سے جو عورتیں ہیں وہی پاکیزہ ہیں اور اس نورِ مقدس کے منتقل ہونے کے لائق وہی ہیں، حضرت اسحاق علیہ السّلام کی اولاد سے ایک سو عورتوں سے نکاح فرمایا مگر ان میں سے کوئی بھی اس نور مبارکہ کے لئے حاملہ نہ ہوئی، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکار کے لئے تشریف لے گئے تو جنگلی جانوروں اور پرندوں نے عار دلائی اور یہ آواز دی کہ اے قیدار ہمیں شکار کرنے سے یہ بہتر ہے کہ جو نور مبارک آپ کے چہرۂ انور میں چمک رہا ہے اس کو آپ اس نور کی جائے ودیعت میں منتقل کرنے کا ارادہ کرلیں، تو آپ الٰہ ابراہیم سے ڈریں:

''قد آن لک ان یخر ج نور ابی القا سم صلی اللہ علیہ وسلم من ظھر ک''۔
''آپ کی پشت مبارک سے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کے منتقل ہونے کا وقت آ گیا ہے''۔

تو حضرت قیدار رضی اللہ عنہ مرعوب ہو کر گھبرائے ہوئے گھر واپس تشریف لائے اور فرمایا مجھے الہٰ ابراہیم علیہ السلام کی قسم! جو میں نے ان جانوروں اور پرندوں کی زبان سے سُنا جب تک مجھ پر یہ واضح نہ کر دیا جائے، میں نہ کچھ کھاؤں گا نہ کچھ پیوں گا، اور غمگین ہو کر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک نوجوان آدمی کی صورت میں آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا اور آ کر اس نے سلام کہا اور فرمایا اے قیدار اللہ تعالیٰ نے آپ کو روئے زمین کا بادشاہ بنایا ہے اور آپ کو آپ کے چچازاد بھائی حضرت عیص جیسی قوّت عطا فرمائی ہے، اور آپ کی طرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور منتقل فرما دیا ہے اور وہ آپ کی اولاد سے ہوں گے، حضرت اسحاق علیہ السّلام کی نسل میں منتقل نہیں ہوں گے تو اگر بحضورِ الہٰ ابراہیم علیہ السلام قربانی کریں تو اللہ تعالیٰ آپ پر یہ ظاہر فرما دے گا کہ آپ کس خاتون سے نکاح فرمائیں۔

تو حضرت قیدار علیہ السّلام اسی جگہ تشریف لے گئے جہاں حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو قربان کرنے کے لئے لے گئے تھے، اور حضرت قیدار نے سات سو دنبے ذبح فرمائے اور یہ دُعا فرمائی، الٰہی اگر تُو مجھے وہ بچہ عطا فرمانے والا ہے تو میری اس قربانی کو قبول فرما اور مجھے حکم فرما دے کہ کس خاتون سے نکاح کروں؟

اور جب ہی کوئی دنبہ ذبح فرماتے تو آسمان سے سفید زنجیر کی صُورت میں آگ اُترتی اور دنبے کو اٹھا کر آسمان کی طرف لے جاتی، حتیٰ کہ آسمان سے یہ ندا آئی، اے قیدار تجھے اتنا ہی کافی ہے، آپ کی دُعا قبول کر لی گئی اور آپ کی یہ قربانی مقبول ہو گئی ہے۔

''پس آپ شجرۃ الوغد (وغد کسی درخت کا نام ہے) کے نیچے جا کر سو جائیں اور خواب میں جو آپ کو حکم دیا جائے اس پر عمل کریں، تو حضرت قیدار اس درخت کے نیچے آ کر سو گئے، خواب میں انہیں ہاتف نے ندا کی اور فرمایا:

یـا قید ار ان ھذا النور الّذی فِیْ وجھک نـور مـحـمّـد صـلی اللہ علیہ و آلہٖ وسَلّم وھـو النورالّذی فتح اللہ بہ الا نوار وخلق الدُّ نیـا ، لا جـلـہ وانہ عر بی لا ینبغی ان یجر ی الا فی العر بیا ت فابتغ لنفسک عر بیۃ ولکن اسمھا الغا ضر ۃ ۔''

''اے قیدار یہ نور جو آپ کے چہرہ میں جلوہ گر ہے یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ہے، یہ وہ نور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نور اسی نور سے پیدا فرمائے اور اِسی نور کے سبب دنیا پیدا فرمائی اور یہ عربی ہیں تو عربی عورتوں کے بطن میں ہی منتقل ہونے چاہئیں، پس آپ اپنے لئے کوئی عربی عورت تلاش کریں اور اس کا نام غاضرہ ہے''۔

تو حضرت قیدار بیدار ہوئے اور بہت خوش ہوئے اور بنی جرہم کے رئیس کی صاحبزادی حضرت غاضرہ سے نکاح کیا اور ان سے حضرت حمل رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

(از تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 146)

حضرت قیدار کے نام میں اختلاف ہے، بعض نے قیذر ذکر کیا ہے اور قیذر کا معنی ہے بادشاہ، چونکہ حضرت قیذر اپنے زمانہ میں عرب کے بادشاہ تھے اس لئے ان کا نام قیذر رکھا گیا، حضرت عدنان کا نسب حضرت قیذر تک پہنچتا ہے۔ اور سند کے لحاظ سے یہ روایت قوی ہے۔

چنانچہ امام سہیلی ''الروض الانف'' میں لکھتے ہیں:

وذكر من وجه قوى فيِ الر واية عن نسا ب العر ب ان نسب عد نا ن يرجع الى قيـذر بـن اسـمـاعيل وان قيذر كا ن المك فيِ زما نه وان معنى قيذر الملك اذفسر

(جلد 1 صفحہ 9)

اور امام زبیدی ''تاج العروس'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت قیذر کے بارے میں بعض علماء کا قول ہے کہ وہ نبی تھے اور ان کا مزار عجم میں سلطانیہ کے قریب ہے اور لوگ اس مزار مبارک کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

" وقيـدا ربن اسما عيل بن ابر اهيم عليهما و علىٰ نبّينا افضل الصلوٰة والسلام و هـو ابـو الـعـرب و قد قيل فى نبوّته ايضاً وله مشهد يزار قريبا من السلطانيه بالعجم و ا عقب من ولده حمل بن قيذار"

حضرت قیدار کا ایک بیٹا اور بھی تھا اسے سواری کہا جاتا تھا۔

تاج العروس میں ہے۔

" وله ابن آخر يقال له سوارى" (جلد 3 صفحہ 485)

اور حضرت قیذر علیہ السلام کے گیارہ بھائی اور تھے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

1: نابت: وہ سب سے بڑے بھائی تھے

2: مشا 3: اربل 4: صمعا 5: ماشی

6: ذما 7: آزر 8: طسما 9: بطور

10: نفیشا 11: قیدما

امام فاسی المکی "العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین" میں لکھتے ہیں،

و اما اولاد اسماعیل علیہ السلام : فقال ابن ھشام: حدثنا زیادبن عبداللہ البکائی عن محمد بن اسحاق قال: ولد اسماعیل بن ابراھیم اثنی عشرہ رجلاً: نابتا و کان اکبرھم: وقیدار ، واربل و مشا و صمعا و ماشی، و ذما و آزر و طسما و بطور و نیشا و قیدما (جلد 1 صفحہ136)

حضرت قیدار کی والدہ ماجدہ کا نام سیدہ رعلۃ بنت مضاض بن عمرو جرہمیہ اور بقول بعض ہالۃ بن حارث ابن عمرو ابجرہمی ہے۔

اور حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی کا نام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور لقب ذبیح اللہ ہے، اور وہ اللہ کے رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مآرب یمن اور حضرموت کی طرف مبعوث فرمایا اور آپ نے پچاس(50) سال دین اسلام کی تبلیغ فرمائی اس عرصہ میں بہت تھوڑے سے لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی عمر ایک سوسینتیس (137) سال تھی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت اسحاق نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی بیٹی حضرت نسمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت عیص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکاح کرنے کی وصیت فرمائی تو حضرت اسحٰق علیہ السلام نے ایسا ہی فرمایا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات مکہ شریف میں ہوئی اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبرانور کے ساتھ مقام ابراہیم میں مدفون ہوئے۔

از: تاریخ الخمیس جلد1 صفحہ145

ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں

اس مسئلہ میں علما کرام کا اختلاف ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟ چنانچہ امام فاسی فرماتے ہیں:

واختلف فی الذبیح ھل ھو اسماعیل بن ابراھیم او اخوہ اسحٰق بن ابراھیم و الصحیح انہ اسماعیل.

(العقد الثمین جلد1 صفحہ134)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت سعید بن المسیب ، امام شعبی ، حضرت حسن بصری، مجاہد، ربیع بن انس محمد بن کعب القرظی، امام کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بروایت عطا بن ابی رباح و یوسف بن مالک حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا یہی قول ہے۔ اور صاحب مظہری نے بھی اسی قول کو صحیح کہا ہے۔

تفسیر مظہری جلد8 صفحہ126

اور علامہ محمود آلوسی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ

"القول الفصیح فی تعیین الذبیح" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت علی حضرت ابو ہریرہ، ابو الطفیل، ابو جعفر الباقر، ابو صالح، سعید بن جبیر، یوسف بن مہران، ابو عمرو بن العلاء امام احمد بن حنبل، وغیر ہم آئمہ اعلام کا بھی یہی قول ہے، اور اسی قول کو اکثر محدثین نے ترجیح دی اور امام ابو حاتم نے اسی قول کو صحیح کہا، پھر کتاب "الھدیٰ" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ علماءِ صحابہ، تابعین، اتباعِ تابعین کے نزدیک یہی قول صحیح ہے (رُوح المعانی جلد 23 صفحہ 161)

علماءِ سیر کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب چودہ سال (14) کے ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی سے اللہ تعالیٰ کی بشارت کے مطابق (سورۃ ھود آیت 69 تا 73، سورۃ الذاریات آیت 28 تا 30، سورۃ الحجر آیت 52 تا 56) حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ عرب تمام کے تمام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور قحطان کی اولاد ہیں۔ یمن کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ قحطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور اسی لیے حضرت موصوف کو ابو العرب کہا جاتا ہے۔

اور اس مسئلہ میں علماء کے فریقین کے دلائل موجود ہیں، ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان دلائل کو ذکر نہیں کرتے، جسے اسکی تفصیل مطلوب ہو اور تفاسیر کو مطالعہ کرے خصوصاً'' مظہری و روح المعانی وغیر ہما کتب تفاسیر کو دیکھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے نام کی وجہ تسمیہ

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نام اسماعیل اس لئے رکھا گیا کہ ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد نہ تھی اور آپ اولادِ صالح کی دُعا فرمایا کرتے تھے اور کہتے:

اِسۡمَعۡ یَا ایۡل : (اے اللہ میری دُعا قبول فرما)

ایـل: کا معنیٰ اللہ ہے، تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی عمر شریف جب ننانوے (99) برس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السّلام عطا فرمائے جب ان کی ولادت ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کا نام اسماعیل رکھ دیا، حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام اپنی والدہ کے اکلوتے بیٹے تھے اور آپ کی والدہ محترمہ کا نام حضرت ہاجرہ تھا اور وہ مصر کے بادشاہ صاروف قبطی کی ام ولد تھیں، اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ھبہ کی تھیں، اور اس کا واقعہ مشہور ہے۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 85 وصفحہ 130)

حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے والد جدّ الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام ہیں، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے چار عورتوں سے نکاح فرمایا، سب سے پہلے حضرت سارۃ بنت ہاران ملک حرّان یا ھاران اکبر

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے چچا کی صاحبزادی تھیں اور وہ نہایت ہی حسین تھیں حتی کہ حضرت یوسف علیہ السّلام سے بھی تین حصّہ زیادہ حسین تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کو ٹھنڈی اور سلامتی والی کردیا۔ یہ دیکھ کر حضرت سارہ نے کہا اے ابراہیم جس ربّ نے آپ پر اس آگ کو بردوسلام کردیا میں اس رب پر ایمان لائی ہوں پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے گھر واپس تشریف لائے اس وقت حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 85)

حضرت سارہ کے بعد حضرت ہاجرہ قبطیہ سے نکاح ہوا، حضرت ہاجرہ کے بعد جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اس کے بعد قطورا بنت یقطن کنعانیہ سے اور اسکے بعد حجور بنت اہیب عربیہ سے نکاح کیا۔

(تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 130)

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے تقریباً تیرہ (13) بیٹے تھے، ایک حضرت سارۃ سے، ان کا نام حضرت اسحٰق علیہ السّلام ہے، وہ حضرت اسماعیل علیہ السّلام سے چودہ (14) سال چھوٹے تھے، جب حضرت اسحاق علیہ السّلام پیدا ہوئے، اس وقت حضرت سارہ کی عمر نوے (90) سال تھی، جس رات حضرت اسحاق علیہ السّلام حضرت سارہ کے بطنِ اقدس میں منتقل ہوئے اسی رات اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط پر عذاب نازل کیا اور اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی عمر تقریباً ایک سو بارہ (112) سال تھی اور ایک حضرت ھاجرہ قبطیہ سے ان کا نام حضرت اسماعیل علیہ السلام ہے، اور چھ بیٹے قطورا بنت یقطن کنعانیہ سے، ان کے نام یہ ہیں:

1: مدین 2: مدان 3: نیشان 4: زمران
5: یشبق 6: یشرخ

اور پانچ بیٹے حجور بنت اہیب سے، ان کے نام درجِ ذیل ہیں:

1: کیسان 2: سرورح 3: امیم 4: لوط
5: یاسن

☆ اور تمام انبیاء بنی اسرائیل حضرت اسحٰق بن ابراہیم علیہم السّلام کی نسل سے ہوئے۔
☆ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 130)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت

حضرت ابراہیم علیہ السّلام جمعہ کی رات دس محرم الحرام طوفانِ نوح کے ایک ہزار اکاسی (1081) سال بعد نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح کے زمانہ میں پیدا ہوئے، طوفانِ نوح حضرت آدم علیہ السّلام کے زمین پر اترنے کے دو ہزار دو سو بیالیس (2242) سال بعد آیا، اور بعض کے بقول حضرت ابراہیم علیہ السّلام طوفان کے ایک ہزار دو سو بیالیس (1242) سال بعد پیدا ہوئے، اور بعض کے نزدیک ایک ہزار دو سو تیس (1230) سال بعد پیدا ہوئے، حضرت ابراہیم علیہ السّلام حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش کے تین ہزار آٹھ سو سینتیس (3837) سال بعد پیدا ہوئے۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 78)

حضرت ابراہیم علیہ السّلام مقامِ سوس یا بابل، یا کثریا حرّان میں پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دو بھائی تھے۔

1: ھاران، حضرت لوط علیہ السلام کے والد

2: ناحور، حضرت لقمان علیہ السلام کے دادا

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی والدہ کا نام نونان یا ادنا بنت نمرود تھا،

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 78،79)

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے والد کا نام

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے والد کے نام میں علماء ومؤرخین کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے والد کا نام آزر ہے، اور امام مقاتل ابن حبان فرماتے ہیں کہ ان کا نام تارخ ہے اور آزر ان کا لقب ہے اور امام محمد بن اسحٰق، ضحاک، کلبی کے نزدیک ان کا نام آزر اور تارخ دونوں ہیں۔

(مظہری جلد 3 صفحہ 256)

لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے والد کا نام تارخ ہے اور آزر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے چچا کا نام ہے، اور لفظ اب (باپ) کا اطلاق عم (چچا) پر بھی ہوتا ہے۔

اور یہ کلامِ عرب میں شائع ہے۔

اور قرآن کریم میں لفظ ابّ چچا کے لئے استعمال ہوا ہے۔

سورۂ بقرہ میں ہے: (سورۃ بقرہ آیت 133)

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

ترجمہ: ” (یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا، ہم عبادت کریں گے تیرے اور تیرے باپ ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق علیہم السلام کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے“۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے دادا ہیں، اور اسماعیل علیہ السلام کے ان کے چچا ہیں۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ مظہری فرماتے ہیں:

وکان آزر علی الصّحیح عمّا لا براھیم والعرب یطلقون الاب علی العم کما فی قولہ تعالیٰ نعبد الٰھک والہ ابائک ابراھیم واسماعیل واسحق الھًا واحدًا وکان اسمہ ناحور وکان ناخور علی دین آبائہ الکرام ثم المّا صار وزیر المز وداختار الکفر للحرص فی الدنیا وترک دین آبائہ.

(مظہری جلد 3 صفحہ 256)

اور سورۃ ابراہیم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وانما کان عمًّا لہ وکانَ اسمہ ابیہ تارخ

(مظہری جلد 5 صفحہ 279)

اور امام فخر الدین ”مفاتیح الغیب“ میں لکھتے ہیں:

ان آزر ما کان والد ابراھیم علیہ السّلام بل کان عما لہ فاما والدہ فھو تارخ

(جلد 13 صفحہ 40)

اور علامہ احمد صاوی مالکی حاشیہ ”جلالین“ میں لکھتے ہیں،

ھو عمہ واسم ابیہ تارخ وسمی اباعلی عادۃ الاکابر من ستسمیۃ العم ابا

(جلد 3 صفحہ 39)

اور علامہ اسماعیل حقی رُوح البیان میں لکھتے ہیں:

ھو عمہ لا ابوہ الحقیقی والعرب تسمی العم ابا کما تسمی الخالۃ امًّا

(جلد 13 صفحہ 430)

امام زبیدی ''تاج العروس'' میں فرماتے ہیں:

هو اسم عم ابراهيم عليه و على نبينا افضل الصلوة والسلام، فى الاية المذكورة: و انما سمع العم ابا و جرى عليه، القرآن العظيم على عادة العرب فى ذالک لانهم كثيرا ما يطلقون الاب على العم و اما ابوه فانه تارخ و هذا باتفاق النسابين ليس عند هم اختلاف فى ذٰلک كذاقاله الزجاج والفراء
(جلد 3 صفحہ 12)

''یعنی قول باری تعالیٰ ''واذقال ابراهيم لابيه آزر اتتخذ اصناماً الهة'' میں آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے اور قرآن کریم (سورۃ الانعام آیت 74) میں یہ لفظ عرب کے طریقہ کے مطابق استعمال ہوا ہے کیونکہ اکثر وبیشتر عرب لفظ ابّ کا اطلاق عم (چچا) پر کرتے ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہی تھا، اور اس پر تمام علما (علم نسب کے ماہرین) کا اتفاق ہے، اسی طرح امام زجاج، اور امام فراء نے فرمایا ہے''۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''مسالک الحنفاء'' میں رقمطراز ہیں:

"ان آزر ليس اباء ابراهيم كما ورد عن جماعة من السلف"(صفحہ 28)

اور ''مدارج المنیفہ'' میں فرماتے ہیں:

واما آزر فالارجع كما قال الرازى انه عم ابراهيم لا ابوه، وقد سبقه الىٰ ذالک جماعة من السلف:(صفحہ 11)

امام ابن ابی حاتم بسند ضعیف سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور ابن ابی شیبہ ابن المنذر، ابن ابی حاتم باسانید صحیحہ، حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام ابن المنذر بسند صحیح ابن جریج سے اور ابن ابی حاتم بسند صحیح حضرت سدی سے راوی کہ:

ليس آزر بابيه انما هو ابراهيم بن تارخ

''آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں ان کے والد تارخ ہی ہیں''۔

اور اسکی تائید اس اثر سے ہوتی ہے جس کو امام ابن منذر نے اپنی تفسیر میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سلیمان ابن صرد ابن الجون الخزاعی صحابی متوفی 95ھ سے روایت کیا۔

لما ارادوا ان یلقوا ابراهیم فی النّار جعلوا یجمعون الحطب حتی ان کانت العجوز لتجمع الحطب، فلما ارادوا ان یلقوه فی النار قال حسبی الله و نعم الوکیل، فلما القوه قال الله : یا نارُ کونی بردا و سلاما علی ابراهیم، فقال عم ابراهیم من اجلی دفع عنه، فارسل الله علیه شرار ة من النار فوقعت علیٰ قد مه فاحرقته"

''جب (نمرود کی جماعت نے) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو لکڑیاں جمع کرنے لگے حتی کہ بوڑھی عورتیں بھی لکڑیاں اکٹھی کرتی تھیں پھر جب ان کو آگ میں ڈالنے لگے تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا" مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے (سورۃ الانبیاء آیت 69)" تو جب انہوں نے ان کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا" تو ابراہیم علیہ السلام کا چچا (آزر) بولا کہ میری وجہ سے ابراہیم سے آگ سے گرمی دور ہوئی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شعلہ اسکی جانب ارسال فرمایا اور وہ اس کے قدم پر آپڑا تو اُسے جلا دیا''۔

اس حدیث میں صراحت ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور وہ انہیں ایام میں ہلاک ہو گیا جن ایام میں ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، اور سورۃ توبہ میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ (سورۃ التوبہ آیت 114)

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿١١٤﴾

''ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے اس وقت استغفار کرنا ترک فرما دیا جب ان پر یہ واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے''۔

اور احادیث مبارکہ میں یہ صراحت ہے کہ وہ مشرک ہی مرا اور اسکے مرنے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اسکے لیے استغفار کرنا چھوڑ دیا۔

چنانچہ امام ابن ابی حاتم صحیح سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں۔ آپ نے فرمایا:

مازال ابراهیم علیه السلام یستغفر لابیه حتی مات، فلما تبین اله انهٔ عدو الله فلم یستغفر له

''حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کے لیے اسکی موت تک استغفار کرتے رہے، تو ان پر واضح ہوا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے پھر اس کے لیے آپ نے استغفار نہیں فرمایا''۔

اور محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد، حضرت حسن بصری رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور دیگر اجلہ تابعین سے روایت کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی زندگی میں اپنے باپ کے ایمان کی امید رکھتے تھے، تو جب وہ ایمان نہ لایا اور مشرک ہی مرا تو آپ نے اس کے لیے استغفار کرنا چھوڑ دیا، پھر آپ نے آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ کے بعد ملک شام کو ہجرت فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن کریم میں واضح فرمایا، پھر ہجرت سے کچھ مدت بعد آپ مصر میں تشریف لائے اور ایک ظالم بادشاہ کے ساتھ حضرت سارہ کی وجہ سے واقعہ ہوا اور اس نے آپ کو حضرت ہاجرہ ہبہ کی پھر آپ واپس شام میں تشریف لائے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مکہ شریف میں حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتقل کرنے کا حکم فرمایا، تو آپ نے انہیں وہاں منتقل فرما دیا اور یہ دعا فرمائی۔ (سورۃ ابراہیم آیت 37 تا 41)۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔ اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں۔ سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق دیئے بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔ اے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور میری اولاد کو اے ہمارے رب اور ہماری دعا سن

لے۔اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔(ابراہیم 37 تا 41)۔

متذکرہ بالا حدیث سے واضح ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعائے مغفرت اپنے والدین کے لیے آزر کے ہلاک ہونے کے طویل عرصہ بعد فرمائی، اس سے ثابت ہوا کہ جس کے کافر ہونے کا قرآن کریم میں ذکر ہے اوراس کے لیے ترک استغفار ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وہ حضرت خلیل اللہ کا چچا ہے آپ کا حقیقی باپ نہیں ہے۔

(مسالک الحنفاء صفحہ 28 تا صفحہ 30)

(روح البیان جلد 4 صفحہ 430)

اوراسی پر مورخین اہل کتاب کا اجماع ہے، کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، تفسیر مظہری میں ہے:

قد صرح به الشهاب الهيثمي بان اهل الكتاب و التاريخ اجمعوا على ان آزر عم ابراهيم

(تفسیر مظہری جلد 3 صفحہ 256)

نیز قاضی ثناء اللہ مظہری ارشاد باری حکایۃ عن ابراہیم علیہ السلام (سورۃ ابراہیم آیت 41) "ربنا اغفر لی ولوالدی" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

هذه الاية تدل على ان والديه عليه السلام كانا مسلمين۔ (جلد 5 صفحہ 79)

کہ یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے مسلمان ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض کتب میں ہے،" کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا بلکہ چچا تھا، اور یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آدم علیہ السلام تک مومنین صالحین تھے، ان میں ایک بھی غیر مسلم نہ تھا"۔

یادرہے کہ یہ کہنا کہ یہ کسی ایک مسلک کا مذہب ہے ہرگز درست نہیں بلکہ یہ اکابر صحابہ وتابعین وآئمہ اعلام اورعلماء اہل سنت کے جم غفیر کا مذہب ہے۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں:

"والذی عوّل عليه الجم الغفير من اهل السنّة ان آزر لم يكن والد ابراهيم عليه السلام و اعوا انه ليس فی آباء النبی صلی الله عليه وآله وسلم كا فر اصلا

(روح المعانی جلد 7 صفحہ 169)

"یعنی اہل سنت کے جم غفیر نے جس قول کو معتمد اور معتبر قرار دیا وہ یہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں ہیں اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء میں کوئی بھی کافر نہ تھا"۔

علامہ محمود آلوسی کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ اکثر اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں ہے بلکہ ان کا چچا ہے، اور یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی ایک بھی کافر نہ تھا یہ جمیع اہل سنت کا مذہب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام مثلی تھا۔

امام ابن ابی حاتم سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہے کہ:

ان اسم امه مثلی (روح المعانی جلد 7 صفحہ 168)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات حالت سجود میں اچانک ہوئی انبیاء علیہم السلام میں سے تین کو اچانک موت آئی۔

1. حضرت ابراہیم علیہ السلام
2. حضرت داؤد علیہ السلام
3. حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جب وفات ہوئی اس وقت حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر 75 سال تھی۔

امام ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

ومات ابراهیم و لا سحاق خمس و سبعون سنة (تتمۃ المختصر جلد 1 صفحہ 17)

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر نواسی (89) سال تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اکثر علماء کے نزدیک دوسو (200) سال تھی اور بعض کے نزدیک ایک سو پچانوے (195) سال تھی۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 127)۔

اور امام ابن الوردی کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو پچھتر سال (175) سال تھی "تتمہ المختصر فی اخبار البشر" میں ہے۔

"عاش ابراهیم مائة و خمسا و سبعین" (جلد 1 صفحہ 17)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلسلہ نسب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

"حضرت ابراہیم بن تارخ بن ناخور بن ساروغ (سروج) بن ارغو (رعو) بن فالغ (فلجم) بن شائخ (شالخ) بن قینان بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔"

تاریخ ابن الوردی جلد 1 صفحہ 15

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام (اہواز۔عراق) میں پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد حضرت تارخ کی عمر ستر (70) سال تھی (تاریخ ابن الوردی) میں ہے۔

ولما صار لتارخ سبعون سنة ولدله ابراهيم الخليل الله صلى الله عليه و آله وسلم (جلد 1 صفحہ 13)

اور حضرت تارخ کی کل عمر دوسو پانچ سال تھی۔ اور جب حضرت تارخ کی وفات ہوئی اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک سو پینتیس سال تھی، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر چھتیس (36) سال اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر بائیس (22) سال تھی، اور حضرت تارخ کے دو بھائی تھے:

1: آزر 2: ہاران (حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے والد)

کہ حضرت تارخ کی عمر دوسو پچاس سال تھی (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 77)

اس طرح حضرت تارخ کی وفات کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی (180) سال ہوتی ہے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اکاسی (81) سال اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر سڑسٹھ (67) سال ہوتی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام آباء مومنین وصالحین تھے

حضور سید الانبیاء احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت تارخ تک تمام آباء کرام کا مومنین، صالحین، محبوبان خدا ہونا ہم دلائل قاہرہ و براہین قاطعہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ الحمدللہ، اور اب ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام آباء کرام حضرت تارخ سے حضرت نوح علیہ السلام تک کے مومنین صالحین اور محبوبان خدا ہونے پر دلائل لاتے ہیں۔

حدیث شریف میں حضرت ارفخشذ سے حضرت تارخ تمام آباء کے مومن ہونے کی صراحت ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ومن ولد ارفخشذ الیٰ تارخ ورد التصريح بايمانهم فى اثر (مسالک الحنفاء صفحہ 27)

امام ابن سعد "طبقات" میں بطریق کلبی حضرت ابوصالح سے وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

ان نوحا علی نبینا و علیہ الصّلوۃ والسّلام لما ھبط من السفینۃ ھبط الیٰ قریۃ (و کان معہ ثمانون رجلا) فبنی کل رجل منھم بیتا فسمیت سوق الثمانین، فغرق بنو قابیل کلھم، وما بین نوح الیٰ آدم من الاباء کانو علی الاسلام ، فلما ضاقت بھم سوق الثمانین تحولوا الیٰ بابل فبنوھا فکثروابھاحتی بلغوا مائۃ الف و ھم علی الاسلام و لم یزالو اعلی الاسلام و ھم ببابل حتی ملکھم نمرود بن کوس بن کنعان بن حام بن نوح مدعا ھم نمرود الی عبادۃ الاوثان ففعلوا"

''کہ حضرت نوح علیہ السلام (طوفان ختم ہونے کے بعد) اسی (80) افراد کے ہمراہ ایک بستی میں اترے تو ہر شخص نے اپنا ایک گھر بنایا تو اس جگہ کا نام سوق الثمانین رکھ دیا گیا، اور قابیل کی تمام اولاد طوفان میں غرق ہو گئی، اور حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام تک (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تمام آباء دین اسلام پر عمل پیرا تھے، پھر جب مقام "سوق الثمانین" ان پر تنگ پڑ گئی تو انہوں نے بابل کا شہر بنایا تو اس وقت ان کی تعداد اور بڑھتی گئی حتیٰ کہ ایک لاکھ افراد ہو گئے اور وہ سب کے سب دین اسلام پر عمل پیرا تھے اور وہ ہمیشہ دین اسلام پر ہی قائم رہے، اور وہ بابل شہر میں رہتے تھے یہاں تک کہ نمرود بن کوس بن کنعان بن حام بن نوح ان کا بادشاہ ہوا تو اس نے انہیں بتوں کی پوجا کی دعوت دی پس انہوں نے بتوں کی پوجا شروع کر دی''۔

(طبقات ابن سعد)

اس حدیث پاک سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ حضرت تارخ سے حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام مومنین وصالحین اور محبوبان خدا تھے، اور یہ کہ آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سب کا ایک ہی دین، دین اسلام تھا اور کوئی دین نہ تھا یعنی اس سے وحدت دین بھی ثابت ہوئی، اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ یہ دین فطرت ہے۔

آقائے دوجہاں سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

کل مولود یولد علی الفطرۃ ای علی فطرۃ الاسلام

''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اسی وجہ سے یہ دین نہ کبھی تبدیل ہوا نہ ہو سکتا ہے نہ ہوگا''۔

ارشاد رب کریم ہے: سورۃ الروم آیت 30

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: ”تو اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لیے ایک اکیلے اسی کے ہو کر اللہ کی ڈالی بناء جس پر اس نے تمام لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی بنائی ہوئی چیز تبدیل نہیں ہو سکتی یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے“

لہٰذا اسی ایک دین، دین اسلام پر قائم رہو کہ دین صرف یہی ہے اور کوئی نہیں، تو جو دین اسلام کا دشمن ہے وہ اپنی فطرت کا دشمن ہے، اور جو اپنی فطرت کا دشمن ہو وہ کسی اور کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے حکم ہوا، ایمان والو! جو لوگ اپنی فطرت کے ہی دشمن ہیں تم انہیں اپنا دوست مت سمجھو وہ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے، بلکہ وہ تمہارے بھی دشمن ہی ہیں۔

حضرت تارخ کے والد کا نام ناخور ہے، جب حضرت تارخ پیدا ہوئے تو اس وقت ان کے والد کی عمر بقول امام بکری: ستائیس (27) سال تھی۔
چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے:

وولد لناخور تارخ بالمثناة فوق وفتح الراء بعد ما مضى من عمره سبع و عشرون سنة

(جلد1 صفحہ77)

اور امام ابن الوردی کے نزدیک ان کی عمر اناسی (79) سال تھی۔
تتمۃ المختصر فی اخبار البشر میں ہے:۔

و لما صارلنا خور تسع و سبعون سنة ولد له تارخ (جلد1 صفحہ13)

اور حضرت ناخور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام شاروغ اور توریت میں ان کا نام سروعا لکھا ہے، جب وہ پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر بقول ابن الوردی ایک سوتیس (130) برس تھی۔ اور بقول امام بکری تیس (30) سال تھی۔ اور حضرت کی کل عمر تین صدتیس (330) برس تھی۔

حضرت ساروغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام حضرت راغو یا ارغو تھا جب حضرت شاروغ پیدا ہوئے اس وقت حضرت ارغو کی عمر بتیس (32) یا دوسوبتیس (232) برس تھی۔ اور حضرت ارغو کی پوری عمر دوسوانتالیس (239) یا تین سوانتالیس (339) سال تھی، توریت میں ان کا نام رعو لکھا ہے۔

حضرت ارغو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام حضرت فالغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا جب حضرت ارغو پیدا ہوئے، اس وقت ان کے والد کی عمر تیس (30) یا ایک سوتیس (130) برس تھی، اور جس زمانہ میں حضرت ارغو پیدا ہوئے اسی زمانہ میں بنونوح (حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد) کئی قبائل ہوئے اور مختلف علاقوں میں آباد ہوئے اور مختلف زبانیں بولنے لگے۔ اور اس وقت طوفان نوح کو چھ صد ستر (670) سال ہو چکے تھے، اس سے قبل سب کی زبان ایک ہی تھی یعنی عربی زبان تھی۔ حضرت فالغ کی پوری عمر تین صد انتالیس (339) برس تھی، حضرت فالغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام بیشا صا تھا اور حضرت فالغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک بھائی تھے ان کا نام قحطان تھا، حضرت فالغ کے والد کا نام حضرت عابر تھا بقول بعض حضرت عابر ہود علیہ السلام کا نام ہے، اور وہی حضرت فالغ کے والد ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا، اور قوم عاد، عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد تھے، عاد کے دو بیٹے تھے ثمود، وجدلیس اور طسم، عملاق، امیم لا دد بن سام بن نوح کی اولاد تھے، اور وہ سب عربی تھے۔ اور بنو عاد بہت طویل القامت لوگ تھے حتیٰ کہ ان میں سب سے چھوٹا شخص ساٹھ ہاتھ کا ہوتا اور سب سے بڑے آدمی کا قد ایک سو ہاتھ ہوتا تھا اور وہ احقاف یعنی مقام عالج، دھناء اور مدین، میں عمان اور حضر موت کے درمیان رہتے تھے، اور وہ بتوں کے پجاری تھے، ان کے بتوں کے نام یہ تھے۔

1. صدا 2. صمودا 3. لہبا

جب حضرت ہود علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے اور انہیں بتوں کی پوجا سے منع کیا تو انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا اور وہ تباہ و برباد ہوئے، اور حضرت ہود علیہ السلام اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے اللہ نے انہیں نجات عطا فرمائی اور وہ اس کے بعد مکہ شریف چلے آئے اور پھر وہیں رہے، اور مقام ابراہیم کی جگہ حضرت ہود علیہ السلام مدفون ہوئے۔ اور بقول بعض حضر موت میں مدفون ہوئے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی پوری عمر ایک سو (150) پچاس سال یا چار سو چوسٹھ (464) سال تھی، قوم عاد کے تباہ ہونے کے بعد پچاس سال دنیا میں جلوہ گر رہے، جب حضرت ہود (عابر) علیہ السلام کی عمر ایک سو چونتیس (134) سال ہوئی تو اس وقت حضرت فالغ پیدا ہوئے،

حضرت عابر علیہ السلام کے والد کا نام حضرت شالخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ حضرت عابر جب پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سوتیس (130) سال تھی، اور بقول بعض صرف تیس برس (30) تھی اور حضرت شالخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری عمر چار سو چونتیس (434) یا چار سو چونسٹھ (464) یا چار سو ساٹھ (460) سال تھی، جب حضرت شالخ پیدا ہوئے اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چھ سو انہتر (669) سال تھی۔

حضرت شالخ کی والدہ کا نام مرجانہ تھا، اور شالخ کا معنی رسول (قاصد) ہے، امام ابن الوردی کے نزدیک حضرت شالخ کی ولادت طوفان کے دو سو چھہتر (276) سال بعد ہوئی اور طوفان کے تین صد پچاس (350) سال

بعد حضرت نوح علیہ السلام کی وفات ہوئی، اس وقت حضرت شالخ کی عمر چوہتر (74) سال تھی، اور حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا عرصہ نوسو پچاس (950) سال تھا (پوری عمر میں اختلاف ہے)، اس طرح جب حضرت شالخ پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر آٹھ سو چھہتر (876) سال تھی۔

حضرت شالخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام حضرت قینان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ جب حضرت شالخ پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سو انتالیس (139) سال تھی، اور حضرت قینان کی پوری عمر چار سو تیس (430) سال تھی، حضرت قینان طوفان کے ایک سو چونتیس سال بعد پیدا ہوئے۔

حضرت قینان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام حضرت ارفخشذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا، ارفخشذ کا معنی ہے، مصباح مضیئ (روشن چراغ) جب حضرت قینان پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سو پینتیس (135) سال تھی، اور حضرت ارفخشذ کی پوری عمر چار صد پینسٹھ (465) سال تھی، اور بقول بعض ان کی عمر (438) چار سو اڑتیس سال تھی۔

حضرت ارفخشذ کے مومن ہونے کی دلیل حدیث میں صراحت ہے، امام ابن عبدالحکم نے تاریخ مصر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اور اس حدیث میں یہ لفظ ہیں۔

انہ ادرک جدہ نوحا و انہ دعالہ ان یجعل اللہ الملک والنبوۃ فی ولدہ

''یعنی حضرت ارفخشذ نے اپنے جد امجد حضرت نوح علیہ السلام کی زیارت کی اور حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ میرے اس بیٹے کی اولاد کے نصیب میں نبوت اور زمین کی بادشاہت کردے''۔

مسالک الحنفا صفحہ 27

حضرت سام، یافث، حام، یام

حضرت ارفخشذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام حضرت سام علیہ السلام ہے، حضرت سام علیہ السلام کا مومن ہونا باجماع امت اور قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے، کیونکہ وہ اپنے والد حضرت نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں رہے اور طوفان سے نجات پائی اور کشتی نوح میں صرف ایمان والے ہی تھے، بلکہ حدیث پاک میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت سام علیہ السلام نبی تھے۔ اس حدیث کو امام ابن سعد نے ''طبقات ابن سعد'' میں اور زبیر بن بکار نے ''الموفقیات'' میں اور امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت کلبی سے روایت کیا۔ (مسالک الحنفاء صفحہ 27)۔

جب حضرت ارفخشذ پیدا ہوئے اس وقت حضرت سام علیہ السلام کی عمر ایک سو ساٹھ (160) سال تھی، حضرت ارفخشذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار بھائی تھے:

1. ارم 2. اسود 3. عویلم 4. لاود

عرب، فارس، یمن، روم، عاد، ثمود، طسم، جدلیس، سب کے سب حضرت سام کی اولاد ہیں، حضرت سام علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے قائم مقام تھے، حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں اپنا وصی اور ولی عہد بنایا تھا۔

حضرت سام علیہ السلام کی اولاد زمین کے وسط میں یعنی حرم شریف میں اور اسکے اردگرد یمن سے عمان تک اور اس میں بیت المقدس اور دریا نیل، فرات، دجلہ، سیحون بھی شامل ہیں۔ رہائش پذیر ہوئے۔ اور حضرت سام نے مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی اور آپ کا دار الحکومت بھی وہی جگہ تھی، حضرت سام کی پوری عمر چھ سو (600) سال تھی۔

حضرت سام علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے، ان کی والدہ کا نام حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا اور وہ پاک سیرت، مومنہ، صالحہ تھیں۔

تاریخ خمیس میں ہے۔

فتزوج نوح عمورة و كانت من الصّالحات القانتات فولدت له ساما

حضرت سام طوفان سے اٹھانوے (98) سال قبل پیدا ہوئے، اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر پانچ سو (500) سال تھی، اور عرب وعجم کے تمام انبیاء علیہم السلام حضرت سام بن نوح کی اولاد سے ہیں۔

امام بکری فرماتے ہیں:

و من ولده الانبياء كلّهم عربهم و عجمهم

حضرت سام علیہ السلام کے تین بھائی تھے:

1. یافث، حضرت یافث کی اولاد سے ترک، یاجوج ماجوج، خوز، صقالیۃ، ترخان، ہیں، اور وہ روم کے شمال میں اور چین میں اور اسکے اردگرد رہائش پذیر ہوئے۔
2. حام: ان کی اولاد سے سوڈانی (حبشہ) رنج، نوبہ، فرنج، قبطی ہیں۔
3. یام: اور اس کو کنعان بھی کہا جاتا ہے، اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کی زوجہ جس کا نام واغلہ تھا، کا بیٹا تھا، وہ اور اسکی ماں دونوں کافر تھے اور وہ دونوں طوفان میں غرق ہو گئے، اور انکی اولاد بھی ساری غرق ہو گئی اس کی نسل کا کوئی فرد باقی نہ رہا۔

حضرت سام علیہ السلام کے والد گرامی حضرت نوح علیہ السلام ہیں، آپ کا لقب آدم ثانی ہے کیونکہ تمام بنی نوع انسان حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام اہل ارض کی جانب اللہ کی طرف سے مبعوث کیے ہوئے سب سے پہلے رسول ہیں۔

(تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 76, 77، تتمۃ المختصر فی اخبار البشر جلد 1 صفحہ 12, 13)

حضرت نوح علیہ السلام کے اصل نام میں علماء کا اختلاف ہے، امام قشیری نے ان کا نام یشکر، حیات الحیوان

میں ان کا نام عبدالجبار، الانس الجلیل میں ان کا نام عبدالغفار، ذکر کیا ہے، اور نوح آپ کو اس لیے کہا جاتا تھا آپ نے ایک شیر کو فرمایا اللہ نے تجھے کتنا وحشی بنا دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ ''اے عبدالغفار تم اس کو اچھا بنا دو'' بس اسی وجہ سے اس قدر روئے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر وحی فرمائی اور فرمایا ''اے نوح کتنا روؤ گے بس کرو'' تو بہت رونے کی وجہ سے آپ کو نوح کہا جاتا تھا، اور آپ تین سو سال تک روتے رہے اور بعض نے آپ کے رونے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ آپ اپنی امت کے لیے بہت روتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اس وقت ان کی عمر چار سو اسی (480) سال تھی اور آپ نے نو سو پچاس (950) سال دین اسلام کی تبلیغ فرمائی اور بہت تھوڑے لوگ مسلمان ہوئے پھر آپ نے ان کے خلاف طوفان کی دعا فرمائی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قابیل بن آدم کی اولاد اور حضرت شیث علیہ السلام کی نسل کے جو لوگ قابیل کی اولاد سے مل گئے تھے ان کی طرف مبعوث فرمایا، وہ سب کفار تھے۔

کشتی نوح علیہ السلام

جب حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے لیے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم فرمایا کہ ایک کشتی بناؤ اور اس میں اولاد اور دیگر ایمان والوں کو سوار کرنا اس طرح میں تمہیں طوفان سے نجات عطا فرماؤں گا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی وہ چھ سو ساٹھ (660) ہاتھ لمبی اور تین سو تیس (330) ہاتھ چوڑی اور تینتیس (33) ہاتھ اونچی تھی، اور اسکے ایک لاکھ چوبیس ہزار تختے تھے، ہر تختہ پر ایک نبی کا نام لکھا ہوا تھا، پہلے تختے پر حضرت آدم، دوسرے پر حضرت شیث، تیسرے پر حضرت ادریس چوتھے پر حضرت نوح، پانچویں پر حضرت ہود، چھٹے پر حضرت صالح، ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہم السلام اسی طرح تمام انبیاء کرام کے اسماء گرامی اور آخری تختہ پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مقدس تھا، جب کشتی تیار ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے نوح ابھی یہ کشتی نامکمل ہے اس میں چار تختے اور شامل کرو اور دریائے نیل میں بہت لمبا درخت ہے اسے کاٹ کر اس سے وہ تختے بناؤ حضرت نوح علیہ السلام نے عوج بن عنق کو بھیجا اور وہ اس درخت کو کاٹ لایا اور نوح علیہ السلام نے اس کے چار تختے بنائے اور اپنی کشتی کو مکمل کیا ان میں پہلے تختہ پر حضرت ابوبکر صدیق، دوسرے پر حضرت عمر فاروق، تیسرے پر حضرت عثمان غنی اور چوتھے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے نام لکھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا اے جبریل علیہ السلام یہ چار کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ چار محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں، ان کی امت کے اقطاب ہیں جیسے آپ کی کشتی ان چار تختوں کے بغیر مکمل نہیں ہوئی ایسے ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ان چار شخصیتوں کے بغیر مکمل نہیں ہوگی۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 68, 69)

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:
نوح بن لامخ بن متوشلح بن اخنوخ بن یزد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔
بعض نے حضرت نوح علیہ السلام کے والد کا نام لمک ذکر کیا ہے۔
اور بعض نے لامک ذکر کیا ہے، جب حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت ان کی عمر پانچ سو پچانوے (595) سال تھی۔ اور آپ موصل (عراق) میں مدفون ہیں۔
اور حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کو ایک سو چھبیس (126) برس ہو چکے تھے حضرت نوح علیہ السلام کی والدہ کا نام اصح ایک اور روایت کے مطابق شمخاء بنت انوش اور بقول بعض قینوش ابنۃ مراکیل بن فحویل یا مخاویل بن اخنوخ ہے۔
تاریخ خمیس میں بحوالہ معالم التنزیل اور انوار التنزیل، امام بکری لکھتے ہیں۔
کان لمک و شمخاء ابو انوح مومنین (جلد 1 صفحہ 68)
یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے والدین لمک و شمخاء دونوں مومن تھے۔
تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سو اٹھاسی (188) سال تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اترے ایک ہزار چھ سو بیاسی (1682) سال ہو چکے تھے۔ اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چونتیس (34) سال ہوئی اس وقت حضرت مہلائل بن قینان نے آٹھ سو پچانوے سال (895) سال کی عمر میں وفات پائی اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی عمر دو سو چھیاسٹھ (266) برس ہوئی تو اس وقت یزد بن مہلائیل نے نو سو باسٹھ (962) سال کی عمر میں وفات پائی اور حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا حضرت اخنوخ یعنی حضرت ادریس علیہ السلام جب آسمانوں پر اٹھائے گئے اس وقت ان کی عمر تین سو پینسٹھ (365) سال تھی، اور حضرت لامخ کی عمر تیرہ (13) برس تھی اور یہ واقعہ حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت سے ایک سو پچھتر (175) سال قبل ہوا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے دادا حضرت متوشلح بن اخنوخ کی وفات طوفان کے ابتدائی ایام میں ہوئی اس وقت ان کی عمر نو سو انہتر (969) سال کی تھی۔ (جلد 1 صفحہ 10, 11)
حضرت لامخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام حضرت متوشلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، حضرت متوشلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد حضرت اخنوخ (ادریس) علیہ السلام کی عمر ایک سو پینسٹھ (165) سال تھی اور حضرت متوشلح کی والدہ کا نام ھدانۃ یا ادانہ یا روحا ہے، جب حضرت ادریس علیہ السلام کا ان سے نکاح ہوا، اس وقت ان کی عمر پینسٹھ (65) برس تھی، حضرت متوشلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے نقش قدم پر تھے اور

آپ نے سب سے پہلے ہاتھی پر سواری کی۔

(تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 67، ابن الوردی جلد 1 صفحہ 10)

حضرت لامخ جب پیدا ہوئے اس وقت حضرت متوشلخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ایک سو سڑسٹھ (167) سال تھی۔

حضرت متوشلخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام حضرت اخنوخ (ادریس) علیہ السلام ہے، حضرت اخنوخ نبی تھے، اور وہ حضرت آدم علیہ اسلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ اور بقول بعض حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سو ساٹھ (160) سال بعد پیدا ہوئے اور جمہور کے نزدیک دوصد سال (200) سال بعد پیدا ہوئے۔

جب حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر بیس (20) سال ہوئی تو اس وقت حضرت شیث علیہ السلام کی وفات ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اترے ایک ہزار ایک سو بیالیس (1142) سال ہو چکے تھے، حضرت شیث علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ (912) سال تھی۔

(ابن الوردی جلد 1 صفحہ 10)

حضرت ادریس علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت پر عمل پیرا تھے، اور سب سے پہلے سلے ہوئے کپڑے آپ نے پہنے اور کپڑے سینے کا کام آپ نے شروع فرمایا اور سب سے پہلے قلم سے لکھنا بھی آپ نے شروع کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس (30) صحیفے نازل فرمائے اور آپ پر چار مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ نیز علم نجوم اور علم الحساب (ریاضی) کے بانی بھی ہیں۔ یونانی حکما آپ کو ہرمس الحکیم کہتے ہیں۔ اور سب سے پہلے اسلحہ آپ علیہ السلام نے تیار کرنا شروع کیا۔ اور کفار (اولاد قابیل) کے خلاف جہاد کرتے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھالیا اور اس وقت ان کی عمر تین سو پینسٹھ (365) برس تھی اور آپ زندہ ہیں۔

چار نبی زندہ ہیں

چار نبی زندہ ہیں دو زمین میں:

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت الیاس علیہ السلام

اور دو آسمانوں میں:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کی والدہ کا نام اشوث یا برزورہ تھا (تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 66, 67)

حضرت اخنوخ (ادریس) علیہ السلام کے والد کا نام یزد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، جب حضرت یزد پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سو پینسٹھ (165) سال تھی، اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر چار سو ساٹھ (460) سال تھی ان کے والد نے انہیں اپنا وصی بنایا تھا۔

امام دیار بکری فرماتے ہیں:

"وكان هو القائم بوصيّة ابيه" (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 65)

حضرت یزد کے والد کا نام حضرت مہلائیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، مہلائیل کا معنی ممدح (تعریف کیا ہوا یا تعریف کرنیوالا) ہے۔

زمین پر پہلے دوشہر

کائنات ارضی پر حضرت اخنوخ (ادریس) علیہ السلام کے دادا حضرت مہلائیل نے بابل کا شہر عراق میں اور بلد سوس خوزستان میں بنایا، یہی دو شہر سب سے پہلے بنائے گئے، اور آپ نے معاون کا استخراج کیا اور اپنے دور کے لوگوں کو مسجدیں بنانے کا حکم فرمایا۔ اور مزامیر وغیرہ آلات لہو (مطربون کے ساز) بھی آپ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ قابیل بن آدم کی اولاد کے ایک شخص توبال نامی نے مزامیر، طنبورے، طبلے وغیرہ آلات لہو بنائے۔

حضرت مہلائیل نے زراعت وغیرہ کی ترغیب دی اور اعمال صالحہ کا حکم فرمایا۔

(تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 64)

تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ حضرت مہلائیل کی عمر ایک سو پینتیس (135) برس ہوئی تو آدم علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور اس وقت بنی آدم کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ (جلد 1 صفحہ 10)

جب حضرت مہلائیل پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سو ستر (170) سال تھی۔

حضرت مہلائیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام حضرت قینان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ حضرت قینان جب پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر نوے (90) سال تھی۔ حضرت قینان کی والدہ کا نام نعمۃ بنت شیث بن آدم علیہ السلام ہے۔ حضرت قینان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام انوش بن شیث علیہ السلام ہے، حضرت انوش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام مخوایلۃ بنت آدم علیہ السلام ہے اور وہ حضرت حوا علیہا السلام کی نہایت حسینہ و جمیلہ بیٹی تھیں۔ ان کا نکاح خود رب کائنات نے پڑھایا اور خطبہء نکاح تمام فرشتوں کی موجودگی میں حضرت جبریل علیہ السلام نے پڑھا۔ حضرت انوش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے وصی تھے جب حضرت انوش پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر چھ سو پانچ (605) برس تھی۔ انوش کا معنی صادق ہے۔

حضرت انوش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام حضرت شیث علیہ السلام ہے۔

ولادت حضرت شیث علیہ السلام

حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت حضرت ہابیل کے قتل ہونے کے پانچ سال بعد ہوئی، اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ حضرت شیث علیہ السلام شکل وصورت کے لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام کے مشابہ تھے اور اولاد آدم میں سب سے زیادہ حسین وجمیل اور سب سے افضل اور آدم علیہ السلام کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت انہیں لیل ونہار کی ساعات اور ہر ساعت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ عبادت کی تعلیم فرمائی۔ اور انہیں اپنا وصی مقرر کیا اور آپ کو طوفان نوح کی خبر دی، آپ پر پچاس (50) صحیفے نازل ہوئے۔

ھبوط آدم کے ایک ہزار ایک سو بیالیس (1142) سال بعد آپ کی وفات ہوئی۔ اور جبل اُبی قبیس میں مدفون ہوئے۔

شیث کا معنی ہے: ھبة الله یا عطیة الله

حضرت شیث علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت حوا علیہا السلام اور آپ کے والد مکرم حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کے متعلق کچھ تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہیں، صرف اتنا لکھنا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت آدم وحضرت حوا علیہا السلام کی عمر کتنی تھی اور آپ کہاں مدفون ہیں؟

حضرت آدم ابوالبشر اور حضرت حوا علیہما السلام کی عمریں اور مدفن

☆ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر شریف نوسو ساٹھ یا نوسو تیس (960/930) سال تھی اور

☆ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر حضرت حوا سے ایک سال سے زیادہ تھی

☆ حضرت آدم علیہ السلام کے مدفون ہونے کی جگہ میں اختلاف ہے ایک روایت یہ ہے:

''کہ آپ گیارہ دن مریض رہے اور پھر جمعہ کے دن مکہ شریف میں آپ کی وفات ہوئی اور فرشتوں نے آپ کو غسل دیا اور حنوط لگائی، طاق کپڑوں میں کفن دیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور تمام فرشتوں نے اور بنی آدم نے ان کی اقتدا کی''۔

''اور ایک روایت کے مطابق حضرت شیث علیہ السلام نے بحکم جبریل علیہ السلام آپ کی نماز پڑھائی اور آپ نے قبر کھدوائی اور لحد بنوائی اور آپ کو دفن کیا اور پھر فرشتوں نے بنی آدم سے کہا ھذہ سنتکم یہ تمہارے لیے سنت ہے''۔

☆ بعض کے نزدیک آپ کی قبر جبل ابی قبیس کے غار الکنز میں ہے۔

☆ اور بقول سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھند کے پہاڑنود میں ہے اور بقول بعض سراندیپ (سری لنکا) میں ہے، اور حضرت حوا علیہا السلام کی وفات حضرت آدم علیہ السلام کے ایک سال بعد ہوئی اور دونوں کی قبر ایک جگہ ہے۔

☆ طوفان نوح تک سراندیپ میں مدفون رہے جب طوفان آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں نکال کرایک تابوت میں دونوں کو مسجد خیف میں دفن کیا۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 63, 64)

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک ہے اور آپ کے نسب مبارک میں کوئی بھی غیر مسلم نہ تھا الحمدللہ ہم نے یہ مسئلہ دلائل سے بخوبی واضح کردیا ہے، طالبان حق کے لیے اسی قدر کافی ہے۔
ایک اہم مسئلہ اوراس کا جواب بھی ملاحظہ فرمایئے.

حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف کے بعد آخر میں ایک سوال کا جواب اوراس کے بعد امہات نبوی کی کچھ تفصیل سپرد قلم کرتے ہیں نیز یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی امہات تمام مومنہ تھیں، فللہ الحمد.

حضورعلیہ السلام کے آباؤ اجداد طیب وطاہر ہیں

حضرت آدم علیہ السلام نے بوقت وصال حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت کی کہ نور مصطفیٰ کو مطہرات میں ودیعت کرنا۔ پھر حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے وصی کو یہی وصیت کی یہاں تک کہ یہ نور حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں چمکا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متولد ہوئے۔
ترمذی شریف کی حدیث میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ فِرِقِهِمْ ثُمَّ تَخَیَّرَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ قَبِیْلَةٍ ثُمَّ تَخَیَّرَ الْبُیُوْتَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ بُیُوْتِهِمْ فَاَنَا خَیْرُ هُمْ نَفْسًا اے رُوْحًا وَ ذَاتًا وَ خَیْرُهُمْ بَیْتًا ای اَصْلًا

ترجمہ: ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی تو مجھے بہترین میں بنایا پھر قبیلے بنائے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا۔ پھر گھر پسند فرمائے تو مجھے بہترین گھر میں رکھا تو میں سب سے بہتر ہوں روح اور ذات کے لحاظ سے اور افضل ہوں گھر کے اعتبار سے''۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث شریف ہے:
بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ كُنْتُ مِنْهُ
ترجمہ: ''میں بہتر زمانوں میں مبعوث ہوتا رہا زمانہ درزمانہ یہاں تک کہ وہ زمانہ جس میں اب ہوں''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث شریف ہے:

اِنَّ لِلّٰہَ اخْتَارَ الْخَلْقَ فَاخْتَارَ مِنْھُمْ بَنِیْ آدَمَ ثُمَّ اخْتَارَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ فَاخْتَارَ مِنْھُمُ الْعَرَبَ ثُمَّ اخْتَارَنِیْ مِنَ الْعَرَبِ فَلَمْ اَزَلْ خَیَارًمِنْ خِیَارٍ اَلاَ مَنْ اَحَبَّ الْعَرَبَ فَبِحُبِّی اَحَبَّھُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَنِیْ الْعَرَبِ فَیُغْضِنِیْ اَبْغِضُھُمْ.

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پسند فرمایا تو ان سے بنی آدم کو پسند کیا پھر بنی آدم سے عرب کو اور عرب سے مجھے پسند کیا۔ میں ہمیشہ بہتر سے بہتر میں رہا۔ خبردار جو عرب سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے جو ان سے بغض و عداوت رکھے وہ میرے ساتھ بغض وعداوت کی وجہ سے''۔

مسلم شریف کی حدیث شریف میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ صَطَفٰی کَنَانَۃً مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ وَ اصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ مِنْ کَنَانَۃَ وَ اصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَ اصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل سے کنانہ کو پسند کیا۔ کنانہ سے قریش۔ قریش سے بنی ہاشم اور ان سے مجھے پسند کیا

علامہ ابن حجر عسقلانی نے امام بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کے اس شعر:

لَمْ تَزَلْ فِیْ ضَمَائِرِ الْکُوْنِ تَخْتَا

اُلْکَ الْاُمَّھَاتُ وَالْآبَاءِ

(ترجمہ: مخفی وجود میں ہمیشہ آپ کے لیے آباؤ اجداد پاکیزہ رہے)۔

کی شرح میں فرمایا:

جس طرح آپ کی ذات اعلیٰ کمال ہونے کی وجہ سے طیب وطاہر ہے ایسے آپ علیہ السلام کا نسب بھی طیب وطاہر ہے یعنی حضرت حوا سے سیدہ آمنہ تک اور سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے سیدنا حضرت عبداللہ تک سب اعلیٰ و برتر پاکیزہ وطیب تھے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مومنہ ہونے کی دلیل

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بسند امام زہری ام سماعہ بنت ابی رہم سے روایت کی کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حالت مرض میں تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سرہانے جلوہ افروز تھے، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے چہرہ انور کی طرف دیکھا اور یہ اشعار پڑھے۔

بارک فیک اللّٰہ من غلام　　یا ابن الذی من حومۃ الحمام

نجا بعون الملک المنعام　　قودی غداۃ الضرب بالسھام

بمائۃ من ابل سوام　　ان صح ما ابصرت فی المنام

فانت مبعوث الی الانام　　من عند ذی الجلال والاکرام

تبعث فی الحل والحرام　　تبعث بالتخفیف والاسلام

دین ابیک البر ابراھام　　فاللّٰہ نیھاک عن الاصنام

ان لا توالیھا مع الاقوام

اسکے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور نئی چیز کو پرانا ہونا ہے اور میں اس جہان فانی سے رخصت ہونے والی ہوں اور میری یاد باقی رہے گی کیونکہ میرے بطن سے جو بچہ پیدا ہوا وہ پوری خلق سے بہتر ہے اور طیب وطاہر ہے، پھر انکا انتقال ہو گیا راوی کہتے ہیں کہ ہم نے جنوں کا آپ کی وفات پر نوحہ سنا اور وہ یہ کہہ رہے تھے۔

نبکی الفتاۃ البرۃ الامینۃ　　ذات الجمال العفۃ الرزینۃ

زوجۃ عبداللہ والقرینۃ　　ام نبی اللہ ذی السَّکینۃ

و صاحب المنبر فی المدینۃ　　صارت لدی حضرتھا رھینۃ

سابقہ اشعار میں بتوں کی پوجا سے نہی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کا اعتراف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا اقرار موجود ہے، اور وہ الفاظ شرک وکفر کے منافی ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مومنہ تھیں، بلکہ تمام انبیاء کی امہات مومنات صالحات ہی تھیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں۔

انی استقرأت امھات الانبیا ء فوجدتھن مؤمنات، فام اسحٰق و موسیٰ و ھارون و عیسیٰ و حواء ام شیث علیہ السَّلام مذکورات فی القرآن بل قیل بنبوتھن ووردت الاحادیث بایمان ھاجرا ام اسماعیل وام یعقوب و امھات اولادہ و ام داؤد و سُلَیمان و زکریاء و یحیٰ و شمویل و شمعون و ذی الکفل علیھم السَّلام و رجحہ ابن حبان فی تفسیرہ (الیٰ ان قال) فامھات الانبیاء الذینَ من بنی اسرائیل کلھن مومنات (الی ان قال) وبقی ام ھود، و صالح و لوط و شعیب علیھم السلام یحتاج الی نقل او دلیل والظاھر ان شاء اللّٰہ ایمانھن فکذالک ام النَّبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و کان السّر فی ذالک مایرینہ من النور (صفحہ 48)

اور التعظیم والمنۃ میں فرماتے ہیں۔

قد تأملت بالاستقراء فوجدت جميع امهات الانبياء عليهم الصّلوٰه والسّلام مومنات، فلا بدان تكون ام النبى صلى اللهعليه وسلم كذالك (صفحہ 24)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو کافر سمجھنے والا ملعون ہے

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مسالک الحنفاء میں فرماتے ہیں۔

"سئل القاضى ابوبكر ابن العربى احد الائمة المالكية عن رجل قال: ان آباء النبى فى النّار، فاجاب بان من قال ذالک فهو ملعون لقوله تعالىٰ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْن الله و رسوله لعنهم الله فى النار ولأخرة، قالا ولا اذى اعظم من ان يقال عن ابيه انه فى النار" (صفحہ 27)

"یعنی امام المالکیہ قاضی ابوبکر ابن العربی سے اس شخص سے متعلق سوال ہوا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام کے متعلق یہ کہے کہ وہ دوزخی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ شخص جو ایسا کہے ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۃ احزاب آیت 57)

اِنَّ الَّذِیْنَ

یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ

لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا﴿۵۷﴾

ترجمہ: "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

اور اس سے بڑی ایذاء اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضور کے والدین کے بارے میں کہا جائے کہ وہ جہنمی ہیں۔

از الدرج المنیفہ صفحہ 20 تا 21

بحمد اللہ مضمون ہذا "مذہب الصلحاء فی آباء المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" پایہ تکمیل کو پہنچا۔ التماس ہے کہ راقم کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بحق سید المرسلین مجھے اسی طرح خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور شریعت پر ثابت قدم رکھے اور میرے اس ہدیہ وتحفہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے آمین۔

صلى الله عليه وآله وسلم واصحابه اجمعين الى يوم الدّين

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے آباؤ اجداد کے
مومن، متقی، پرہیزگار
اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے کا بیان

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک کائنات کے تمام نسبوں سے افضل و اعلیٰ اور نہایت ہی پاکیزہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد مومن۔موحد۔متقی پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کے نہایت ہی محبوب تھے۔میں اس باب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کی تفصیل اور ان کا افضل وصاحب ایمان ہونا قرآن مجید۔احادیث مبارکہ اور اقوال مفسرین و محققین سے ثابت ہونا اس لئے تحریر کر رہا ہوں تاکہ وہ لوگ جو اس کے الٹ عقیدہ رکھتے ہیں اپنی اصلاح کرتے ہوئے نار جہنم سے بچ سکیں اللہ توفیق عطا فرمائے۔کچھ لوگ اپنے خودساختہ علم و تحقیق کی روشنی میں ان پاک ہستیوں کو اہل ایمان کی فہرست سے الگ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں جبکہ اُمت محمدیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور علیہ السلام کے آباؤ اجداد اہل ایمان تھے اگر کوئی اجماع کے خلاف جائے تو اُسے اپنے ایمان سے ہی ہاتھ دھونا پڑیں گے اور یوں وہ اِن برگزیدہ ہستیوں کو اہل ایمان کی فہرست سے تو کیا خارج کرے گا بلکہ خود ہی اس فہرست سے خارج ہو جائے گا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کا اہل ایمان ہونا اظہر من الشمس ہے۔اس سلسلے میں ایک فقہی اصول عرض کرنے کے بعد اصل موضوع پر روشنی ڈالوں گا تاکہ ہر صاحب ایمان فقہ کے اس اصول کو جان کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کے صاحب ایمان ہونے کے عقیدہ کو مزید پختہ کرتے ہوئے دین و دنیا میں اپنے مراتب مزید بلند کر لے۔یاد رہے جس زمانہ میں کوئی نبی موجود نہ ہو اس زمانے کو ''دور فترت'' یعنی تعطل کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ ایسے زمانہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ جو کوئی خود کو کفر و شرک بت پرستی اور توحید کے خلاف اعمال و عقائد سے محفوظ رکھے وہ بلا شک وشبہ جنتی اور اللہ کے ہاں مقبول ہوتا ہے۔ایسے شخص یا اشخاص کے لئے ایک دین کے تفصیلی احکامات پر عمل کرنا لازمی نہیں ہوتا اسکی وجہ یہ ہے کہ ایسے دور میں کوئی نبی ہی موجود نہیں ہوتا جو اپنے اسوۂ حسنہ سے احکام شریعت پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کو ایسا کرنے کی تبلیغ کرے۔اس لئے صرف توحید باری تعالیٰ کا قائل ہونا ہی کافی ہوتا ہے۔ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کو واحد خالق و مالک جان کر دیگر زندگی کے کاموں کی انجام دہی میں اپنی عقل کے مطابق کام کرنا نجات کا ذریعہ ہوتا ہے۔رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے دنیا پر ظہور فرمانے سے پہلے کئی فترت کے دور گزرے ہیں مگر آپ علیہ السلام کی بعثت مبارکہ سے لے کر قیامت تک کوئی دور فترت نہیں ہوگا اس طرح آپ علیہ السلام کی شریعت مقدسہ اور احکام قیامت تک جاری رہیں گے۔یہ ایک گمراہ کن اور بالکل غلط نظریہ یا عقیدہ ہے کہ دور فترت یا جاہلیت کے زمانے میں رہنے والے سب کے سب کافر ہوتے ہیں۔تاریخ عالم کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ دور فترت و جاہلیت میں ایسے بہت سے افراد موجود تھے جو شب روز دین حق کی تلاش میں رہتے اور بت پرستی۔شرک و کفر اور دیگر بد اعمال سے نہ صرف

خود محفوظ رہتے بلکہ دوسروں کو بھی ان سے بچنے اور توحید کے خلاف عقائد سے روکتے رہتے تھے۔اس سلسلے میں ورقہ بن نوفل۔زید بن عمرو بن نفیل اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثالی زندگیاں ہمارے سامنے ہیں۔ان حضرات نے تمام عمر خود کو مذکورہ باطل عقائد سے محفوظ رکھا اور لوگوں کو ایسا کرنے سے روکتے رہے پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ یہ راہ حق پا لینے میں کامیاب وکامران ہو گئے۔اِس لئے یہ کہہ دینا کہ دور فترت اور جاہلیت کے زمانے میں رہنے والا ہر فرد کافر تھا نہ صرف حقائق کے ہی خلاف ہے بلکہ دین وایمان کے بھی منافی ہے۔یہ وہ عظیم شخصیات تھیں جنھوں نے اہل کتاب کے علماء اور کاہنوں وغیرہ سے سُن رکھا تھا کہ نبی آخر الزمان تشریف لانے والے ہیں جن کے اوصاف حمیدہ تمام آسمانی کتب میں بیان ہو چکے ہیں اس لئے یہ لوگ اس نبی برحق کی تشریف آوری کے بے چینی سے منتظر تھے۔یہ لوگ ہر برے کام سے جسے کرنا قوم باعث فخر خیال کرتی تھی کوسوں دور رہتے یہ الگ بات ہے کہ ایسے سچے لوگوں کی تعداد بہت قلیل تھی۔مگر پھر بھی یہ لوگ اپنے وجود مسعود سے اِسی زمین پر شب وروز بسر کر رہے تھے جہاں فخر کونین بیکسوں کے وسیلہ وسہارا رحمت عالم نور مجسم تاجدار عرب وعجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لانے والے تھے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کی فضیلت

قرآن کریم کی روشنی میں اور مفسرین کی آراء

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤاجداد کی فضیلت اور اہل ایمان ہونے کو قرآن مجید یوں بیان فرماتا ہے۔ سورۃ الشعراء آیات 218 تا 219۔

آیت 1۔سورۃ الشعراء آیت 218،219

الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾

ترجمہ۔"جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو"

مفسرین کرام اس آیت مبارکہ کی تشریح وتفسیر یوں بیان کرتے ہیں کہ۔

1۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جب آپ (علیہ السلام) کا نور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پاک پشتوں اور پاک شکموں میں گردش کرتا رہا تھا ہم اُسے دیکھتے تھے۔اس فرمان مبارک سے ثابت ہوا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤاجداد مومن موحد اور اللہ تعالیٰ کے عابد تھے۔ان میں سے کوئی بھی کافر یا فاسق نہیں تھا۔

(از نور العرفان)

2۔ بعض مفسرین نے فرمایا ساجدین سے مراد مومنین ہیں۔اس طرح معنی یہ ہیں کہ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک سب مومنین کے اصلاب وارحام میں آپ (علیہ السلام) کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے۔اس طرح ثابت ہوا کہ آپ (علیہ السلام) کے تمام آباء واجداد مومن ہیں۔

(از: خزائن العرفان)

ہم یہاں اُن اجل مفسرین ومحققین کے اسمائے گرامی ان کی تصانیف کے حوالے سے نقل کر رہے ہیں جنہوں نے مذکورہ آیت مبارکہ کے وہ معنی تحریر کیے ہیں جو حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہیں۔ارشاد فرمایا:۔

''اُس آیت کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین کے اصلاب میں رہے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نبی مبعوث ہوئے''۔

اسمائے گرامی مفسرین ومحققین

1۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 671ھ۔
الجامع الاحکام القران۔جلد 13 صفحہ 144۔

2۔ حضرت عطا اور امام ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی رحمۃ اللہ علیہ القرشی البغدادی متوفی 597ھ۔زادالمیسر۔جلد۔6۔صفحہ۔128۔

3۔ علامہ ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 516ھ
معالم التنزیل۔جلد۔5۔صفحہ۔129۔

4۔ علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی رحمۃ اللہ علیہ الخازن متوفی 725ھ
الباب التاویل۔جلد۔5۔صفحہ 129۔

5۔ علامہ محمد بن علی بن محمد الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1250ھ۔
فتح القدیر۔جلد۔4۔صفحہ۔122۔

6. امام احمد بن حسین ابوبکر نیشاپوری البیہقی متوفی 530ھ
دلائل النبوۃ

7۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔تفسیر درمنشور۔جلد۔5۔صفحہ۔98 (متوفی 911ھ)۔

(1) امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔کہ امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے دلائل

النبوۃ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان (سورۃ الشعراء آیت 219) "وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ" کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

''سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں گردش فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ علیہ السلام کو جنم دیا۔''

(2) علامہ الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف فتح القدیر میں یوں تحریر کرتے ہیں کہ ابن ابی عمر نے مسند میں امام بزار۔ ابن ابی حاتم اور امام طبرانی اور امام ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کو یوں نقل کیا ہے ارشاد فرماتے ہیں۔

''سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کی والدہ حضرت سیدہ آمنہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنم دیا''۔

(3) حضرت علامہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ اپنی تصنیف تفسیر ابن کثیر میں امام بزاز اور ابن ابی حاتم کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم اسلام کی پشتوں سے ہوتے ہوئے اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہوئے پھر آپ علیہ السلام کو آپکی والدہ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جنم دیا''۔

(4) امام القرطبی رحمۃ اللہ علیہ الجامع الاحکام میں تحریر کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ:۔

'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آباء حضرت آدم۔ نوح وابراہیم علیہم السلام کی پشتوں میں رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو نبی مبعوث فرمایا''۔

(5) علامہ سلیمان رحمتہ اللہ علیہ فتوحات الٰہیہ اور حضرت علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ المالکی جلالین شریف کے حاشیہ میں اس آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

ترجمہ: ''ساجدین سے مراد ایمان والے ہیں اس طرح آیت کا معنی یہ ہے کہ دیکھتا ہے تجھے ایمان والوں کی پشتوں اور ایمان والیوں کے رحموں میں پلٹنا آدم وحوا سے لے کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک پس آپ علیہ السلام کے تمام آباؤاجداد ایمان والے ہیں''۔

(6) ابن ہشام جن کا پورا نام ابومحمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری اور تعلق قبیلہ حمیر کی شاخ معافر سے تھا۔ یہ لوگ مصر سے متوطن ہو گئے تھے۔ ابن ہشام بصرہ میں پیدا ہوئے اور

213ھ میں (828ء) اور بعض کے نزدیک 218ھ (833ء) فسطاط میں دفن ہوئے جو عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح مصر نے آباد کیا تھا اور آج کل قاہرہ کا ایک حصہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک کے متعلق تحریر کیا ہے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ اعتبار حسب ونسب والد کی طرف سے بھی اور والدہ کی طرف سے بھی تمام اولاد آدم میں افضل واشرف ہیں''۔ (سیرت النبی ابن ہشام جلد اول صفحہ 137)

ایک سوال اور اُس کا جواب

مذکورہ حوالا جات کی روشنی میں اس آیت مبارکہ کے معنیٰ اور تشریح پڑھنے کے بعد ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کافر تھے۔ اس لئے یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد سب کے سب مومن وموحد تھے دُرست نہیں ہے۔ ذہن میں پیدا ہونے والے اس سوال کے دو جواب ہیں جو عرض کر رہا ہوں۔

1۔ پہلا جواب تو یہ کہ آزر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہیں بلکہ چچا تھے۔ عربی زبان میں چچا اور دادا کو ''اب'' یعنی باپ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اسکے شواہد موجود ہیں۔ اس کے علاوہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ بھی اس مسئلہ میں شاہد ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا جو کہ مومن صالح اور موحد تھے۔

2۔ دوسرا جواب یہ کہ اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ تھے تو پھر ہمارے قول کا مطلب یہ ہوگا کہ جب تک نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنکی صلب میں جلوہ گر رہا اس وقت تک وہ موحد تھے۔ پھر جب یہ نور مبارک ان کے صلب سے منتقل ہو گیا تو پھر اُن سے کفر وشرک کا صدور ہوا۔

از: صاوی علی الجلالین۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 174، فتوحات الٰہیہ۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 269۔

1۔ قاضی ثناء اللہ مظہری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1225ھ بروایت عطاء سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذکورہ قول کو نقل کرنے کے بعد یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ ''لیکن اس تاویل میں کمال مدح نہیں کیونکہ اس میں قریش بلکہ تمام لوگ شریک ہیں اس لئے یوں کہنا بہتر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک لوگوں اللہ کے حضور عابدوں کی پشتوں سے پاک عورتوں۔ اللہ کے حضور سجدہ کرنے والیوں کے بطنوں کی طرف اور عابدہ عورتوں کے رحموں سے پاکوں کی پشتوں کی جانب یعنی موحدین اور موحدات کی طرف

منتقل ہوتے رہے اس سے ثابت ہوا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤاجداد مومنین تھے"۔
حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی فرمایا ہے۔ اور حضرت امام حافظ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "وہ عظیم نور (ہرایک کی طرف) منتقل ہوتا رہا اور اللہ کے حضور سجدہ کرنے والوں کے چہروں میں چمکتا رہا اور ہر دور میں اُنکی پشتوں میں دورے کرتا رہا یہاں تک کہ وہ سید المرسلین تشریف لائے۔ اس تاویل کی تائید وہ حدیث شریف کرتی ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

صحیح بخاری شریف۔ "سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا" "میں بنی آدم کے خیر القرون میں مبعوث ہوا۔ میں ہر زمانے میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ میں اِس زمانہ میں مبعوث ہوا جس میں ہوں"۔

صحیح مسلم شریف۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت نقل کرتے ہیں کہ "نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چنا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ کو چنا اور بنو ہاشم سے مجھے چنا"۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ۔ دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں "جب بھی لوگ دوگروہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن کے بہتر گروہ میں رکھا پس میں اپنے والدین کے بطن سے پیدا ہوا اور مجھے زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز نہیں پہنچی۔ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اپنے والدین حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک۔ پس میں اپنی ذات اور نسب کے لحاظ سے تم سب سے افضل ہوں"۔

(از: تفسیر مظہری۔ جلد۔ 7۔ صفحہ۔ 90)

امام محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 970ھ۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے روح المعانی میں تحریر کرتے ہیں کہ "اس آیت میں نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے مومن ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اجلّ اہل سنت میں اکثریت آئمہ یہی مذہب رکھتے ہیں اور مجھے اُس شخص کے متعلق کفر کا اندیشہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتا ہے"۔

(از روح المعانی۔ ج۔ 19۔ ص 124)

علامہ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ متوفی 1137ھ۔روح البیان میں لکھتے ہیں۔
ترجمہ۔''یعنی مسلمان کا حق یہ ہے کہ وہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کی متعلق ایسی بات کہنے سے اپنی زبان کو روکے جس سے آپ علیہ السلام کے نسب مبارک کی فضیلت میں کمی آئے اور جس سے آپ علیہ السلام کے مقام ومرتبہ میں نقصان لازم ہو خصوصاً وہ بات جس سے عوام وہم میں مبتلا ہوں''۔

(روح البیان۔ج۔6۔ص312)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ۔حضرت عبدالمطلب کے متعلق لکھتے ہیں کہ''زیادہ مشہور یہی بات ہے کہ حضرت عبدالمطلب ملت ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔یعنی انہوں نے بت پرستی نہیں کی''۔

آیت 2 البقرہ آیت 221

وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ

ترجمہ: بے شک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے۔(البقرہ آیت 221)
سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا۔
ترجمہ''میں ہرزمانہ اور ہرطبقہ میں بنی آدم کے تمام طبقات کے بہتر طبقہ سے بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ میں اس زمانہ میں ہوا جس میں پیدا ہوا''۔

(مسالک الحنفا صفحہ۔24۔25)

حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان

صحیح حدیث میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے ارشادفرمایا۔
ترجمہ۔''یعنی روئے زمین پر ہرزمانے میں کم ازکم سات مسلمان ضرور رہے ہیں۔اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اہل زمین سب ہلاک ہوجاتے''۔اس حدیث کو امام حضرت عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ شاگرد حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور استاد حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معمر۔ابن جریج اور سعید بن المسیب سے اور انہوں نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے''۔

(از: المصنف عبدالرزاق)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول۔سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ''نوح علیہ السلام کے بعد سے ہمیشہ زمین سات شخصیتوں سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ

اہل زمین سے مصائب کودور فرماتا ہے''۔

مذکورہ حدیث کوجن مفسرین نے اپنی اپنی تصنیفات میں تحریر کیا ہے اُن کے اسمائے گرامی معہ حوالہ کتب درج ذیل ہیں:۔

1۔ حضرت امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ ۔ تفسیر منذری۔
2۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۔ کتاب الزھد۔
3۔ حضرت امام خلال رحمۃ اللہ علیہ ۔ کرامات اولیاء۔
4۔ حضرت امام ابوالولید محمد بن عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ ۔ تاریخ مکہ۔
5۔ حضرت امام جندی رحمۃ اللہ علیہ ۔ فضائل مکہ۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے یہ بات روز روش کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ روئے زمین پر ہر زمانہ و ہر طبقہ میں کم از کم سات مسلمان اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ضرور موجود رہے ہیں۔ پھر صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں بہتر طبقہ سے تھے۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کا فرمان شاہد ہے کہ کافر اگر چہ کیسا ہی عزت وشرف والا ہو وہ کسی مسلمان غلام سے بھی بہتر نہیں ہوسکتا تو ثابت ہوا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء واجداد اور امہات ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں انہی بندگان خدا اور اللہ تعالیٰ کے مقبول ترین بندوں سے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو معاذ اللہ فرمان الٰہی اور فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہوگا جبکہ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں۔

مذکورہ دلیل کو:۔

1۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور
2۔ حضرت امام عبدالرزاق استاد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی تصنیف میں تحریر فرمایا ہے۔

آیت 3۔ سورۃ التوبہ آیت 28

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ

ترجمہ: مشرک تو ناپاک ہی ہیں۔ (التوبہ۔آیت۔28)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات مقدسہ

الحدیث۔ترجمہ''اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاک ستھری پشتوں میں منتقل فرماتا رہا صاف ستھرا مزین۔ جب دو

شاخیں پیدا ہوئیں میں اُن میں بہتر شاخ میں تھا''۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔

(از: دالائل البنوۃ)

2۔ حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح سند سے صحیح مسلم شریف میں روایت کیا ہے۔

3۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سنن میں بحوالہ حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔

4۔ حضرت امام ابوالقائم رحمۃ اللہ علیہ ''فضائل عباس'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث یوں روایت کرتے ہیں کہ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنا اور انہیں اپنا خلیل بنایا اور اولاد ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پھر اولاد اسماعیل علیہ السلام سے نزار کو پھر بنی نزار سے مضر کو پھر بنی مضر سے کنانہ کو پھر کنانہ سے قریش کو پھر قریش سے بنی ہاشم کو پھر بنی ہاشم سے بنی عبدالمطلب سے مجھے چنا''۔

5۔ حضرت امام محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ''ذخائر العقبیٰ''۔ میں اس حدیث کو نقل کیا۔

6۔ حضرت علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ لکھتے ہیں کہ:۔

ترجمہ۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمام عرب میں بہتر مضر ہیں اور تمام مضر میں بنوعبدمناف اور بنوعبدمناف میں بنوہاشم اور بنوہاشم میں بہتر بنی عبدالمطلب اور اللہ کی قسم جب سے خالق کائنات نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اُنکی اولاد دو گروہوں میں تقسیم ہوئی میں انکے بہتر گروہ ہی میں تھا''۔

7۔ حضرت امام طبرانی۔ بیہقی اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں روایت کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ:۔

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور مخلوق سے بنی آدم کو پسندیدہ بنایا اور بنی آدم سے عرب کو اور عرب سے مضر کو اور مضر سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اپنا پسندیدہ کیا اور بنی ہاشم سے مجھے مختار بنایا تو میں بہتر نسب سے ہوں اور بہتر اُمت کی طرف مبعوث ہوا ہوں''۔

8۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ ترمذی میں سند صحیح یعنی حسن سند میں حضرت عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب کی روایت نقل کی ہے۔

ترجمہ۔فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''بلاشبہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا تو مجھے اپنی بہتر مخلوق میں کر دیا پھر جب قبائل کو پیدا کیا تو مجھے اُن سب میں سے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر جب افراد کو پیدا کیا تو مجھے اُن کے بہتر افراد میں رکھا پھر جب گھروں کو پیدا کیا تو مجھے اُن کے بہتر گھر میں رکھا تو اُن سب سے اپنی ذات اور نسب کے لحاظ سے بہتر ہوں''۔

9۔ مسند بزار میں امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حدیث نقل کی ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش کے کچھ لوگ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عبدالمطلب کے پاس حاضر ہوئے اور اپنے نسب پر فخر کرنے لگے انہوں نے زمانہ جاہلیت کی باتیں شروع کر دیں۔قریش کے اُن لوگوں کی باتیں سُن کر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا۔

''سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہم سے ہیں''۔قریش کے لوگوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس جواب پر کہا۔

''کھجور کا درخت ریتلی اور سخت زمین میں اُگتا ہے''۔(قریش کے اس جواب کا مقصد حضور علیہ السلام کے نسب مبارک پر طعن کرنا تھا) حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قریش کی اس بات کا ذکر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات سُن کر ناراض ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ''لوگوں میں منادی کر دو'' حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب حکم منادی کر دی جب سب لوگ اکھٹے ہو گئے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا۔

''اے لوگو بتاؤ میں کون ہوں''؟ لوگوں نے عرض کیا آپ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میرا نسب بتاؤ''؟ لوگوں نے عرض کیا آپ علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔یہ سُن کر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''لوگوں کا کیا حال ہے جو میری نسل کو نچلے درجہ کا بتاتے ہیں اللہ کی قسم میں ان سب سے اپنی اصل اور اپنے مرتبے کے لحاظ سے افضل ترین ہوں''۔

10۔ حضرت ربیعہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگوں نے آپ علیہ السلام کے نسب میں طعنہ زنی کی اور کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہاوت تو اُس کھجور جیسی ہے جو رتیلی زمین میں اُگتی ہے اس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے اور ارشاد فرمایا۔

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا پھر اُنہیں دوگروہ کر دیا تو مجھے اُن کے بہتر گروہ میں کر دیا پھر اُن کو کئی قبائل بنایا تو مجھے اُن کے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر اُن کو کئی گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے اُن کے بہتر گھر میں رکھا۔ تو میں تم سب سے اپنے گھر کے لحاظ سے بہتر ہوں''۔

11۔ امام طبرانی رحمتہ اللہ علیہ نے۔''اوسط'' میں۔

12۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ دلائل النبوۃ میں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے۔ فرماتی ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے کہا میں نے زمین کے مشرق اور مغرب کو پلٹ کر دیکھا تو میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل کوئی شخص نہیں پایا اور بنی ہاشم سے افضل کوئی قبیلہ نہ پایا''۔

13۔ حضرت امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ۔ نے تصنیف ''امالی'' میں تحریر فرمایا ہے کہ۔

''مشرک اللہ کے ہاں برگزیدہ، مختار، پسندیدہ، افضل اور بہتر ہو ہی نہیں سکتا''۔

(از مسالک الحنفا۔ صفحہ۔23)

مذکورہ بالا تمام احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء و امہات اپنے اپنے زمانہ میں سب لوگوں سے افضل اور بہتر تھے۔ ان کے زمانہ میں اُن سے بہتر کوئی اور نہ تھا۔ آپ علیہ السلام کے تمام آباء کرام طاہرین اور امہات طاہرات سب اہل ایمان و اہل توحید تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک پر طعنہ زنی کرنا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا باعث ہے اس لئے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ آپ علیہ السلام کے نسب مبارک پر طعن نہ کرے اور اُن سب کو موحد۔ مومن اور اللہ تعالیٰ کے محبوب جانے۔

14۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دلیل کو اختیار فرمایا۔ اور

15۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس دلیل کو ''اسرار التنزیل'' سے نقل فرما کر اسکی توضیع وتائید فرمائی۔ اور

16۔ علامہ محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی شارح شفاء وامام ابن حجر مکی اور علامہ محمد زرقانی شارح مواہب لدنیہ رحمۃ اللہ علیہ اجمعین جیسے اکابر نے اس کی تائید فرمائی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تمام لوگ دین اسلام پر تھے

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تمام لوگ دین اسلام پر تھے اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا۔

سورۃ البقرہ آیت 213

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً

ترجمہ: ''لوگ ایک دین پر تھے''۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل مفسرین سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک حدیث سند صحیح سے روایت کرتے ہیں۔

1۔ حضرت امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ 2۔ حضرت امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ

3۔ حضرت امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ 4۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

5۔ حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اپنی اپنی تصنیفات یعنی۔

1۔ تفسیر امام طبری رحمۃ اللہ علیہ 2۔ تفسیر ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ

3۔ مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

4۔ مستدرک امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ ''یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس طبقے ہوئے سب اللہ کی طرف ایک دین پر تھے پھر اُن میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا''۔

(از: مسالک الحنفا۔صفحہ۔26 وجامع البیان۔صفحہ۔8)

مندرجہ ذیل مفسرین اس آیت کے تحت سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک اور روایت لکھتے ہیں۔

1۔ حضرت امام ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ 2۔ حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ

3۔ حضرت امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اپنی اپنی تصنیفات میں لکھتے ہیں جسے مسالک الحنفا میں تحریر کیا گیا ہے۔

" عَلَی اِلا سُلا م کُلُّھُم "

(از: مسالک الحنفا۔صفحہ۔27)

حضرت علامہ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی کہ۔ ''حضرت آدم علیہ السلام ونوح علیہ السلام کے درمیان تمام لوگ دین اسلام پر تھے''۔

حضرت سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے وہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ'' آدم علیہ السلام ونوح علیہ السلام کے درمیان لوگوں کے دس طبقے تھے جوسب کے سب دین اسلام پر تھے'' ''از حدیث صحیح''۔

حضرت امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت قتادہ سے راوی ہیں کہ'' حضرت آدم وحضرت نوح علیہم السلام کے درمیان لوگوں کے دس طبقے تھے اور سب ہدایت اور اللہ کی طرف سے ایک شریعت پر تھے اُن میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور حضرت نوح علیہ السلام وہ شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف رسول بنا کر بھیجا''۔

(ازمسالک لحنفا۔صفحہ۔26)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کا اہل ایمان ہونا

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے مومن۔ موحد اور جنتی ہونے کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ انکے علاوہ جمہور آئمہ اور مفسرین بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں مفسرین وعلماء کرام نے جو دلائل۔ وضاحت اور صراحت پیش کی ہیں ان سب کو یہاں بیان کرنا تو موضوع کو بہت ہی طویل بنا دے گا۔ اس لئے یہاں اہم ترین شخصیات کے دلائل اور صراحت تحریر کرنے پر ہی اکتفا کر رہا ہوں اس طرح اس مسئلہ میں تین اہم مسالک ہیں جن کو کچھ وضاحت سے عرض کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

1۔ پہلا مسلک

پہلا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین دین فطرت پر اس فانی دنیا سے ہمیشہ رہنے والے جہان کی طرف منتقل ہوئے اور ان کے لئے کوئی عذاب نہیں ہے۔

دلیل نمبر 1

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وصال شریف حضور علیہ السلام کی بعثت مبارکہ سے پہلے ہوا۔ مسئلہ یہ ہے کہ بعثت نبی سے پہلے فوت ہونے والے کو عذاب نہیں دیا جائے گا کیونکہ اُن تک کسی نبی کا پیغام حق نہیں پہنچا یوں زمانہ فترت میں اس دنیا سے چلے جانے والوں پر عذاب نہیں ہے۔ ہماری اس دلیل کا ثبوت قرآن مجید فرقان حمید یوں بیان کرتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت 15۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

ترجمہ: ''اور ہم کبھی سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج دیتے''۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے آئمہ۔ فقہا ومفسرین۔ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص فوت ہو گیا اور اُسے دعوت اسلام نہ پہنچی اور وہ تمام فسق وفجور سے بچارہا تو وہ ناجی فوت ہوا۔ ایسے شخص کے ساتھ اُس وقت تک جنگ وقتال نہیں کیا جائے گا جب تک اس کو اسلام کی دعوت دے کر حجت پوری نہ کر لی جائے۔ اگر ایسے شخص کو اسلام کی دعوت دیئے بغیر قتل کر دیا گیا تو دیت اور کفارہ کی ضمانت دی جائے گی یہ علماء شوافع کا مذہب ہے۔ اس مسئلہ پر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر تمام اصحاب کا اجماع ہے۔

2۔ حضرت امام شرف الدین مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

حضرت امام شرف الدین مناوی رحمۃ اللہ علیہ سے جب کسی نے پوچھا کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی آگ میں ہیں؟ تو آپ نے اس سوال کرنے والے پر شدید غصے اور برہمی کا اظہار فرمایا۔ پھر سائل نے پوچھا کہ کیا حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام پر ہونا ثابت ہے؟ تو امام شرف الدین مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کا وصال شریف زمانہ فترت میں ہوا تھا اور بعثت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کوئی سزا نہیں ہے۔

3۔ احادیث مبارکہ پر امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ

حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب اور سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس عظیم الشان آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین تھے جو فضائل وکمالات اور فیوض وبرکات کا مخزن ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ والدین یعنی آپ علیہ السلام کے والد اور والدہ کو زندہ فرمایا۔ وہ آپ علیہ السلام پر ایمان لا کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور یوں شرف صحابیت سے سرفراز

ہوئے۔اس سلسلے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو احادیث مبارکہ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے الروض الانف میں نقل فرما کران پر یوں تبصرہ کیا ہے۔

حدیث 1

ترجمہ۔ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ مجھے خبر دی گئی کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ربِ سے سوال کیا کہ وہ آپ علیہ السلام کے والدین کو زندہ کردے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو زندہ کیا وہ آپ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر اُن کو دوبارہ موت دی گئی''۔

از: الروض الانف۔صفحہ۔113۔

حدیث 2

یہ حدیث بھی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ارشاد فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مبارک کے قریب سے گزرے تو آپ علیہ اسلام کے چہرہ اقدس پر حزن وغم کے آثار نمایاں تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشک بار ہو گئے۔ مجھے فرمایا اے حمیرا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیار سے حمیرا فرمایا کرتے تھے) یہیں رکو میں اونٹ کا سہارا لے کر بیٹھ گئی۔آپ علیہ السلام بہت دیر کے بعد والدہ ماجدہ کی قبر انور سے واپس تشریف لائے چہرہ انور پر خوشی ومسرت نمایاں تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبسم فرما رہے تھے۔میں نے عرض کیا۔

ترجمہ حدیث۔ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ (علیہ السلام) پر قربان ہوں۔ آپ علیہ السلام میرے پاس سے تشریف لے گئے تو حزین وغمگین تھے۔جس وجہ سے میں بھی روتی رہی۔ اب آپ علیہ السلام تشریف لائے ہیں تو بہت خوش ہیں اور مہکتے ہونٹوں پر تبسم ہے میرے آقا اسکی کیا وجہ ہے''؟

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

ترجمہ''۔میں اپنی امی جان حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پر گیا تھا۔وہاں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ انہیں زندہ فرمادے۔میرے پالنے والے (رب) نے میری امی جان کو زندہ فرمایا۔وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر وفات پا گئیں''۔

ان احادیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں۔''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔اس کی قدرت ورحمت کسی چیز سے عاجز نہیں اور اسکے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اِس بات کے حقدار ہیں کہ وہ جس فضل وشرف سے چاہے آپ علیہ السلام کو نوازے اور جس اعزاز وانعام سے

چاہے سرفراز فرمائے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہے آپ علیہ السلام پر اور آپ علیہ السلام کی آل پر اللہ تعالیٰ کے درود وسلام ہوں۔

(از: الروض الانف۔ صفحہ۔113)

4۔ مؤلف قراۃ الزمان کا بیان سورۃ بنی اسرائیل آیت 15

''قراۃ الزمان'' کے مصنف جو حضرت عبدالرحمان ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے ہیں۔ انہوں نے ایک جماعت سے حکایت بیان کرتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کو زندہ فرمانے والی حدیث پر اپنے دادا حضرت عبدالرحمان ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا ہے اور کہا ہے اس پر تو قرآن مجید کی نص قطعی موجود ہے۔ پھر سورہ نبی اسرائیل کی 15۔ آیت تحریر کی ہے۔

ترجمہ۔ ''اور ہم کبھی سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج دیتے''۔(بنی اسرائیل آیت 15)

پھر اپنے بیان کو مزید جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو تو دعوت ہی نہیں دی گئی پھر اُن کا گناہ کیا ہے؟ پھر حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہل فترت کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا اور ان کو عذاب وسزا نہ ہونے کے بارے میں آیات قرآنی میں ارشادات موجود ہیں۔

(''از: قراۃ الزمان'')

5۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے صاحب ایمان ہونے کے متعلق حافظ العصر شیخ الاسلام حضرت علامہ ابوالفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے جو انہوں نے اپنی بعض کتب میں تحریر کیا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے پہلے ہی اس دنیا سے کوچ فرما گئے۔ ان کے بارے میں گمان ہے کہ قیامت کے روز امتحان کے وقت وہ اطاعت گزار اور فرماں بردار ہوں گے۔ یہ سب کچھ اُن کے ساتھ فخر دوعالم تاجدار عرب وعجم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے ہوگا تاکہ آپ علیہ السلام کی آنکھیں مبارک ٹھنڈی ہوں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی یہ آیت بیان کرتے ہوئے ثبوت پیش کرتے ہیں۔

ترجمہ۔ اور ہم اس وقت تک کسی کو سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج دیتے۔

(بنی اسرائیل 15)۔

قرآن مجید کی اس آیت مقدسہ کے حوالے سے معتزلہ اور عرف عقل کو حکم یعنی سب کچھ خیال کرنے والوں کا

رد ہوتا ہے۔

6۔ امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں سورہ القصص کی آیت 47 میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ
مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ
اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ۔ ''اور ایسا نہ ہو کہ اگر ان پران کے سبب سے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں کوئی مصیبت آپڑے تو یہ لوگ کہنے لگیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہیں بھیجا کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرتے اور ایمان لانے والوں میں ہوتے''۔

مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ انہوں نے کہا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''زمانہ فترت میں فوت ہونے والا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار نہ مجھ تک تیری کتاب ہی آئی اور نہ ہی تیرا رسول آیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم فرقان حمید کی مذکورہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی''۔

اس موضوع کے مطابق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا۔ (سورۃ طٰہٰ آیت 134)۔

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا
رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ
اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ۔ ''اور اگر ہم ان کو اس ہدایت سے پہلے ہی کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا پس ہم تیرے احکام کی پیروی کرتے قبل اسکے کہ ہم ذلیل ورسوا ہوں''۔

اس مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا مگر پہلے حجت قائم فرماتا ہے اور نشانیاں ظاہر کرتا ہے حتیٰ کہ اُنکی طرف رسول اور کتاب بھیجی جاتی ہے جن میں ان کے لئے

پندونصائح کا ذکر ہوتا ہے۔اسطرح اللہ کریم اپنی حجت پوری فرمادیتا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ عذاب دینے سے پہلے دلائل اور حجت پوری کر لیتا ہے کیونکہ وہ ظالم نہیں ہے۔

7۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مسلم شریف کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کفار کے وہ بچے جو زمانہ طفلیت میں ہی فوت ہوگئے وہ جنت میں جائیں گے اور یہی تمام محققین کا موقف ہے اس کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پیش کرتے ہیں فرمایا‘‘۔سورۃ بنی اسرائیل آیت 15

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا
يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ
وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝

ترجمہ: جوراہ پرآیا وہ اپنے ہی بھلے کوراہ پرآیا اور جو بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔اور ہم (کسی کو) عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ رسول نہ بھیج لیں‘‘۔

ہر بچہ تو فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔پھر اُس سے اسلام کے خلاف کسی قسم کا بغض۔عناد۔رنجش یا دشمنی ظاہر نہیں ہوئی۔امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اُس شخص کو عذاب نہیں ہوگا جسے دعوت حق نہیں پہنچی تو وہ بچہ یقیناً اس بات کا مستحق ہے کہ اُسے عذاب نہ دیا جائے۔یہ حکم عام نہیں بلکہ اُس شخص کے لئے ہے جسے رسول اللہ کے ذریعے دعوت حق نہ پہنچی ہو مگر جب کسی کو سابقہ انبیاء علیہم اسلام کے ذریعے دعوت حق پہنچ جائے اور وہ پھر بھی کفروشرک پر قائم رہے تو وہ یقینی طور پر آگ میں جائے گا اس مسئلے میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا مگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین اس گروہ میں شامل ہیں جنھیں آخر زمانہ تک کسی بھی رسول اور پیغمبر کی طرف سے دعوت حق نہ پہنچی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہے۔سرکار مدینہ سرورسینہ تاجدار عرب وعجم خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے سابقہ انبیاء علیہم السلام میں آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ ہے جسے دور فترت کہتے ہیں۔اس وقت مشرق و مغرب شمال وجنوب میں ظلم وتاریکی اور ہر طبقہ میں جاہلیت کا دور دورہ تھا۔احکام شریعت کسی جگہ نہیں پہنچ سکتے تھے۔شریعت کو جاننے اور اس پر عمل کرنے والے لوگ خال خال نظر آتے تھے۔دعوت حق پہنچانے کا کام علماء کی ایک مختصر سی جماعت سرانجام دے رہی تھی جنکی عمریں بھی کچھ زیادہ نہ تھیں۔اس زمانے میں

شرک وکفراور دیگر تمام جملہ برائیوں سے محفوظ رہنے والے چندلوگ ضرور موجود تھے جنہیں حنفا کہا جا تا تھا سیدنا حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنفا کی اِسی جماعت کے فرد تھے۔

8۔ حدیث شریف از مستدرک

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کی شفاعت کرنے کے سلسلے میں حضرت امام ابوعبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ''مستدرک'' میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشادفرمایا۔

''ایک انصاری ایسے تھے جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سوال پوچھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے خدمت اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ علیہ السلام کے خیال مبارک میں آپ علیہ السلام کے والدین کس حال میں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُن کرارشادفرمایا ''میں نے اپنے رب سے اس کے متعلق دریافت نہیں کیا۔ میں قیامت کے روز مقام محمود پر کھڑا ہوں گا''۔ اس حدیث شریف کو پڑھ کر یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے روز مقام محمود پر تشریف فرماہوتے ہوئے اپنے والدین کے بارے میں بھلائی اور خیر کی ہی اُمید رکھتے ہیں۔ یعنی آپ علیہ السلام اپنے والدین کریمین کے بارے میں شفاعت کی شکل میں بھلائی فرمائیں گے۔ یوں آپ علیہ السلام کے والدین کو اہل فترت کے امتحان کے وقت اطاعت نصیب ہوگی۔

اس بات میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور جمہور کا یہ عقیدہ ہے کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام محمود پر تشریف فرماہوں گے۔ تو ارشاد باری تعالیٰ ہوگا اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سوال کیجیے تاکہ میں آپ علیہ السلام کو عطا کروں۔ شفاعت فرمایئے تاکہ میں اِسے قبول کروں۔ احادیث صحیح میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشادفرمایا ''قیامت کے دن میں سوال کروں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرمائے گا''۔ اس پر امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادگرامی۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ ترجمہ: ''اور بے شک قریب ہے تمہارا رب تمہیں اتنا دے کہ تم راضی ہو جاؤ گے (سورۃ ضحیٰ آیت 5)'' کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا یہ ہوگی کہ آپ علیہ السلام کے اہل بیت عظام میں سے کوئی ایک شخص بھی آگ میں نہ جائے سب کے سب بخشے جائیں اور جنت

میں جگہ پائیں''۔

9۔ حدیث مبارکہ از حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''مناقب'' اور حضرت محبّ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ''ذخائر العقبیٰ'' میں سیدنا ومولانا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ روایت کی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

''یا بنی ہاشم قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا اگر مجھے جنت میں شفاعت کے اذن کے ساتھ حلقہ وار لے جانے کا حکم ہوا تو میں اسکی ابتداء تم (یعنی بنی ہاشم) سے کروں گا''۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی ہاشم کے افراد کی شفاعت فرما کر ان کو جنت میں لے جائیں گے تو آپ علیہ السلام کے والدین کریمین کا کیا مقام ہوگا جو بدرجہ اتم اسی خاندان کے روشن ستارے ہیں۔

10۔ حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محقق علامہ حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ''تاریخ بغداد'' میں ابوالبختری سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت شدہ حدیث تحریر کرتے ہیں جس میں فخر دوعالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

''اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میرے رشتہ داروں کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا یہاں تک کہ یہ فائدہ تو یمن کے ایک قبیلہ حکم تک کو پہنچے گا۔ مجھے اللہ کریم کی طرف سے شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور یوں میں شفاعت فرماؤں گا یہاں تک کہ جس کے لئے شفاعت کی سفارش کروں گا وہ بھی شفاعت کرے گا حتی کہ اس سلسلے شفاعت کو دیکھ کر ابلیس بھی شفاعت کی لمبی آرزو کرنے لگے گا''۔

قربان جائیں اپنے مختار آقا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ مبارک پر کہ نہ صرف خود ہی شفاعت فرمائیں گے بلکہ جس کی شفاعت فرمائیں گے وہ اس درجے پر فائز ہو جائے گا کہ پھر خود آگے دوسروں کی سفارش کرے گا۔ اس جاری دریائے رحمت کو دیکھ کر شیطان جیسا مکروہ اور فریبی بھی یہ آرزو کرے گا کہ اے کاش میری سفارش بھی ہو جائے تاکہ میں جہنم کا ہمیشہ کے لئے ایندھن بننے سے بچ سکوں مگر کہاں۔ پھر خود ہی اندازہ کرلیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین اس شفاعت کے بعد جنت کے کس درجہ پر فائز ہوں گے۔

اس سلسلے میں اور بہت سی احایث مبارکہ موجود ہیں مگر میں مذکورہ احادیث پر ہی اکتفا کر رہا ہوں کیونکہ اگر تمام احادیث مبارکہ نقل کی جائیں تو موضوع بہت طویل ہو جائے گا۔ دعا گو ہوں اللہ میری اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین۔

اقسام اہل فترت

گزشتہ صفحات میں ہم لفظ فترت کئی بار استعمال کر چکے ہیں یہاں ہم فترت کا معنی اور اسکی اقسام تحریر کر رہے ہیں۔ فترت (فے کے زبر سے) عربی زبان کا لفظ ہے جس کی معنی وہ زمانہ ہے جس میں کسی نبی کی شریعت نافذ نہ ہو یا اُس شریعت کو ماننے والے موجود نہ ہوں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے درمیان چھ سوسال کا فاصلہ ہے۔ یہ چھ سوسال پر محیط زمانہ فترت کہلاتا ہے۔ محققین نے اس زمانہ فترت کی تین اقسام بیان کی ہیں جو مختصراً تحریر کی جارہی ہیں۔

1۔ زمانہ فترت کی پہلی قسم

زمانہ فترت کی پہلی قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو بصیرت کی نگاہ سے توحید کا ادراک کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی پھر دو اقسام ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ وہ کسی بھی تبدیل شدہ شریعت کو اختیار نہیں کرتے اور نہ ہی کسی شریعت میں داخل ہوتے ہیں مثلاً جیسے قیس بن ساعدہ اور زید بن عمرو وغیرہ تھے۔ دوسری قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو حق شریعت کے نشانات کو دیکھتے ہوئے اُسے اختیار کر لیتے ہیں یوں اُس شریعت میں داخل ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں میں تبع اوّل حمیری اور اسکی قوم شامل تھی۔ جس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا سُن کر عرصہ دراز پہلے ہی اپنی قوم سمیت اس شریعت کو اختیار کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس سلسلے میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تبع اوّل حمیری کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام خط موجود تھا جو نسل در نسل چلا آرہا تھا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ خط خدمت اقدس میں پیش کیا۔

2۔ دوسری قسم

زمانہ فترت کی دوسری قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو موجودہ شریعت میں تبدیلی کرنے کے بعد توحید پر قائم رہنے کی بجائے کفر و شرک اختیار کر لیتے ہیں اور یوں اپنی طرف سے خود ساختہ شریعت بنا کر حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے ہیں۔ زمانہ فترت کی اس قسم میں لوگوں کی اکثریت شامل ہے۔ اس سلسلے

میں عمرو بن لحی وہ پہلا شخص تھا جس نے عرب میں بت پرستی کی بنیاد رکھی۔ یہ شخص کسی بیماری میں مبتلا ہو گیا اور علاج کی غرض سے شام کے مقام بلقا مآب (موجودہ اردن بحیرہ لوط کے جنوب مشرق میں) کے کسی تالاب میں نہانے گیا اس تالاب کے پانی کی تاثیر کی وجہ سے تندرست ہو گیا۔ وہاں کے لوگ بت پرست تھے یہ واپسی پر ان لوگوں سے بت ہمراہ لایا اور اس طرح مکہ میں اُس بت کو لا کر اسکی پرستش شروع کر دی قوم بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئی کیونکہ وہ سردار تھا اس طرح یہ سلسلہ آہستہ آہستہ ترقی کرتا گیا اور یوں اہل عرب بت پرستی کی لعنت میں گرفتار ہو گئے۔ اس کے علاوہ عمرو بن لحی نے اپنی خود ساختہ شریعت بھی بنا رکھی تھی جس کے حکم کے مطابق بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ اور حام وغیرہ جانوروں کی اقسام مقرر کرنے کے بعد ان کو ذبح کرنے پر پابندی عائد کر دی تھی۔ مزید برآں عرب کے ایک گروہ نے یہ اضافہ کیا کہ جنات اور ملائکہ کی پرستش شروع کر دی۔ بیٹے اور بیٹیوں کو جلا دیا کرتے اور اپنے ان معبودوں کے لئے گھر بنا کر ان میں قسم قسم کے پردے ڈال کر وہاں دربان مقرر کر دیتے تھے۔ یوں یہ گروہ ان تعمیر شدہ گھروں کو کعبہ شریف کی مشابہت دیتے ہوئے نہایت ہی متبرک خیال کرتے تھے۔ ایسی جگہوں پر اُن لوگوں نے لات۔ منات اور عزیٰ جیسے خود تیار کئے ہوئے بت نصب کر رکھے تھے جن کی بڑے زوروں سے شب و روز عبادت کیا کرتے تھے۔

3۔ تیسری قسم

تیسری قسم کے لوگ وہ تھے جو نہ تو مشرک ہوئے نہ موحد اور نہ ہی ان لوگوں نے کسی نبی کی شریعت پر عمل کیا یعنی اس قسم کے لوگ اگر کسی نبی کی شریعت میں داخل نہ ہوئے تو انہوں نے اپنی کوئی خود ساختہ شریعت بھی نہیں بنائی تھی۔ یہ لوگ ساری عمر غفلت میں ہی رہے۔ زمانہ فترت میں ایسے لوگوں کی کچھ تعداد بھی موجود تھی۔

میں نے زمانہ فترت کی اقسام بیان کر دی ہیں ان تینوں اقسام میں سے دوسری قسم کے لوگ یعنی بت پرست اور خود ساختہ شریعت بنانے والے اپنے کفر و شرک کی وجہ سے اصل معنوں میں عذاب الٰہی کے مستحق تھے ایسے لوگوں کو معذور نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ یہ تو وہ قسم تھی جس نے بت پرستی جیسی لعنت کو رائج کیا اور یوں جو لوگ ان کے کہنے پر بت پرستی میں ملوث ہوئے اُن کا اور بت پرستی روشناس کرانے والوں کا خود گناہ انہیں کے سر ہے۔ پھر مسئلہ بھی یہی ہے کہ جو شخص کسی بد رسم کو معاشرہ میں متعارف کرائے اس رسم پر جب تک عمل ہوتا رہے گا اس کا گناہ رسم ایجاد کرنے والے کے حساب میں لکھا جاتا رہے گا۔

تیسری قسم کے لوگ اصل میں اہل فترت ہیں اور یہ لوگ عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے ہم اس سے پہلے اسی موضوع پر سیر حاصل بحث عرض کر چکے ہیں۔ اس قسم میں شامل لوگ کیونکہ غفلت کے زمانہ میں رہے ان تک کوئی شریعت یا رسول پہنچا ہی نہیں اس لئے اُنہیں عذاب کیسا۔

زمانہ فترت کی پہلی قسم میں شامل لوگوں کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''ان میں سے ہرایک کوایک اُمت کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا''۔ کیونکہ انہوں نے کسی تبدیل شدہ شریعت کو اختیار نہیں کیا اور نہ ہی کوئی الگ شریعت بنائی اس لئے ایسے لوگوں کے لئے وہی حکم ہوگا جو اُن لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے اس دین کو قبول کرلیا تھا۔ ہاں یہ حکم اس وقت تبدیل ہوجائے گا جب اسلام اُن پر واضح ہوجائے وہ زمانہ اسلام کو پالے۔ کیونکہ اسلام تمام ادیان عالم پر غالب ہے۔ اس کے ہوتے اگر کوئی دوسرا مذہب یا طریقہ اختیار کیا جائے تو وہ نہ صرف غلط بلکہ کفر اور تباہی کا راستہ ہوگا۔

2. دوسرا مسلک

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے مومن وموحد اور اہل جنت میں سے ہونے کے متعلق محققین اور علماء کا دوسرا مسلک یہ ہے جس کو اختصار کے ساتھ بیان کررہا ہوں۔

انبیاء علیہم السلام کے والدین کافر نہیں ہوتے

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین اور دیگر تمام انبیا علیہم السلام کے والدین مومن، موحد اور اہل جنت میں سے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے والدین کریمین سے کسی قسم کا شرک کفر اور گمراہی ثابت نہیں بلکہ وہ پاک ہستیاں تو دین حنیف پر قائم تھیں جو اُن کے جداعلیٰ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے زمانہ مبارک میں کچھ اور لوگ بھی اُسی دین حنیف پر قائم تھے۔ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل ان میں شامل ہیں یہاں ایک غلط فہمی کا جواب عرض کرتا چلوں جو کچھ لوگوں کے ذہنوں میں ہے۔ یہ لوگ آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ خیال کرتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آزر آپ علیہ السلام کا چچا تھا۔ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ''آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں بلکہ چچا تھا''۔

اہل عرب چچا اور باپ کے لئے ایک ہی لفظ استعمال کرتے ہیں اس لئے مذکورہ لوگوں کو لغت عرب سے ناواقفیت کی بناپر یہ غلطی لگی۔ حضرت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ''اسرار التنزیل'' میں فرماتے ہیں کہ ''آزر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا باپ نہیں''۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہی ہے کہ انبیا علیہم السلام کے والدین کریمین کافر نہیں ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس مسلک کی تائید میں قرآن وحدیث سے کئی استدلال فرمائے ہیں جو یہاں تحریر کررہا ہوں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ الشعراء آیات 218 تا 219)

الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾

ترجمہ۔ ''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قائم ہونے کے وقت ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساجدین کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں''۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیات مقدسہ تحریر کرنے کے بعد حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسکی تشریح یوں بیان کرتے ہیں۔ عربی عبارت کا اردو ترجمہ۔

ترجمہ۔''اس فرمان الٰہی کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک نور ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے۔ اس بات پر یہ آیت مقدسہ یوں دلالت کرتی ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء واجداد مسلمان تھے''۔

پھر قرآن مجید کی سورہ التوبہ کی آیت 28 تحریر فرماتے ہیں۔

''القرآن مجید''

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ

ترجمہ: بے شک مشرک تو محض ناپاک ہیں (التوبہ آیت 28)

قرآن مجید کے ان ارشادات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بلا شک شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد مشرک یا کافر نہیں تھے۔ کیونکہ خالق کائنات نے فرما دیا مشرک تو محض نجس ہیں۔ لفظ محض پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ مشرک ناپاک اور نجس ہونے کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں پھر کوئی عام شعور رکھنے والا بھی یہ سوچ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ کوئی ناپاک یا نجس شخص کسی پیغمبر یا رسول کا باپ یا ماں ہو سکے ہرگز نہیں۔ قرآن مجید کے اس حکم مبارک سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آزر جو کہ ناپاک اور نجس تھا سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا بلکہ چچا تھا۔ قرآن مجید کے ارشادات کے بعد ختم الرسل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک احادیث کے حوالے پیش خدمت ہیں۔

احادیث مبارک۔ طیب وطاہر نسب

1. الحدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اردو ترجمہ:

"میں ہمیشہ طیب وطاہر اصلاب سے طیب وطاہر اور نہایت پاکیزہ ارحام میں منتقل ہوتا رہا ہوں"۔

2. الحدیث

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: ''میں بنی نوع انسان میں قرناً (زمانہ) بعد قرناً (زمانہ) بہترین زمانوں میں مبعوث ہوتا رہا یہاں تک کہ اس زمانہ میں میری بعثت ہوئی''۔

(از: صحیح بخاری کتاب المناقب)

3. حدیث شریف

دلائل النبوت میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 530ھ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: ''جب بھی لوگ دوگروہوں میں تقسیم ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں سے اچھے گروہ میں مجھے رکھا پس میں اپنے والدین سے پیدا ہوا تو مجھے عہد جاہلیت کی کوئی برائی نہیں پہنچی اور میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں سفاح (زنا) سے نہیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والد مکرم اور والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک اس نکاح کا اہتمام قائم رہا۔ پس میں ذاتی طور پر بھی اور اپنے آباء واجداد کی وجہ سے بھی تم سب لوگوں سے بہتر ہوں''۔

دلائل النبوۃ جلد 1 صفحہ 174

4. حدیث مبارکہ

دلائل النبوۃ میں حضرت حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی واسطوں سے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاک ارحام اور اصلاب طیبہ وطاہرہ میں مہذب، مصفا اور پاکیزہ صورت میں منتقل فرماتا رہا۔ اس کے علاوہ ہر زمانہ میں دوگروہ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ہمیشہ بہتر گروہ مقرر فرما رکھا تھا''۔

(از: دلائل النبوۃ)

5. حدیث مبارکہ

حضرت امام مسلم صحیح مسلم میں اور امام ترمذی ابواب المناقب میں صحت کے ساتھ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
ترجمہ۔ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پاک میں سے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کا انتخاب فرمایا اور پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ''بنی کنانہ'' کو منتخب فرمایا اور بنی کنانہ میں سے ''قریش'' کو چنا اور قریش میں سے ''بنو ہاشم'' کو پسند فرمایا اور پھر بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا''۔

(از ترمذی ابواب المناقب)

6. حدیث مبارکہ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ دلائل النبوۃ میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ترمذی میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
ترجمہ۔ ''اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق بنائی تو مجھے سب سے بہتر مخلوق میں سے بنایا۔ پھر جب اُس نے قبائل بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں سے بنایا۔ پھر جب اُس نے نفوس کو بنایا تو مجھے اُن میں سے نفس کے اعتبار سے بہتر بنایا۔ پھر جب اُس نے گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سے بہتر گھرانے والا بنایا۔ چنانچہ میں اِن سب سے گھرانے اور اپنی ذات کے لحاظ سے بہتر ہوں''۔ (ترمذی ابواب المناقب)

7. حدیث مبارکہ

حضرت علامہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ استاد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''المصنف عبدالرزاق'' میں ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔
ترجمہ۔ ''ہر زمانہ میں زمین پر سات یا اس سے زیادہ مسلمان ضرور ہوتے ہیں اگر یہ نہ ہوں تو زمین اور جو کچھ زمین کے اُوپر ہے سب تباہ و برباد ہو جائے''۔ (از المصنف عبدالرزاق)

8. حدیث مبارکہ

حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ سیدنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ۔ ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو تمام مخلوق میں سے بنی آدم کو پسند فرمایا اور تمام بنی آدم میں سے عربوں کو پسند کیا اور پھر عربوں میں سے مضر کو پسند فرمایا اور مضر سے قریش کو منتخب کیا اور پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند فرما کر چن لیا اور پھر مجھے بنی ہاشم میں سے چنا۔ اس طرح ہم بہتر سے بہتر کی طرف منتقل ہوتے رہے''۔

(از: طبرانی۔ بیہقی۔ ابونعیم)

9. حدیث مبارکہ

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ طبقات ابن سعد میں اور امام طبری رحمۃ اللہ علیہ ''ذخائر العقبیٰ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ۔ ''تمام عرب میں بہتر مضر ہیں اور اولاد مضر میں سب سے بہتر بنو عبد مناف ہیں اور بنو عبد مناف میں سب سے بہتر بنو ہاشم ہیں اور بنو ہاشم میں سے بہتر بنو عبد المطلب ہیں۔ اللہ جل جلالہٗ کی قسم حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر جب بھی بنی آدم دو گروہ میں تقسیم ہوئے ہیں میں ان میں سے بہتر گروہ میں ہوتا تھا''۔

از طبقات ابن سعد، امام طبری ذخائر العقبیٰ

10. حدیث مبارکہ

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث نقل کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ۔ ''جبریل علیہ السلام نے ہماری خدمت میں ہمارے متعلق عرض کیا کہ میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو چھان مارا مگر کسی ایک شخص کو بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل نہیں پایا اور نہ ہی کسی باپ کے بیٹوں کو بنو ہاشم سے افضل دیکھا''۔

(از: اوسط طبرانی و دلائل النبوۃ امام بیہقی)

ہم نے قرآن مجید اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے حوالے تحریر کر دیئے ہیں جو اجل مفسرین۔ ائمہ دین۔ محدثین اور مفکرین نے اپنی اپنی تصانیف اور کتب احادیث میں تحریر کئے

ہیں۔ان تمام حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین سب کے سب مومن۔موحد اور جنتی تھے۔ان پاک ہستیوں کے بارے میں اس عقیدہ کے خلاف سوچنا ہی کفر اور دین ودنیا کی رسوائی ہے۔اللہ کریم تمام اہل ایمان کو اس عقیدہ بد سے محفوظ رکھے۔آمین۔
اب ہم حضرت نوح علیہ السلام سے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام تک کے دور میں رہنے والے تمام لوگوں کا اہل ایمان ہونا قرآن کریم اور احادیث مقدسہ کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں۔طوفان نوح علیہ السلام کے بعد کرہ ارض پر صرف اور صرف مومنین ہی باقی بچے تھے جبکہ قوم نوح علیہ السلام کے تمام کافر ومشرک ہلاک کر دیئے گئے۔اس طرح ہماری بات اور عقیدہ کا حق ہونا ثابت ہو جاتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء واجداد مومن۔موحد اور جنتی تھے کیونکہ وہ نوح علیہ السلام کی مومن اولاد کی پشتوں سے مومنین کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نور مبارک سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اقدس سے دنیا میں جلوہ گر ہوا اور یوں پوری کائنات کو قیامت تک ظلم۔بربریت۔کفر وشرک اور دیگر برائیوں سے بچانے کا وسیلہ عظیم بنا۔

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تمام لوگ ہدایت پر تھے

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام تک کرہ ارض پر بسنے والے تمام لوگ ہدایت پر تھے مندرجہ ذیل دلائل کی روشنی میں ہم اس بات کو ثابت کرتے ہیں تاکہ کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے دُعا ہے اللہ کریم توفیق عطا فرمائے آمین۔قرآن مجید کی سورہ ابراہیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

القران

قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد ہوتا ہے۔ (سورۃ ابراہیم آیت 40)

رَبِّ اجْعَلْنِىْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝

ترجمہ: ''اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور ہماری دعا سن لے''۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔سند صحیح کے ساتھ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے کچھ لوگ ہمیشہ دین فطرت پر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا۔ (سورۃ البقرآیت 213)

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً

ترجمہ: "لوگ ایک دین پر (یعنی اُمت) تھے"۔

اس آیت مقدسہ کی تفسیر کرتے ہوے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ "حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ ہے۔ ان دس صدیوں میں تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن رہے اور پھر جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا"۔ اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ "لوگ ایک اُمت تھے پھر ان میں اختلاف پیدا ہو گئے"۔

(از: مسالک مسند الحفاء صفحہ۔26 واز: مسند بزار رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ۔ اور حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے متدرک میں یہ حدیث نقل کی ہے، حضرت امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ حضرت قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سے روایت نقل کرتے ہیں کَانَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً کی تفسیر یہ ہے کہ "حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیوں کا فاصلہ ہے۔ اس دوران تمام لوگ راہ ہدایت پر تھے اور شریعت حق کے پیروکار تھے۔ پھر ان میں ان دس صدیوں کے بعد اختلاف پیدا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا یوں حضرت نوح علیہ السلام وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل زمین کی طرف بھیجا"۔

(از: امام ابن ابی حاتم)

الحدیث

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیوں کے وقفہ میں رہنے والے تمام لوگ مومن تھے اس سلسلے میں علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات ابن سعد" میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ۔ "حضرت نوح اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیانی عرصہ یعنی دس صدیوں میں ہمارے آباء واجداد میں سے تمام کے تمام لوگ اسلام پر تھے"۔

(طبقات ابن سعد)

طوفان نوح علیہ السلام کے بعد باقی زندہ بچنے والے فقط مومنین ہی تھے

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کی پیدائش مبارکہ تک کرہ ارض پر بسنے والے تمام لوگ مومنین تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت مبارکہ کے بعد لوگ شرک وکفر کی لعنت میں گرفتار ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نے قوم کو عرصہ دراز تک اس لعنت کو چھوڑ کر راہ حق اختیار کرنے کی تبلیغ فرمائی مگر ضدی اور اجڈ (جاہل) قوم نے آپ علیہ السلام کی بات ماننے سے ہمیشہ انکار کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کفار اور مشرکین کی ہلاکت وتباہی کی بددعا کرنا پڑی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کے کہنے پر ان کی قوم پر طوفان کا ایسا عذاب نازل فرمایا کہ اس عذاب نے کرہ ارض پر بسنے والے تمام کفار ومشرکین کو غرق کر دیا اور یوں زمین اُن لوگوں کے نجس سے پاک ہوگئی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کی آمد سے پہلے ہی اللہ کے حکم سے ایک کشتی تیار کی اور ہر جاندار کا جوڑا اس میں سوار کیا پھر طوفان کے بعد انہی جوڑوں سے آگے نسل دنیا پر پھیلی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند ارجمند سام اس کشتی میں سوار تھے۔ نص قطعی اور اجماع اُمت ہے کہ سام مومن تھے جن سے حضرت نوح علیہ السلام کی ذرّیت دنیا میں پھیلی۔ حضرت سام اپنے والد گرامی حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ نجات پانے والوں میں سے تھے اس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار دیگر تمام لوگ بھی مومن تھے قرآن مجید ان کے بارے میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔ (سورۃ الصافات آیت 77)

القرآن

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمہ: ''اور ہم نے اس (نوح علیہ السلام) کی ذرّیت کو باقی رہنے والوں میں رکھا''۔

(الصافات۔آیت 77)

طبقات ابن سعد

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ''طبقات ابن سعد'' میں کلبی کے طریق پر ابی صالح کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ۔

ترجمہ۔ ''جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی سے ہمراہیوں سمیت نیچے تشریف لائے تو ایک مقام پر کشتی میں سوار ہر شخص نے اپنے الگ الگ گھر تعمیر کئے اور اس مقام کا نام ''سوق الثمانین'' یعنی اسی (80) بازار رکھا۔ طوفان نوح میں بنی قابیل کے تمام لوگ ہلاک ہو گئے تھے۔ پھر وقت گزرنے کے

ساتھ آبادی میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ قریہ سوق الثمانین تنگ ہو گیا لوگوں نے رہائش کی اس تنگی کے پیش نظر باب شہر کی بنیاد رکھی۔ آبادی میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا گیا باب شہر کی تعمیرات بھی اسی اعتبار سے بڑھتی گئیں۔ (باب شہر بعد میں بابل کے نام سے مشہور ہوا) یہاں تک کہ آبادی کی تعداد قریباً ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ یہ ساری آبادی اسلام کی پیروکار تھی۔ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد نمرود بن کوش بن کنعان بن حام (نوح علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے) اُن لوگوں کا بادشاہ بن گیا اور اس شخص نے بت پرستی کی ذلیل رسم کو قوم سے متعارف کرایا اور یوں آہستہ آہستہ وہ لوگ بتوں کو پوجنے لگے"۔

یہ وہی نمرود ہے جو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے زمانے میں بادشاہ تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر اسی بادشاہ کے زمانے میں سنگ تراشی کا ماہر مشہور تھا۔ بہرحال مذکورہ دلائل وآثار صحیح سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد اس نمرود کے زمانہ تک قطعی اور یقینی طور پر مومن تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد توحید پر قائم تھی

ہم قرآن مجید کے فرمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور ائمہ ومفسرین و محققین کے اقوال سے یہ بات تحریر کر چکے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تک تمام اجداد مومن تھے۔ آپ علیہ السلام نے شرک۔ کفر اور بت پرستی کے خلاف کلمہ حق بلند فرمایا اور نمرود کا ڈٹ کا مقابلہ کیا آپ علیہ السلام کی شب وروز تبلیغ کے نتیجہ میں بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ آپ علیہ السلام کی پیشانی مبارکہ میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر تھا جس کی یہ برکتیں تھیں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام میں منتقل ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو توحید پر قائم رہے اور ہمیشہ بت پرستی سے نفرت کرتے ہوئے اس لعنت سے دور رہے۔ یہ اولاد توحید خالص پر قائم رہی چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ (پارہ 25 سورۃ الزخرف آیات 26 تا 28)۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ
بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾
وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمہ۔ "اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں

جنکی تم پرستش کرتے ہو مگر میں اُسی کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا پس وہی مجھے سیدھی راہ دکھائے گا اور اس کلمہ توحید کو وہ اپنی اولاد میں باقی رہنے کو چھوڑ گئے تاکہ (انکی اولاد) اللہ کی طرف رجوع کرنے والی رہے''۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو عرض کی تھی کہ میری اولاد کو خالص دین پر قائم رکھنا ضرور قبول ہوئی کیونکہ خلیل اللہ دُعا کریں اور اللہ کے ہاں قبول نہ ہو ایسا ممکن ہی نہیں۔ مفسرین جن میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس حضرت قتادہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جیسی شخصیات شامل ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں توحید خالص اور وہ اسلام باقی رہا جو آپ علیہ السلام اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ اس سے مراد اخلاص خالص اور توحید ہے جو ہمیشہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں باقی رہی۔ اولاد ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانتی رہی اور اسکی عبادت کرتی رہی۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں تاقیامت ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے جو دین فطرت پر قائم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں گے۔ قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے۔ (سورۃ ابراہیم آیت 35)۔

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا
الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجۡنُبۡنِىۡ وَبَنِىَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ ''اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی کہ اے میرے رب اس شہر (یعنی مکہ) کو امن کی جگہ بنا دے اور مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے دور رکھ کہ ہم بتوں کی پرستش کرنے لگیں''۔ (سورۃ ابراہیم آیت 35)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے محققین ومفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ ان سب کا مطلب ایک ہی بنتا ہے۔ تمام تفاسیر کے حوالے تحریر کرنا تو موضوع کی طوالت کا باعث ہوگا اس لئے چند حوالے عرض کرنے پر ہی اکتفا کر رہا ہوں۔ حضرت امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے لئے اُن کی دُعا کو قبول فرمایا پس آپ علیہ السلام کی اولاد میں سے اس دُعا کے باعث کسی نے بتوں کی پرستش نہیں کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی اِس دُعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور مکہ کو امن والا شہر بنا دیا اور پھلوں سے آپ علیہ السلام کی اولاد کو رزق عطا فرمایا۔ آپ علیہ السلام کو امام بنایا اور آپ کی اولاد میں سے لوگوں کو نماز پر قائم رکھا''۔

بیت اللہ شریف کی تولیت سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دیگر تمام اولاد کی نسبت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد کے پاس زیادہ دیر رہی اور یہ ان اہل حق کی خصوصیت تھی جس کی وجہ سے اس خاندان کو بہت مقام عزت اور شرف حاصل ہوا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ عمرو بن لحی الخزاعی نے تولیت بیت اللہ شریف بزور شمشیر ان سے چھین لی اور عرب میں بت پرستی کی داغ بیل ڈالی گو عمرو بن لحی الخزاعی کا یہ دور مختصر تھا جس کے بعد تولیت بیت اللہ شریف پھر حضور علیہ السلام کے آباء واجداد کے پاس واپس آ گئی مگر بت پرستی کی وہ لعنت جسے عمرو بن لحی الخزاعی نے متعارف کروایا تھا اہل عرب میں بدستور قائم رہی۔ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے اور اس پر اجماع اُمت ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد مبارکہ منتخب ہستیاں تھیں جو سب مومن۔ موحد اور اہل حق تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ان عظیم ہستیوں میں ایک کے بعد دوسرے میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اقدس سے اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ تک سب مومن اہل حق اور جنتی تھے۔ اس کے برعکس عقیدہ رکھنا گمراہی۔ ضلالت۔ بدبختی اور دین و دنیا کی رسوائی کے ساتھ ساتھ جہنمی ہونے کا یقینی ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس بد عقیدہ سے محفوظ رکھے آمین۔

ملت ابراہیمی پر قائم افراد کا ذکر اچھے انداز میں کرنے کا حکم

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آبا واجداد کا اہل حق ہونا ہم قرآن۔ حدیث اور اقوال مفسرین۔ محققین محدثین کی روشنی میں تحریر کر چکے ہیں اس کے علاوہ مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ بھی تحریر کر دیا گیا ہے کہ ملت ابراہیم علیہ السلام پر قائم افراد سب اہل حق تھے جن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد سر فہرست ہیں۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں ملت ابراہیمی پر قائم افراد کا ذکر اچھے انداز میں کرنے کے بارے میں آپ علیہ السلام کا حکم جو متعدد احادیث مبارکہ میں آیا ہے اسکا مختصر ذکر کر رہے ہیں۔ اس حکم مبارک کو جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور مؤرخین۔ محققین و مفسرین نے اپنی اپنی تصانیف میں درج کیا ہے ان کے حوالے بھی تحریر کیے جا رہے ہیں۔

(1) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت

مفسر قرآن محقق اعظم سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کو حضرت ابن حبیب

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں یوں تحریر کیا ہے۔

لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (یادرہے یہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں) نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

ترجمہ۔ ''حضرت عدنان۔ حضرت معد۔ حضرت مضر۔ حضرت خزیمہ اور حضرت ربیعہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر تھے۔ اس لئے ان کا ذکر ہمیشہ خیر کے ساتھ کیا کرو''۔

(از: تاریخ ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ)

(2) طبقات ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ

مشہور زمانہ محقق حضرت علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ اپنی مشہور ترین تصنیف ''طبقات ابن سعد'' میں حضرت عبداللہ ابن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ۔ ''جناب مضر کی شان میں گستاخی نہ کرنا کیونکہ وہ بلاشک وشبہ مسلمان تھے''۔

اس کے بعد حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دوسری حدیث نقل کرتے ہیں کہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

ترجمہ ''ربیعہ اور مضر کو برا نہ کہو یہ دونوں مومن تھے'' ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ۔ تمیم اور ضبہ کو بُرا نہ کہو کیونکہ یہ دونوں مومن تھے''۔

(3) الروض الانف

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب الروض الانف میں حضرت کعب بن لوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''حضرت کعب بن لوی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے یوم العروبہ کو جمع فرمایا پھر اس کا نام جمعہ رکھا۔ اس روز قریش ایک جگہ اکٹھے ہوتے تو حضرت کعب بن لوی انہیں خطاب کرتے ہوئے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے اہل قریش کو بتایا کرتے یادرکھو وہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا بیٹا ہوگا۔ میرا بیٹا ہوگا یعنی تکرار کرتے اور پھر فرماتے ہیں تمہیں اُنکی اتباع کرنے اور اُن پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔

ترجمہ شعر ''اے کاش میں ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعوت کے وقت موجود ہوتا جبکہ قریش حق کو رسوا کرنا

چاہیں گے"۔

(4) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "الروض الانف" میں حضرت کعب بن لوی کا خطاب تحریر کیا ہے ہم وہ تحریر کر چکے ہیں۔ اِسی خطاب کے بارے میں حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اس روایت کو حضرت حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت سلمہ بن عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے "دلائل النبوت" میں یوں نقل فرمایا ہے کہ۔

ترجمہ۔ "حضرت کعب بن لوی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے یوم العروبہ کی جمع فرما کر اس کا نام جمعہ رکھا۔ اس روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام قریش کو ایک جگہ اکٹھا فرما کر اُن سے خطاب فرمایا کرتے"۔ حضرت کعب بن لوی کا مکمل خطاب اور شعر ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں اس لئے دوبارہ تحریر کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی البتہ آخری جملہ تحریر کر رہے ہیں جو امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر میں درج نہیں اور دلائل النبوت میں درج ہے وہ یہ کہ۔

"جناب کعب بن لوی کی وفات اور سرکار مدینہ سرور سینہ تاجدار عرب عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعث مبارکہ کے درمیان پانچ سو ساٹھ (560) برس کا فاصلہ ہے"۔

(از: دلائل النبوت شریف)

آخر میں پھر عرض کر دوں کہ ہمارے پیش کردہ دلائل کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک عہد سے لے کر حضرت کعب بنی لوی پھر کعب بن لوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پھر اُن سے لے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک سب مومن۔ موحد اور اہل جنت میں سے تھے۔ یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں کچھ لوگ دین ابراہیمی پر تھے وہ کفر و شرک کے قریب نہیں گئے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین بھی مسلک حنیفہ پر قائم تھے۔ چنانچہ امام حافظ ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "التلقیح" میں لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں درج ذیل حضرات بتوں کی پوجا سے سخت بیزار تھے ان حضرات نے کبھی بھی بتوں کی پوجا نہیں کی۔

1۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ 2۔ زید بن عمرو بن نفیل 3۔ ورقہ بن نوفل
4۔ عبداللہ بن جحش 5۔ عثمان بن الحویرث 6۔ رباب بن ابرا
7۔ اسعد بن حمیری 8۔ ابوقیس بن صرمہ 9۔ قیس بن ساعدہ ایاوی
10۔ عمیر بن حبیب الجہنی وغیرہ۔

اب غور کا مقام ہے کہ اگر مذکورہ شخصیات زمانہ جاہلیت میں کفروشرک سے کوسوں دور بت پرستی کے سخت مخالف تھے تو پھر سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین تو ان سب سے زیادہ بت پرستی سے دور تھے کیونکہ انکی پیشانیوں میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر تھا وہ نور جس کے صدقے تمام کائنات تخلیق کی گئی۔

(3) تیسرا مسلک

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے موحد۔مومن اور صاحب ایمان ہونے کے بارے میں تیسرا مسلک جورائے رکھتا ہے اختصار کے ساتھ بیان کرر ہاہوں۔

والدین کریمین کا معجزتاً زندہ ہوکر حضور علیہ السلام پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ نے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور انہوں نے حضور علیہ السلام کے وست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور پھر دوبارہ اللہ کے حکم سے وفات پائی۔اس مسلک کی طرف مفسرین۔محدثین اور محققین کی کثیر تعداد کا میلان ہے۔ان حضرات نے دلائل کی روشنی میں نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کا دوبارہ زندہ ہوکر ایمان لاناہی ثابت کیا ہے بلکہ اس مسئلہ پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کے جوابات بھی تحریر کیے ہیں۔یہ حضرات سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیان کردہ حدیث شریف قرآن کریم کی آیات اور عقلی دلائل سے اپنے موقف کو بیان کرتے ہیں جو کہ حقیقتاً صحیح ہے جن بزرگ محققین ہستیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے دوبارہ زندہ ہوکر اسلام لانے کے بارے میں دلائل حق دیئے ہیں یہاں ان کے اسمائے گرامی تحریر کرر ہاہوں پھر ان کے پیش کردہ دلائل مختصراً بیان کروں گا۔

1۔ حافظ الحدیث حضرت امام محبّ الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ
2۔ شیخ المحدثین حضرت علامہ محمد بن ابراہیم خطیب علی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔
3۔ حضرت علامہ ابوحفص عمر بن احمد شاہین رحمۃ اللہ علیہ۔
4۔ حضرت علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ۔
5۔ حافظ الشان محدث عظیم حضرت امام ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ۔
6۔ حضرت حافظ شمس الدین محمد ابن ناصرالدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ۔
7۔ حضرت علامہ امام شرف الدین مناوی رحمۃ اللہ علیہ۔
8۔ امام حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ۔

9۔ حضرت علامہ امام ناصر الدین ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ۔
10۔ شیخ الاسلام حضرت حافظ شہاب الدین حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ۔
11۔ حضرت امام ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ۔
12۔ حضرت امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی بصری رحمۃ اللہ علیہ۔
13۔ حضرت امام شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی مکی رحمۃ اللہ علیہ۔
14۔ حضرت امام عبداللہ محمد بن خلف مالکی رحمۃ اللہ علیہ۔
15۔ حضرت علامہ ابوعبداللہ بن ابی شریف حسنی تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ۔
16۔ حضرت علامہ حافظ امام المتکلمین فخر الدین محمد بن عمر رازی رحمۃ اللہ علیہ۔
17۔ حضرت صلاح الدین صفدی رحمۃ اللہ علیہ۔
18۔ حضرت علامہ خاتم الحفاظ العاشر امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔
19۔ حضرت شیخ نور الدین علی بن الجزاء مصری رحمۃ اللہ علیہ۔
20۔ حضرت علامہ احمد بن علی بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ۔
21۔ حضرت علامہ امام فقیہ اجل محمد بن محمد کردری بزازی رحمۃ اللہ علیہ۔
22۔ حضرت علامہ محقق سنوسی رحمۃ اللہ علیہ۔
23۔ حضرت علامہ امام اجل سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ۔
24۔ حضرت علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ۔
25۔ حضرت علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ۔
26۔ حضرت علامہ سید شریف علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ۔
27۔ حضرت علامہ زین الفقہ محقق زین الدین بن نجیم رحمۃ اللہ علیہ۔
28۔ حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ۔
29۔ حضرت شیخ علامہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔
30۔ حضرت علامہ مولانا سید احمد طحطاوی مصری رحمۃ اللہ علیہ۔
31۔ حضرت مولانا بحر العلوم ملک العلما عبدالعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
32۔ حضرت علامہ سید ابن عابدین امین الدین محمد آفندی شامی رحمۃ اللہ علیہ۔
33۔ حضرت علامہ محمد بن علی بن محمد الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ۔
34۔ حضرت علامہ محمد الحسین بن مسعود الفرء البغوی رحمۃ اللہ علیہ۔

35۔ حضرت امام ابولفرج جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی قریشی رحمۃ اللہ علیہ۔

36۔ حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمۃ اللہ علیہ۔

37۔ حضرت علامہ احمد صاوی المالکی رحمۃ اللہ علیہ۔

38۔ حضرت علامہ محمد اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ۔

39۔ حضرت امام ابولفضل شہاب الدین السید محمود آلوسی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔

40۔ حضرت امام ابولولید محمد بن عبدالکریم الازرقی رحمۃ اللہ علیہ۔

41۔ حضرت علامہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے دوبارہ زندہ ہوکر اسلام لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف واپس بلا لینے کے سلسلے میں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے جن حضرات نے استدلال کرتے ہوئے اس حدیث شریف کو اپنی اپنی تصنیف میں تحریر کیا ہے اُن میں۔

حضرت علامہ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے ''الناسخ والمنسوخ'' میں

حضرت حافظ ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السابق واملاحق'' میں

حضرت امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ''غرائب مالک'' میں

حضرت امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ ابن عساکر'' وغیرہ شامل ہیں۔

لکھتے ہیں کہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آخری حج فرمایا تو میں بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ شامل تھی۔ آپ علیہ السلام حجون کی گھاٹی سے نہایت غم زدہ حالت میں تشریف لائے اور میرے پاس سے گزرے اور پھر گھاٹی سے نیچے اُتر کر طویل عرصہ تک وہاں قیام فرمایا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے واپس تشریف لائے تو آپ علیہ السلام بڑے شادمان تھے چہرہ اقدس پر خوشی کے آثار نمایاں تھے اور ہونٹوں پر تبسم رقصاں تھا۔ میں نے یہ کیفیت دیکھتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اچانک خوشی کی کیا وجہ ہے؟ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: ''میں نے اپنی والدہ محترمہ کی قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ انکو زندہ فرمادے تو اللہ تعالیٰ نے میری والدہ محترمہ کو زندہ فرمادیا اور وہ مجھ پر ایمان لے آئیں پھر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں واپس بلا لیا''۔

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مذکورہ روایت شدہ حدیث بیان کرنے کے بعد یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ اس ارشاد کا اُردو ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے۔

ترجمہ حدیث: ''اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اُس کی رحمت وقدرت کسی کام کے کرنے پر کمزور وعاجز نہیں ہے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کے مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جس بزرگی اور خصوصیت سے چاہے نوازے''۔

(از: حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر اللہ کریم نے ان کو واپس بلا لیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ مبارک ہے۔ ایسا ہونا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس فرمان مبارک کے مطابق ہے جس میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''میرا نور ہمیشہ آدم علیہ السلام اور اماں حوا سلام اللہ علیہا سے لے کر میرے والدین تک پاک رحموں اور پاک نفسوں میں منتقل ہوتا رہا''۔ اس سلسلے میں ہم گزشتہ صفحات پر متعدد ثبوت پیش کر چکے ہیں۔ یہاں آپ علیہ السلام کے اس مبارک معجزہ کے چند ثبوت عرض کر رہے ہیں۔

دلائل یا ثبوت احیائے موتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے لئے مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں چند ثبوت رقم کیے جارہے ہیں اُمید قوی ہے کہ ان دلائل اور ثبوت کے بعد کسی قسم کا کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہے گا۔

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت علامہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل مبارکہ آپ علیہ السلام کے وصال شریف تک مسلسل جاری رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کا زندہ ہو کر آپ علیہ السلام پر ایمان لانا ان فضائل میں سے ہے پھر ایسا ظہور میں آنا عقلاً اور شرعاً ممکن ہے ناممکن نہیں۔ اسکا ثبوت قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے بیان میں مقتول کا قاتل کے بارے میں اطلاع دینا موجود ہے۔ اس کے علاوہ اللہ کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا تھا جس کے تحت انہوں نے بہت سے مردوں کو زندہ فرمایا جبکہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارکہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت ہی بلند وبالا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے نہ صرف اپنے والدین کریمین کو ہی زندہ فرمایا بلکہ مردوں کی ایک اور جماعت کو بھی زندہ فرمایا تھا''۔ اس معجزہ مبارک کو باب معجزات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انشاء اللہ تفصیل سے بیان کروں گا۔

علامہ ناصرالدین مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت علامہ ناصرالدین مالکی رحمۃ اللہ علیہ مشہور زمانہ عالم ہیں اور کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''المقتضٰی فی شرف المصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ہمارے نبی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مردوں کو زندہ کیا گیا اور یہ واقعہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے واقعات کی مثل ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کے لئے استغفار سے منع کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے اللہ تعالٰی کے حضور دُعا کی کہ میرے والدین کریمین کو زندہ کیا جائے چنانچہ اللہ تعالٰی نے آپ علیہ السلام کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور آپکی تصدیق کی یوں وہ حالت ایمان میں فوت ہوئے''۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے زندہ کرنے کے بعد ایمان لانے میں کوئی تنازعہ نہیں ہے کیونکہ یہ امر دلائل سے ثابت ہے بلکہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل وکمال اور معجزات وکرامت میں اضافہ کا باعث ہے اور پھر کیوں نہ ایسا ہو جب اللہ تعالٰی خود ارشاد فرماتا ہے کہ ''اے حبیب آپ کا آنے والا کل گزرے ہوئے کل سے بہتر ہے۔ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درجات مزید بلند کریں گے'' مختصراً سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کا زندہ کیا جانا پھر اسلام قبول کرنے کے بعد ان کو واپس پہلی حالت یعنی ابدی نیند کی حالت میں لے جانا حضور علیہ السلام کا معجزہ مبارک ہے۔

حضرت علامہ حافظ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت علامہ حافظ شمس الدین بن ناصر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی ایک حدیث نقل کرنے کے بعد اس پر اپنی رائے کا نہایت عمدہ طریقے سے اظہار کرتے ہیں۔ اس حدیث سعدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو حضرت حافظ فتح الدین بن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''عیون الاثر'' میں بھی نقل کیا ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں۔

ترجمہ۔ ''یہ والدہ (سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا) کی طرف سے انہیں دودھ پلانے کی جزا ہے لیکن اللہ تعالٰی کی طرف سے انہیں جزائے عظیم ملے گی۔ اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بارے میں یہی اُمید ہے کہ ان پر احسانات وانعامات ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور یہ بات سب کو معلوم ہے

انہوں نے سعادت سے ایسے ہی حصّہ لیا جیسا کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملا''۔

مذکورہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی رائے کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔''اللہ تعالیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا مزید فضل وکرم نازل فرمائے۔ وہ آپ علیہ السلام پر بڑا ہی مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا تاکہ وہ آپ علیہ السلام پر ایمان لائیں۔ یہ اللہ کا آپ علیہ السلام پر بڑا ہی لطیف فضل ہے اور تم بھی اس بات کو تسلیم کرلو کہ وہ ایسے امور پر قدیم سے ہی قدرت رکھتا ہے''۔

(از: موردالھادی فی مولاالھادی)

یہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے سلسلے میں ایک اُصول عرض کرتا جاؤں کہ جو حدیث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کی جائے اور وہ درجہ کے اعتبار سے ضعیف ہو مگر اس حدیث کو اگر تواتر کے ساتھ نقل کیا جاتا رہا ہو تو اُصول حدیث کے مطابق محققین اور راویوں کے بار بار بیان کرنے سے یہ حدیث صحیح کا مقام حاصل کر لیتی ہے۔

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ مسلم شریف کی حدیث بیان کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق کفر منسوب کرنے کی کوئی ایسی بات کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے''کہ زندوں کو مردوں کے باعث ایذا نہ دو'' پھر خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔(سورۃ الاحزات آیت 57)

إِنَّ الَّذِينَ
يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ
لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾

ترجمہ:''بے شک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایذا پہنچاتے ہیں اُن پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ایسے لوگوں کے لئے (اللہ تعالیٰ) نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

اب غور کا مقام ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اور خالق کائنات بھی اہل ایمان کو جس کام سے روکنے اور اُسے نہ کرنے کا حکم فرما رہے ہیں پھر بھی اگر کوئی شخص اس حکم کی خلاف ورزی کرے تو اسکا یقیناً انجام بُرا ہی ہوگا۔ دُعا ہے اللہ کریم سب صحیح العقیدہ مسلمانوں کو اپنی حفظ وامان رکھتے ہوئے مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو اصل ایمان اور رُوح اسلام ہے۔

حضرت ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ مالکی کا بیان

فقہ مالکیہ کے مشہور اماموں میں سے حضرت ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے صاحب ایمان ہونے کے سلسلے میں نہایت ایمان افروز بات ارشاد فرمائی ہے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین آگ میں ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو حضرت نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس حکم مبارک۔

ترجمہ۔ ''بے شک جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایذاء پہنچاتے ہیں اُن پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے''۔ کے مطابق یہ بات کہنے والا شخص ملعون ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور اذیت اور رنج کی بات کیا ہوگی کہ آپ علیہ السلام کے والدین کریمین کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ آگ میں ہیں''۔

حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ اللہ کریم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو آپ علیہ السلام کی درخواست پر زندہ فرمایا وہ آپ علیہ السلام پر ایمان لائے اور پھر اپنی دنیا میں لوٹائے گئے۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارک کو الروض الانف میں تحریر کیا ہے۔ ترجمہ حدیث مبارکہ۔

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اپنے والدین کریمین کو زندہ کرنے کی دُعا فرمائی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو زندہ فرمایا۔ وہ دونوں آپ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر ان کو وفات دی گئی''۔

(الروض الانف۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 113)

مذکورہ حدیث لکھنے کے بعد حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ'' اللہ تعالیٰ ہر ناممکن پر قادر ہے اور اسکی رحمت وقدرت عاجز نہیں۔ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے مخصوص فضل و کرام اور انعام کے اتنے ہی مستحق ہیں جتنا وہ چاہے۔ اللہ جس اعزاز وانعام سے چاہے حضور علیہ السلام کو سرفراز فرمائے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ ان پر اور ان کی آل پر اللہ تعالیٰ کے درود وسلام ہوں''۔

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

کچھ لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے زندہ ہو کر اسلام لانے کے سلسلے میں تذبذب کا شکار ہیں کہ آیا ایسا ہونا ممکن ہے کہ مردہ بھی اٹھ کر ایمان لائے اور پھر وفات پا جائے۔ حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا والدین کریمین کو زندہ کرنا اور اُنکا ایمان لانا عقل کی روح سے بھی محال نہیں کیونکہ ایسے امور جائز اور ممکن ہیں۔اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کو موضوع قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اُسے عقل محال قرار نہیں دیتی اور نہ ایسا ہونا شرعاً محال قرار دیا جاسکتا ہے۔اسکا ثبوت خود قرآن مجید میں موجود ہے۔جب بنی اسرائیل کا ایک شخص قتل ہو گیا اور قاتل کا پتہ نہیں چل رہا تھا اُس وقت مقتول نے خود قاتل کا پتہ بتا دیا تھا۔قرآن مجید میں سورہ بقرہ کے اندر یوں بیان کیا گیا ہے کہ'':۔

(سورۃ البقرآیات 72 تا 73)

ترجمہ: ''اور جب تم نے ایک خون (قتل) کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے تو ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو۔اللہ یونہی مردے جلائے گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں تمہیں عقل ہو''۔

''بنی اسرائیل کا ایک شخص قتل ہو گیا کافی تلاش اور کوشش کے باوجود قاتل کا پتہ نہیں چلتا تھا۔لوگوں نے سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ وہ قاتل کا پتہ بتادے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا پر ارشاد فرمایا کہ اِن لوگوں سے فرمادیں کہ یہ ایک گائے ذبح کریں اور اسکے گوشت کا ٹکڑا مقتول کو ماریں وہ زندہ ہو کر قاتل کا پتہ بتا دئے گا۔حسب حکم عمل کیا گیا تو مقتول زندہ ہو گیا اور اُس نے اپنے چچازادوں یا ماموں زادوں کے بارے میں بتا دیا کہ مجھے فلاں فلاں نے قتل کیا ہے پھر وہ دوبارہ مرگیا''۔تفصیلی واقعہ ابنیا علیہم السلام کی مبارک زندگیوں کے باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات میں گزر چکا ہے متلاشیان علم وہاں سے مراجعت کر سکتے ہیں۔اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی مردوں کو زندہ فرما دیا کرتے تھے یہ سب کچھ نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ہمارے آقا و مولیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیا علیہم السلام کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو تمام معجزات سے سرفراز فرمایا اس طرح والدین کریمین کا زندہ ہو کر اسلام قبول کرنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک حق معجزہ ہے۔

حضرت امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت امام محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح مواہب لدنیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جن علماء محققین اور محدثین نے سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کا اہل ایمان ہونا ثابت کیا ہے وہ اس سلسلے میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ والدین کریمین حضور علیہ السلام کی بعثت مقدسہ سے پہلے زمانہ فترت میں فوت ہوئے تھے جبکہ کرہ ارض پر ہر طرف گمراہی اور جاہلیت کا دور تھا اور دعوت حق دینے والا کوئی نبی یا راہبر موجود نہیں تھا پھر ان دونوں مبارک ہستیوں کا وصال بھی ابتدائی یعنی چھوٹی عمر میں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھارہ (18) سال کی عمر میں فانی دنیا سے کوچ فرما گئے۔ جبکہ والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیس سال کی عمر میں اس فانی دنیا سے کوچ فرما گئیں یعنی والد محترم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ہی مدینہ منورہ میں وفات پا گئے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر صرف چھ سال کی تھی کہ والدہ محترمہ کا ابواء کے مقام پر انتقال ہو گیا (راقم کو دونوں کی قبور کی زیارت کی سعادت حاصل ہے)۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس آدمی کو دعوت اسلام نہ پہنچے وہ نجات پانے والا ہے مگر شرط یہ کہ اُس سے کسی کا کفر و شرک سرزد نہ ہوا ہو۔ پھر وہ عذاب سے محفوظ ہوگا اور جنت میں جائے گا۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 15)

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

ترجمہ: ''اور ہم (کسی کو) عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں''۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان (کتابِ شفا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ حدیث کا یہ جواب بھی ہے کہ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا توحید پر تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قیامت کے متعلق تفصیلی معلومات نہیں پہنچی تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ فرمایا تا کہ اُسے قیامت کی تمام تفصیلات اور شرعی احکام کا علم ہو جائے اور وہ اس پر ایمان لے آئیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ کا ایمان لانا حجۃ الوداع تک مؤخر کر دیا گیا تا کہ شریعت محمدی کامل ہو جائے یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ (سورۃ المائدہ آیت 3) ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ'' ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا'' نازل ہوئی تو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زندہ کیا گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور

تمام شرعی تعلیمات سے آگاہ ہوئیں سبحان اللہ کس قدر عمدہ اور نفیس توجیہ ہے۔ پھر قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آب دیدہ ہونا والدہ کے عذاب کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ یہ تو اس بات کے افسوس کے لئے تھا کہ والدہ نے حضور علیہ السلام کا زمانہ نہ پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وشوکت نہ دیکھی" اور آپ علیہ السلام پر ایمان نہ لائیں۔ یہ دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ترس آیا اور اُس نے حضور علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں"۔ حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی اس ایمان افروز دلیل کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آب دیدہ اس لئے نہ تھے کہ آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملت حنیفہ میں نہ تھیں بلکہ آبدیدہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُمت محمدیہ میں شامل ہونے کے شرف سے محروم رہ گئی تھیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین اور دیگر تمام آباء واجداد دین ابراہیمی ودین حق پر تھے۔ صحیح بخاری شریف میں اس عنوان سے احادیث موجود ہیں اور علماء ومحققین کی اکثریت نے انکی تصریحات فرمائی ہیں کہ اہل عرب ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ہی دین ابراہیمی پر قائم تھے۔ ان میں سے کسی نے کفر نہیں کیا یہاں تک کہ عمرو بن عامر لحی الخزاعی آیا جس نے بت پرستی کی داغ بیل ڈالی اور دین ابراہیمی کو بدل ڈالا۔ یاد رہے یہ شخص حضور علیہ السلام کے جداعلیٰ کنانہ کے دور میں تھا۔ اللہ کے فضل وکرم سے آپ علیہ السلام کے اجداد اس بت پرستی کی لعنت سے ہمیشہ ہی محفوظ رہے۔

آیات قرآنی کی روشنی میں

حضور علیہ السلام کے آباء اجداد کے مومن ہونے کے ثبوت

آیات قرآنی کی روشنی میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین اور آباء واجداد کا مومن وموحد ہونا یقینی طور پر ثابت ہے یہاں آیات قرآنی تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

آیات قرآنی

وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَیۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ

ترجمہ: "بے شک مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے"۔

سورۃ البقرہ آیت 221

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡمُشۡرِكُوۡنَ نَجَسٌ

ترجمہ: ''اے ایمان والو مشرک نرے ناپاک ہی ہیں''۔

سورۃ التوبہ آیت 28

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٨﴾

ترجمہ: ''اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عزت والے مہربان (خدا) پر بھروسہ رکھیے جو تمہیں (اس وقت بھی) دیکھتا ہے جب تم (کہیں) کھڑے ہوتے ہو (اور سجدہ کرنے والوں میں تمہارے پھرنے کو)''۔

سورۃ الشعراء آیت 217-218

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴿٥﴾

ترجمہ: ''اور بے شک قریب ہے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا''۔

سورۃ الضحیٰ آیت 5

وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا ﴿٢٣﴾

ترجمہ: ''انہوں نے (دنیا میں) جو بھی کام کیے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کر دیا''۔

سورۃ الفرقان آیت 23

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ
أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ
إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾

ترجمہ: ''اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی (کہ اس کا فرمان بردار رہے اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرے) اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے''۔

سورۃ لقمان آیت 14

لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ
النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾

ترجمہ: ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں جنت والے ہی مراد کو پہنچے''۔

سورۃ الحشر آیت 20

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمہ: ''اور عزت تو اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو علم (خبر) نہیں''۔

سورۃ المنافقون آیت 8

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ
لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: ''اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا تا کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے''۔

سورۃ الحجرات آیت 13

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا
تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ
الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ: ''فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن''۔

سورۃ ھود آیت 46

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ
الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿۶﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ ﴿۷﴾

ترجمہ: ''بے شک سب کافر کتابی اور مشرک جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہ سارے جہاں (مخلوق) سے بدتر ہیں۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ ساری مخلوق سے بہتر ہیں''۔

سورۃ البینہ آیت 6-7

وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ حَتّٰى نُؤۡتٰى مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ‌ۘ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ‌ ؕ سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا صَغَارٌ عِنۡدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيۡدٌۢ بِمَا كَانُوۡا يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ: ''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ ملے جیسا اللہ کے رسولوں کو ملا اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے عنقریب مجرموں کو اللہ کے یہاں ذلت پہنچے گی اور سخت عذاب بدلہ ان کے مکر کا''۔

سورۃ الانعام آیت 124

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کے اہل ایمان ہونے کے ثبوت میں قرآن مجید کی مذکورہ آیات تحریر کردی ہیں۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک احادیث نقل کر رہا ہوں اس کے بعد قرآنی آیات کی جن مفسرین کرام نے تفصیل وتشریح بیان فرمائی ہے تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں وضاحت

1۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث یوں روایت کرتے ہیں۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا۔
ترجمہ۔ ''میں بنی نوع انسان میں قرناً بعد قرنٍ بہترین زمانوں میں مبعوث ہوتا رہا یہاں تک کہ اس زمانے میں میری بعثت ہوئی''۔

(از: بخاری شریف فی کتاب المناقب)

2۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔
ترجمہ۔ ''روئے زمین پر ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہوجاتے''۔

(از: عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ وابن المنذر)

3۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ ''نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی سات بندگان خدا سے خالی نہ ہوئی جن کے سبب اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب رفع فرماتا رہا ہے''۔

4۔ ارشاد رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرکار دوعالم نور مجسم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ ''میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے رحموں میں منتقل ہوتا رہا''۔

(دلائل النبوۃ)

5۔ ارشاد فخر دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ۔ ''اللہ عزوجل ہمیشہ مجھے مبارک پشتوں اور پاکیزہ رحموں میں منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا فرمایا''۔

(روایت ابن عمرو فی مندہ)

6۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں سے ایک پاک وطیبہ خاتون کو کہیں سے آتے دیکھا جب وہ آپ علیہ السلام کے قریب آئیں تو ارشاد فرمایا۔

''ترجمہ مکالمہ''

''اپنے گھر سے باہر کہاں گئی تھیں''؟

عرض کی

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک موت ہوگئی تھی میں اُن کے ہاں تعزیت ودعائے رحمت کے لئے گئی تھی''۔

ارشاد فرمایا

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا شاید تو انکے ہمراہ قبرستان تک گئی تھی''۔

عرض کی

''خدا کی پناہ کہ میں وہاں تک جاتی حالانکہ حضور سے سُن چکی جو کچھ اس بات میں ارشاد ہوا تھا''۔

ارشاد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

''اگر اُن کے ساتھ وہاں تک جاتی تو جنت نہ دیکھتی جب تک عبدالمطلب جنت کو نہ دیکھ لیتے''۔

(روایت از: ابوداؤد والنسائی)

7۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک

بہت سی احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان اور مقام رجز و مدح میں بارہا اپنے آباء واجداد کریمہ کا ذکر فرمایا ہے۔ یہاں فرمایا۔

ترجمہ۔ ''جو شخص عزت وکرامت چاہنے کو اپنی نو کافر پشتوں کا ذکر کرے کہ میں فلاں ابن فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں انکا دسواں یعنی کہنے والا جہنمی ہوگا''۔

(روایت از: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ)

8۔ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غزوہ حنین کے وقت جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تھوڑی دیر کے لئے کفار نے غلبہ حاصل کیا تو اُس وقت فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شان جلالی طاری تھی۔ حضرت عباس وحضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کی لگام کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے تاکہ سواری آگے نہ بڑھ جائے۔ اُس وقت حضور علیہ السلام ارشاد فرما رہے تھے۔

ترجمہ۔ ''میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

(از ابوبکر بن شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

9۔ حدیث مبارکہ روایت از امام بیہقی وابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ۔ ''میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ اس طرح اکیس (21) پشتوں تک نسب نامہ بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں رکھا تھا۔ میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح سے پیدا ہوا۔ آدم سے لے کر اپنے والدین کریمین تک میرا نفس کریم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر ہیں''۔

(از: بیہقی وابن عساکر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ ارشاد گرامی سے معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کسی بات نے نسب مبارکہ میں کوئی راہ نہیں پائی۔ آپ علیہ السلام خالص نکاح سے پیدا ہوئے۔ یہاں صراحتاً زنا کی نفی فرمائی۔

پھر فرمایا "میرا باپ تم سب کے آباء سے بہتر ہیں"۔ مذکورہ تمام ارشادات اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک دنیا کی ہر برائی اور آلائشوں سے پاک ہے۔

10۔ اہل توحید کی شفاعت کا بیان

حدیث صحیح میں آتا ہے کہ روز قیامت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شان شفقت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اہل ایمان کے لئے بار بار شفاعت فرمائیں گے یوں سید الشافعین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس لطف وکرم کی بدولت تمام اہل ایمان باری باری جنت میں داخل ہوتے جائیں گے آخر میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کے پاس توحید کی نیکی کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر سجدہ میں گر جائیں گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا۔

ترجمہ۔"اے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی"۔

(سرکار دوعالم سید الشافعین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے)

ترجمہ۔"اے رب مجھے انکی بھی اجازت عطا فرما جنہوں نے صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا ہے"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوگا

ترجمہ۔"مجھے اپنی عزت وجلال وکبریائی وعظمت کی قسم میں ضرور اُن سب کو جہنم سے نکال لوں گا جنہوں نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا ہے"۔

(رواہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

11۔ حارث سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

حضرت حارث سعدی رضی اللہ تعالی عنہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر ہیں۔ غزوہ حنین کے موقع پر آپ رضی اللہ تعالی عنہ اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ خدمت فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھ کر ان کا خیر مقدم کیا اور اپنی چادر مبارکہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے بچھائی اور ارشاد فرمایا اس پر تشریف رکھیں۔ اس وقت حضرت حارث سعدی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے رضی اللہ تعالی عنہ۔ بعد میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ راستے میں قریش نے کہا اے حارث تم اپنے بیٹے (حضور علیہ اسلام) کی بات تو سنو وہ کہتے ہیں کہ مردے بھی زندہ ہوں گے اور اللہ نے دو گھر جنت اور دوزخ بنا رکھے ہیں۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش کی یہ بات خدمت اقدس میں عرض

کی۔ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کی بات حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی سُن کر ارشاد فرمایا "ہاں ایسا فرماتا ہوں اور اے میرے باپ جب وہ دن آئے گا تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر بتا دوں گا کہ دیکھو یہ وہ دن ہے یا نہیں جس کی میں خبر دیتا تھا یعنی روز قیامت"۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ "اگر میرے بیٹے (حضور علیہ السلام) میرا ہاتھ پکڑیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ مجھے جنت میں داخل فرمادیں گے"۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

"اصدقها حارث وهمام"۔ "سب ناموں میں زیادہ سچے نام حارث وہمام ہیں"۔

(از: بخاری شریف)

12۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی اور بہنیں

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی اور بہنیں سب مسلمان تھے۔ حضرت عبد اللہ سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ خوش قسمت رضاعی بھائی اور صحابی تھے جن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دودھ نوش فرماتے وقت حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بایاں پستان چھوڑ دیا کرتے تھے۔

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی رضاعی ہمشیرہ جو آپ علیہ السلام کو اپنی گود میں لے کر کھلاتیں اور نہایت پیار سے اپنے سینے پر لٹایا کرتی تھیں تا کہ نور مجسم علیہ السلام سو جائیں صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شرف عظیم سے نوازی گئیں۔ اسی طرح دوسری رضاعی بہن حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اسلام کی نعمت لازوال سے مالا مال ہوئیں۔ شیما عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی نشان والی اور ایسی علامت والی کے ہیں جو دُور سے چمکے۔

13۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی مائیں رضوان اللہ تعالیٰ اجمہا

کتب سیر اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام رضاعی مائیں رضوان اللہ تعالیٰ اجمہا مسلمان تھیں۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ السلام کو دُودھ پلانے کا شرف حاصل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "اے ام ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تم میری ماں کے بعد میری ماں ہو"۔

حضرت امام ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو جتنی بیبیوں نے دودھ پلایا سب اسلام لائیں''۔

قول صحیح ہے کہ جب حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو دوران سفر سخت پیاس کا غلبہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انکے لئے آسمان سے ایک نورانی رسی میں ایک ڈول اُتارا جو پانی سے بھرا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ پانی نوش فرمایا اس کے بعد انہیں کبھی پیاس محسوس نہ ہوئی یہاں تک کہ شدید گرمی میں اکثر روزہ رکھتی مگر پیاس محسوس نہیں فرماتی تھیں۔ اللہ کریم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ مبارک سے اس پاک بی بی کو نام بھی کیسا برکت وعظمت والا عطا فرمایا یعنی ایمن۔ برکت وراستی قوت والی سبحان اللہ۔ حضرت فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش مبارکہ کے وقت خدمت اقدس میں موجود تھیں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے صدقے اس بی بی کو بھی اسلام کی دولت سے نوازہ۔

14۔ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اشعار

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارکہ قریباً پانچ (5) سال تھی کہ والدہ ماجدہ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ علیہ السلام کو ہمراہ لے کر اپنے شوہر نامدار حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں قیام کیا اور مکہ کی طرف لوٹیں راستے میں مقام ابواء پر طبیعت خراب ہوگئی مرض نے اس قدر شدت اختیار کرلی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی مقام پر وصال فرما گئیں مزار پر انوار مقام ابواء میں ایک پہاڑی کی چوٹی پر ہے۔ وصال سے پہلے سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے فرزندار جمند سیدنا ومولانا سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا اور چند اشعار ارشاد فرمائے جن کا ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے۔

ترجمہ۔ ''اے بیٹے تجھے برکت دے اے اس عظیم باپ کے فرزند جس نے بادشاہ حقیقی اور مالک کائنات کے لطف وعنایت سے زبردست موت کے آہنی چنگل سے نجات حاصل کی چنانچہ جس روز قرعہ اندازی ہوئی تو انکے بدلے سوچرنے والے اونٹ قربان کئے گئے۔ اے میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خواب میں نے دیکھے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو میں یہ بات وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ تو بہت جلد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی بن کر مخلوق کی طرف مبعوث ہونے والا ہے۔ تو اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کے دین اور اسلام کی روشنی میں حق وصداقت کے ساتھ حرم اور غیر حرم کے تمام علاقوں کی طرف مبعوث ہوگا پوری قوم بتوں کی پرستش اور اُنکی محبت میں گرفتار ہے لیکن اللہ پاک نے تجھے ان تمام خرافات سے محفوظ فرمادیا ہے کہ آپ علیہ السلام ان بت پرستوں سے دوستی نہ فرمائیں۔ ہر زندہ کو مرنا ہے اور ہر نیا پرانا ہوگا اور ہر بڑا فنا ہوگا اب میں مررہی ہوں لیکن میرا ذکر دنیا میں باقی رہے گا کیونکہ میں ایسے بچے کو جنم دے چکی ہوں جو سرتاپا

پاکی اور طہارت ہے''۔حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ اشعار کہے اور اس فانی دنیا سے کوچ فرما گئیں۔

از خصائص کبریٰ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جلد۔1۔صفحہ 80۔

زرقانی شرح المواہب الدنیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔164۔وغیرہ۔

محققین کرام نے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤاجداد کے مومن۔موحد اور اہل جنت میں سے ہونے کے ثبوت قرآن واحایث اور اقوال محدثین ومفسرین کی روشنی میں تحریر فرمائے ہیں جن کا ذکر ہم نے مختصراً کردیا ہے۔یہاں اختصار کے ساتھ اُن کے ذاتی خیالات جوانہوں نے مذکورہ حوالاجات کی روشنی میں ارشاد فرماتے ہوئے انکی تشریح کی ہے تحریر کررہا ہوں تاکہ ہر بات کھل کر سامنے آجائے اور یوں اہل ایمان ان نورانی تشریحات ووضاحت سے اپنے سینے مزید منور کرسکیں۔

تشریح یا وضاحت نمبر 1

جب صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ ہر قرن وطبقہ میں روئے زمین پر کم از کم سات مسلمان مقبول درگاہ باری تعالیٰ ضرور موجود ہوتے ہیں۔پھر بخاری شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''میں جن سے پیدا ہوا وہ لوگ ہر زمانہ ہر قرن میں موجود لوگوں میں سے بہترین لوگ تھے''۔اس پر آیات قرآنی شاہد ہیں کہ''کوئی کافر اگرچہ کیسا ہی شریف النفس ہو کسی غلام مسلمان سے بھی بہتر نہیں ہوسکتا''تو واجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباءواجداد اور امہات ہر زمانہ وطبقہ میں موجود بندگانِ صالح ومقبول سے ہوں اگر ایسا نہ مانا جائے تو معاذ اللہ صحیح بخاری شریف میں مذکور ارشاد نبوی اور قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ کے مخالف ہوگا''۔

وضاحت نمبر 2

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباءکرام وامہات طاہرات سب کے سب اہل ایمان واہل توحید تھے ہماری اس بات کا ثبوت خود خالق کائنات نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔فرمان الٰہی ہے''کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے(یعنی کرم وطہارت سے کوئی حصہ نہیں)''۔اس دلیل کو مندرجہ ذیل محققین نے تحریر کیا ہے۔

1۔حضرت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ۔ 2۔حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

3۔حضرت علامہ محقق سنوسی رحمۃ اللہ علیہ۔ 4۔حضرت علامہ تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ۔

5۔حضرت امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ 6۔حضرت علامہ محمد زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شارح مواہب وغیرہ

وضاحت نمبر 3

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا سے مراد یہ ہے کہ سرکار دوعالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء واجداد اور امہات کرام مومن۔موحد۔اہل ایمان اور جنتی تھے۔

وضاحت نمبر 4

ابوداؤد ونسائی کی حدیث جو ہم گزشتہ صفحات میں چھٹے نمبر پر درج کر چکے ہیں اسکی وضاحت یُوں کی جاسکتی ہے کہ "اب یہاں اہل سنت کے عقائد پیش نظر رکھتے ہوئے اس حدیث پاک پر غور کریں اور انصاف کی نظر سے دیکھیں کہ عقائد اہل سنت کے مطابق حضور علیہ السلام کے آباء واجداد مومن ہیں کہ نہیں؟ عورتوں کا قبرستان جانا معصیت ہے اور کوئی بھی معصیت کا مرتکب اس حرکت کی وجہ سے جنت میں جانے سے محروم نہیں رہے گا اور نہ ہی اسکا یہ فعل اُسے کافر کے برابر کردے گا۔اہل سنت کے نزدیک مسلمان کا جنت میں جانا واجب شرعی ہے اگرچہ معاذ اللہ مواخذے کے بعد ہی کیوں نہ ہو جبکہ کافر کا جنت میں جانا محال شرعی ہے اور ایسا ہونا کبھی بھی ممکن نہیں ہوگا۔گناہ سے صرف اور صرف ابنیا علیہم السلام ہی معصوم ہیں اور یہ انہی پاک ہستیوں کا خاصہ ہے ان کے علاوہ کوئی کیسا ہی عابد۔زاہد۔متقی پرہیز گار اور عظیم الدرجات کیوں نہ ہو اس سے گناہ کا سرزد ہو جانا ممکن ومتصور ہے۔اب حدیث پاک کو سامنے رکھتے ہوئے فرض کیجئے کہ اگر وہ عورت قبرستان چلی جاتی تو حکم کے مطابق اس وقت تک جنت کو نہ دیکھ سکتی جب تک کہ حضرت عبد المطلب جنت کو نہ دیکھ لیتے۔اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عبدالمطلب مسلمان اور اہل جنت میں سے ہیں کیونکہ کافر کبھی جنتی نہیں ہوسکتا"۔ہماری اس مذکورہ تشریح کے بعد نہ صرف اہل سنت کا عقیدہ ہی معلوم ہوگیا بلکہ یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مبارک کے مطابق حضرت عبدالمطلب بہشت میں ہوں گے۔

وضاحت نمبر 5

اللہ تعالیٰ نے سورہ المنافقون آیت 8 اور سورہ الحجرات آیت 13 میں جو ارشاد فرمایا ہے اس کے مطابق عزت وعظمت کا حق دار مسلمان کو ٹھہرایا ہے۔دُوسری طرف کافر کتنا ہی بڑا سردار اور قوم دار

ہو وہ جہنمی اور ذلیل ہے۔اس طرح کسی جہنمی اور ذلیل کی اولاد سے ہونا کسی محترم عزیز وکریم کے لئے باعث عزت وافتخار نہیں ہوسکتا یہاں سے مسئلہ ثابت ہوا کہ کافر باپ دادوں کے نام اور نسب پر فخر کرنا حرام ہے۔حدیث صحیح میں فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ''جو شخص عزت وکرامت چاہنے کو اپنی نو کافر پشتوں کا ذکر کرے کہ میں فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں انکا دسواں جہنم میں ہوگا''۔(یعنی فخر کرنے والا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں۔میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں''۔(ابن ابی شیبہ)

وضاحت نمبر 6

ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔کہ'' ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے''۔

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے آبا واجداد سے نسب قطع نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ علیہ السلام کے آبا واجداد مسلمان مومن تھے۔پھر بیہقی وابن عساکر کی حدیث جو ہم بیان کر چکے ہیں جس میں حضور علیہ السلام نے اپنی اکیس مبارک پشتوں کا نسب نامہ ارشاد فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ عہد جاہلیت کی کسی بات نے آپ علیہ السلام کے نسب اقدس میں کبھی راہ نہ پائی یہ بات آپ علیہ السلام کے آبا واجداد کے مومن ہونے کی واضح اور کافی دلیل ہے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر ہیں اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضور علیہ السلام کا نسب مبارکہ تمام آلائشوں سے پاک صاف اور افضل واعلیٰ تھا۔

وضاحت نمبر 7

حضرت امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ سرور سینہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔کہ'' بے شک اللہ کریم نے میرے لئے یہ پسند نہ فرمایا کہ میرے نکاح میں اہل جنت کے علاوہ کوئی خاتون آئے''۔یہاں نہایت غور کا مقام ہے کہ جب اللہ کریم نے یہ بات پسند نہیں فرمائی کہ اپنے پیارے حبیب حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کوئی جہنمی ہو تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک نور معاذ اللہ محل کفر میں رکھے یا حبیب علیہ السلام کے جسم اطہر میں کسی کافر کا خون شامل فرمائے۔العیاذ باللہ۔

وضاحت نمبر 8

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کی طرف کبیرہ گناہ کی نسبت کرنا

جائز نہیں جب تک تواتر کے ساتھ اسکا گناہ کرنا ثابت نہ ہو۔ پھر کسی اہل ایمان کا دل یہ بات کیسے گوارہ کرے گا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادنیٰ سے ادنیٰ غلام تو جنت میں جا کر آرام وچین سے رہ رہا ہو اور اُدھر جن کے نعلین پاک کے صدقے غلام تک جنتی بن گیا ہو اس عظیم ذات کے ماں باپ نعوذ باللہ، اللہ کے غضب میں ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو حکم نہیں دے سکتے مگر سوال یہ ہے کہ دُوسری طرف دوسرے حکم کی کس نے گنجائش دی پھر وہاں کونسی قطعی دلیل موجود ہے۔ یہاں تک کہ آباواجداد کے بارے میں کہ وہ مومن نہیں ہیں ایک بھی حدیث موجود نہیں جو حدیث موجود ہے وہ اجماع اُمت کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ آباواجداد فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے۔

وضاحت نمبر 9

حضرت سید شریف مصری رحمۃ اللہ علیہ حواشی در تحقیق میں رقمطراز ہیں کہ ایک عالم پوری رات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مسئلہ میں شک وشبہ کے شکار رہے اسی فکر میں چراغ پر جھک گئے اور یوں انکا جسم جل گیا۔ صُبح ہوئی تو ایک لشکری اُنکی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت میرے ہمراہ غریب خانے پر دعوت کے لئے تشریف لے چلیں۔ وہ عالم اُس لشکری کے ہمراہ دعوت پر چل پڑے راستے میں ایک تر فروش سے ملاقات ہوئی جو اپنی دوکان کے آگے باٹ اور ترازو لئے بیٹھے تھے۔ جب لشکری اور عالم انکے قریب پہنچے تو اس تر فروش نے اٹھ کر عالم کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور چند اشعار پڑھے۔ اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ اشعار: ''میں ایمان لایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خالق ارض وسماء قادر مطلق نے زندہ فرمایا یہاں تک کہ اُن دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبری کی گواہی دی۔ اے شخص اس بات کی تو بھی تصدیق کر کہ یہ سرکار مدینہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز کے واسطے ہے اور اس باب میں حدیث وارد ہوئی جو اس حدیث کو ضعیف بتائے وہ آپ ہی ضعیف اور عالم حقیقت سے خالی ہے''۔

یہ اشعار سُنا کر اُس عالم سے فرمایا ''اے شیخ انہیں لے اور رات کو جاگ کر اپنی جان کو فکر میں نہ ڈال کہ تجھے چراغ جلادے اور سن جہاں تم جا رہے ہو وہاں کا ارداہ ترک کردو کیونکہ وہاں جو لقمہ کھاؤ گے وہ حرام کا ہے اس سے بچ''۔ وہ عالم ان کے فرمانے سے۔ بےخود ہو کر رہ گئے۔ جب اِس کیفیت سے باہر آئے تو اُس مرد قلندر کو بہت تلاش کیا مگر ان کا کہیں سراغ نہ ملا ازدگرد کے دکان داروں سے معلوم کیا کہ کوئی اُس مرد قلندر کو جانتا ہے سب نے جواب دیا کہ ایسا شخص ہم نے تو دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی ایسا کوئی شخص

یہاں کبھی بیٹھا ہے۔ وہ عالم سمجھ گئے کہ یہ تو ہادی ربانی تھا جس نے غیب سے ظاہر ہو کر میری اصلاح کی پھر لشکری کو چھوڑ کر گھر واپس تشریف لے آئے یہاں سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اسکی معمولی سی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث ایذا نہ ہو اگر ایسا ہو گیا تو وہ خود کو دردناک عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اس لئے ہمیشہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ کر آپ علیہ السلام کی شان اقدس کے مطابق بات منہ سے نکالنی چاہیئے یہی ایمان کا تقاضہ ہے۔

وضاحت نمبر 10

تمام اجل آئمہ مفسرین۔ محققین ومحدثین کے گروہ کا یہ موقف ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور وہ آپ علیہ السلام پر ایمان لائے۔ مختصراً ان تمام اکابر آئمہ کی اکثریت نے والدین کریمین کا ناجی ہونا ثابت کیا ہے۔ اس جماعت حق کے بارے میں یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ لوگ اس مسئلہ میں اُن احادیث سے غافل تھے جو خلاف پر استدلال کرتی ہیں۔ نعوذ باللہ ایسا گمان کرنا ہرگز مناسب نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اکابرین ان احادیث سے واقف تھے مگر انہوں نے تہہ تک پہنچ کر ایسے انصاف اور حق پر مبنی جوابات ارشاد فرمائے جنہیں کوئی انصاف والا رد نہیں کرسکتا یوں ان اکابرین نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے ناجی ہونے پر دلائل قاطعہ قائم کئے اور احادیث، قرآن اور عقل کی روشنی میں اپنے دلائل کو حق ثابت کیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد کے بارے میں تفصیلی گفتگو کے بعد آپ علیہ السلام کے نسب مبارک کی تفصیل وضاحت کے ساتھ ہدیۂ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ السلام کا نسب مبارک یوں تحریر کیا ہے۔

''سیدنا ومولنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن (1) عبد اللہ بن (2) عبد المطلب بن (3) ہاشم بن (4) عبد مناف بن (5) قصیٰ بن (6) کلاب بن (7) مرہ بن (8) کعب بن (9) لوی بن (10) غالب بن (11) فہر بن (12) مالک بن (13) نضر بن (14) کنانہ بن (15) خزیمہ بن (16) مدرکہ بن (17) الیاس بن (18) مُضر بن (19) نزار بن (20) معد بن (21) عدنان۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی سیدنا حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن موحد۔ صالح ومتقی پرہیزگار تھے۔ انکا مومن صالح ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ ہم گزشتہ صفحات میں براہین قاطعہ اور قوی دلائل سے اسکی وضاحت عرض کر چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ اہل

کتاب یعنی یہودی عیسائی کاہنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت آپ علیہ السلام کی نبوت مبارکہ کی خبر دی اور یہ خبر عرب کے طول وعرض میں پھیل گئی۔اس خبر کا جب حضرت عبد اللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کو علم ہوا تو انہوں نے اسکی تصدیق بھی فرمائی۔والدین کریمین لوگوں کو خود بتایا کرتے تھے کہ ہمارے صاحب زادے اللہ کی طرف سے رسول مبعوث ہوں گے اور وہ لوگوں کو توحید خالص کی دعوت دیا کریں گے بتوں کو توڑ دیں گے۔اس کے بعد حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کے مومن ہونے کے بارے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

(التعظیم والمنہ۔صفحہ۔45)

(1) حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی کا نام شیبہ تھا جبکہ عبد المطلب انکا لقب تھا۔ حضرت عبد المطلب نے ایک سو چالیس سال کی عمر پائی۔یہاں میں متلاشیان علم کے لیے انکی بیویوں کی تعداد اور اولاد کی تعداد و نام ترتیب سے تحریر کر رہا ہوں۔

(2) حضرت عبد المطلب بن ہاشم کی بیویوں کے نام

عبد المطلب کے ہاں بقول ابن ہشام پانچ بیویوں سے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کی تفصیل یوں ہے۔

زوجہ کا نام	اولاد
سمراء بنت جندب ہوازنیہ	حارث (بقول واقدی حارث کی والدہ کا نام صفیہ بن جندب ہے اور اروی حارث کی حقیقی بہن ہے)
لبنیٰ بنت ہاجر خزاعیہ	ابولہب (اصلی نام عبد العزیٰ)
فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ	ابوطالب (اصلی نام عبد مناف) زبیر۔عبد اللہ (والد رسول اللہ)۔ بیضاء۔عاتکہ۔برہ۔امیمہ۔اروی۔
ہالہ بنت وہیب زہریہ	حمزہ۔مقوم۔حجل۔صفیہ۔
نتیلہ بنت خباب خزرجیہ	عباس۔ضرار۔

کچھ محققین کرام نے حضرت عبد المطلب کی بیویوں کی قبیلہ وار مندرجہ ذیل فہرست تحریر کی ہے۔

1. فاطمہ بنت عمرو بن عائذ (قبیلہ بنی مخزوم)
2. ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر، بن مالک بن نضر (قبیلہ بنی زہرہ)
3. نتیلہ بنت خباب بن کلیب (قبیلہ بنی ربیعہ خزرجیہ)
4. ممنعتہ بنت عمرو بن مالک (قبیلہ بنی خزاعہ)
5. لبنٰی بنت ہاجر (قبیلہ بنی خزاعہ)
6. صفیہ بنت جنیب بن جحیر (قبیلہ بنی نفر)

بیٹوں کے نام

(1) حارث (2) زبیر (3) حمزہ (4) ضرار (5) ابوطالب
(6) ابولہب (7) مقومؓ (8) حجل (9) عبّاس (10) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(1) حضرت عبدالمطلب اپنے بڑے بیٹے کے نام سے ابوالحارث کنیت رکھتے تھے۔
(2) ابوطالب کا اصل نام عبد مناف تھا جبکہ کنیت ابوطالب تھی۔
(3) ابولہب کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا کنیت ابولہب تھی۔
(4) مقومؓ اصل نام تھا جبکہ کنیت عبدالکعبہ تھی۔
(5) حجل کا اصل نام مغیرہ اور کنیت حجل تھی۔

(از: ابن کثیر۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 184)

حضرت عبدالمطلب کی بیٹیوں کے نام

(1) اروی (2) برہ (3) امیمہ (4) صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (5) عاتکہ
(6) بیضاء ام حکیم

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقوم اور حجل کی والدہ کا نام

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومقومؔ اور حجل والد اور والدہ کی طرف سے سگے بہن بھائی تھے انکی والدہ کا نام ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے۔ یہاں ایک اہم بات کی وضاحت عرض کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ ''ہالہ'' سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالہ تھیں۔ یعنی یہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدہ ماجدہ حبیب کبریا علیہ السلام کی چچازاد بہن تھیں سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ ہالہ کی نیکیوں کی کثرت۔ مال کی وسعت اور برگزیدگی کے باعث اس کا لقب ''غیداق'' (کریمہ یعنی صاحبہ کرم) پڑ گیا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنوزہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ کی بیٹی تھیں۔ وہب کی بیٹی آمنہ زہریہ قرشیہ نسب و شرف میں قریش کی تمام عورتوں سے افضل تھیں۔ حضرت عبدالمطلب نے وہب کو عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شادی کا پیغام دیا اور وہیں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد ہو گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ضرار کی والدہ کا نام

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ضرار حقیقی بھائی تھے انکی والدہ کا نام نتیلہ بنت خباب یا جناب بن کلیب یا کلب بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید بن مناۃ بن عامر بن ضحیان بن سعد بن خزرج بن تیم اللہ بن نمر بن قاسط تھا۔

از: اسد الغابہ۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 64

از: الاصابہ۔ جلد۔ 7۔ صفحہ۔ 271

شجرہ نسب قریش

فہر قریش

حارث — غالب — محارب

لوی

عامر — کعب — قرتبہ — سعد — جشم

بنو معیص — بنو معل — مرہ — عدی

نتیم — کلاب — یقیظہ

زہرہ — قصی

عبدالدار — عبد مناف — عبدالعزیٰ

بنو عبد شمس — ہاشم — نوفل

عبدالمطلب

حجل — قشم — ابولہب — حضرت عباس رضی اللہ عنہ — حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ — حضرت حمزہ — ابوطالب — زبیر — مقوم — ضرار

عباسی خاندان — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابولہب کی والدہ کا نام

ابولہب کی والدہ کا نام لبنیٰ بنت ہاجر بن عبد مناف بن ضاطر بن جشیہ بن سلول بن کعب الخزاعی ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوطالب۔ زبیر۔ عبدالکعبہ۔ ام حکیم۔ امیمہ۔ برہ اور عاتکہ کی والدہ کا نام۔

مذکورہ حضرات اور خواتین کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمرو بن مخزوم ہے۔ فاطمہ کی

والدہ کا نام تغمر بنت عبد بن قصیٰ بن کلاب ہے۔عبد الکعبہ۔ضرار اور قثم بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ تاریخ الخمیس میں اسی لئے عبد المطلب کے بیٹوں کی تعداد تیرہ درج ہے۔بہر حال باقی اولاد بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل ہی فوت ہوگئی تھی لیکن ابولہب۔ابو طالب۔حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت عباس اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وارویٰ وعاتکہ نے زمانہ اسلام پایا۔ارویٰ۔اور عاتکہ نے اسلام قبول کیا یا نہیں اس کے متعلق علماء کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے جبکہ ابو طالب اور ابولہب نے اسلام قبول نہیں کیا حضرت عباس حضرت صفیہ اور حضرت امیر حمزہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اسلام کے روشن ستارے ہیں۔حضرت امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابو جعفر عقیل رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ارویٰ اور عاتکہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا اور یہ دونوں مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائیوں کی تعداد پچیس (25) یا تیئس (23) تھی جن میں سے دو یعنی طالب بن ابو طالب اور عتیبہ بن ابولہب کے علاوہ باقی اکیس (21) چچازاد بھائی اسلام لائے اور انہوں نے دین اسلام کے لئے قابل قدر اور ناقابل فراموش کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس بیٹے تھے انہوں نے اسلام قبول کیا۔یعنی:۔

1۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
2۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
3۔ حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
4۔ حضرت قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
5۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
6۔ حضرت معبد بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
7۔ حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
8۔ حضرت حارث بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
9۔ حضرت عون بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
10۔ حضرت تمام بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(2) حارث بن عبدالمطلب کے پانچ بیٹے تھے جو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

1۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

2۔ حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

3۔ حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

4۔ حضرت مغیرہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

5۔ حضرت عبدشمس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(3) زبیر بن عبدالمطلب کا ایک ہی بیٹا تھا جو دولت اسلام سے مالا مال ہوا۔

1۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(4) ابولہب بن عبدالمطلب کے دو بیٹے اسلام لائے۔

1۔ حضرت عتبہ بن ابولہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

2۔ حضرت معتب بن ابولہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(5) حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹے تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔

1۔ حضرت عمار بن امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

2۔ حضرت یعلی بن امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچازاد بہنیں

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچازاد بہنوں کی تعداد دس تھی۔

(1) حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب کی دو بیٹیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

1۔ حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

2۔ حضرت جمانہ بنت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(2) سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب کی تین بیٹیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

1۔ حضرت ام حبیب بنت سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا

2۔ حضرت صفیہ بنت سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

3۔ حضرت امینہ بنت سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(3) حارث بن عبدالمطلب کی ایک بیٹی تھی جس کا نام یہ ہے۔

1۔ حضرت اروی بنت حارث بن عبدالمطلب۔

(4) زبیر بن حضرت عبدالمطلب کی دو بیٹیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

1۔ضباعہ بنت زبیر بن حضرت عبدالمطلب

2۔حضرت ام حکیم بنت زبیر بن حضرت المطلب

(5) ابولہب بن حضرت عبدالمطلب کی ایک بیٹی تھی جس کا نام یہ ہے۔

1۔درہ بنت ابولہب بن حضرت عبدالمطلب۔

(6) سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت عبدالمطلب کی ایک بیٹی تھی جس کا نام یہ ہے۔

1۔حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہنیں

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہنوں کی تعداد تین تھی ان سب نے اسلام قبول کرتے ہوئے بلند درجہ حاصل کیا۔

1۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین۔

2۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

3۔ حضرت حمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گیارہ پھوپھی زاد بھائی تھے جن میں سے دس اسلام لائے اور تاریخ اسلام میں لازوال کارنامے چھوڑے جبکہ ایک عبیداللہ بن جحش نے اسلام قبول نہ کیا۔اسلام قبول کرنے والوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1۔ حضرت عامر بن بیضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن کریز بن ربیعہ والدہ کا نام بیضاء بنت عبدالمطلب۔

2۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابوامیر مخزومی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبدالمطلب۔

3۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالاسد مخزومی والدہ کا نام برہ بنت عبدالمطلب۔

4۔ حضرت عبیداللہ رضی تعالیٰ عنہ بن جحش والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب۔

5۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جحش والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب۔

6۔ حضرت ابواحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جحش والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب۔

7۔ حضرت طلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمیر بن وہب والدہ کا نام اروی بنت عبدالمطلب۔

8- حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوام والدہ کا نام حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عبدالمطلب۔

9- حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوام والدہ کا نام صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عبدالمطلب۔

10- حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوام والدہ کا نام صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عبدالمطلب۔

(از: تاریخ الخمیس۔ جلد۔1۔ صفحہ۔160-157)

حضرت عبدالمطلب کے مومن ہونے کے دلائل

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب مومن تھے اس سلسلے میں ہم اپنے اس خیال کو صحیح ثابت کرنے کے لئے چند دلائل عرض کررہے ہیں جنہیں پڑھ کرعیاں ہوجائے گا کہ حضرت عبدالمطلب کے بارے میں یہ سوچنا کہ وہ اسلام پر نہیں تھے بالکل غلط اور عقیدہ بد ہے۔

دلیل 1

حضرت عبدالمطلب نہایت حلیم الطبع۔ بڑے ہی دانا اور قریش کے ملجاو ماویٰ تھے۔ آپ بہت ہی سخی تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کو فیاض کہا جاتا تھا۔ آپ مستجاب الدعوات (جس کی دُعا قبول ہو) تھے۔ آپ ہمیشہ اپنی اولاد کو نیکی کرنے کا حکم فرماتے اور ان کو عمدہ اخلاق کا درس دیتے تھے۔ اپنی اولاد کو ظلم اور ناانصافی سے منع کرتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے کوئی ظالم اپنے ظلم کی سزا پائے بغیر دنیا سے رخصت ہی نہیں ہوسکتا۔ ایک بار کسی نے سوال کیا کہ ملک شام کا رہنے والا ایک شخص بڑا ظالم تھا۔ ہمیشہ ظلم وستم کا بازار گرم رکھتا اِسی حالت میں مرگیا اور یوں اُسے اپنے مظالم کی دنیا میں سزا نہ مل سکی اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

حضرت عبدالمطلب کچھ دیر خاموش رہے پھر سوچ کر فرمایا۔ ''اللہ کی قسم اس جہاں کے بعد بھی ایک اور جہاں ہے وہاں نیکیاں کرنے والوں کو اجر اور برائیاں کرنے والوں کو سزا دی جائے گی''۔ یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو آخرت پر یقین رکھتا ہو اور یہ یقین ایمان والوں کی ہی علامت ہے۔ آپ موحد تھے شراب پینا۔ زنا کرنا۔ محرمہ عورتوں سے نکاح کرنا قطعی حرام سمجھتے تھے۔ چور کی چوری ثابت ہوجانے پر اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتے۔ ایفائے نذر یعنی منت کو پوری کرنا واجب مانتے تھے۔ آپ کپڑوں کے بغیر (ننگی حالت میں) خانہ کعبہ کا طوائف کرنا حرام سمجھتے اور لوگوں کو ایسا نہیں کرنے دیتے تھے۔ بچیوں کو زندہ دفن کرنے سے روکتے۔ مذکورہ احکام وعادات سب کی سب وہ ہیں جنہیں اسلام نے بدستور برقرار رکھا۔ یہ اس بات کی کھلی نشانی ہے کہ آپ مومن وموحد تھے۔

(از: تفسیر ابن کثیر۔ جلد۔1۔ صفحہ۔240)

دلیل 2

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت ہی محبوب رکھتے آپ علیہ السلام سے بے حد پیار فرماتے یہاں تک کہ حضور علیہ السلام کے بغیر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے میرا یہ بیٹا اس اُمت کا نبی ہوگا یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے حضرت ابو طالب کو وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد میرے اس بیٹے کی اپنی جان سے بھی زیادہ حفاظت کرنا۔ حضرت عبدالمطلب جب اس فانی دنیا سے کوچ فرما گئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارکہ آٹھ (8) سال تھی۔ حضرت عبدالمطلب کا یہ فرمانا کہ میرا یہ بیٹا اُمت کا نبی ہے اس بات کا عیاں ثبوت ہے کہ وہ اہل بصیرت مومن تھے۔

(از تفسیر ابن کثیر۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 241)

دلیل 3

صحیح بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زمانہ اسلام نہیں ملا اور آپ زمانہ فترت میں اس دنیا سے کوچ فرما گئے۔ اجماع اُمت کے تحت جو شخص ہر قسم کی برائی۔ کفر و شرک اور دیگر تمام بُری باتوں سے محفوظ رہا اور اس کا انتقال ہو گیا تو وہ جنتی ہے۔ ظاہر ہے۔ جنت مومن کے لئے ہے نہ کہ مشرک یا کافر کے لئے۔ اس مسئلہ کے مطابق حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی دعوت ہی نہیں ملی اور وہ ہر گناہ سے بھی محفوظ تھے اس لئے ان کا مومن و موحد ہونا بلا شک وشبہ حق ہے۔

دلیل 4

حضرت عبدالمطلب وفات کے بعد حجوں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملت ابراہیمی علیہ السلام پر تھے اس لئے ان کے مومن و موحد ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

(از مسالک الحنفا۔ صفحہ۔ 39)

دلیل 5

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مومن ہونے کے ثبوت میں حضرت امام جلال الدین سیوطی

رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام مسعودی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ۔

ترجمہ: ''یعنی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اسلام کی حالت میں ہوئی کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور آپ علیہ السلام کے داعی توحید ہونے کے دلائل خود دیکھ چکے تھے''۔

حضرت امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''طبقات ابن سعد''۔ میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں کہ ''زمانہ جاہلیت میں مرد کی دیت دس اونٹ تھی جسے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھا کر سو (100) اونٹ کر دیا۔ آپ کے اس فیصلے کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برقرار رکھا اور یوں اب قیامت تک مرد کی دیت سو (100) اونٹ اور عورت کی دیت پچاس (50) اونٹ ہی رہے گی اس مسئلہ میں اجماع اُمت ہے جبکہ اجماع کے خلاف کرنے والا سوچنے والا ہی گمراہ ہے۔

امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ایک عورت کو (فاطمہ جن کا اسم گرامی تھا) کو باہر سے آتا دیکھ کر ارشاد فرمایا آپ گھر سے باہر کہاں گئی تھیں؟ اُس نیک خاتون نے عرض کیا ایک موت ہوگئی تھی میں اُس میت کے اہل گھرانہ سے تعزیت ودُعا کے لئے گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا شاید تو اُنکے ساتھ قبرستان تک گئی تھی۔ خاتون نے عرض کیا اللہ کی پناہ کہ میں وہاں جاتی کیونکہ اس بارے میں آپ علیہ السلام کا ارشاد سُن چکی ہوں یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''اگر تو اُنکے ساتھ وہاں تک جاتی تو جنت نہ دیکھ سکتی جب تک تیرے باپ کے دادا عبدالمطلب نہ دیکھیں''۔ حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہ امر (یعنی جنازے کے ہمراہ قبرستان جانا) تم سے سرزد ہو جاتا تو سابقین اولین کے ساتھ جنت میں تجھے جانا نہ ملتا بلکہ اُس وقت جنت میں جاتیں جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں داخل ہوتے''۔

از: سنن ابی داؤد وسنن نسائی۔

طبقات ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ

دلیل 6

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مومن ہونے کا ثبوت قرآن مجید کے ان الفاظ میں یوں فرمایا گیا ہے یہ فرمان صرف حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہی نہیں بلکہ اس میں زمانہ فترت

کے تمام متقی پرہیز گار اور کفر وشرک سے محفوظ رہنے والے لوگ شامل ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔(سورۃ المنافقون آیت 8)

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨﴾

ترجمہ۔(کہتے ہیں کہ ہم مدینہ سے پھر کر گئے (اس غزوہ سے لوٹ کر) تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے) اور عزت تو اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مسلمانوں کے لئے ہی ہے لیکن منافقوں کو اس کی خبر نہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔(سورۃ الحجر آیت 13)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿١٣﴾

ترجمہ۔اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں کئی قومیں (شاخیں) اور قبائل بنایا تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو بلا شبہ اللہ کے نزدیک تمہارا سب سے عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے اور بے شک اللہ ہی علیم وخبیر (خبردار) ہے"۔

مذکورہ آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عزت و بزرگی اور شرف وفضیلت کو مسلمانوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے جبکہ کافر کتنا ہی شریف القوم ہو اس کو ذلیل ورسوا ٹھہرایا ہے۔اس طرح کسی ذلیل ورسوا کی اولاد سے ہونا کوئی شرف وفضیلت اور لائق تعریف بات نہیں۔اسی لئے کافر باپ دادا کی طرف نسبت کا اظہار کرنا اس پر فخر کرنا باجماع اُمت حرام ہے۔اِسی سلسلے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ بطور دلیل پیش کر رہا ہوں۔

ترجمہ حدیث مبارکہ۔"حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔"موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دو شخص اپنا نسب شمار کرنے لگے۔ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اس طرح اس نے نو پشتوں تک اپنا نسب شمار کیا۔وہ لوگ سب کے سب کافر تھے۔دوسرے نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اور دو پشتوں تک اپنا نسب شمار کیا وہ لوگ مسلمان تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ جس نے اپنی نو پشتوں تک شمار کیا تھا اسکے وہ سب اجداد دوزخی ہیں اور یہ شمار کرنے والا دسواں بھی دوزخی ہے اور جس نے دو پشتوں تک اپنا نسب شمار کیا ہے وہ سب جنتی ہیں اور یہ تیسرا خود بھی جنتی ہے"۔

از: شعب الایمان۔صفحہ۔7

حدیث مبارکہ

احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فضائل کریمہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''میرے آباواجداد مومن تھے''۔آپ علیہ السلام نے کئی بار اپنے آباء وامہات کرام کا ذکر فرمایا کہ وہ سب مومن وموحد تھے۔حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ حنین کے دن اللہ تعالیٰ نے کچھ دیر کے لئے مسلمانوں پر کفار کو غالب کر دیا اس موقع پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شان جلالت طاری ہوئی آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

ترجمہ فرمان مبارک

''میں اللہ کا نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں۔میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

از: موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری شریف وصحیح مسلم شریف وسنن نسائی شریف۔

حدیث مبارکہ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی ایک اور روایت ہے جسے امام ابوبکر بن ابی شیبہ اور امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے فرماتے ہیں۔''غزوہ حنین کے دن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اکیلے ان ہزاروں کافروں کے ہجوم پر حملہ فرمادیں اس وقت سیدنا حضرت عباس اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ علیہ السلام کی سواری مبارک کی لگام مضبوط پکڑ رکھی تھی تاکہ وہ آگے نہ جاسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمارہے تھے''۔

ترجمہ فرمان مبارک:''میں سچا نبی ہوں اللہ کا پیارا ہوں عبدالمطلب کی آنکھ کا تارا ہوں''۔

از: مصنف ابن ابی شیبہ

حضرت امام ابن عساکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصعب بن سینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کی مبارک سواری کی لگام روکے ہوئے تھے جب کہ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری کی دم تھامے ہوئے تھے۔ اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمارہے تھے۔

ترجمہ فرمان مبارک:''اسے (سواری کو) بڑھنے دو میں ہوں نبی واضح حق پر۔ میں ہوں عبدالمطلب (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) کا پسر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)''۔

(از: شمول الاسلام)

حضرت امام ابن ابی شیبہ اور حضرت امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے دن جب کفار حضور علیہ السلام کے بہت ہی قریب آگئے تو حضور علیہ السلام سواری سے نیچے تشریف لے آئے اس وقت ارشاد فرما رہے تھے۔''میں ہوں برحق سچا نبی میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا الٰہی اپنی مدد نازل فرما''۔اس کے بعد آپ علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ میں خاک کی ایک مٹھی لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور ارشاد فرمایا ''بگڑ گئے چہرے'' وہ خاک ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے۔ان کفار میں سے بعد میں جو اسلام لائے وہ خود بیان کیا کرتے تھے کہ جس وقت حضور علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کنکریاں ہماری طرف پھینکیں ہمیں اس وقت یہ نظر آیا کہ آسمان سے زمین تک تانبے کی ایک دیوار کھڑی کی گئی ہے اور اس پر سے پہاڑ ہم پر لڑھکائے گئے تو ہمارے لئے بھاگنے کے سوائے اور کوئی چارہ نہ رہا۔

مذکورہ حدیث وآیت قرآن کریم سے عیاں ہوگیا کہ ضرورۃً وبداھۃً ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء وامہات مسلمین ومسلمات اور اللہ تعالیٰ کے یہاں معظم ومکرم اور اسکے محبوب بندے تھے۔

(3) حضرت ہاشم بن عبدمناف

حضرت ہاشم حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد اور حضرت عبدمناف کے بیٹے تھے۔ حضرت ہاشم کا نام عمرو اور لقب ہاشم تھا۔آپ کو ابوالبطحا اور سیدالبطحا کہا جاتا تھا۔قریش کے سردار تھے نہایت ہی سخی اور بہادر تھے۔جب ماہ ذی الحجہ کا چاند نظر آتا تو آپ قریش کو جمع فرما کر اُن سے یوں خطاب فرماتے۔

ترجمہ:۔''اے اہل قریش تم عرب کے سردار ہو اور تم نہایت ہی دانا اور اہل عقل ہو تم لوگ اپنے نسب کے اعتبار سے بہت فضیلت وشرف رکھتے ہو اور تم اللہ کے گھر کے پڑوسی ہو۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے گھر کے متولی ہونے کا شرف بخشا ہے بنی اسماعیل میں سے کسی اور کو یہ شرف حاصل نہیں۔لوگ اللہ کے گھر کی زیارت کرنے کو تمہارے پاس آتے ہیں وہ اللہ کے مہمان ہیں تم انکی عزت وتعظیم کیا کرو اور اپنے پاک و طیب مال سے اُنکی خدمت کیا کرو۔اللہ کی قسم اگر میرے پاس اتنا مال ہو کہ میں اکیلا ان سب لوگوں کی

خدمت کا بوجھ اٹھا سکوں تو میں ایسا ہی کروں۔ اس طرح قریش اپنا حلال مال حضرت ہاشم کے پاس جمع کراتے اور وہ اس مال کو حج پر آئے ہوئے لوگوں کی خدمت کے لئے خرچ کیا کرتے تھے۔

(از: انسان العیون۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 6)

حضرت امام شیخ حسین بن محمد ابن الحسن الدیار البکری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ترجمہ۔ ''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک حضرت ہاشم کے چہرہ مبارک میں چمکتا تھا جسکی روشنی سے ان کا چہرہ ہمیشہ دمکتا رہتا۔ علماء میں سے جو کوئی ان کو دیکھتا ان کے ہاتھ چومتا۔ آپ جب کسی چیز کے پاس سے گزرتے تو وہ چیز آپکو سجدہ کرتی۔ قبائل عرب اکثر آپ کی خدمت میں ہدایہ بھیجتے۔ علماء اور صاحب فن وکمال آپ کے لئے اپنی بیٹیوں کا رشتہ پیش کرتے اور عرض کیا کرتے حضرت میری بیٹی سے عقد فرما کر مجھے عزت وشرف بخشیں۔ یہاں تک کہ شاہ روم کو جب آپ کی سخاوت تدبر بردباری اور علم وحلم کا معلوم ہوا تو اُس نے آپکو پیغام بھیجا کہ میری لڑکی نہایت حسین وجمیل اور عاقلہ ہے آپ میرے ہاں تشریف لائیں تاکہ میں اپنی بیٹی کا عقد آپ سے کردوں۔ شاہ روم اس لئے ایسا کرنا چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک اس کی لڑکی کے بطن میں منتقل ہو جائے جن کی صفات کریمہ وہ انجیل میں پڑھ چکا تھا۔ حضرت ہاشم اس رشتے کو قبول کرنے سے انکار فرماتے رہے اور جبل ثبیر کی طرف جا کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے (الی ان قال) آپ ہمیشہ ہی ایسا کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ تم حضرت سلمٰی بنت عمرو سے شادی کرلو یہ محترم خاتون بنی نجار میں سے تھیں۔ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری دادی ہیں۔ ان کے ہاں عمرو بن احیحہ پیدا ہوا جو کہ حضرت عبدالمطلب کا والدہ کی طرف سے بھائی ہے۔ حضرت سلمٰی سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح نہایت سخی۔ عاقلہ اور صاحب حلم تھیں۔ حضرت سلمٰی کے بطن سے حضرت ہاشم کی طرف سے حضرت عبدالمطلب پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالمطلب کا اصل نام شیبہ الحمد اور بقول بعض محققین کے عامر ہے۔ اس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک حضرت ہاشم سے حضرت عبدالمطلب کی طرف منتقل ہوا''۔

از: تاریخ الخمیس۔ جلد۔ 1۔ صفحہ 158-157

حضرت ہاشم کی بیویاں

حضرت ہاشم نے پانچ شادیاں کیں جن میں سے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں حضرت ہاشم کی ازواج کے نام بمعہ ان کے خاندان مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) سلمٰی بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار: نجاریہ اور نجار کا نام تیم بن

ثعلبۃ بن عمرو بن الخزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ہے۔ یہ حضرت عبدالمطلب اور رقیہ کی والدہ ہیں۔

(2) قیلہ بنت عامر بن مالک الخزاعی

(3) ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجیہ

(4) قبیلہ بنی قضاعہ کی ایک خاتون بھی حضرت ہاشم کی زوجہ تھیں مگر اُنکا نام مذکور نہیں ہے۔

(5) واقدہ بنت ابی عدی المازنیہ

حضرت ہاشم کی اولاد کے نام

حضرت ہاشم کے چار بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

(1) حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان۔

(2) حضرت اسد۔ یہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ (فاطمہ بنت اسد) کے والد ماجد تھے

(3) ابوصیفی۔ انکا اصل نام عمرو ہے۔

(4) نفلۃ۔

حضرت ہاشم کی بیٹیوں کے نام

حضرت ہاشم کی بیٹیوں کی تعداد پانچ تھی جن کے نام یہ ہیں:۔

(1) شفاء (2) خالدہ (3) صفیہ (4) رقیہ (5) حمنہ اور بقول ابن کثیر حیتہ ہے۔

از: السیرۃ النبویہ۔ جلد۔1۔ صفحہ 102

حضرت ہاشم کی اولاد اور ان کی اولاد کی والدہ کے نام

(1) حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام سلمٰی بنت عمرو تھا۔

(2) اسد بن حضرت ہاشم کی والدہ کا نام قیلہ ہے۔

(3) ابوصیفی یعنی عمرو اور حمنہ کی والدہ کا نام ھند بنت عمرو ہے۔

(4) نفلۃ اور شفاء کی والدہ کا نام معلوم نہیں البتہ انکا تعلق قبیلہ قضاء سے تھا۔

(5) خالدہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام واقدہ بنت ابی عدی تھا۔

از: تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔158، انسان العیون۔جلد۔1۔صفحہ۔6

(4) حضرت عبد مناف بن قصیٰ

حضرت ہاشم کے والد کا نام عبد مناف ہے۔اصل نام مغیرہ تھا اور آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیسرے دادا تھے۔سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چوتھی پشت ان سے مل جاتی ہے اس طرح حضرت عبد مناف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چوتھے دادا تھے۔حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نویں (9) پشت حضرت عبد مناف سے جاملتی ہے۔

انسان العیون۔جلد۔1۔صفحہ۔7

حضرت عبد مناف کی کنیت ابو عبد شمس تھی نہایت ہی حسین وجمیل اور خوبرو تھے اسی وجہ سے قمر کہلاتے تھے۔آپ قریش کے سردار تھے۔حضرت زبیر موسیٰ بن عقبہ سے راوی ہیں کہ عبد مناف کی وفات کے بعد بیت اللہ شریف کے قریب ایک پتھر کے نیچے ایک مکتوب پایا گیا جس میں مندرجہ ذیل عبارت تحریر تھی:۔

ترجمہ: ''یعنی میں مغیرہ بن قصیٰ اللہ سے ڈرنے اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہوں''۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک عبد مناف میں تھا اور اُن کے ہاتھ میں حضرت نزار کا جھنڈا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کمان تھی۔

حضرت عبد مناف کی بیویاں

حضرت عبد مناف کی تین بیویاں تھیں جن میں سے پانچ لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔بیویوں کے نام اور ولدیت مندرجہ ذیل ہے:۔

(1) عاتکہ بنت مرہ بن ہلال بن فالح بن ذکوان سلمیتہ۔اِن سے نوفل اور ریطہ بعض کے نزدیک ابو عمرو کے علاوہ عبد مناف کی باقی اولاد پیدا ہوئی۔

(2) واقدہ بنت عمرو المازنتیہ سے پیدا ہوئے۔

(3) قبیلہ بنو ثقیف کی ایک خاتون جن کا نام تحریر نہیں۔ان سے ابو عمرو اور ریطہ پیدا ہوئے۔

حضرت عبد مناف کے بیٹے

حضرت عبد مناف کے پانچ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

(1)عمرو (2)ہاشم (3)عبدشمس (4)مطلب (5)نوفل

حضرت عبدمناف کی بیٹیاں

حضرت عبدمناف کی چھ بیٹیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں:۔

(1)تماضر (2)قلابہ (3) حبیہ (4)ریطہ (5)ام الاخثم (6)اُم سفیان

از: تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔156

(5) حضرت قصیٰ بن کلاب

حضرت عبدمناف کے والد قصیٰ ہیں جن کا نام زید ہے۔حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قصیٰ کا نام زید نہیں بلکہ یزید تھا اور انہیں مجمع قریش کہا جاتا تھا۔یہ لفظ قصیٰ بروزن فعل بعید کے معنی میں ہے کیونکہ حضرت قصیٰ کے والد حضرت کلاب کا جب انتقال ہوا تو حضرت قصیٰ کی عمر بہت کم تھی پھر انکی والدہ نے ربیعہ بن حزام سے نکاح کرلیا اور اُن کے ہمرہ شام چلی گئیں۔حضرت قصیٰ بھی اپنی والدہ کے ہمراہ تھے اس طرح حضرت قصیٰ کا بچپن۔ لڑکپن اور جوانی کا کچھ حصہ اہل وطن سے دُور ملک شام میں گزرا۔حضرت قصیٰ نے جب جوانی میں قدم رکھا تو ان کا اپنے سوتیلے بھائیوں کے ساتھ کسی بات پر تنازعہ ہوگیا۔سوتیلے بھائیوں نے کہا تم اپنے وطن چلے جاؤ اس پر حضرت قصیٰ نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ میرا وطن کونسا ہے اور میں کس قوم سے ہوں؟۔والدہ نے جواب دیا۔

”تیرا وطن ان سوتیلے بھائیوں کے وطن سے افضل اور تیری قوم ان کی قوم سے بہت بہتر ہے تیرا باپ کلاب ان کے باپ سے بہت بہتر اور افضل ہے۔اے بیٹے تیری قوم بیت اللہ کے قریب مکہ معظمہ میں رہائش پذیر ہے۔بچپن میں تجھے ایک کاہنہ نے دیکھ کر کہا تھا کہ تیرا یہ بیٹا اپنی قوم کا سردار ہوگا۔اے بیٹے جب حج کا مہینہ آئے تو بنی قضاعہ کے حاجیوں کے ساتھ تم مکہ چلے جانا“۔اس طرح قصیٰ بڑی بے چینی سے ایام حج کا انتظار کرتے رہے جب حج کا مہینہ آیا تو حضرت قصیٰ حجاج بنی قضاعہ کے ہمرہ مکہ شریف چلے آئے۔بنی قضاء نے حضرت قصیٰ کی بڑی عزت کی اور ان کو اپنا سردار بنالیا۔

از: انسان العیون۔جلد۔صفحہ۔7

حضرت قصیٰ کی بیوی

حضرت قصیٰ نے ایک ہی شادی کی۔آپکی بیوی کا تعلق قبیلہ بنی سلیم اور بعض کے نزدیک بنی خزاعہ سے تھا۔حضرت قصیٰ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں انہی سے پیدا ہوئیں۔

حضرت قصیٰ کے بیٹوں کے نام

قدرت نے حضرت قصیٰ کو چار بیٹے عطا فرمائے جن کے نام یہ ہیں۔

(1)حضرت عبدمناف (2)عبدالدار (3)عبدالعزٰی (4)عبد

حضرت قصیٰ کی بیٹیوں کے نام

حضرت قصیٰ کی بیٹیوں کی تعداد دو تھی جن کے نام یہ ہیں۔

(1)تخمر (2)برہ (از: تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔155)

سرداریٔ قریش اور حضرت قصیٰ

قریش نے حضرت قصیٰ کے تدبر۔فہم وفراست اور حسنِ تدبیر میں کمال رکھنے کی خوبیوں کی وجہ سے ان کو اپنا سردار بنالیا۔قریش کے دیگر تمام سردار انکی ہر بات کو فوری تسلیم کرتے۔قبیلہ بنی خزاعہ نے قریش کو بہت تنگ کر رکھا تھا حضرت قصیٰ نے قریش کے تمام قبائل کو اپنے تدبر سے ایک لائحہ عمل کے تحت ایک چبوترہ پر اکٹھا کیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہم سب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں بیت اللہ شریف کا متولی ہونا ہمارا ہی حق ہے اس لئے تم سب مل کر قبیلہ بنی خزاعہ کے خلاف جنگ کرو تا کہ اس قبیلے کو یہاں سے نکال کر ہم اپنا حق واپس لے سکیں۔اہل قریش قصیٰ کی زیر کمان اکھٹے ہوئے اورانہوں نے مل کر بزور شمشیر قبیلہ بنی خزاعہ سے بیت اللہ شریف کی تولیت حاصل کرلی۔

از: تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔155

حضرت قصیٰ کے اقوال

حضرت قصیٰ اہل عرب کے ہاں اور خصوصی طور پر اہل قریش میں سے وہ واحد پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے قریش کو باقاعدہ ایک نظام کے تحت زندگی بسر کرنے کا عملی طریقہ تعلیم دیا۔انہوں نے قریش کے تمام قبائل کو اکٹھا کیا جن کی تعداد بارہ تھی۔قصیٰ قریش کو جو تعلیم دیتے وہ آپکے زرین اقوال ہیں جن کو مختصراً یہاں درج کر رہا ہوں۔

(1) جس شخص نے بداعمال کی عزت کی وہ خود بداعمال ہونے میں اس کا شریک ہے۔

(2) جس شخص نے بری چیز کواچھا خیال کیا گویا وہ خود بری چیز اور کام کا مرتکب ہوا۔
(3) جوعزت وکرامت کی وجہ سے اپنی اصلاح نہ کرے تو ذلت اُس کی اصلاح کردے گی۔
(4) جوشخص اپنی قدر منزلت اور مقام ومرتبہ سے زیادہ طلب کرے تو وہ محروم ہو جائے گا۔
(5) حسد انسان کا پوشیدہ دشمن ہے اس سے ہر حال میں بچنا چاہیئے۔
(6) حضرت قصیٰ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو اپنے پاس بُلا کر فرمایا شراب سے دور رہنا گو یہ بدن کو مضبوط کرتی ہے لیکن سب سے قیمتی چیز عقل کو زائل کر دیتی ہے۔

از: انسان العیون ۔جلد۔1۔صفحہ۔13

حضرت امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''السیرۃ النبویہ'' میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت قصیٰ حج بیت اللہ کے بعد قریش کو ایک جگہ جمع کر کے وعظ فرماتے اور کہتے ''الشہر حرم'' یعنی ماہ ذوالقعدہ۔ذوالحجہ۔محرم اور رجب کے وہ ماہ ہیں جن میں جنگ وجدل اور قتال منع ہے''۔

از:السیرۃ النبویہ

''حضرت قصیٰ بہت خوبصورت جوان تھے اور قریش کے ہاں علم وفضل میں بلند رتبہ رکھتے تھے۔ آپ سب لوگوں سے زیادہ حق پر قائم تھے۔

ازامام دیار البکری، سیرت حلبیہ ۔جلد۔1۔صفحہ۔15

(6) حضرت حکیم کلاب بن مرہ

آپ حضرت قصیٰ کے والد گرامی تھے۔پورا نام حکیم اور بعض کے مطابق عروۃ اور لقب کلاب تھا۔ مشہور ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اکثر کتوں کے ساتھ شکار کھیلا کرتے تھے۔کلاب نے کم عمر پائی صرف دو بیٹے حضرت قصیٰ اور زہرہ ہی پیدا ہوئے۔قصیٰ چھوٹی عمر کے ہی تھے کہ کلاب فوت ہو گئے بعد میں آپ کی بیوی فاطمہ بنت سعد نے ربیعہ بن حزام کے ساتھ عقد کر لیا جس کا ذکر ہم حضرت قصیٰ کے حال میں بیان کر چکے ہیں۔حضرت کلاب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جد ثالث (تیسرے دادا) ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلسلہ نسب حضرت حکیم کلاب پر جا کر مل جاتا ہے اس سے آگے والدین کریمین کا سلسلہ شریف ایک ہے۔

والدہ کا نام

حضرت کلاب کی والدہ کا نام نعمی اور بقول ابن اسحٰق ھند بنت سریر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدہ سادسیہ ابویہ یعنی چھٹی دادی ہیں۔

از: تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔153

ایک سوال اوراسکا جواب

یہاں قاری کے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ آباءواجداد مومن وموحد تھے جن کے ایمان کی صراحت موجود ہے اور جن کے ایمان کی صراحت موجود نہیں وہ کیسے مومن ہوسکتے ہیں۔حضرت عبدالمطلب اور مرہ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار آباء ایسے ہیں جن کے مومن ہونے کی صراحت موجود نہیں ہے یعنی حکیم کلاب۔قصیٰ۔مغیرہ عبد مناف اور ہاشم۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔''ترجمہ''۔باقی رہ گئے عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان چار آباء یعنی کلاب۔قصیٰ عبد مناف اور ہاشم مجھے انکے مومن ہونے یا نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ملی''۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر مذکورہ ہستیوں کے مومن ہونے کی صراحت موجود نہیں اس لئے اُن کو مومن وموحد نہیں کہا جاسکتا تو پھر سوال یہ ہے کہ ان کے کافر ہونے کی صراحت کہاں موجود ہے جوان کو کافر ومشرک کہا جائے جبکہ ان چاروں سے کفروشرک سرزد نہیں ہوا۔جب تک کسی کے کفروشرک صراحت موجود نہ ہواُسے کافر ومشرک کہنا قطعاً غلط اور حقیقت کے برعکس ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین مومن وصالح تھے ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے کیونکہ کافر وہ ہوتا ہے جس سے کفر سرزد ہواور مشرک وہ ہوتا ہے جس سے شرک سرزد ہولہٰذا جب تک کسی سے کفروشرک کے صادر ہونے کی دلیل نہ پائی جائے تو قطعاً اُسے کافر ومشرک کہنا درست نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے مومن ہونے کی اس سے بڑی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی کہ اُن سے کسی قسم کا کفر یا شرک سرزد ہونا ثابت نہیں اس لئے وہ یقیناً مومن وموحد تھے۔آپ علیہ السلام کے چار آباء بھی مومن وصالحین ہی تھے کیونکہ ان سے کسی قسم کے کفروشرک کے سرزد ہونے کوئی صراحت موجود نہیں۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشادفرمایا''ترجمہ''اللہ تعالیٰ اہل بیت حضورعلیہ السلام سے رجس کودورکرنے اوراُنہیں پاک کرنے کاارادہ ہی رکھتاہے''۔پھرارشادفرمایا''پس میرے اہل بیت گناہوں سے پاک ہیں''۔

سیرۃ النبویہ۔جلد۔1۔صفحہ193

حضرت مغیرہ یعنی عبدمناف کے متعلق مروی ہے کہ ان کی وفات کے بعد کعبہ شریف کے قریب ایک پتھرکے نیچے سے اُن کامکتوب نکلاجس میں یہ عبارت درج تھی۔

ترجمہ۔''کہ میں مغیرہ بن قصیٰ اللہ سے ڈرنے اورصلہ رحمی کاحکم کرتاہوں''۔

(تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ156)

یہ بات امرمسلمہ میں سے ہے کہ تقویٰ شرک کے منافی ہے بلکہ یوں کہناچاہیے کہ تقویٰ کاپہلا مرحلہ ہی یہ ہے کہ کفروشرک نہ کیاجائے۔لہٰذایہ واضح ہوگیاکہ حضرت مغیرہ عبدمناف مومن وصالح اور اللہ کے محبوب بندے تھے۔ظاہرہے وہ اپنی اولادکوتقویٰ وپرہیزگاری کاحکم فرماتے تھےلہٰذاان کے بیٹے حضرت ہاشم بھی مومن ہیں۔اسی طرح مغیرہ عبدمناف کے متقی وپرہیزگارہونے سے عیاں ہوگیاکہ ان کے والدحضرت قصیٰ بھی یقیناً متقی تھےاس کی وجہ یہ ہے کہ عادۃً یہ ممکن نہیں کہ والدین کافرومشرک ہوں اوراولادکسی ہادی اورراہنماکی ہدایت وراہنمائی کے بغیرمتقی وپرہیزگارہو۔پھران بزرگوں کازمانہ بھی فترت تھا۔اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہادی مبعوث نہیں ہوئے تھے۔حضرت حکیم کلاب زمانہ فترت میں تھےوہ اپنی اولادکوتقویٰ اورپرہیزگاری کاسبق دیتے تھےاس لئےضروری ہواکہ وہ بھی مومن و موحدتھے۔

یہاں ایک معلوماتی چیزعرض کرتاچلوں حضرت حکیم یعنی کلاب کے والدمرہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدسادس(ساتویں)ہیں اورمرہ سیدناحضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی جد سادس(ساتویں)ہی ہیں۔

از:انسان الیعون۔جلد1۔صفحہ۔15

(7) حضرت مرہ بن کعب

حضرت مرہ حضرت حکیم کلاب کے والداورحضرت کعب کے بیٹے ہیں۔حضرت مرہ بھی مومن صالح تھے کیونکہ ان کے والدکعب نے اُنہیں مومن رہنے کی وصیت فرمائی تھی اس سلسلے میں حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ارشادفرماتے ہیں۔

ترجمہ۔''حضرت کعب کے بیٹے حضرت مرہ ہیں ظاہرہے کہ وہ بھی اسی طرح مومن تھے کیونکہ انکووالد

حضرت کعب نے ایمان کا حکم فرمایا تھا''۔

از: مسالک الحنفاء۔ص۔29

حضرت مرہ کی والدہ کا نام

حضرت مرہ کی والدہ کا نام وحشیۃ بنت شیبان بن محارب فہمیہ تھا وہ قبیلہ بنی فہم سے تعلق رکھتی تھیں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساتویں دادی تھیں۔حضرت مرہ کے دواور بھائی تھے جن کے نام یہ تھے۔(1) ھصیص (2) عدی۔

حضرت مرہ بن کعب نہایت رحم دل حسن اخلاق کے پیکر اور جودوسخا کے میدان میں بے مثل تھے۔ اللہ کریم نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک اُنکی پیشانی میں رکھا اور پھر یہ نور مبارک حضرت حکیم کی پیشانی میں منتقل ہوا اور یوں ہوتے ہوتے سیدنا حضرت عبداللہ سے بطن آمنہ میں منتقل ہوا اور بارہ ربیع الاول شریف 571ء میں اس دنیا کو اپنی نورانیت سے چمکانے کا باعث بنا۔حضرت مرہ کا شمار سرداران قریش میں ہوتا تھا۔آپ صاحب تدبر سردار اور شفیق والد تھے۔

(8) حضرت کعب بن لؤی

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن، صالح، متقی، عالم اور اللہ تعالیٰ کے ولی تھے۔حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ اوصاف حمیدہ کو جن اجل علماء محدثین۔مفسرین اور محققین نے اپنی اپنی تصانیف میں تحریر کیا ہے اُن کے اسمائے گرامی اور کتب کے نام یہاں درج کر رہا ہوں۔

(1) حضرت امام وفقیہہ محدث ابوالقاسم عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ متوفی 581ھ نے
''الروض الانف'' (جلد۔1۔صفحہ۔6)۔

(2) حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ نے
''مسالک الحنفا والدرج المنیۃ'' (جلد۔1 صفحہ۔28)

(3) حضرت امام العصر امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1044ھ
''انسان العیون''

(4) حضرت امام دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 966ھ
''تاریخ الخمیس'' (جلد۔1۔صفحہ۔152)

(5) حضرت قاضی محمد ثناءاللہ رحمۃ اللہ علیہ 1225ھ

''تفسیر مظہری'' (جلد۔9۔صفحہ۔278)

لکھتے ہیں کہ

ترجمہ۔ ''سب سے پہلے حضرت کعب بن لوئی نے عروبہ یعنی رحمت کے دن (اہل قریش جمعہ کو یوم العروبۃ کہتے تھے یعنی رحمت کا دن) جمع کیا اور بعض کے نزدیک سب سے پہلے اس دن کا نام حضرت کعب بن لوئی نے یوم الجمعہ رکھا۔ اس دن تمام قریش ایک جگہ اکٹھے ہوتے تو حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کو خطاب فرماتے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بارے میں بتاتے اور کہتے کہ وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی اولاد سے ہوں گے اور قریش کو حکم فرماتے کہ جب وہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے زمانے میں تشریف لائیں تو تم لوگ اُن پر ایمان لانا اور ان کی اتباع و پیروی کرنا''۔

حدیث شریف میں آتا ہے اس حدیث کو

(1) حضرت امام الحافظ الکبیر ابونعیم متوفی 430ھ نے ''دلائل النبوت'' میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(2) اِسی طرح حضرت علامہ ابوالفداء اسماعیل بن کثیر متوفی 774ھ نے ''سیرۃ النبویہ'' میں۔

(3) حضرت امام ابوالفضل جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ نے ''الخصائص الکبریٰ'' میں۔

(4) حضرت امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ متوفی 430ھ نے بحوالہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(5) حضرت امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی رحمۃ اللہ علیہ الشافی متوفی 450ھ نے اپنی کتاب ''اعلام النبوۃ'' کے حوالے سے حضرت محمد بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب بن لوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے روز قریش سے یوں خطاب فرمایا کرتے۔

ترجمہ۔ ''کہ حضرت کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک جمعہ کے دن قریش کو ایک جگہ جمع کرتے اور قریش جمعہ کے دن کو ''عربہ'' کہتے تھے۔ فرماتے امابعد!

''پس خوب توجہ سے سنو اور جان لو اور سمجھ لو کہ رات اندھیری ہے اور دن روشن ہے اور زمین فرش ہے آسمان چھت اور پہاڑ زمین کی میخیں ہیں۔ ستارے علامات ہیں اور اولین وآخرین کی مانند ہیں۔ مذکرو مونث فنا ہونے والے ہیں (یعنی ساری مخلوق فانی ہے) تو صلہ رحمی اور اپنے سُسرالی رشتہ کی حفاظت کرو اور اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اپنے مالوں کو بڑھاؤ کیا تم نے دیکھا کہ کوئی ہلاک ہونے والا واپس آیا ہو یا

کوئی مردہ زندہ ہوا ہو تمہارا حقیقی گھر تمہارے سامنے ہے اور حقیقت اسکے برعکس ہے جو تم کہتے ہو اپنے حرم کی زینت رکھو اور اسکی تعظیم کرو اور اسکے ساتھ وابستہ رہو کہ اس حرم میں عظیم خبر آئے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوں۔ اس کے بعد حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار پڑھتے تھے کہ "دن رات اور ہر واپس آنے والا فانی ہے برابر ہے اس پر (زمین پر رہتے ہوئے) دن اور رات لوٹتے ہیں نئے واقعات کے ساتھ (یعنی ہر دن اور رات میں) نئے واقعات پیش آتے ہیں۔ جب وہ (دن رات) واپس لوٹیں اور اللہ کی نعمتیں جو ہمارے پاس مہمان (کی طرح ہیں) کا ہم پر پردہ ہے (یعنی دن اور رات نئے واقعات وحادثات کے باوجود ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شامل حال ہیں) غفلت کے زمانہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا نام مبارک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوگا تشریف لائیں گے اور آپ علیہ السلام اللہ کی طرف سے سچی باتیں بتائیں گے پھر ارشاد فرماتے۔ اللہ کی قسم اگر میں اس میں (غفلت کے زمانہ میں) آنکھ۔ کان۔ ہاتھ۔ پاؤں والا ہوتا (یعنی زندہ ہوتا تندرست ہوتا) تو میں ضرور اُنکی مدد کے لئے قوی اونٹ کی طرح کھڑا ہوتا اور اُنکی مدد کرتا۔ اے کاش کہ میں اُن کی دعوت کے وقت موجود ہوتا جب میری اولاد حق کو رسوا کرنا چاہے گی"۔

از: الخصاص الکبریٰ۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 47

السیرۃ النبویہ۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 167

مسالک الحنفا۔ صفحہ۔ 28

مذکورہ احادیث میں بیان ہونے والے الفاظ اور حضرت کعب کے ارشادات کو پڑھ کر یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن۔ صالح۔ موحد اور اللہ کے ولی تھے اس سے بڑھ کر ان کے اہل ایمان ہونے کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے کے سب سے بلند مرتبہ شخص تھے یہی وجہ ہے کہ اُن کا نام ہی کعب رکھا گیا کیونکہ کعب کا معنی ہی "بلند" ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک 33 سال 3 ماہ تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ السلام کے درمیان پانچ سو پینتالیس (545) سال کا وقفہ ہے یہ خیال حضرت امام ابن الوردی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جن کی اپنی وفات 749ھ میں ہوئی انہوں

نے یہ تحریر ''(المختصر فی الاخبار البشر۔جلد۔1۔صفحہ۔42) پر لکھی ہے۔

حضرت حسن الدیار البکری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تاریخ الخمیس'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے پانچ سو بیس (520) سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت با سعادت ہوئی۔

از: تاریخ الخمیس

حضرت حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ دلائل النبوت میں فرماتے ہیں کہ کعب بن لوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مقدسہ کے درمیان پانچ سو ساٹھ (560) سال کا وقفہ ہے

از: دلائل النبوت

مشہور ترین قول یہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش مبارک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے (571) سال بعد ہوئی۔ اِس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے درمیان پانچ سو چھیالیس سال (546) کا وقفہ ہے۔

مختصراً مذکورہ اقوال کو سامنے رکھیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن۔ صالح اور اللہ کے مقبول بندے تھے ان کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے 25 سال بعد ہوئی۔

از سیرۃ حلبیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔16
تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ 153
سیرۃ النبویہ۔جلد۔1۔صفحہ۔167
تفسیر مظہری۔جلد۔9۔صفحہ۔278 وغیرہ۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات

جس دن حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی اس دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ معظّمہ کے قریب نماز میں مشغول تھے اور دشمن منجنیقوں میں پتھر بھر کر پھینک رہے تھے۔ پتھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں کے قریب سے گزر رہے تھے مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر چیز سے بے پرواہ نماز میں مشغول رہے۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث تحریر کرتے ہیں جس میں سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے روایت ہے۔

ترجمہ۔"کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کو شہید کیا گیا اور منجنیق کے پتھر ان کے کانوں کے نزدیک سے گزر جاتے تھے مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیفیت ایسی تھی گویا جیسے جما ہوا تختہ ہو"۔

(از: الروض الانف۔جلد۔1۔صفحہ۔6)

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادران

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ بھائی تھے جن کے نام یہ ہیں:

(1)عامر (2)سامہ (3)عوف (4)سعد (5)خزیمہ۔

عامر کی والدہ کا نام مفشبہ بنت شیبان بن محارب بن فہر تھا جبکہ دوسرے چار بھائی ماویۃ بنت کعب بن الیقین بن جسر بن قضاعۃ کے بطن سے تھے۔

حضرت کعب بن لوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت محارب فہر یہ تھا جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آٹھویں دادی ہیں۔تاریخ الخمیس میں ہے کہ حضرت لوی بن فہر نے سلمیٰ بنت معارب سے شادی کی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آٹھویں دادی ہیں جن سے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

از: تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔152

(9) حضرت لوئی بن غالب

حضرت لوئی حضرت کلاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اور حضرت غالب کے بیٹے تھے۔حضرت لوئی اہل عرب کے ہاں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔اپنی نیک عادات۔غریبوں۔یتیموں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کے لئے ہر وقت تیار رہتے اس لئے لوگ ان کو دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہوئے انکی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے۔

حضرت لوئی کے والد حضرت غالب نے اہل عرب کے نہایت معزز قبیلے کی نیک خاتون عاتکہ بنت یخلد بن النفر سے شادی کی اور بعض کے نزدیک وحشیۃ بن مدلج بن مرہ بن عبد مناف بن کنانہ سے شادی کی اور اُن سے حضرت لوئی پیدا ہوئے۔

از: تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔152

حضرت امام دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ "الاکتفا" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''تو غالب نے وشیہ بنت مدلج بن مرہ بن عبد مناف بن کنانہ سے نکاح کیا۔ پس وہ کنانیہ ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نویں (9) دادی ہیں۔ انہی کے بطن سے حضرت لوئی پیدا ہوئے۔

حضرت لوئی کے بھائی

حضرت لوئی بن غالب کا ایک بھائی تھا جس کا نام تیم تھا انہی کی قوم کو بنوالازم کہا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام کے نویں (9) دادا

حضرت لوئی بن غالب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نویں (9) دادا تھے۔ حضرت لوئی نے حضرت سلمٰی بنت محارب فہریہ سے شادی کی تھی جن کے بطن سے حضرت کعب پیدا ہوئے۔

حضور علیہ السلام کی نویں (9) دادی کا نام

حضرت سلمٰی بنت محارب زوجہ حضرت لوئی بن غالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نویں (9) دادی ہیں۔

از: تاریخ الخمیس۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 152

(10) حضرت غالب بن فہر

حضرت غالب حضرت لوی کے والد اور حضرت فہر کے بیٹے ہیں۔ حضرت غالب نے وحشۃ بنت مدلج بن مرہ بن عبد مناف بن کنانہ سے نکاح کیا جن سے حضرت لوی پیدا ہوئے۔ حضرت غالب اپنی نیک عادات اور خدمت خلق کی وجہ سے اہل عرب کے ہاں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ نہایت ہی بردبار اور صاحب الرائے تھے۔ آپ کے والد حضرت فہر وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے اہل عرب کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور قریش لقب کی وجہ سے اہل عرب کی اکثریت قریشی کہلائی۔

حضرت غالب کے بھائیوں کے نام

حضرت غالب کے تین بھائی تھے اس طرح یہ چاروں بھائی ایک ہی والدہ جن کا نام لیلٰی بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ تھا کے بطن سے تھے بھائیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

(1) محارب (2) حارث (3) اسد

حضرت غالب کی ہمشیرہ

حضرت غالب کی ایک ہمشیرہ تھی جس کا نام جندلہ بنت فہر تھا۔

حضرت غالب کی اولاد

حضرت غالب کوقدرت نے دو بیٹے عطا کئے ایک کا نام ''لوئی'' اور دوسرے کا نام ''تیم'' تھا۔

حضور علیہ السلام کی دسویں (10) دادی

حضرت غالب کی زوجہ کا نام وشیۃ بنت مدلج بن مرہ بن عبدمناف بن کنانہ تھا۔ یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دسویں (10) دادی صاحبہ تھی۔

از: تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔156

(11) حضرت فہر یا قریش بن مالک

حضرت فہر یا قریش حضرت غالب کے والد اور حضرت مالک کے فرزند تھے۔بعض کے نزدیک ان کا نام فہر اور لقب قریش تھا جبکہ بعض اہل قلم لکھتے ہیں کہ انکا نام قریش اور لقب فہر تھا۔

از: تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔7

حضرت امام سُہیلی رحمۃ اللہ علیہ الروض الانف میں لکھتے ہیں۔ترجمہ۔''اس بات میں اختلاف ہے کہ ان کا نام فہر ہے یا لقب بعض اہل قلم نے لکھا ہے کہ انکا نام قریش تھا اور بعض کہتے انکا نام فہر اور قریش لقب تھا۔تاریخ الخمیس میں ہے کہ ان کی والدہ لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ نے ان کا نام قریش رکھا اور لقب فہر''۔

از: روض الانف۔جلد۔1۔صفحہ۔152

بہرحال نام فہر ہو یا قریش حقیقت یہ ہے کہ لفظ قریش کی وجہ سے ان کی اولاد بعد میں قریشی کہلائی اور اب تک یہی نام چلا آ رہا ہے جو قیامت تک اسی طرح چلتا رہے گا۔

سیرت حلبیہ میں ہے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک انکی اولاد کو ہی قریش کہا جاتا ہے۔ان سے اُوپر مالک ونضر وغیرہ کی اولاد کو قریش نہیں کہا جاتا۔حضرت امام زبیر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ قریش وغیرہ میں نسب کا علم رکھنے والوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ انہی کی اولاد قریش کہلاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اُن کو

ابوالقریش کہا جاتا ہے۔

از سیرت حلبیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔16

تاریخ خمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔152

حضرت قریش کو جامع (جمع کرنے والا) قریش کہا جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حسان بن عبد کلال بنوحمیر وغیرہ کو ہمراہ لے کر یمن سے بیت اللہ شریف کے پتھر اٹھانے کے لئے آیا تا کہ ان مبارک پتھروں کو لے جا کر یمن میں بیت اللہ بنائے اور لوگوں کو وہاں حج کے لئے مجبور کرے تو حضرت فہر رضی اللہ عنہ نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔حضرت فہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرب کے تمام قبائل کو اپنے جھنڈے تلے جمع کیا یوں دونوں لشکر مقام نخلہ پر ایک دوسرے سے ٹکرائے سخت مقابلے کے بعد حسان کو شکست فاش ہوئی اور حضرت فہر نے حسان کو قید کر لیا۔حسان تین سال تک حضرت فہر کی قید میں رہا بعد میں کثیر مال فدیہ میں دے کر رہائی حاصل کی اور یمن کو روانہ ہوا راستے میں ہی اس کا انتقال ہو گیا۔اُدھر تمام قبائل عرب نے حضرت فہر کو اپنا سردار تسلیم کرتے ہوئے ان کی بڑی قدر کی یوں حضرت فہر اہل عرب کے ہاں نہایت ہی معظم اور صاحب تعظیم سردار بنے۔آپ نہایت ہی مدبر عاقل دور اندیش اور جود وسخا کے پیکر تھے۔

حضرت فہر کی حضرت غالب کو وصیت

حضرت فہر نے اپنے بیٹے حضرت غالب کو وصیت فرمائی وصیت کے الفاظ نہایت ہی پر مغز اور اپنے اندر بے شمار حکمتیں رکھتے ہیں فرمایا''تھوڑی چیز جو تجھے مستغنی کر دے وہ اس زیادہ مال سے بہتر ہے کہ اس مال کے ہوتے ہوئے بھی تو محتاج رہے''۔

حضرت فہر کی والدہ کا نام

حضرت فہر کی والدہ کا نام جندلہ بنت الحارث بن جندل بن عامر بن سعد بن الحارث بن مضاض الجرہمی ہے وہ جرھمیہ ہیں''۔

حضور علیہ السلام کی گیارھویں (11) دادی

جندلہ بنت الحارث بن جندل بن عامر بن سعد بن الحارث بن مضاض الجرہمی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گیارھویں (11) دادی ہیں۔

از سیرت حلبیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔12

(12) حضرت مالک بن نضر

حضرت مالک حضرت فہر کے والد اور حضرت نضر کے بیٹے تھے۔ حضرت مالک چونکہ عرب کے بادشاہ تھے اس لئے ان کا نام مالک رکھا گیا۔ نہایت ہی شہ زور حلیم اور انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ان کے ماتھے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک چمکتا تھا اس لئے تمام عرب ان کے سامنے سرنگوں رہتے ہر چھوٹا بڑا حضرت مالک کو دل وجان سے چاہتا اور ان کی عزت کرتا تھا۔ آپ نہایت ہی ہر دل عزیز تھے۔

حضرت مالک کی والدہ کا نام

حضرت مالک بن نضر کی والدہ کا نام عکرشہ بنت عدوان حارث بن عمرو بن قیس بن عیلان تھا۔

از: تاریخ الخمیس۔ جلد۔1۔ صفحہ۔152

حضرت مالک کے بھائیوں کے نام

حضرت مالک کے دو اور حقیقی بھائی تھے اس طرح یہ تینوں بھائی عکرشہ بنت عدوان کے بطن سے تھے بھائیوں کے نام یہ ہیں۔

(1) یخلد (2) صلت

حضور علیہ السلام کی بارھویں (12) دادی

عکرشہ بنت عدوان حارث بن عمرو بن قلیس بن عیلان سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارھویں دادی تھیں۔

از: السیرۃ النبویہ۔ صفحہ۔7

(13) حضرت نضر بن کنانہ

حضرت نضر حضرت مالک کے والد اور حضرت کنانہ کے بیٹے تھے۔ حضرت امام سید احمد زینی دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ مفتی مکہ شریف فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابن ہشام اور ابن حبان نے حضرت نضر کا نام قریش ذکر کیا ہے۔ اس لئے اولاد نضر قریشی ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت نضر کے چہرۂ انور میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک چمکتا تھا اس لئے انکا

چہرہ ہمیشہ روشن رہتا۔سیرت حلبیہ میں آتا ہے"۔فقہا کے نزدیک وہ جامع قریش ہیں کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا کہ قریش کون ہیں؟حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا"اولادِ نضر"

از: سیرت حلبیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔16

حضرت نضر کے بھائیوں کے نام

حضرت نضر کے تین بھائی تھے جو کہ ریحانہ زوجہ کنانہ یا برہ کے بیٹے تھے ان کے نام درج ذیل ہیں:۔

(1)مالک (2)عبدمناۃ (3)ملکان

حضرت امام ابوجعفر الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نضر کے مذکورہ بھائیوں کے علاوہ نو(9)اور بھائیوں کا بھی ذکر کیا ہے اُن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(1)عامر (2)حارث (3)نفیر (4)غنم (5)سعد
(6)عوف (7)جرول (8)جرال (9)غزوان

از:سیرۃ نبویہ۔جلد۔1۔صفحہ۔84

حضورعلیہ السلام کی تیرھویں(13)دادی

حضرت برہ بنت مراخت تمیم بن مرہ بن اد بن طابخۃ بن الیاس بن مضر سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیرھویں دادی ہیں۔

از:سیرۃ ابن ہشام۔جلد۔1۔صفحہ۔151

(14) حضرت کنانہ بن خزیمہ

حضرت کنانہ حضرت نضر کے والد اور حضرت خزیمہ کے بیٹے تھے۔حضرت خزیمہ نہیں جانتے تھے کہ کس سے شادی کریں۔ایک روز انہوں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے برہ بنت طابخۃ سے جو کہ حسن وجمال میں بے مثال تھیں شادی کر لی ہے۔خواب سے بیدار ہوئے اور برہ بنت طابخۃ سے شادی رچائی جن کے بطن سے حضرت کنانہ۔اسد۔اسدۃ اور ہون پیدا ہوئے۔

حضرت کنانہ کی والدہ کا نام

حضرت کنانہ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ حضرت کنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام عوانہ بنت سعد بن قیس بن غیلان بن مفر ہے اور بعض کے نزدیک ھند بنت عمرو بن قیس بن غیلان اور دیگر تین بھائیوں کی والدہ کا نام برہ بنت مراخت تمیم بن مرہ بن ادبن طابغتہ زوجہ حضرت خزیمہ تھا۔ کچھ اہل علم بیان کرتے ہیں کہ خزیمہ کو خواب میں بتایا گیا کہ وہ مرہ بنت طابغتہ سے شادی کریں جو حسن و جمال کے لحاظ سے پوری قوم کی سردار تھیں۔ حضرت خزیمہ نے اُن سے شادی کی اور حضرت کنانہ پیدا ہوئے۔ ہم نے تمام روایت بیان کردی ہے۔

از: تاریخ الخمیس۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 150

حضرت کنانہ کا مختصر تعارف

حضرت کنانہ بن خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے عالم وفاضل اور اپنی قوم کے مشہور سردار تھے۔ ان کے علم۔ حلم۔ بردباری اور حسن کمال کی وجہ سے عرب ان کی بڑی عزت کرتے اور انہیں اپنا ملجاو ماویٰ خیال کرتے تھے۔ اہل عرب کی اکثریت ان کو دل وجان سے چاہتی اور ان کے حضور حاضر رہتی۔ حضرت کنانہ بن خزیمہ قوم سے اکثر یوں خطاب فرمایا کرتے تھے۔

ترجمہ: ”کہ نبی آخرالزمان جن کا اسم گرامی احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوگا اِسی شہر مکہ میں پیدا ہوں گے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیں گے۔ نیکی واحسان اور مکارم اخلاق کا حکم فرمائیں گے۔ اے اہل عرب اس وقت تم لوگ ان کی اتباع و پیروی کرنا اور انہیں جھٹلانا مت کیونکہ انسان کی عزت وعظمت شرف وبرتری اسی نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع کرنے سے ہی ہے۔ اور یہی بات حق ہے“۔

حضرت علامہ احمد بن زینی بن دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ مفتی مکہ ”السیرہ النبویہ والاثار المحمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ میں اور حضرت امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ ”انسان العیون“ میں لکھتے ہیں۔ ترجمہ: اور حضرت کنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی کا کوئی عیب دیکھتے تو ہمیشہ اسکی پردہ پوشی فرماتے تھے۔

از: سیرت حلبیہ۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 16

حضور علیہ اسلام کی چودھویں (14) دادی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چودھویں دادی کا اسم گرامی برہ بنت طابغتہ تھا۔ وہ حسن وجمال کے لحاظ سے پوری قوم کی سردار تھیں۔ حضرت خزیمہ نے خواب میں بشارت ملنے کے بعد ان سے نکاح کیا

اور انکے بطن سے حضرت کنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

از: تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔150

(15) حضرت خزیمہ بن حضرت مدرکہ

حضرت خزیمہ حضرت کنانہ کے والد اور حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بیٹے تھے۔نہایت حلیم۔ دوراندیش اور قوی تھے۔حضرت خزیمہ کے والد حضرت مدرکہ نے ان کا نام خزیمہ رکھا۔خزیمہ عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ خزمہ کی تصغیر ہے۔یہ خزم سے بنا ہے جس کا معنی بکھرے موتیوں کو ایک جگہ جمع کرنے کے ہیں۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیونکہ بکھرے ہوئے قریش کو ایک جگہ جمع کرنا تھا اس بات کو ان کے والد حضرت مدرکہ نے پہلے ہی نور بصیرت سے جان لیا تھا غالباً اِسی وجہ سے ہی اپنے اس ہونہار بیٹے کا نام خزیمہ رکھا۔ایک اور روایت ہے جسے صاحب ''تاریخ الخمیس'' نے لکھا ہے۔فرماتے ہیں۔چونکہ ان کے آباء واجداد میں جو نور علم وایمان اور تقویٰ و پرہیزگاری موجود تھی وہ نور اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات میں رکھ دیا تھا یعنی ان کی ذات میں جمع فرما دیا تھا اس لئے ان کا نام خزیمہ رکھا گیا۔ان کی پیشانی میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک جلوہ فگن تھا۔

از: تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔10

حضرت خزیمہ کی والدہ کا نام

حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے۔یہاں ہم جو نام جس جس محدث وعالم نے تحریر کئے ہیں رقم کر رہے ہیں۔

حضرت امام جہاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی اور حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام سلمی بنت سعد تھا۔

از سیرت نبویہ۔صفحہ۔47

حضرت علامہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام سلمی بنت اسلم بن الحاف بن قضاعہ تحریر کرتے ہیں اِسی طرح یہی نام ''تاریخ الامم والملوک''۔جلد اوّل صفحہ 188 پر لکھا ہے۔

حضرت امام دیاربکری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام سلمی بنت سود بن اسلم تھا۔

از: الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔150

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد

حضرت امام ابن حبیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ ''سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ معد۔ ربیعہ۔ مضر اور خزیمہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین دین ابراہیمی علیہ السلام پر تھے اس لئے ان کو بھلائی کے ساتھ ہی یاد کیا کرو۔

حضرت خزیمہ کے بھائیوں کے نام

حضرت امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ہی حقیقی یعنی حقیقی بھائی تھا جس کا نام ''ہذیل'' تھا جبکہ ان کا ایک سوتیلا بھائی بھی تھا (یعنی والدہ کی طرف سے) اس کا نام تغلب ابن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ تھا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مدرکہ کی زوجہ نے ان کے وصال کے بعد دوسری شادی کرلی تھی جس سے یہ سوتیلا بھائی پیدا ہوا۔

از تاریخ الامم والملوک۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 189

حضور علیہ السلام کی پندرھویں (15) دادی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پندرھویں (15) دادی صاحبہ کا نام سلمیٰ تھا جو حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اور حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں۔

از: معجم المولفین۔ جلد۔ 6۔ صفحہ۔ 181

(16) حضرت مدرکہ بن الیاس

حضرت مدرکہ حضرت خزیمہ کے والد اور حضرت الیاس رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بیٹے تھے۔ مشہور مورخ عالم وفقیہ حضرت امام طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عمرو تھا۔ مشہور سیرت نگار حضرت امام ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عامر تھا۔ حضرت امام حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عمرو تھا۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عمرو یا عامر تھا اس سلسلے میں تو مورخین کے درمیان اختلاف ہے مگر انکے لقب کے بارے میں کسی قسم کا اختلاف نہیں سب اس بات پر متفق ہیں کہ اُنکا لقب ''مدرکہ'' تھا۔ بعد میں وہ اصل نام کی بجائے اسی ''مدرکہ'' نام سے مشہور ہوئے یہی وجہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شجرہ مبارک میں ''مدرکہ'' نام ہی درج چلا آرہا ہے۔

از: سیرت حلبیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔16

تاریخ الامم والملوک۔جلد۔1۔صفحہ۔189 وغیرہ

حضرت مدرکہ کے بھائی

حضرت مدرکہ کے دو بھائی اور تھے جن کے نام یہ تھے۔

(1) طابعتہ (اصل نام عامر)

(2) قمعہ (اصل نام عمیر)

حضرت مدرکہ کی والدہ کا نام

حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام لیلیٰ لقب خندف بنت حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعۃ تھا۔ لیلیٰ لقب خندف کی والدہ کا نام ضربہ بنت ربیعہ بن نزار تھا۔ یہ حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نانی تھیں۔

حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ لیلیٰ کا لقب ایک خاص واقعہ کی وجہ سے خندف مشہور ہوا۔ ایک دفعہ حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹوں کو لے کر چراگاہ کی طرف جا رہے تھے۔ آپکے دو بیٹے عامر (عمرو) اور عمیر بھی ان کے ہمراہ تھے۔ چراگاہ میں پہنچ کر اونٹ چرنے لگے اچانک کسی طرف سے ایک خرگوش نکل آیا۔ اونٹ اُس خرگوش سے ڈر کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ حضرت الیاس نے یہ دیکھتے ہوئے اپنے بیٹوں سے فرمایا جاؤ اونٹوں کو اکٹھا کرو۔ باپ کا حکم سُن کر تینوں بھائی اونٹ پکڑنے کے لئے چل پڑے حضرت عمرو نے تمام اونٹوں کو پکڑ کر ایک جگہ جمع کر لیا حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خرگوش کو پکڑا اور ذبح کرنے کے بعد پکانا شروع کر دیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ کو خرگوش پکاتا دیکھ کر حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا'' انست طابعتم '' ''تو پکانے والا ہے'' یوں انکا لقب مشہور ہو گیا۔

دوسری طرف حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوف کی وجہ سے ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے جب وہاں سے نکل کر باہر آئے اور والد حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم ہوا تو انہوں نے فرمایا ''انت قمعتم'' ''تو چھپنے والا ہے''۔ اس طرح بعد میں یہ اِسی لقب سے مشہور ہوئے۔

جب اونٹ اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے تو حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت لیلیٰ (خندف بنت حلوان) اونٹوں اور اپنے بیٹوں کے پیچھے بڑی تیزی سے جانے لگیں حضرت الیاس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ اور حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کو دیکھ کر فرمایا۔'' این تخند فین ای تسعین ''تو کہاں دوڑی جارہی ہے۔اس وجہ سے لیلیٰ کا لقب ہی خندف مشہور ہو گیا۔اس کے علاوہ اور بھی چند وجوہات بیان کی گئی ہیں مگر مشہور وجہ کیونکہ یہی ہے اس لئے ہم نے دوسری وجوہات کو چھوڑ دیا ہے۔

(از: تاریخ طبری۔جلد۔1۔صفحہ۔189، تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔150)

حضور علیہ السلام کی سولھویں (16) دادی

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سولھویں (16) دادی کا نام لیلیٰ بنت حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعۃ اور لقب خندف تھا۔

از: انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون۔جلد۔1۔صفحہ۔10

''حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ میں آنکھوں کے درمیان حضور علیہ السلام کا نورِ مبارک ظاہر ہوتا تھا''۔

(از: سیرۃ حلبیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔16)

(17) حضرت الیاس بن مضر

حضرت الیاس حضرت مدرکہ کے والد اور حضرت مضر کے بیٹے تھے۔نہایت متقی پرہیزگار اور مومن صالح تھے۔ان کے اہلِ ایمان ہونے کے ثبوت میں احادیث مبارکہ میں صراحت موجود ہے۔حضرت امام محمد بن عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ متوفی 557 ہجری اپنی مشہور کتاب معجم المؤلفین میں تحریر فرماتے ہیں کہ''۔

''حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی کا نام حبیب اور لقب ''الیاس'' تھا۔''الیاس'' ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

از: معجم المؤلفین۔جلد۔1۔صفحہ۔189

حضرت امام ابو محمد محدث رحمۃ اللہ علیہ متوفی 302 ہجری اپنی کتاب ''الدلائل فی شرح غریب الحدیث''میں فرماتے ہیں کہ۔

''حضرت مدرکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام حبیب اور لقب ''الیاس'' تھا۔''الیاس''ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور یہ ''رجاء'' (اُمید) کی ضد ہے یعنی اسکا معنیٰ ''ناامیدی'' ہے۔

از الروض الانف۔جلد۔1۔صفحہ۔7

حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ''الیاس'' رکھنے کی وجہ یہ ہے۔کہ ان کے والد بہت بوڑھے ہو چکے تھے اولاد کی اُمید باقی نہیں رہی تھے۔اس ناامیدی کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے اُنہیں فرزند عطا

کیا جن کا نام تو حبیب رکھا مگر والد نے ان کو الیاس کا لقب دیا۔ یعنی زمانہ نا اُمیدی میں پیدا ہونے والا بچہ۔ بعد میں حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی لقب سے مشہور ہوئے۔ اکثر اصحاب سیران کا نام الیاس ہی لکھتے ہیں صرف حضرت امام دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ نے سیرۃ مغلطائی کے حوالے سے انکا نام ''حبیب'' تحریر کیا ہے۔ حضرت الیاس مومن صالح متقی پرہیز گار تھے اِس سلسلے میں احادیث نبوی میں صراحت موجود ہے۔

حضرت امام سُہیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الروض الانف'' میں لکھتے ہیں''۔ کہ حضرت الیاس کو بُرا مت کہو کیونکہ بلاشبہ وہ مومن تھے''۔

از: الروض الانف۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 8

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسائل میں حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے اِسی طرح حضرت امام دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ حیاۃ الحیوان کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

ترجمہ۔ ''یعنی حضرت الیاس مومن تھے وہ حج کے دنوں میں اپنی پشت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلبیہ: لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیک لَبَّیکَ لَا شَرِیکَ لَکَ لَبَّیک اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعمَۃَ لَکَ وَالْمُلکَ لَا شَرِیکَ لَکَ ط

ترجمہ: (میں حاضر ہوں یا اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔ بے شک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور ملک بھی۔ تیرا کوئی شریک نہیں) پڑھنے کی بھینی بھینی آواز سنتے تھے اور وہ تعجب فرماتے تھے''۔

از: تاریخ الخمیس۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 149

حضرت علامہ احمد بن زینی بن دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ مفتی مکہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ: ''یعنی یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی پاک صلب سے سرکار مدنیہ سرور سینہ تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلبیہ حج پڑھنے کی آواز سنتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برامت کہو کیونکہ وہ بلاشبہ مومن تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک اُن میں ظاہر ہوتا تھا''۔

از: السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 10

حضرت امام دیار البکری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخمیس میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ: ''حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب میں ایسے ہی صاحب علم وفن اور صاحب حکمت ودانا تھے جیسے حضرت لقمان علیہ السلام اپنی قوم میں صاحب حکمت ودانا اور صاحب علم وفن تھے۔ حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم وفضل وصاحب حکمت ہونے کی وجہ سے عرب اُن کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور اُنہیں قائد عرب اور سید العشیر ہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے حاکم تھے۔ تمام اہل عرب ان کے بغیر اپنے کسی معاملہ میں خود کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ عرب کے تمام معاملات میں حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فیصلہ فرماتے اس پر ہی عمل کیا جاتا تھا''۔

از: تاریخ الخمیس۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 149

رکن یمانی کا انکشاف

''حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد رکن یمانی چھپا دیا گیا اور لوگوں کو اس کا کچھ علم نہ تھا تو سب سے پہلے حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر مطلع ہوئے اور آپ نے رکن یمانی کو اس کے اصل مقام پر رکھا۔''

از: انسان العیون۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 17

''ایام حج میں سب سے پہلے حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ھدی کے جانور بھیجے۔ ھدی اس جانور کو کہتے ہیں جو محصر (یعنی محرم جسے دشمن وغیرہ نے راستے میں روک لیا ہو) قربانی کے لئے ایام حج میں مکہ شریف میں بھیجے۔ اللہ تعالیٰ نے اِنکی سنت کو برقرار رکھا بلکہ ہدی کے بھیجنے کو اپنے شعائر میں سے قرار دیا''۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سورہ الحج۔ آیت۔ 36

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے کیئے۔ تمہارے لیے اِن میں بھلائی ہے۔ تو ان پر اللہ کا نام لو ایک پاؤں سے بندھے تین پاؤں سے کھڑے۔ پھر جب ان

کی کروٹیں گر جائیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ۔ ہم نے یونہی ان کو تمہارے بس میں دے دیا کہ تم احسان مانو۔

حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام

حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ انکی والدہ کا نام خزیمہ تھا۔ حضرت امام دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام یوں بیان کیا ہے۔ رباب بنت حیدہ بن معد۔

از: تاریخ طبری۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 189

حضرت الیاس کے بھائی کا ذکر

حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بھائی تھا جس کا نام عیلان بن مضر تھا۔ عیلان عیلہ سے ماخوذ ہے۔ عیلہ کا معنی ہے محتاجی۔ حضرت عیلان بے حد سخی تھے اپنا مال اللہ کی راہ میں محتاجوں۔ مسکینوں اور ضرورت مندوں میں بے دریغ خرچ کرتے تھے لوگ اکثر اُن سے کہتے اس قدر سخاوت نہ کیا کرو یوں سارا مال خرچ ہو جائے گا اور تم محتاج ہو جاؤ گے یعنی عیلان ہو جاؤ گے۔ اس طرح انکا یہی نام مشہور ہو گیا۔

حضرت الیاس کا وصال

''حضرت الیاس سل کی مرض میں مبتلا ہوئے اور اُسی حالت میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت الیاس کے انتقال کا ان کی زوجہ حضرت لیلیٰ نے اس قدر اثر لیا کہ ہر وقت غمگین رہنے لگیں آخر یہ غم جان لیوا ثابت ہوا اور کچھ عرصہ بعد ہی خاوند کے ساتھ جا ملیں۔ حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال جمعرات کے روز ہوا''۔

از: سیرت حلبیہ۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 17

حضور علیہ السلام کی سترھویں (17) دادی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سترھویں (17) دادی جان کا نام خزیمہ یا رباب بنت حیدہ بن معد تھا۔ یہ نیک خاتون حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اور حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

(18) حضرت مضر رضی اللہ عنہ بن نزار

حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اور حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے۔ اپنی قوم کے ہر دل عزیز سردار غریبوں مسکینوں اور حاجت مندوں کے مددگار تھے لفظ مضر مضیرہ یا اللبن الماضر سے ماخوذ ہے۔

مضیرہ ایک ایسی چیز ہے جو دودھ سے تیار ہوتی ہے اور اسکا رنگ نہایت ہی سفید ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی سفید رنگ کے تھے اس لئے انکا نام مضر رکھا گیا۔

حضرت امام سُہیلی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ''حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کو مضر الحمراء کہا جاتا ہے۔ کیونکہ جب مضر رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترکہ تقسیم کیا تو اس مال میں سے جو سونا تھا وہ حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لیا اور جتنے گھوڑے تھے وہ سب ربیعہ نے لے لئے۔ سونا لے لینے کی وجہ سے حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مضر الحمراء اور حضرت ربیعہ کو ربیہ الفرس کہا جاتا تھا''۔

از: روض الانف۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 7

حضرت امام علامہ احمد بن زینی بن احمد دحلان رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ''سیرۃ نبویہ و آثار المحمدیہ'' میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ۔ ''حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی حسین وجمیل تھے۔ دیکھنے والے انہیں دیکھتے ہی رہ جاتے۔ ہر ایک کا دل موہ لیتے تھے۔ اجب کوئی ان کو دیکھتا تو ان پر فریفتہ ہو جاتا تھا۔ اُن کی آواز بڑی پیاری تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ تمام اوصاف۔ حسن وجمال اصل میں سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ اور برکت سے تھے''۔

از سیرۃ نبویہ وآثار المحمدیہ۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 10

حضرت مضر وحضرت ربیعہ مومن ومتقی تھے

حضرت مضر وحضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں مومن صالح متقی پرہیزگار تھے۔ احادیث مبارکہ میں ان کے مومن ہونے کی صراحت موجود ہے۔ حضرت امام دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ ''کہ حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان تھے اور ملت ابراہیمی پر تھے''۔

تاریخ خمیس۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 148

تاریخ الخمیس میں ہی حضرت میمون بن مہران سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک حدیث موجود ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

ترجمہ۔ ''مضراور ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا مت کہو وہ دونوں مسلمان تھے''۔

از تاریخ الخمیس۔ جلد 1۔ صفحہ۔ 149

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''مسالک الحنفا'' میں اور ''التعظیم والمنۃ'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت زبیر بن بکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعًا روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: ''کہ مضراور ربیعۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو برا مت کہو کیوں کہ وہ دونوں مومن تھے''۔

(از: مسالک الحنفا۔ صفحہ۔ 37)

''پھر فرماتے ہیں مجھے اس حدیث کی سند معلوم ہے''۔

حضرت امام ابوبکر محمد بن خلف حبان المعروف وکیع نے اپنی کتاب ''العرز من الاخبار'' میں یوں ذکر فرمایا ہے۔

ترجمہ: ''ہمیں یہ حدیث بیان کی اسحاق بن داؤد بن عیسیٰ المور وزی ابو یعقوب الشعرانی نے انہیں حدیث بیان کی سلیمان بن عبد الرحمٰن الدمشقی نے انہیں عثمان بن فائد نے انہوں نے حضرت یحییٰ بن طلحہ بن عبداللہ سے وہ بیان کرتے ہیں حضرت اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کی آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا'' حضرت ربیعۃ اور حضرت مضر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو برا مت کہو کہ وہ بلا شبہ مسلمان تھے''۔

مذکورہ بالا حدیث صحیحہ سے معلوم ہو گیا کہ حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن متقی اور دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔ ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کوئی برا خیال رکھنا ایمان خراب کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی کے خلاف ہے۔

حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی

حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین حقیقی بھائی تھے جن کے نام درجہ ذیل ہیں۔

(1)ایاد

(2)ربیعہ

(3)انمار

جمہور اہل سیر کے نزدیک ان تمام بھائیوں کی والدہ کا نام سودہ بنت عک بن عدنان تھا جبکہ بعض کے نزدیک حضرت سودہ صرف حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ تھیں جبکہ باقی تین بھائیوں کی والدہ کا نام شقیقہ بنت عک بن عدنان تھا یہ حضرت سودہ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔

از: تاریخ الخمیس۔ جلد۔1۔ صفحہ۔147

حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور

حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مقام روحاء میں ہے۔ لوگ اس قبر انور کی زیارت کو جاتے ہیں۔ مقام روحاء مدینہ منورہ سے تقریباً دو راتوں کی مسافت پر ہے۔

(از: سیرت حلبیہ۔ جلد۔1۔ صفحہ۔17)

حضرت علامہ زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور مقام روحاء میں ہے"۔

از: سیرت نبویہ۔ جلد۔1۔ صفحہ۔11

حضرت مضر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "جو شخص نیکی اور بھلائی کرے گا اُس کو وہ مقام نصیب ہوگا کہ لوگ اسکے مقام ومرتبہ کی وجہ سے اس پر رشک کریں گے اور جو بُرائی کرے گا اُسے شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا"۔

(19) حضرت نزار بن معد

حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اور حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوایاء یا ابوربیعہ تھی۔ نزار نزر (نون کی زیر کے ساتھ) سے ماخوذ ہے اور اسکے معنی "قلیل" یا تھوڑے کے ہیں۔ کتب سیر میں ہے کہ جب حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو ان کے چہرہ انور پر دونوں آنکھوں کے درمیان نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چمکتا تھا۔ جب ان کے والد حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہونہار بیٹے کے چہرہ انور میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چمکتا دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ اس خوشی میں کئی اونٹ ذبح کئے اور کھانا پکایا یہ بہت

بڑی قربانی تھی۔اس بڑی قربانی کے بارے میں فرمایا یہ میرے بیٹے کے حق میں نزار(چھوٹی) ہے۔اس وجہ سے ان کا نام ہی نزار رکھ دیا گیا۔حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ حسین و جمیل عاقل اور دانا تھے۔

از: تاریخ طبری۔جلد۔2۔صفحہ۔190،تاریخ خمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔148

ایک سوال اوراس کا جواب

حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے مومن ہونے کی کوئی صراحت نہیں اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ وہ کس دین پر تھے؟ چنانچہ اس سلسلے میں حضرت امام دیاری بکری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ترجمہ از: تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ148-

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ: ''یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والدین کریمین کے اعتبار سے پوری مخلوق سے بہتر۔افضل اور اعلیٰ ہیں اور حسب ونسب کے لحاظ سے پوری خلق سے زیادہ پاک ہیں۔اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کے لئے ہی کونین پیدا فرمائے اور انہیں دنیا میں مبعوث فرما کر ہر مومن کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی''۔

الحدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے''میں تم سب میں اپنے نسب کے لحاظ سے نفیس ترین (یعنی ازکیا وافضل واعلیٰ اور طیب وطاہر) ہوں''۔مذکورہ بحث سے ثابت ہوا کہ حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن وصالح اور دین ابراہیمی پر تھے۔سب سے پہلے عربی انہوں نے ہی لکھی۔حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک ساتھ مل جاتا ہے۔

از: انسان العیون

حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار

حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ایک بیٹے ربیعہ کی قبر مدینہ منورہ کے قریب ذات الحبیش کے مقام پر ہے۔

از: تاریخ خمیس فی احوال انفس نفیس۔جلد۔1۔صفحہ۔147

حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام

حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام معانہ بنت جوشم بن جلہمتہ بن عمرو بن حلیمہ بن حرمیۃ تھا۔ حضرت ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ معانہ بنت جوش تھا۔

از سیرت النبویہ۔ صفحہ۔ 49

حضرت نزار رضی اللہ عنہ کی بھائی

حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چودہ بھائی تھے جن کے نام درجہ ذیل ہیں۔

(1) قنص (2) قنامتہ (3) سنام (4) حیدان (5) حیارہ

(6) جنید (7) جنارہ (8) قحم (9) عبدالرماح (10) عرف

(11) عوف (12) شک (13) قضاعۃ (14) سلم

قضاعۃ کا نام حضرت امام سُہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے الروض الانف۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 15 میں تحریر کیا ہے۔ سلم کا نام حضرت امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ طبری۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 190 میں لکھا ہے۔

حضور علیہ السلام کی انیسویں (19) دادی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انیسویں (19) دادی صاحبہ کا اسم گرامی حضرت سودہ بنت عک بن عدنان تھا۔ یہ حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

از: تاریخ الخمیس۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 148

(20) حضرت معد بن عدنان

حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی اور حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند تھے۔ آپ اپنے وقت کے نہایت ہی مدبر اور بااثر شخصیت کے مالک تھے۔ حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس زمانے میں تھے اس سلسلے میں تفصیلاً بیان کرنے سے پہلے ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی اور بھائیوں کے نام تحریر کردوں۔

حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام

حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام مہدد بنت اللہم تھا اور وہ اللہم بن جلجب بن جدلیس بن یقشان سے ہے۔ یقشان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

از: تاریخ طبری۔جلد۔2۔صفحہ۔191

حضرت امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام مہددہ بنت جلجب بن جدلیس تھا۔

از: سیرۃ النبویہ۔صفحہ۔29

حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی

حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائیوں کی تعداد میں اہل سیر کے ہاں دو قول پائے جاتے ہیں۔ یہاں دونوں قول تحریر کر رہا ہوں۔

ایک قول کے مطابق حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ہی بھائی تھا جس کا نام ''مک بن عدنان'' ہے۔

دوسرے قول کے مطابق حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اور بھائی بھی تھے جن کے نام یہ ہیں۔

(1) حارث (2) مذہب (3) ضحاک (4) ابین

(5) عدن (عدن شہر کے بانی ہیں)

از: سیرت النبویہ۔جلد۔1۔صفحہ۔82

حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس دور میں تھے

حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس زمانے میں تھے اس میں مورخین اور اہل سیر کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں ہم اس اختلاف کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کر رہے ہیں تاکہ وضاحت ہو سکے۔

ترجمہ ''حضرت امام ابن برہان حلبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے مبارک میں تھے''۔

از: انسان العیون۔جلد۔1۔صفحہ۔18

حضرت امام ابن برہان حلبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا دُرست نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام میں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت

لوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔ترجمہ''مجھے حارث نے حدیث بیان کی انہیں محمد بن سعد نے اوران کو ہشام نے اپنے والد سے اوروہ ابوصالح سے جبکہ ابوصالح سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اورسرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے درمیان پانچ سوانہتر(569) سال کا وقفہ ہے۔

از: تاریخ طبری

صاحب تاریخ الامم والملوک فرماتے ہیں کہ حضرت کعب بن لوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سیدنا حضرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارکہ سے نو(9) برس پہلے ہوئی۔

از: تاریخ الامم والملوک۔جلد۔2۔صفحہ۔171

ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے پانچ سوساٹھ سال قبل ہوئی۔جبکہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشادفرماتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارکہ سے انچاس (49) برس بعد ہوئی۔اس طرح ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اورحضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ ایک ہی ہے۔دوسری طرف حضرت کعب رضی اللہ عنہ اورحضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان بارہ آباءکرام کی دوری ہے اس لیے یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورحضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ایک ہی ہو۔ایک مشہورقول یہ ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔

از: تاریخ الامم والملوک۔جلد۔2۔صفحہ۔191

حضرت امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اہل حضور(جگہ کانام) نے حضرت شعیب علیہ السلام کو شہید کردیا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر بخت نصر(605ق م-562ق م) کو مسلط کردیا۔اُس وقت حضرت ارمیاءاورحضرت برخیاء علیہم السلام حضرت معدرضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمراہ لے کروہاں سے چلے گئے پھرجب جنگ ختم ہوگئی تو ان کو ساتھ لے کر مکہ شریف واپس آئے۔

اہل شہر حضور کی کیفیت

حضورملک یمن کا ایک مشہورشہر ہے اوریہ حضوربن عدیف بن مالک بن زید بن سدد بن حمیر بن سبا کے نام سے مشہور ہے۔صاحب معجم البلدان لکھتے ہیں کہ:۔

''اہل حضور عرب تھے انکی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اہل حضور نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی حضرت شعیب علیہ السلام کو شہید کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے اہل حضور کو عذاب میں مبتلا کیا اوران پر بخت نصر کو مسلط کر دیا۔ بخت نصر نے اہل حضور کو تباہ و برباد کر دیا۔ سورہ انبیاء میں اللہ کریم نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ (سورۃ الانبیاء آیات 11 تا 15)۔

وَكَمْ قَصَمْنَا
مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿١١﴾
فَلَمَّآ أَحَسُّوْا بَأْسَنَآ إِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿١٢﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَ
ارْجِعُوْٓا إِلٰى مَآ أُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿١٣﴾
قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿١٤﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى
جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿١٥﴾

ترجمہ۔ ''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ و برباد کر دیں کہ وہ ظالم تھیں اوران کے بعد اور قوم کو پیدا کیا اور جب انہوں نے ہمارا عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو وہ بھاگنے لگے۔ نہ بھاگو اور لوٹ کر جاؤ اُن آسائشوں کی طرف جو تم کو دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف شائد تم سے پوچھا جائے۔ بولے۔ ہائے خرابی ہماری بلاشبہ ہم ظالم تھے۔ تو وہ یہی پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے اُنہیں کر دیا کاٹے ہوئے بجھے ہوئے''۔

(سورۃ الانبیاء آیات 11 تا 15)

تفسیر مذکورہ آیات مبارکہ

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ گزشتہ آیتوں میں جن مشرکین کے ہلاک کرنے کا ذکر ہے وہ کون تھے اور اُن کی عادات واطوار کیا تھے اور وہ کس طرح ہلاک ہوئے تا کہ مشرکوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ بھی اُنہی مشرکوں کی طرح کافر و بدکار تھے اور مشرکین یہ سمجھ سکیں کہ جیسے ان پر عذاب آیا اور جس طرح وہ ہلاک ہوئے اِن مشرکوں پر بھی وہی عذاب آنا ہے اس لیے یہ اللہ سے ڈریں اور کفر و شرک سے باز رہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

''ہم نے بہت سے شہر اور آبادیوں کو ہلاک و برباد کر دیا کہ ان کے رہنے والے بڑے ظالم اور بدکار تھے اور ہم نے ان کی جگہ دوسری نئی قومیں آباد کر دیں چنانچہ جب اس تباہ ہونے والی قوم نے اللہ تعالیٰ

کے عذاب کو محسوس کیا اور انبیاء کرام علیہم السلام نے ان کی جو علامات بتائیں وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے تو پھر اپنی سواریوں پر سوار ہو کر اُنہیں ایڑیاں مار کر اپنے شہر و دیار مساکن اور سامان عیش سب کچھ چھوڑ کر بھاگے تو ان کو عذاب کے فرشتوں نے طنزاً کہا بھاگتے کیوں ہو مت بھاگو تم اپنے مساکن اور باغات و نعمتوں کی طرف واپس لوٹ آو جہاں تمہارے فرزند۔ تمہاری بیویاں اور محبوب عورتیں ہیں جہاں تمہاری عیاشی اور رنگ رلیاں منانے کے اڈے ہیں تاکہ تم ان تمام چیزوں کو حسرت کی آنکھوں سے دیکھو اور اس مان (گھمنڈ) کی دنیا میں ہلاک ہو جاؤ۔ تو وہ ایسی حالت میں پکارتے رہے کہ اے افسوس ہم تو بڑے ظالم تھے"۔ لیکن اب ان کا یہ کہنا اور پکارنا بیکار تھا۔ آخر وہ یہی پکارتے پکارتے تباہ و برباد ہو گئے اور ہم نے ان کو ایسا نیست و نابود کر دیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی یا انہیں بجھا دیا یعنی ہم نے انہیں ایسا تباہ و برباد کیا کہ گویا وہ تھے ہی نہیں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ "سرزمین یمن پر حضور نام کی ایک بستی تھی وہاں کے رہنے والے عرب تھے اُنکی طرف اللہ تعالیٰ نے قوم حمیر میں سے ایک نبی مبعوث فرمایا جن کا اسم گرامی حضرت شعیب علیہ السلام تھا۔ اُس قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی حتیٰ کہ ایک شخص نے آگے بڑھ کر اپنی لاٹھی انہیں ماری جس سے وہ شہید ہو گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو یوں عذاب میں مبتلا کیا کہ ان پر بخت نصر بابلی کو مسلط کر دیا بخت نصر نے اہل حضور کو قتل کیا اور انہیں گرفتار کر لیا یہاں تک کہ اُس قوم کے تمام عیش و عشرت کے اسباب تباہ و برباد کر ڈالے"۔

حضرت امام طبری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ طبری میں فرماتے ہیں کہ: "حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی بستی حضور میں میں موجود تھے جب بخت نصر نے وہاں حملہ کیا۔ اُس وقت حضرت ارمیاء اور حضرت برخیاء علیہم السلام ان کو ہمراہ لے کر بستی سے نکل گئے اور جب بخت نصر تباہی و بربادی کرنے کے بعد واپس چلا گیا تو حضرت ارمیاء اور حضرت برخیاء علیہم السلام نے حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ شریف پہنچا دیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام

شعیب علیہ السلام کے نام کے دو انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سُسر اُنکی صاحبزادی حضرت صفورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین اور اصحاب ایکہ کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔ ان کا لقب خطیب الانبیاء تھا۔ حضرت امام عساکر رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت شعیب علیہ

السلام کا ذکر فرماتے تو ان کو خطیب الانبیاء کہتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی مبارک زندگی کے حالات ہم انبیاء علیہم السلام کے باب میں تفصیلاً تحریر کر چکے ہیں۔

حضرت شعیب خطیب الانبیاء علیہم السلام کے نسب مبارک میں علماء کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت شعیب علیہ السلام کا شجرہ نسب یوں ہے "شعیب (علیہ السلام) بن توبتہ بن ابراہیم علیہ السلام"۔

حضرت ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ حضرت شعیب علیہ السلام کا شجرہ نسب یوں لکھتے ہیں۔ "شعیب (علیہ السلام) بن مسکیل بن یشجر بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام۔

حضرت امام طبری رحمۃ اللہ علیہ شعیب علیہ السلام کے نسب مبارک کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔ "شعیب علیہ السلام بن حر بن غنقا بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام"۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ذوالکفل بن ایوب علیہم السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور آپ علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کے نواسے ہیں۔

صاحب روح البیان لکھتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل حضور کی طرف مبعوث فرمایا تھا انکا اسم گرامی بمعہ ولدیت یہ تھا شعیب علیہ السلام بن ذی مہدم۔ ان کا مزار پُر انوار ضنن پہاڑ پر ہے جس کی چوٹی پر برف پڑتی ہے اور یہ پہاڑ یمن میں ہے۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام وہ نہیں جو کہ اہل مدین کے لئے مبعوث فرمائے گئے کیونکہ اہل حضور کا قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دو سو سال بعد کا ہے۔ بلا شبہ اہل حضور نے اپنے نبی علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ حضور ملک شام کے کنارے یمن میں حجاز کی سرزمین میں ایک بستی کا نام ہے۔ جب اس قوم پر عذاب آنے والا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ "حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو براق پر سوار کر کے سر زمین عراق لے جاؤ تاکہ اہل حضور کے ہمراہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے کیونکہ میں انکی پشت سے نبی آخری الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمانے والا ہوں"۔ اس طرح حکم الٰہی کے مطابق حضرت ارمیا علیہ السلام حضرت معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لے کر عراق چلے گئے۔ معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت بارہ سال کے تھے۔ بعد میں حضرت ارمیاء علیہ السلام حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ شریف چھوڑ گئے۔

از: روح البیان۔ جلد۔6۔ صفحہ۔459

حضرت معد کی مکہ مکرمہ میں آمد

حضرت ارمیاء علیہ السلام اور حضرت برخیاء علیہ السلام ایک ہی زمانے میں تھے حضرت ارمیاء علیہ السلام کے دور کا علم ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ حضرت برخیاء علیہ السلام کون تھے اس سلسلے میں حضرت امام ابوجعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء اور حضرت برخیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی حکم فرمایا کہ تم قوم کو عذاب جہنم سے ڈراؤ انہوں نے ایسا ہی کیا مگر قوم باز نہ آئی اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم سے انتقام لینے کے لئے ان پر بخت نصر کو مسلط کر دیا ہے۔ پس تمہیں لازم ہے کہ معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی اولاد میں سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے جن کو آخر زمانہ میں مبعوث کروں گا اور ان پر نبوت ختم کروں گا اور ان کی وجہ سے خوف زدہ لوگوں کے خوف کو دور کروں گا۔ لہٰذا تم معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں سے لے جاؤ پس وہ دونوں حضرت ارمیاء اور حضرت برخیاء علیہم السلام نکلے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے زمین کو سمیٹ دیا حتی کہ وہ بخت نصر سے پہلے مقام حضور پہنچ گئے اور حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے گھوڑے پر بٹھایا اور خود اُن کے پیچھے بیٹھے اور شہر حران آپہنچے۔ اُس وقت حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر (12) سال تھی۔ جب بخت نصر فوت ہو گیا تو حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ انبیاء بنی اسرائیل کے ہمراہ مکہ شریف تشریف لائے اور فریضہ حج ادا کیا اس وقت انبیاء علیہم السلام بھی ان کے ہمراہ شریک حج تھے۔ حج سے فارغ ہو کر حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ریسوب تشریف لائے جہاں اُنہوں نے حارث بن مضاض جرہمی کی بقایا اولاد کے بارے میں دریافت کیا آپ کو بتایا گیا کہ ان کی اولاد میں سے جرشم بن جلہمہ باقی بچے ہیں۔ حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جرشم کی بیٹی معانہ بنت جرشم سے نکاح کیا۔ ان کے بطن سے حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے''۔

از: تاریخ الامم والملوک۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 292 تا 293

حران اور ریسوب اصل میں دو شہروں کے نام ہیں جن کی مختصراً تاریخ کچھ یوں ہے۔

حران

حران موصل اور شام کے قریب روم جانے والے راستہ پر واقع جزیرہ اقور کا بڑا شہر ہے۔ اس شہر کا اصل نام ''ھاران'' ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران نے اس شہر کو آباد کیا تھا۔ اس لئے بعد میں انہی کے نام پر یہ شہر مشہور ہوا۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس شہر کا نام بگڑتے بگڑتے حران

رہ گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد زمین پر سب سے پہلا شہر یہی ہے۔ یہ شہر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

از: معجم البلدان۔ جلد۔2۔ صفحہ 225-226

ریسوب

خیال غالب ہے کہ اس شہر کا نام راسب ہے اور یہ شہر مکہ شریف اور طائف کے درمیان ایک بستی ہے جس میں بنی خشعم آباد تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ شہر اپنا اصل نام کھو بیٹھا اور ریسوب کے نام سے مشہور ہوا۔

از معجم البلدان۔ جلد۔2۔ صفحہ 13

حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ

حضرت معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ سیدنا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ یہی قول جمہور کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ اس قول کی تصدیق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔ حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اسی قول کو اولیٰ اور راجح قرار دیا ہے اسی طرح حضرت امام زبیدی رحمۃ اللہ علیہ "تاج العروس" میں رقمطراز ہیں۔ "کہ حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے دور میں تھے"۔

از: علم التاریخ والانساب۔ ج۔1۔ ص۔378

اولاد معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لشکر موسیٰ علیہ السلام

حضرت امام ابولقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الطبر انی الحافظ الکبیر اپنی کتاب "المعجم الکبیر" میں دیگر کتب یعنی۔

معجم المو لفین۔ جلد۔ 4۔ صفحہ۔ 253، البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 11۔ صفحہ۔ 270، مرآۃ الجنان۔ جلد۔2۔ صفحہ۔376 کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: "میں بطریق احمد بن الحسن المصری الابلی وہ عاصم سے وہ جسر بن فرقد سے وہ نہاس بن فہم القیسی سے وہ شداد سے وہ ابوعمار سے اور وہ ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ حدیث شریف:

''جب معد بن عدنان کی اولاد پچاس آدمیوں تک پہنچ گئی تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اس جنگ میں موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو شکست ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی اے پروردگار یہ معد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اولاد ہیں انہوں نے میرے لشکر کو غارت کیا ہے تو انہیں تباہ فرما دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ''اے موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) ان کو بددعا نہ دو پس بلاشبہ ان میں سے نبی امی عذاب جہنم سے ڈرانے والے اور میری جنت کی خوشخبری سنانے والے اور ان میں سے اُمت مرحومہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت ہے۔ ایسی اُمت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھوڑے سے رزق پر راضی ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ اُنہیں محض لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُـحَـمَّد'' رَّسُوْلُ اللّٰه کلمہ توحید (کے صدق دل سے) پڑھنے کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائے گا کیونکہ ان کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما ہوں گے جو اپنی شخصیت میں نہایت متواضع ہوں گے اور ان کا سکوت ان کے فہیم ہونے کی دلیل ہو گا۔ وہ وحی الٰہی سے بولیں گے اور وہ حکمتیں بیان فرمائیں گے۔ میں اسی نبی (علیہ السلام) کو بہتر قوم سے پیدا فرماؤں گا اُس کی اُمت میں سے جو قریشی ہیں (اُن سے پیدا کرونگا) پھر میں اسے قریش میں پسندیدہ لوگ بنی ہاشم سے پیدا کروں گا پس وہ بہتر ہیں۔ بہتر لوگوں سے پیدا ہوں گے۔ بہتر امت کی طرف مبعوث ہوں گے وہ اور ان کی اُمت، بہتری کی طرف پہنچیں گے (یعنی) اُن کا انجام بہتر ہی ہوگا''۔

از:۔

(i) المعجم الکبیر۔ جلد۔ 8۔ صفحہ۔ 165۔ 166۔

(ii) مجمع الزوائد۔ جلد۔ 8۔ صفحہ۔ 218۔

(iii) الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیہ۔ صفحہ۔ 260

(iv) کنز العمال الاقوال والافعال۔ جلد۔ 11۔ صفحہ۔ 428۔

مذکورہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہوگیا کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے لہٰذا اس حدیث شریف سے اس قول کی تائید ہوگئی جس کو حضرت امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اولیٰ قرار دیا ہے۔

سند حدیث

اس حدیث شریف کی سند میں جسر بن فرقد ایک راوی ہے اور وہ ضعیف ہے ''مجمع الزوائد'' میں لکھا

ہے کہ جسر بن فرقد ضعیف راوی ہے۔

از: مجمع الزوائد۔ جلد۔ 8۔ صفحہ۔ 218

ضعیف حدیث دوسری سند کی وجہ سے حسن ہو جاتی ہے

اُصول حدیث میں یہ امر مسلم ہے کہ اگر راوی سچا اور امین دیانتدار ہو اور اس کا حافظہ کمزور ہو تو اسکی بیان کردہ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس حدیث کی کوئی اور سند مل جائے تو وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے اور حسن حدیث لائق حجت ہے۔ چنانچہ حضرت امام ابوزکریا شیخ الاسلام محی الدین یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ جو حوران کے شہرنوی میں پیدا ہوئے اپنی مشہور کتاب ''التقریب'' میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

''جو حدیث صدق وامین راوی کے حافظے کی کمزوری کی وجہ سے ضعیف قرار پاتی ہو اس کا ضعف دوسری سند کے آجانے کی وجہ سے زائل ہو جاتا ہے اور وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے''۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی شرح کرتے ہوئے ''التدریب'' میں اِسکی مثال ذکر فرمائی ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث شریف شعبہ عاصم بن عبید اللہ سے وہ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے وہ اپنے والد عامر سے بنی فزارہ کی ایک عورت والی حدیث روایت فرمائی ہے۔ اس حدیث کی سند میں عاصم بن عبید اللہ حافظے کے کمزوری کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کے باوجود حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے کیوں کہ اس حدیث کی اور سند بھی موجود ہے اور دوسری سند کے پائے جانے کی وجہ سے اس حدیث کا ضعف ختم ہو گیا۔

از: التدریب۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 176

حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ مذکورہ حدیث اسی لئے ضعیف قرار پائی کہ اسکی سند میں جسر بن فرقد راوی ضعیف ہے۔ اور جسر بن فرقد ضعیف حافظہ ہونے کے باجود۔ صدوق۔ صالح۔ اور حضرت امام الرازی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ'' جسر بن فرقد نیک اور دیانتدار آدمی تھے اور وہ قوی نہ تھے''۔

از: لسان المیزان۔ جلد۔ 2۔ صفحہ 104

اس حدیث شریف کی دو اور سندیں بھی ہیں جن سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ حدیث کا ضعف بھی ختم ہو جائے گا اور یوں یہ حدیث حسن قرار پائے گی۔ یہاں ان احادیث کا ذکر کر رہا ہوں جن سے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی مروی حدیث مذکورہ کی تائید ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا قبول نہ ہوئی

حدیث: حدیث شریف میں آتا ہے کہ بنی معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بنی اسرائیل کے ساتھ جنگ کی اوران کوشکست دی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی معد کے خلاف دُعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا قبول نہ فرمائی۔ حضرت امام دیارالبکری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخمیس میں فرماتے ہیں:۔

ترجمہ۔ ''کہ حضرت زبیر بن بکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ضحاک بن معد نے بنی معد کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ بنی اسرائیل کے ساتھ جنگ کی۔ ان لوگوں نے صوف کی زرہ پہن رکھی تھیں۔ اور صوف کی رسیوں سے اپنے گھوڑوں کو لگامیں دے رکھی تھیں۔ تو ان لوگوں نے بنی اسرائیل کو قتل کیا اوران کی بے عزتی کی اور فتح یاب ہوئے۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ اے موسیٰ علیہ السلام بنی معدؑ نے ہمیں غارت کر دیا حالانکہ وہ تعداد میں ہم سے تھوڑے تھے۔ اگر وہ تعداد میں ہم سے زیادہ ہوں اور پھر ہم سے جنگ کریں تو ہمارا کیا حال ہو جب کہ آپ علیہ السلام ہم میں جلوہ گر ہیں۔ آپ علیہ السلام بنی معد کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں (تا کہ اللہ ان کو تباہ کر دے) پس سیدنا حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے وضو فرمایا اور نماز ادا کی یہ آپ علیہ السلام کی عادت مبارک تھی کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے پھر اپنی حاجت بارگاہ مالک ارض وسما میں پیش کرتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا یا اللہ بے شک بنی معد نے بنی اسرائیل کو غارت کر دیا ہے۔ انہیں قتل کیا اور انکی بے حرمتی کی اور خود کامران رہے۔ اس پر بنی اسرائیل نے مجھ سے عرض کی ہے کہ میں بنی معد کے خلاف دُعا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ (علیہ السلام) بنی معد کے خلاف دُعا نہ کرو بلاشبہ وہ میرے محبوب بندے ہیں۔ پس وہ میرے پہلے امر میں انبیاء کے مقام تک پہنچیں گے اور بے شک ان میں ایسے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں کہ میں آل نبی اور اس کی اُمت سے محبت رکھتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے پروردگار اس نبی سے تیری محبت کس درجہ تک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا مجھے اُس نبی سے اتنی محبت ہے کہ میں اس کے سبب سے اس کے اگلوں اور اُس کے پچھلوں کے تمام گناہ بخش دیتا ہوں۔ اور بخش دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے پرودگار اس نبی کی امت سے تجھے کتنی محبت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس اُمت کا کوئی فرد مجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہے گا تو میں

اسے بخش دوں گا اور مجھ سے دُعا کرے گا تو میں اُس کی دُعا کو قبول فرماؤں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے پروردگار تو اُنہیں میری اُمت سے کردے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے نبی انہی میں سے ہوں گے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے عرض کی اے میرے خالق و مالک پھر تو مجھے اُن کی اُمت میں سے کردے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ (علیہ السلام) تو اُن سے پہلے ہے اور وہ تیرے بعد ہوں گے''۔

از: تاریخ خمیس۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 147

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث تحریر کی اور اُسے حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم کبیر میں روایت کیا مذکورہ حوالہ جات کی روشنی میں حدیث حسن ثابت ہو جاتی ہے۔ حضرت امام نووی ارشاد فرماتے ہیں:۔

ترجمہ۔ ''حدیث حسن لائق حجت ہونے میں صحیح حدیث کی طرح ہے اگرچہ وہ قوت میں حدیث صحیح سے کم درجہ رکھتی ہے۔ اس لئے محدثین کے ایک گروہ نے حدیث حسن کو حدیث صحیح میں درج کیا ہے۔ یعنی اگرچہ حدیث حسن قوت و حدیث صحیح سے کم درجہ رکھتی ہے تاہم وہ حدیث اسی طرح قابل حجت ہے جیسے حدیث صحیح ہے''۔

از: فتح الباری۔ جلد۔ 6۔ صفحہ۔ 420

لہٰذا حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھے اور یہی قول ارجح ہے۔ اس قول کے علاوہ جتنے دیگر اقوال ہیں کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھے یا حضرت ارمیاء علیہ السلام کے زمانے میں تھے وغیرہ معتبر نہیں ہیں کیونکہ یہ سب اسرائیلیات ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ایسی حدیث مروی نہیں اس لئے حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شریف میں لکھتے ہیں کہ:۔

ترجمہ: ''معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور تھا''۔ انکا نام ہی معد اس لئے رکھا گیا کہ وہ بنی اسرائیل کے خلاف بہت جنگ کیا کرتے تھے۔ وہ جب بھی کسی سے جنگ کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کے سبب کامیاب و کامران لوٹتے تھے''۔

حضرت علامہ زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اس قدر اضافہ فرمایا ہے۔

''لبسبب نور النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم''

از: السیرۃ النبویہ۔جلد۔1۔صفحہ۔11،سیرۃ حلبیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔16

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ترجمہ حدیث مبارک:''عدنان ومعد۔مضر۔ربیعہ اور خزیمہ اور انکے آباؤ اجداد دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے اس لئے اِنہیں بھلائی کے ساتھ یاد کیا کرو''۔

از: مسالک الحنفا۔صفحہ۔37

اس حدیث مبارکہ میں تاجدار عرب وعجم سرکار کون ومکاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معد اور حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اُن کے تمام آباء کرام کے مومن ہونے کی وضاحت فرمادی ہے لہٰذا اس کے بعد اُن کے ایمان اور ان کے دین اسلام پر ہونے میں شک وشبہ کرنا دُرست نہیں۔

(21) حضرت عدنان رضی اللہ عنہ بن اددیااوس

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اور اددیا بعض کے مطابق اوس کے فرزند تھے۔لفظ عدنان ''عدن'' سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے قائم کرنا۔حضرت علامہ زینی دحلان۔رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

ترجمہ: ''حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عدنان اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اُنکی حفاظت پر مامور فرمایا دیا اور ہمیشہ کے لئے فرشتوں کو اُن کے ساتھ قائم کردیا''

از:السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔11

سیرت النبویہ اور تاریخ الخمیس میں ہے کہ:

ترجمہ:''کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو ان کی حفاظت کے لئے مقرر فرمادیا تھا اس لئے انہیں عدنان کہا جاتا ہے۔ ایسا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جن وانس کی نظریں حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لگی ہوئی تھیں اور وہ آپ کو شہید کرنا چاہتے تھے۔وہ کہتے تھے کہ اگر ہم نے اس بچے کو جوانی تک چھوڑ دیا تو اس کی پشت سے وہ ہستی پیدا ہوگی جو تمام لوگوں کی سردار ہوگی۔یہ دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عدنان کی حفاظت کے لئے فرشتوں کو مستقل مقرر فرمادیا''۔

از: السیرۃ النبویہ۔جلد۔1۔صفحہ۔10
تاریخ الخمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔46

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کے بھائی

والد کی طرف سے حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو حقیقی بھائی تھے جن کے نام درج ذیل ہیں۔

(1) لبنت برادر عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (2) عمرو برادر عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از: تاریخ الامم والملوک۔ جلد۔2۔ صفحہ۔191

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ نسب پاک پر تمام اہل سیر۔ اہل تاریخ اور محققین کا اتفاق ہے۔ اس سے آگے سلسلہ پاک کے بارے میں اختلاف ہے۔

از: الروض الانف۔ جلد۔1۔ صفحہ۔8۔

تاریخ الامم والملوک۔ جلد۔2۔ صفحہ۔191

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آگے سلسلہ نسب کے بارے میں جتنے اقوال ہیں اور کتب سیر و تاریخ سے مل سکے ہیں یہاں تحریر کر رہے ہیں۔

پہلا قول

پہلا قول یہ ہے۔ حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ادد بن بن مقوم بن ناحور بن تیرح یعقوب بن نبت بن انوش بن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام بن سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

دوسرا قول

دوسرا قول یہ ہے۔ حضرت عدنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اوس بن المیح بن نابت بن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام بن سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

تیسرا قول

تیسرا قول یہ ہے۔ حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن اوس بن سحب بن ایوب بن قیدار بن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام بن سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

چوتھا قول

چوتھا قول یہ ہے۔ حضرت عدنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ادد بن امین بن شاجت بن ثعلبہ بن کتر بن یربح بن محلم بن العلوم بن المحتمل بن دائمتہ بن العیقان بن ثعلبہ بن شحدود بن انطریف بن عقبر بن اسماعیل بن ابراہیم علیہم اسلام۔

پانچواں قول

پانچویں قول کے مطابق سلسلہ نسب یوں ہے۔ عدنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ادد بن عوج بن المعطم بن الطمع بن القسود بن العبود بن وعدع بن محمود بن الزئد بن بدان بن الدرس بن حصن بن النزال بن القاسم بن المشبر بن معدد بن صیفی بن الہنسبت بن قیدار بن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام بن سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

چھٹا قول

چھٹے قول کے مطابق حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شجرہ نسب یوں ہے۔ ''حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت ابن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام بن سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام''۔

ساتواں قول

ساتویں قول کے مطابق نسب یوں ہے۔ حضرت عدنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اد بن ادد بن زید بن معد بن مقوم بن ھمسیع بن نبت بن قیدار بن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام بن سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

آٹھواں قول

آٹھویں قول کے مطابق سلسلہ نسب یوں ہے۔ حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ادد بن ھمسیع بن نبت بن شلامان بن حمل بن نبت بن قیدار بن سیدنا حضرت اسماعیل بن سیدنا حضرت ابراہیم علیہم السلام۔

نواں قول

نواں قول یہ ہے۔حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ادد بن ھمیسع بن ناحور بن یشحب بن مالک بن ایمن بن نبت بن زیدرا بن سیدنا حضرت اسماعیل بن سیدنا حضرت ابراہیم علیہم السلام۔

دسواں قول

حضرت عدنان کے سلسلہ نسب کے بارے میں دسواں قول یوں ہے۔حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن اد بن ادد بن ھمیسع بن یشحب بن معد بن سعد بن بریح بن نمیر بن جمیل بن منجم بن لافث بن صابوح بن کنانہ بن العوام بن نابت بن قیدار بن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام بن سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام"۔

از: سیرت النبویہ۔صفحہ۔40تا42

صحیح ترین قول

مذکورہ تمام اقوال میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب یوں ہے۔
حضرت عدنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ادد بن زید یا زند بن نبت بن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام بن سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام"۔کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بسند صحیح یہی مروی ہے۔اس کے علاوہ تمام اقوال کتب تاریخ سے منقول ہیں اور کسی بھی حدیث سے ان کی تائید نہیں ہوتی"۔

از: فتح الباری۔جلد۔6۔صفحہ۔419۔460

ابراہیم بن یعقوب جوزجانی کہتے ہیں مجھے مصر میں حدیث بیان کی صاحب مغازی حضرت ابو عبداللہ ہارون نے عبدالعزیز عمران سے انہوں نے عمر بن عبدالرحمٰن عوف سے انہوں نے کہا مجھے خبر دی موسیٰ بن یعقوب الزمعی نے انہوں نے بیان کیا مجھے میرے چچا ابوالحارث نے بتایا انہوں نے اپنے والد سے وہ حضرت ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا"معد بن عدنان بن اد بن ادد بن زید بن بری بن اعراق۔ پھر مزید ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا قوم عاد۔ثمود اور اصحاب الرس اور دیگر بہت سی قوموں کو جنہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے"۔

از: المعجم الصغیر۔جلد۔6۔صفحہ۔26

اس حدیث کی سند

مذکورہ حدیث کا مدار موسیٰ یعقوب زمعی پر ہے اور وہ ثقہ راوی ہیں۔ حضرت امام حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

ترجمہ: ''حضرت ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ موسیٰ بن یعقوب زمعی ثقہ ہیں اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور ابن قطان کہتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں۔

از: تہذیب التہذیب۔جلد۔10۔صفحہ۔378

لہٰذا اس حدیث سے اس قول کی تائید ہوگئی کہ حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حضرت اسماعیل علیہ اسلام کے درمیان چار آباء ہیں اور یہی بات قرین قیاس ہے۔ جسے اجل محققین نے اختیار کیا ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے درمیان عرصہ

حضرت امام ابوجعفر فرطوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان پانچ سو پچھتر (575) سال کا عرصہ ہے یہ حدیث سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے

از: تاریخ الامم والملوک۔جلد۔2۔صفحہ۔171

حضرت امام ابن الوردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت ابراہیم اعلیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان پانچ سو پینتالیس (545) برس کا عرصہ ہے۔ کیونکہ جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُس وقت سیدنا حصرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو سال (100) تھی۔

پھر جب حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر مبارک ساٹھ (60) سال تھی۔

پھر جب حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے لاوی پیدا ہوئے تو حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر مبارک چھیاسی (86) سال تھی۔

جب لاوی کے صاحب زادے قاہاث پیدا ہوئے تو اس وقت لاوی کی عمر چھیالیس (46) سال تھی۔

پھر جب قاہاث کے بیٹے عمران پیدا ہوئے تو قاہاث کی عمر اس وقت تریسٹھ (63) سال تھی۔

اور جب سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت اُن کے والد عمران کی عمر ستر (70)

سال تھی۔

اس طرح سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درمیان پانچ سو پچیس (525) سال کا عرصہ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارکہ ایک سو بیس (120) سال تھی۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو پچھتر (175) سال۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو اسی (180) سال۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو سنتالیس (147) سال۔ لاوی کی عمر ایک سو سینتیس (137) سال اور قاہاث کی عمر ایک سو ستائیس (127) سال اور عمران کی عمر ایک سو چھتیس (136) سال اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس (120) سال تھی۔

از: تتمہ المختصر فی اخبار البشر۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 17

حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا درمیانی عرصہ

''حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان تقریباً پانچ سو سال کا عرصہ ہے کیونکہ سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد اُنکے بیٹے حضرت نابت کعبہ معظّمہ کے متولی ہوئے پھر حضرت نابت کی وفات کے بعد بنی جرہم کعبہ شریف کے متولی بنے''۔

از: تاریخ یعقوبی۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 222

بنی جرہم قریباً تین سو سال اور بقول امام مسعودی دو سو ساٹھ (260) سال مکہ شریف کے حکمران رہے۔ حضرت امام تقی الدین محمد بن احمد الحسنی الفاسی مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''بنی جرہم تین سو سال حکمران کعبہ رہے''۔

حضرت امام مسعودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ترجمہ۔ ''کہ سب سے پہلے اہل جرہم میں سے مضاض بن عمرو بن الرقیب حاکم ہوا۔ پھر ایک سو سال تک متواتر حکمران رہا اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا عمرو بن مضاض ایک سو بیس (120) سال تک حکمران رہا پھر اس کا بیٹا حارث مضاض بن عمرو بن مضاض الاصغر چالیس (40) سال تک حاکم رہا۔ اس طرح بنی جرہم کا دورِ حکومت 100 سال +120 سال +40 سال۔ (260) سال بنتا ہے۔

بنی جرہم کے ساتھ بنی خزاعہ نے جنگ کی اور بنی جرہم کو شکست دے کر مکہ شریف سے نکال دیا۔ یوں دو سو ساٹھ (260) سال حکومت کرنے کے بعد بنی جرہم کی جگہ بنی خزاعہ مکہ شریف کے حکمران بنے۔ اس قبیلے کے سردار کا نام عمرو بن لحی الخزاعی تھا۔ یہ وہ پہلا بدبخت شخص ہے جس نے عرب میں بت پرستی کی

رسم رائج کی اس سے پہلے اہل عرب دین ابراہیم پر تھے۔ عمرو بن الخزاعی لعنۃ اللہ عرب میں بت پرستی کا بانی تھا۔ حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اُدد نے اس سے جنگ کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ۔

ترجمہ حدیث مبارک: ''عمرو بن لحی الخزاعی کو جہنم میں اپنی انتڑیاں (یا ٹانگیں) گھسیٹتے ہوئے دیکھا کیونکہ سب سے پہلے اسی نے عرب میں شرکِ رائج کیا تھا''۔

از: بخاری شریف کتاب المناقب

عمرو بن لحی تین سو چالیس سال (340) زندہ رہا اور اس کی اولاد اُس کے بعد ایک سو ساٹھ برس (160) کعبہ شریف کے متولی رہے۔ ''اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد حضرت قصی بن کلاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوخزاعہ سے جنگ کی اور انہیں مکہ شریف سے نکال دیا اور خود بیت اللہ شریف کے متولی ہوئے''۔

از: انسان العیون فی سیرت الامین المامون۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 11

عمرو بن لحی سے پہلے بنی اسماعیل دین ابراہیمی پر تھے

تمام بنی اسماعیل حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہی تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں صاحب سیرت حلبیہ لکھتے ہیں۔

ترجمہ: ''اس سے ثابت ہوا کہ بتوں کی پوجا کو رواج عمرو بن لحی کے زمانے سے ہوا اور وہ عمرو بن لحی حضرت اُدد اور حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تھا۔ اس طرح عیاں ہوگیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حضرت عدنان تک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام ملت ابراہیمی پر تھے اور مومنین وصالحین ہی تھے۔ اور حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت مرہ تک تمام آباء کرام کے مومن ہونے کی احادیث مبارکہ میں صراحت موجود ہے''۔ جیسا کہ ہم پہلے تفصلاً بیان کر چکے ہیں۔ اور حضرت کلاب سے حضرت عبد اللہ تک تمام آباء کا اہل ایمان ہونا ثابت ہے۔

از: سیرت حلبیہ۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 10

(22) حضرت اُدد بن الہمیسع

حضرت اُدد حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اور الہمیسع کے بیٹے تھے۔ حضرت امام

دیارالبکری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ادد کا شجرہ نسب یوں بیان کرتے ہیں۔ ''ادد بن ہمیسع بن نبت بن حمل بن قیدار بن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام بن سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام''۔

حضرت ادد کی آواز بلند تھی اور بنی اسماعیل علیہ السلام میں وہ صاحب شرف تھے اس لئے اُن کا نام اددرکھا گیا۔ حضرت ادد سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے عربی زبان کو قلم سے لکھا اور اس زبان کو سیکھا اِسی وجہ سے وہ صاحب فضیلت ہوئے۔

(23) حضرت ہمیسع بن نبت

حضرت ہمیسع حضرت ادد کے والد اور حضرت نبت کے بیٹے تھے۔ حضرت ہمیسع کے حالات زندگی اور اُن کی تفصیل ہمیں نہیں مل سکی۔

(24) حضرت نبت بن حمل

حضرت نبت حضرت ہمیسع کے والد اور حضرت حمل کے بیٹے تھے۔ حضرت نبت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک جلوہ فگن تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی نیک سیرت انسان تھے۔ وہ اپنے آباء واجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف پر قائم تھے۔ حضرت نبت رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکار کے بہت شوقین تھے۔

از: تاریخ الخمیس۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 146

(25) حضرت حمل بن قیدار

حضرت حمل حضرت نبت کے والد اور حضرت قیدار کے بیٹے تھے۔ حضرت حمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت یعقوب بن اسحاق علیہم السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت امام دیارالبکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ: ''جب حضرت حمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوانی میں قدم رکھا تو اُن سے اُن کے والد حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلف لیا کہ وہ ہمیشہ تاجدار عرب وعجم سید المرسلین سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس نور مبارک کی حفاظت کریں گے جو اُن کی پیشانی میں چمک رہا ہے۔ حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹے سے یہ حلف لینے کے بعد ان کو ہمراہ لیا اور جبل ثبیر پر تشریف لے گئے۔ جبل ثبیر مکہ شریف کے قریب ایک پہاڑ ہے وہاں پہنچے تو ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ اصل میں وہ حضرت عزرائیل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا'' اے قیدار اپنا کان میری طرف

کروتا کہ میں آپ سے ایک خفیہ بات کرسکوں ۔حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا کان حضرت عزرائیل علیہ السلام کی طرف کیا پس اُسی وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام نے حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رُوح قبض کرلی۔اس کے ساتھ ہی حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر گر گئے ۔حضرت حمل یہ سب کچھ خاموشی کے ساتھ دیکھ رہے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ والد زمین پر گر گئے ہیں تو ناراض ہوکر بولے اے فلاں شخص تونے میرے والد کو قتل کردیا ہے۔حضرت عزرائیل علیہ السلام نے حضرت حمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سُن کر فرمایا۔اے بچے اپنے باپ کو دیکھو کیا وہ میت ہے؟ حضرت حمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ والد کو غور سے دیکھنے کے لئے نیچے جھکے اُدھر حضرت عزرائیل علیہ السلام فوراً غائب ہوگئے ۔حضرت حمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھا تو وہاں کسی کو موجود نہ پایا وہ سمجھ گئے کہ موجود شخص اصل میں حضرت عزرائیل علیہ السلام تھے۔اتنی دیر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک شخص وہاں آ گیا پھر دونوں نے مل کر حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دیا کفن پہنایا اور جبل ثبیر پر دفن کردیا۔حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر جبل ثبیر پر موجود ہے۔

از: تاریخ خمیس۔جلد۔1۔صفحہ۔146

(26) حضرت قیدار بن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حمل کے والد اور سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند تھے نہایت وجیہہ، صاحب علم وفن، مدبر اور دانش ورشخصیت کے مالک تھے۔ان کے چہرہ پر چمکنے والے نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہر ایک آپ کی نہایت تعظیم وتکریم کرتا تھا۔

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد کا عجب واقعہ

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد کا واقعہ نہایت عجیب تھا جسے تفصیل کے ساتھ حضرت امام دیار البکری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تحریر کیا ہے۔

ترجمہ:''حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ انور میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک چمکتا تھا اس لئے آپ کو حکم ہوا کہ پاکیزہ عورتوں سے نکاح فرمائیں کیونکہ کسی بھی مشرک عورت کا بطن اس نور مقدس کے لائق نہیں ہے۔حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھ لیا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے جو عورتیں ہیں وہی پاکیزہ ہیں اور یہ نور مقدس انہی میں سے کسی کے بطن میں منتقل ہونے کے لائق ہے۔اس خیال کے مطابق حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے سو عورتوں کے ساتھ عقد کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ان میں سے کسی کے بطن میں منتقل

نہ ہوا۔ ایک مرتبہ حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگل میں شکار کھیلنے میں مصروف تھے کہ جنگل کے جانوروں نے آپ کو عار دلائی اور یوں کہا ”اے قیدار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہمیں شکار کرنے سے بہتر یہ ہے کہ جو نور مبارک آپ کے چہرہ انور میں چمک رہا ہے اس کو اُس کی جائے ودیعت میں منتقل کرنے کا ارداہ کرلیں آپ الہٰ ابراہیم علیہ السلام سے ڈریں“۔

”جانوروں کی یہ بات سُن کر حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرا گئے اور اسی گھبراہٹ میں گھر واپس تشریف لائے اور فرمایا الہٰ ابراہیم علیہ السلام کی قسم جو گفتگو میں نے ان پرندوں اور جانوروں کی زبان سے سُنی ہے جب تک اُسکی حقیقت مجھ پر واضح نہ کردی جائے میں نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ کچھ پیئوں گا اس قسم کے بعد غمگین ہو کر بیٹھ گئے۔ ایک روز اِسی حالت میں تشریف فرما تھے کہ ایک نوجوان آدمی کی شکل میں آسمان سے فرشتہ نازل ہوا۔ اُس فرشتے نے حاضر خدمت ہو کر سلام کیا اور فرمایا اے قیدار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ کو پوری دنیا کا بادشاہ بنایا گیا ہے۔ آپ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اس وقت تک منتقل نہیں ہوگا جب تک آپ الہٰ ابراہیم علیہ السلام کے نام پر قربانی نہ کریں۔ جب آپ قربانی کریں گے تو آپ کو بتا یا دیا جائے گا کہ کس خاتون سے نکاح فرمائیں تا کہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بطن میں منتقل ہو“۔

فرشتے کی زبانی یہ بات سُن کر حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جگہ تشریف لے گئے جہاں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لئے لے گئے تھے ۔ وہاں جا کر حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات سو دنبے طلب کئے اور ان کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی بارگاہ الٰہی میں عرض کی اے خالق کائنات اگر تو مجھے وہ عظیم ترین بچہ عطا فرمانے والا ہے تو میری اس قربانی کو قبول فرما اور مجھے اس عورت کا پتہ بتا جس کے ساتھ میں عقد کروں تا کہ یہ نور مبارک اسکے بطن میں منتقل ہو سکے۔ حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دُعا کے ساتھ دنبے ذبح کرنا شروع کئے آپ جیسے ہی دنبہ ذبح فرماتے آسمان سے سفید زنجیر کی صورت میں آگ اُترتی اور دنبے کو اچک لے جاتی یہ عمل جاری تھا کہ آسمان سے نداء آئی اے قیدار ہم نے تمہاری قربانی قبول کی اور تمہاری دُعا کو شرف قبولیت بخشا۔ اب تم شجرۃ الوغد (وغد ایک درخت کا نام ہے) کے نیچے جا کر سو جاؤ اور تمہیں خواب میں جو حکم دیا جائے اس پر عمل کرو۔ حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسب حکم درخت کے نیچے جا کر سو گئے خواب میں انہیں ہاتف نے ندا کی اور فرمایا“۔

”اے قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نور جو آپ کے چہرہ میں جلوہ گر ہے یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ہے۔ یہ وہ نور ہے کہ اللہ نے تمام مخلوق اسی نور مبارک سے پیدا فرمائی اور یہ عربی ہیں اس لئے عربی

عورتوں کے بطن میں ہی منتقل ہونے چاہئیں۔ پس تم اپنے لئے عورت تلاش کرو اس عربی عورت کا نام غاضرہ ہے۔ حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خواب دیکھ کر بیدار ہوئے۔ آپ بہت خوش تھے۔ آپ نے غاضرہ نام کی عورت کی تلاش شروع کی وہ بنی جرہم کے رئیس کی صاحبزادی تھیں حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا جو قبول ہوا اور یوں آپ نے حضرت غاضرہ سے شادی فرمائی کچھ عرصہ بعد ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک بطن غاضرہ میں منتقل ہوا اور یوں مقررہ مدت کے بعد حضرت حمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے''۔

از: تاریخ الخمیس۔ جلد۔1 صفحہ۔147

حضرت قیدار رضی عنہ کے خصائل

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیاں عطا فرما رکھی تھیں حضرت امام دیار البکری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخمیس فی لاحوال نفس النفیس میں یوں بیان کیا ہے۔

(1) حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بہادر اور شجاع تھے۔

(2) حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے قوی اور طاقت ور تھے۔

(3) حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی متواضع انسان تھے۔

(4) حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیر اندازی اور نشانہ لگانے کے بڑے ماہر تھے۔

(5) حضرت قیدار رضی اللہ عنہ پرندوں اور جانوروں کو شکار کرنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔

(6) حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت کے شہ زور تھے۔

(7) حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوبصورت زلفوں کی وجہ سے زلفوں والے مشہور تھے۔

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی جانور یا پرندہ شکار کرتے تو شکار کیا ہوا جانور یا پرندہ بولتا اور یوں کہتا مجھے بِسْمِ اللّٰہِ اللّٰہُ اَکْبَر کہے بغیر ذبح نہ کرنا اور جس جانور یا پرندے پر اللہ کا نام نہ لیا ہو اُسے کبھی نہ کھانا۔

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا مطلب

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض اصحاب سیر کے نزدیک انکا نام قیذار تھا۔ قیذر کا معنی ہے بادشاہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیونکہ اپنے زمانہ میں عرب کے بادشاہ تھے اس لئے

ان کا نام قیذار رکھا گیا۔حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔اور سند کے ساتھ یہ روایت قوی اور صحیح ہے۔

از: روضتہ الانف۔جلد۔3۔صفحہ۔485

حضرت قیدار رضی اللہ عنہ کے بھائی

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گیارہ بھائی اور تھے جن کے نام درج ذیل ہیں۔

(1) نابت بن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام - یہ سب سے بڑے بھائی تھے۔

(2) مشابن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

(3) اربل بن حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

(4) صمعابن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

(5) ماشی بن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

(6) ذمابن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

(7) آزربن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

(8) طسمابن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

(9) بطوربن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

(10) بیشابن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

(11) قیدمابن سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

حضرت عبدالمطلب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
چچا اور پھوپھیوں کی تعداد اور مختصر حالات

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب نہایت وجیہ شان وشوکت عظمت و رتبہ والے شریف النفس انسان تھے۔انہوں نے چھ شادیاں کیں جن میں سے پندرہ لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔بعض کتب سیر میں بیٹوں کی تعداد گیارہ و بارہ بھی ملتی ہے۔جیسے صاحب مواہب الدنیہ فرماتے ہیں کہ بیٹوں کی تعداد بارہ تھی۔اکثریت بارہ بیٹوں کی تعداد پر متفق ہے جن میں سے 10 بیٹوں کے حالات

زندگی کتب سیر وتاریخ میں ملتے ہیں جبکہ بقایا بیٹوں کے حالات نہیں ملتے اور اگر کسی سیرت کی کتاب میں تحریر بھی ہیں تو اس قدر مختصر کہ نہ ہونے کے برابر۔ حضرت عبدالمطلب کی اولاد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں آتی ہے اس لیے ان کی اولاد کے مختصر حالات زندگی تحریر کر رہا ہوں۔

حضرت عبدالمطلب کی بیویوں کے نام

1. فاطمہ بنت عمرو بن عائذ (انکا تعلق قبیلہ بنی مخزوم سے تھا)

اولاد:

بیٹے:

1. حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدگرامی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
2. حضرت ابوطالب والدگرامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بیٹیاں:

آپ کے بطن سے پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

1. حضرت بیضا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
2. حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
3. حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا
4. حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
5. حضرت برہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

2. نتیلہ بنت خباب بن کلیب: بنی ربیعہ

اولاد:

بیٹے

1. سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. ضرار بن حضرت عبدالمطلب
3. قثم بن حضرت عبدالمطلب

3. ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ: (قبیلہ بنی زہرہ)

اولاد:

بیٹے:

1. سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. مقوم بن حضرت عبدالمطلب
3. حجل بن حضرت عبدالمطلب
4. مغیرہ بن حضرت عبدالمطلب
5. عبدالکعبہ

بیٹی:

1. سیدہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

4. لبنیٰ بنت ہاجر: (قبیلہ خزاعہ)

اولاد:

بیٹا: ابولہب (عبدالعزیٰ)
بیٹی: اروا بنت حضرت عبدالمطلب

5. صفیہ بنت جنیدب بن حجیر (قبیلہ بنی نضر)

اولاد:

بیٹا: حارث بن حضرت عبدالمطلب
بیٹی: اروی بنت حضرت عبدالمطلب

6. منعمتہ بنت عمرو بن مالک: (قبیلہ بنی خزاعہ)

اولاد:

بیٹے:

1. غیداق بن عبدالمطلب
2. مصعب بن عبدالمطلب

ضروری وضاحت

گوہم نے اوپر پندرہ بیٹوں کے نام تحریر کیے ہیں مگر اصحاب سیر کی اکثریت اسی بات پر متفق ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے بارہ بیٹے ہی تھے۔ کیونکہ مورخین لکھتے ہیں کہ غیداق اور حجل ایک ہی نام ہے جبکہ مقوم کا نام ولقب ہی عبدالکعبہ تھا اوراس طرح قثم نامی بیٹے کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اسطرح تعداد بارہ ہی بنتی ہے (واللہ اعلم) مذکورہ تشریح کے مطابق سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس (10) یا گیارہ (11) چچا تھے اور یہی صحیح صورت حال ہے۔ یہاں ہم قدرے تفصیل سے ان بھائیوں کی اولاد کا ذکر رقم کررہے ہیں۔ اہل عرب کے ہاں یہ دستور ہے کہ والد کا بھائی چھوٹا ہو یا بڑا اسکو چچا ہی کہا جاتا ہے۔

(1) حضرت حارث بن عبدالمطلب

حضرت عبدالمطلب کے سب سے بڑے فرزند حضرت حارث ہی تھے۔ ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت جنیدب تھا۔ حضرت حارث کے نام کی نسبت سے ہی حضرت عبدالمطلب ابوالحارث کنیت رکھتے تھے حضرت حارث نہایت وجیہہ، بردبار، تحمل مزاج، بہادر اور حد درجہ سخی تھے، غریب یتیم اور بیواؤں کی مدد کرنے والے تھے۔ جاہلیت کے زمانہ میں جبکہ پورا عرب جوا، شراب، زنا اور دوسری تمام برائیوں کی دلدل میں غرق تھا یہ ان تمام برائیوں سے کوسوں دور نہایت ایماندارانہ اور پاک صاف زندگی بسر کرتے تھے۔ اپنی نیک عادات اور حسن سلوک کی وجہ سے لوگوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی پرکشش شخصیت کی وجہ سے ہر ایک ان کو دل کی گہرائیوں سے چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے اشارہ کے بعد جب حضرت عبدالمطلب نے زمزم کے کنویں کی کھدائی شروع کی تو یہ ان کے ساتھ شامل تھے۔ والد کی حیات میں ہی مکہ مکرمہ میں انتقال کرگئے۔ ان کی اولاد یہ تھی۔

اولاد حارث بن حضرت عبدالمطلب

حضرت حارث کے چار بیٹے تھے۔

(1) حضرت مغیرہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(2) حضرت نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(3) حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(4) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوسفیان مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حارث کے بڑے بیٹے تھے نام مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کنیت ابوسفیان تھی۔انہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضائی بھائی ہونے کا شرف حاصل تھا۔انہوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ نوش کیا تھا۔حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے مشہور و نام ور بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔گھوڑ سواری، نیزہ بازی اور صاحب سیف ہونے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔دوسری طرف نہایت عاقل، ملنسار غریبوں کی مدد کرنے والے اور سچے انسان تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعراء عرب میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔اکثر لوگ انہیں شعر وسخن کا بادشاہ کہتے تھے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو مخالفت کرنے والوں میں شامل تھے۔مگر اللہ کی توفیق سے فتح مکہ سے چند یوم پہلے خود ہی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کلمہ شریف پڑھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دائرہ سلامتی میں داخل ہوئے۔غزوہ حنین میں جب مسلمانوں پر سخت وقت آیا تو ثابت قدم رہنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں شامل تھے۔پورا وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلاتے تھے آپ علیہ السلام بھی ان سے خاص الفت ومحبت فرمایا کرتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہشتی جوانوں میں سے ایک ہیں''۔

وفات

حضرت مغیرہ ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فریضہ حج ادا کرنے گئے منیٰ کے مقام پر سرمنڈواتے ہوئے حجام سے غلطی ہوگئی اس نے بے احتیاطی سے ان کے سر میں موجود مستا کاٹ دیا۔خون اس قدر زیادہ بہہ گیا کہ رکنے میں نہیں آتا تھا کافی کوشش کے بعد کسی حد تک خون پر قابو پایا گیا اسی حالت میں مدینہ منورہ واپس آئے مگر کمزوری اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ جانبر نہ ہوسکے اور یوں اسی حالت میں 20ھ کو انتقال فرما گئے۔سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

اولاد

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو صاحب زادے تھے۔جنہیں صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا شرف حاصل ہوا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(1) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(2) حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ حنین میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجاہدین میں شامل تھے۔ میدان جنگ میں بڑی ثابت قدمی سے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں انتقال فرمایا۔ مجاہدین میں بڑے ہی اہمیت کے حامل نہایت بہادر شہسوار مرد میدان اور سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے جاں نثار تھے۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد (تایا کے بیٹے) بھائی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حارث کے دوسرے بیٹے تھے ابتدا اسلام میں دیگر اہل قریش کی طرح اسلام کے سخت مخالف تھے۔ یہاں تک کہ غزوہ بدر میں قید ہونے والے کفار میں شامل تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فدیہ ادا کرنے کے بعد رہا کرایا۔ وقت گزرتا گیا آخر اللہ کریم نے ان کے حال پر مہربانی فرماتے ہوئے غزوہ خندق کے بعد انہیں صراط مستقیم پر قائم فرمایا۔ مدینہ منورہ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول فرمالیا۔ غزوہ حنین میں شامل تھے جنگ سے پہلے تین ہزار نیزے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیے مکمل حال ہم غزہ حنین میں بیان کریں گے۔ غزوہ حنین میں ہمرکاب حضور علیہ السلام تھے میدان جنگ میں بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ ہاشمی خاندان میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ عمر والے مسلمان تھے۔ حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے کے بعد مذہب حنیف کے سخت پیروکار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پکے سچے جاں نثار بن گئے اور یوں کئی مرتبہ جاں نثاری کا عملی ثبوت پیش کیا۔

انتقال

حضرت نوفل بن حارث 25ھ کو مدینہ منورہ میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ ان کی قبر شریف جنت البقیع میں ہے۔

اولاد

حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین بیٹے تھے اللہ کے فضل وکرم اور سرکار دوعالم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے تینوں نے صحابیت کا درجہ پایا۔ان کے اسمائے گرامی اور مختصر حالات زندگی درج ذیل ہیں۔

(1) حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہما
(2) عبداللہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہما
(3) حضرت حارث بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(1) حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت جری اور صاحب فہم وفراست تھے۔اپنے علمی مقام کی وجہ سے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جب شکی القلب لعنتی عبدالرحمان ابن ملجم نے قاتلانہ حملہ کیا شیر خدا زخمی ہوئے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی نہایت بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے اس قاتل کو گرفتار کیا تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت قریب تھے۔صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی وجہ سے ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔

(2) حضرت عبداللہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت عبداللہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے دور اندیش اور صاحب فراست شخصیت کے مالک تھے۔سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اس فہم وفراست کی بناپر کوفہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ان کا چہرہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کے ساتھ بڑی مشابہت رکھتا تھا۔اور یہ ان پر اللہ کا خاص لطف وکرم تھا۔

(3) حضرت حارث بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت حارث بن نوفل اپنے بھائی عبداللہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح بڑے عاقل اور دور اندیش تھے۔سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی جملہ خوبیوں کی وجہ سے انہیں مکہ مکرمہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔63ھ میں اہل بصرہ ان کو یزید بن معاویہ کی جگہ حاکم بصرہ بنانا چاہتے تھے مگر وقت نے انکو اتنی مہلت نہ دی اور یہ 63 ھ میں ہی اس فانی دنیا سے کوچ فرما گئے۔اللہ نے ان کو دو بیٹوں کی دولت سے نوازا تھا جو نہایت دلیر اور عالم تھے ان کے نام عبداللہ بن حارث اور ربیعہ بن حارث تھے دونوں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

(i) حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام عبدشمس تھا جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبدشمس نام تبدیل فرما کر عبداللہ رکھ دیا۔ یہ نہایت جری بہترین شہسوار اور آلات حرب کے ماہر تھے۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں زرد بخار کا موذی مرض پھیل گیا حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مرض میں مبتلا ہو گئے بہت علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوا آخر اسی بخار کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ میں ہی مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریفہ جنت البقیع میں ہے۔

(ii) حضرت حارث بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دوسرے بیٹے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ابواروی ان کی کنیت تھی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبۂ مبارک میں ارشاد فرمایا کہ خون بہا کو صاف کرنے کی ابتدا میں کرتا ہوں۔ اور اس سلسلے میں ربیعہ بن الحارث کا مطالبۂ خون بہا معاف کرتا ہوں۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شیر خوار بیٹے کو دشمنوں نے قتل کر دیا تھا۔ اس خون کو معاف فرما کر حضور علیہ السلام نے بنی نوع انسان پر وہ عظیم احسان فرمایا جس کی مثال نہیں ملتی۔ کیونکہ اس عمل مبارک کے بعد خون بہا صاف کر دینا سنت نبوی بن گیا۔ جس پر اہل ایمان عمل کرنے لگے۔ حضرت ربیعہ بن حارث کی زوجہ محترمہ کا نام اُمِ فراس رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ جو شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لخت جگر تھی۔ یہ اپنے اہل وعیال کے ہمراہ یزید بن معاویہ کے پاس دمشق میں رہتے تھے۔

انتقال

23ھ میں دمشق کے مقام پر انتقال ہوا اور قبر اسی جگہ ہے۔

از: اصابہ۔ جلد 4 صفحہ 347، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 789

(2) حضرت زبیر بن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قابل ترین فرزند تھے۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ تھا جو قبیلہ بنی مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ اپنے حقیقی بھائیوں سیدنا حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑے تھے۔ انکا شمار قریش کے نامور لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ دور جاہلیت میں ہر قسم کے گناہ اور جملہ تمام برائیوں اور آلودگیوں سے کنارہ کش رہتے ہوئے پاک صاف زندگی بسر فرماتے رہے۔ نہایت حلیم، بردبار، معاملہ فہم سخی، بہادر، غریبوں مسکینوں کی مدد کرنے والے تھے۔ بلند پایہ شاعر تھے۔ مذکورہ تمام خوبیوں کی وجہ سے حضرت عبدالمطلب

کے بعد ان کے جانشین ہوئے حسن تدبر اور مہمان نوازی میں بے مثال تھے۔

اولاد

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند کا اسم گرامی سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ دو صاحب زادیاں حضرت ضباعہ اور حضرت اُم حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ دونوں کو صحابیہ ہونے کی سعادت عظمیٰ ہوئی حاصل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے تھے۔ نہایت بردبار بہادر اور اہل عرب کے ہاں شجاعت میں اہم مقام کے مالک تھے۔ بلند اخلاق، رحم دل اعلیٰ پایہ کے مہمان نواز ہمدرد و ملنسار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثاروں میں اہم مقام رکھتے تھے۔ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی امتیازی شان تھی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد گرامی حضرت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کے بڑے شفیق چچا تھے۔ کتب سیر میں آتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد یہ حضور علیہ السلام کے ساتھ نہایت ہی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شفقت اور محبت کی وجہ سے اکثر انکا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ان کی اولاد کا احترام فرماتے اور ہمیشہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کا سلوک فرماتے۔ خیبر فتح ہونے کے بعد وہاں کی جائیداد میں سے انکو زیادہ حصہ عطا فرمایا۔ حضور علیہ السلام حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ماجدہ کا بہت احترام فرماتے اور ان کو امی جان کے لقب سے پکارتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں شامل تھے۔ رومی فوج کے خلاف اس قدر دلیری سے جنگ کی کہ رومیوں کے دس چوٹی کے جوانوں کو واصل جہنم کیا۔ سخت زخمی ہوئے اور آخر ان زخموں کی وجہ سے جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب آگے نہیں چل سکا۔ جس وقت جام شہادت نوش فرمایا عمر مبارکہ تقریباً 34 سال تھی۔

(3) حضرت ابوطالب بن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو طالب حضرت عبدالمطلب کے تمام فرزندوں میں نہایت اہمیت اور خاص مقام کے مالک تھے۔ انکا اصل نام عبدمناف تھا اور کنیت ابو طالب تھی۔ کنیت اصل نام پر اس حد تک غالب آ گئی کہ لوگ ان کو ہمیشہ اسی کنیت یعنی ابو طالب کہہ کر پکارنے لگے۔ حضرت ابو طالب اپنے تمام بھائیوں میں اہم ترین مقام اس لیے رکھتے تھے کہ ان کو حضور علیہ السلام کی پرورش کا عظیم ترین شرف حاصل ہوا۔ اسی شرف و وسیلہ کی نسبت سے حضرت ابو طالب نہ صرف تاریخ اسلام میں ہی بلکہ تاریخ عالم میں نہایت شرف اور عزت وتکریم کا مقام رکھتے ہیں۔

حضرت ابو طالب اپنے حقیقی بھائی حضرت زبیر سے چھوٹے اور سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والد گرامی تاجدار عرب وعجم، ختم الرسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ تھا۔

پیدائش

حضرت ابوطالب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے تقریباً 70 (ستر) برس پہلے 540ء کو مکہ مکرمہ میں حضرت عبدالمطلب کے ہاں پیدا ہوئے۔

سلسلہ نسب

حضرت ابوطالب (عبدمناف) بن حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیٰ بن کلاب۔ آپ ہاشمی قریشی تھے۔

مختصر حالات زندگی

حضرت ابو طالب گو اپنے بھائیوں سے عمر میں بڑے نہیں تھے مگر ان کی فراست اور تدبر کو دیکھتے ہوئے حضرت عبدالمطلب نے اپنی زندگی میں ہی ان کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت سونپ دی تھی۔ حضرت ابو طالب اپنے بھتیجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کمال درجے کی قلبی وعملی محبت وشفقت رکھتے تھے۔ کفالت کی ذمہ داریاں لینے کے بعد حضور علیہ السلام کو ایک لمحہ کے لئے بھی خود سے جدا نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کو بارہ برس کی عمر مبارکہ کے بعد تجارتی سفر شام میں اپنے ہمراہ رکھا۔ سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور علیہ السلام کو تجارتی کاروبار کے لیے

منسلک کیا پھر سیدہ کے ساتھ حضور علیہ السلام کا نکاح بھی خود پڑھایا۔ کفار مکہ نے بڑی کوشش کی کہ یہ حضور علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ دیں کفالت سے دستبردار ہو جائیں مگر سخت سے سخت آزمائش اور مشکل میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا۔ آپ حضور علیہ السلام کو اپنے ہمراہ داہنی طرف سلاتے اور ہمیشہ اپنے ہمراہ کھانا کھلاتے تھے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ابوطالب نے حضور علیہ السلام کے بغیر کھانا کھایا ہو۔ قریش نے آخری حربہ استعمال کرتے ہوئے جب حضرت ابوطالب کی معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مال اور عورت کا لالچ وقتل کی دھمکی کے ذریعے دین حق کی تبلیغ روک دینے کا پیغام دیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ''اے چچا یہ لوگ میرے ایک ہاتھ کی ہتھیلی پر سورج اور دوسری پر چاند لا کر رکھ دیں میں تب بھی دین حق کی تبلیغ کو نہیں چھوڑوں گا''۔ حضرت ابوطالب نے حضور علیہ السلام کا یہ جواب سن کر عرض کی اے میرے پیارے بھتیجے آپ جس کام میں مصروف ہو اسے پوری محنت ولگن سے جاری رکھو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ لوگ اگر میرے جسم کے ٹکڑے بھی کر دیں تب بھی میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا' پھر یہی جواب سرداران قریش کو جا کر سنا دیا۔ ان لوگوں نے حضرت ابوطالب کے ساتھ سماجی مقاطعہ (بائیکاٹ) کر دیا اور بنی ہاشم کو ابوقبیس کے پہاڑی درے میں محصور کر دیا۔ جہاں اہل حق پر تین سال کیا کیا ظلم وستم نہ ہوئے اس جگہ کا نام ہی شعب ابی طالب پڑ گیا۔ یہاں ان مختصر حالات پر ہی اکتفا کر رہا ہوں کیونکہ تفصیلی حالات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مبارکہ میں بیان ہوں گے۔ یہاں تو محض حضرت ابوطالب کے تعارف کے لیے چند سطور تحریر کی ہیں۔

انتقال

حضرت ابوطالب سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے بڑھ کر کائنات میں کسی اور کو عزیز نہیں رکھتے تھے انہوں نے کفالت حضور علیہ السلام کی ذمہ داریاں اٹھانے کے روز سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک ان ذمہ داریوں کو اس احسن طریقے سے پورا کیا جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ آخر قانون قدرت کے مطابق کہ "ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے" 80 سال کی عمر میں 10 نبوت بمطابق 620ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

اس سال کو تاریخ اسلام میں عام الحزن (یعنی غم کا سال) کہا جاتا ہے کیونکہ اسی سال حضور علیہ السلام کی رفیق زوجہ محترمہ سیدہ حضرت خدیجۃ الکبرائی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی وصال ہوا۔ حضرت ابو طالب وسیدہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب انتقال فرمایا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارکہ 49 سال تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دونوں ہستیوں کے وصال کا بڑا

صدمہ ہوا۔

اولاد

حضرت ابوطالب نے دوشادیاں کیں جن میں سے اولاد پیدا ہوئی پہلی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف سے کی۔ان کے بطن سے جواولاد پیدا ہوئی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1. طالب بن ابوطالب
2. حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا
6. حضرت جمانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
7. حضرت اُم طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
8. حلیق بن ابوطالب: یہ دوسری بیوی سے پیدا ہوئے جن کے حالات زندگی کسی کتب سیر میں موجود نہیں ہیں۔

حضرت ابوطالب کے سیدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چار بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

حضرت ابوطالب کی اولاد کے مختصر حالات زندگی

1. طالب بن ابوطالب (عبد مناف)

حضرت ابوطالب کے بڑے بیٹے کا نام طالب تھا اس کی نسبت سے عبد مناف ابوطالب کہلاتا تھا۔ یہ اسلام کی دولت سے محروم رہا۔طالب اپنے بھائی عقیل اور چچا حضرت عباس کے ہمراہ غزوہ بدر میں کفار مکہ کی طرف سے اہل اسلام کے خلاف لڑنے آیا۔کفار کو جب شکست ہوئی تو طالب میدان جنگ سے فرار ہو گیا اس کے بعد اسے کبھی نہیں دیکھا گیا۔بعض اصحاب سیر کہتے ہیں کہ طالب میدان جنگ سے فرار ہو گیا مگر سمندر عبور کرتے ہوئے ڈوب کر مر گیا۔بعض سیرت نگاروں کے نزدیک طالب غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔(واللہ اعلم)

2. حضرت عقیل بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عقیل حضرت ابوطالب کے دوسرے صاحب زادے تھے۔ ابو یزید انکی کنیت تھی۔ ابتدا میں مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ غزوہ بدر میں کفار مکہ کی فوج میں شامل تھے۔ اسیران بدر میں شامل تھے سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا فدیہ ادا فرما کر رہا کروایا۔ کچھ عرصہ پھر بھی کفر پر قائم رہے مگر صلح حدیبیہ سے پہلے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ غزوہ موتہ میں جوانمردی اور سرفروشی کے وہ جوہر دکھائے کہ لوگ ششدر رہ گئے۔ دیگر غزوات میں بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہ کر جاں نثاری کا عملی نمونہ پیش فرماتے رہے۔ حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ انساب عرب (نسب نامہ) کے علم میں خاص مقام رکھتے تھے۔ حضرت ابوطالب ان سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ''اے ابو یزید میں تجھ سے دوگنا محبت رکھتا ہوں ایک وجہ تو یہ ہے کہ تم میرے نزدیکی رشتہ دار ہو اور محبت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ میرے چچا حضرت ابوطالب تم سے بڑی الفت رکھتے تھے۔ حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند اخلاق اور عادات کے مالک تھے۔

انتقال

حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ 42ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں اس فانی دنیا سے کوچ فرما گئے۔

اولاد

حضرت عقیل بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین بیٹے تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1. حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(i) حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل کوفہ نے شہید کیا۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل کوفہ نے بیعت کے لئے ہزاروں خطوط تحریر کئے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حالات معلوم کرنے کے لیے کوفہ روانہ فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ پہنچے تو کثیر تعداد میں کوفیوں

نے ان کے ہاتھ پر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں بیعت کی۔
حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کے حالات تحریر فرما کر وہاں آنے کی دعوت دی۔ مگر کوفیوں نے ابن زیاد کے ڈر سے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہ صرف بیعت ہی توڑ دی بلکہ ان کو شہید کر دیا اور یوں اپنے عہد سے منحرف ہو گئے۔ کوفیوں کے لیے اسی وجہ سے مشہور ہے " کوفی لا یوفی"

(ii) حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے بیٹے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں شامل تھے انہوں نے میدان کربلا میں دین حق کی سربلندی کے لیے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

(iii) حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیسرے بیٹے حضرت محمد بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ نہایت جری اور فاضل تھے۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی لخت جگر اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینب صغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند کا اسم گرامی سیدنا حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھا۔ والد یعنی حضرت محمد بن عقیل اور صاحب زادے حضرت قاسم بن محمد رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین دونوں میدان کربلا میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہادت کے مرتبہ عظیم پر فائز ہوئے۔

(3) حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائیوں طالب اور حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چھوٹے تھے۔ حضرت ابو طالب کے بیٹے حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عمر میں دس سال بڑے تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت بردبار شعلہ بیان خطیب اور جوانمردی میں بے مثال تھے۔

پیدائش

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہاشمی قریشی 590ء میں مکہ مکرمہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حضرت

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہاشمی قریشی تھیں۔

مختصر حالات زندگی

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ منفرد مقام حاصل تھا کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صرف چچازاد بھائی ہی نہ تھے بلکہ ہم زلف اور رضاعی بھائی (دودھ شریک) بھی ہیں۔حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ کا نام حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا جو سیدہ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ السابقون الاولون کی مقدس جماعت میں شامل تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی قدیم الاسلام تھیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانے کا واقعہ نہایت ایمان افروز ہے۔کتب سیر میں آتا ہے کہ ایک روز حضرت ابوطالب نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ گھر میں مصروف عبادت ہیں۔سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور علیہ السلام کے ہمراہ مصروف عبادت ہیں اور دوران عبادت حضو علیہ السلام کی داہنی طرف تشریف فرما ہیں۔یہ دیکھ کر حضرت ابوطالب نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ عبادت میں شریک ہو جاؤ۔بیٹے نے حکم کی تعمیل کی اور عبادت سے فارغ ہو کر کلمہ شریف پڑھا اور یوں باقاعدہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔قریش مکہ نے جب مظالم کی انتہا کر دی تو حضور علیہ السلام نے اہل حق کی ایک جماعت کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا۔حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس ہجرت کرنے والے قافلے میں شامل ہو گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قافلے کا امیر مقرر فرمایا۔ہجرت حبشہ 6 نبوی میں ہوئی۔

اولاد

سیدنا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ کریم نے بیٹوں کی نعمت سے نواز رکھا تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب صاحبزادے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ان سب کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

1. حضرت ابوجعفر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت عون رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت محمد الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5. حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6. حضرت محمد اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7. حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(1) حضرت عون رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شریک تھے۔ میدان کربلا میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے

(2) حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی سیدنا امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں میں شامل تھے اور میدان کربلا میں نہایت دلیری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

(3) حضرت محمد اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نہایت فیاض اور بہادر تھے۔ سیدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا (بنت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں۔ مذکورہ دونوں شہزادے حضرت عون ومحمد انہیں کے لخت جگر تھے جو میدان کربلا میں دین حق کی سربلندی کے لیے لڑتے ہوئے شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

شہادت حضرت جعفر بن ابوطالب (حضرت جعفر طیار) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 8ھ میں جنگ موتہ میں لڑتے ہوئے اس قدر دلیری، جوانمردی اور شجاعت کا مظاہرہ کیا کہ دشمن ان کی ہیبت سے ڈر کر میدان جنگ میں بھیڑ بکریوں کی طرح دوڑتے پھرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جذبہ شہادت کے شوق میں دشمن کی صفوں میں اندر تک گھس گئے اور قتال جاری رکھا۔ دشمنوں کی تعداد کثیر تھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر جذبہ سے لڑے کہ دونوں بازو جڑ سے کٹ گئے اور اسی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو بذریعہ وحی فرمایا کہ ''ہم نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت میں دو پر عطا فرما دیئے ہیں جن سے وہ جنت میں اڑتے پھر رہے ہیں''۔ اسی خوش خبری کی بنا پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاتا ہے۔ تفصیلی واقعہ جنگ موتہ میں بیان کریں گے۔

(4) سیدنا حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا ومولانا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوطالب کے فرزند تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی تھے عمر میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس برس چھوٹے تھے۔ قدرت نے نبوت کے علاوہ تمام خوبیاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت میں جمع

فرمادی تھیں۔

پیدائش مبارکہ

سیدنا حضرت علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہاشمی وقریشی 600 ء میں مکہ مکرمہ کے مقام پر حضرت ابوطالب کے ہاں بیت اللہ شریف میں پیدا ہوئے سیدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں جو کہ ہاشمی قریشی تھیں۔ والدہ نے اسم مبارک حیدر رکھا عربی میں حیدر کے معنی چیرنے پھاڑنے والے شیر کے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے نام (مبارک) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھا۔

مختصر حالات زندگی ومناقب

حضور علیہ السلام نے علی نام مبارک رکھا۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ السابقون الاولون کی جماعت کے سرخیل ہیں۔ سیدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اسلام لائے اس وقت عمر مبارکہ دس سال تھی۔ تمام علماء محققین امت محمدیہ اس بات پر متفق ہے کہ عورتوں میں سے سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آزاد مردوں میں سے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں میں سے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غلاموں میں سے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہت محبوب رکھتے تھے۔ حضور علیہ السلام کے ارشاد مبارک کو ترمذی شریف میں سیدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت شدہ حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''منافق سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت نہیں کرے گا اور مومن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کبھی بغض نہیں رکھے گا''۔

حضرت جمیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنی پھوپھی صاحبہ کے ہمراہ سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں گئی۔ ہم نے سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں میں سے کسے سب سے زیادہ عزیز رکھتے اور محبت فرماتے تھے؟ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا سیدہ طاہرہ حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔ ہم نے پھر پوچھا مردوں میں سے انہوں نے ارشاد فرمایا سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے فرمایا ''میرے بارے میں دوگروہ ہلاک ہوں

گے ایک وہ گروہ جو میری محبت میں اس حد تک پہنچ جائے گا کہ اس کو محبت کی یہ زیادتی حق سے دور کر دے گی۔ دوسرا وہ گروہ جو میری ذات سے انتہا بغض رکھنے کی وجہ سے حق کو چھوڑ کر بہت دور نکل جائے گا۔ کامیاب گروہ وہ ہوگا جو مجھے ماننے میں درمیانی راستہ اختیار کرے گا''۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار عرب کے بہادروں میں ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مبارک اس فہرست میں سرفہرست تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''سردار نوجوانان عرب'' کا لقب عطا فرمایا تھا۔

سیدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس انسان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دی پس اس نے مجھے گالی دی''۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ شادی کے وقت سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارکہ تقریبا پندرہ سال اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریفہ 23 سال تھی۔

سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکہ سے ہجرت فرمائی تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا'' آج رات تم میرے بستر پر بے فکری کے ساتھ سونا اور صبح لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کرنے کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کر آنا''۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب حکم رات حضور علیہ السلام کے بستر مبارک پر بسر فرمائی اور پھر لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کرنے کے بعد ہجرت کا سفر اختیار فرمایا اور یوں مقام قباء پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز عالم دین اور بے مثل فقیہہ تھے۔ سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے سب سے بڑے قاضی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کرم اور فیضان رسالت کی بدولت سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو 6/10 حصے علم ملا تھا۔ پھر دسویں حصے میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسروں کے ساتھ شریک تھے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ مبارک سرخ وسفید، قد مبارک درمیانہ، کولہے بھاری، پنڈلیاں پتلی اور رانیں بھاری تھیں۔ پیشانی شگفتہ رو اور کشادہ جبیں تھے حسین وجمیل جسم اطہر تھا۔ بازو مبارک نہایت مضبوط اور پنجہ اس قدر طاقت ور کہ شکنجہ بھی کیا ہے۔ جسم مبارک پر کثرت سے بال تھے سر اور داڑھی مبارک کے بال سفید تھے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت بردبار سب سے بڑھ کر شہہ زور، مرد میدان۔ فیاضی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ابوتراب۔ حیدر کرار۔ فاتح خیبر، داماد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسد اللہ،

عشرہ مبشرہ میں شامل اور مشیر نبی علیہ السلام ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے جاں نثار ساتھی تھے۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہ واحد ہستی ہیں جو بیت اللہ شریف میں پیدا ہوئے اور مسجد یعنی اللہ تعالیٰ کے گھر میں ہی زخمی ہوکر جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں شیر کی مانند دشمن پر حملہ آور ہوتے تھے۔ کفار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میدان جنگ میں دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ جان بچاسکیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چہارم خلیفہ اسلام ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 586 احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

شہادت

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 40ھ 17 رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک صبح صادق کے وقت جامعہ مسجد کوفہ میں داخل ہوئے کہ اچانک ایک شقی القلب رسوائے زمانہ ابن ملجم نامی شخص نے جو کہ پہلے سے ہی مسجد میں چھپا ہوا تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کردیا زخم نہایت گہرا آیا جس کی وجہ سے شہادت کے مرتبہ عظمیٰ پر فائز ہوئے۔ شہادت کے وقت سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارکہ 63 سال تھی۔

نماز جنازہ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم اطہر کو سیدنا حضرت امام حسین وسیدنا حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل دیا اور سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اتوار کی رات کوفہ کے دارالامارت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم مبارک کو سپرد خاک کیا گیا۔ مزار مقدسہ نجف اشرف کوفہ میں ہے جہاں کروڑوں لوگ زیارت کے شرف کے بعد دلی مرادیں حاصل کرتے ہیں۔

اولاد

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ کریم نے کثیر اولاد کی نعمت سے نوازا تھا۔ یہاں ہم اولاد کرام کے اسمائے گرامی اور چیدہ چیدہ اہم شخصیات کے مختصر حالات تحریر کررہے ہیں کہ ان عظیم ہستیوں کے حالات جان کر نہ صرف اپنی اسلامی تاریخ سے زیادہ سے زیادہ معلومات جاننے والے بنیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ ان ہستیوں کے ایمان افروز واقعات پڑھ کر اپنا ایمان مزید مضبوط بناسکیں۔

اسمائے گرامی صاحبزادگان سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام۔	(والدہ ماجدہ کا نام)
1. سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی خاتون جنت سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

2.	سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی خاتون جنت سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
3.	حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی خاتون جنت سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
4.	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی حضرت ام البنین فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حرام
5.	سیدنا حضرت عباس علمبردار رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی حضرت ام البنین فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حرام
6.	حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی حضرت ام البنین فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حرام
7.	حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی حضرت ام البنین فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حرام
8.	حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حرام
9.	حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی حضرت لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت مسعود
10.	حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی حضرت لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11.	حضرت محمد ابن الحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12.	حضرت حضرت یحییٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمیس
13.	حضرت عون رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمیس
14.	حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوالعاص
15.	حضرت اوسط رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوالعاص
16.	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والدہ گرامی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ربیعہ الثعلبہ

اسمائے گرامی صاحبزادیاں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

	نام	نام والدہ ماجدہ
1.	سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	والدہ گرامی خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
2.	سیدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا	والدہ گرامی خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
3.	سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	والدہ گرامی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ربیعہ الثعلبہ
4.	سیدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا	والدہ گرامی حضرت ام سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عروہ مسعود ثقفی

5. سیدہ حضرت رملۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدہ گرامی حضرت ام سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عروہ مسعود ثقفی
6. سیدہ حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدہ گرامی حضرت محیاۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت امراء القیس
7. سیدہ حضرت ام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدہ گرامی حضرت ام سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عروہ مسعود ثقفی

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج اوران کے نام معہ ولدیت

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یکے بعد دیگرے نو شادیاں فرمائیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت چار بیویاں زندہ تھیں۔جیسا کہ ہر مسلمان اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی شادی سیدہ حضرت فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہوئی۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات مبارکہ میں دوسری شادی نہیں فرمائی انکے وصال کے بعد باقی آٹھ شادیاں فرمائی تھیں۔یہاں ہم مختصراً ان سب کا تعارف رقم کررہے ہیں۔

1. سیدہ طیبہ وطاہرہ خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بنت

سرکار مدینہ سرور سینہ حضور پرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

2. حضرت ام البنین (فاطمہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حرام
3. حضرت لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت مسعود بنی تیم
4. حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جعفر بن قیس
5. حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمیس الخثعیمہ
6. حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7. حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ربیعہ الثعلبہ
8. حضرت ام سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عروہ مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9. حضرت محیاۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت امراء القیس کلبی

حضرت ام البنین (فاطمہ) بنت حرام، حضرت امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ام سعید بنت عروہ وحضرت محیاۃ بنت امراء القیس رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین وہ چار بیویاں ہیں جو سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت حیات تھیں۔باقی بیویاں وفات پاچکی تھیں (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کرام کے مختصر حالات زندگی

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے ہی محبوب تھے۔ حضور علیہ السلام ان کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے انہیں اپنی پشت مبارک اور کندھوں پر سوار کرلیا کرتے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سید نا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ نہایت حسین وتحمل مزاج۔ بہادر۔ بردبار۔ ملنسار۔ غریبوں ومسکینوں کی سچے ہمدرداور زہدوتقویٰ میں انتہادرجہ پر فائز تھے۔ سیدہ حضرت فاطمہ الزہرارضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نورنظر تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب اس قدر ہیں کہ انکوتحریر کرنے کے لیے الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ یہاں تبرکاً چیدہ چیدہ واقعات تحریر کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کررہا ہوں۔ اللہ قبول فرمائے

پیدائش مبارکہ

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ 15 رمضان المبارک 3ھ کو مدینہ منورہ میں سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمہ الزاہرارضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پیدا ہوئے۔ سید نا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے والدگرامی ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کواطلاع ملی تو حضور علیہ السلام نہایت خوش ہوئے۔ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے اور سب سے پہلے اپنے لعاب مبارک سے نومولودکو گھٹی دی۔

نام مبارک وعقیقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نومولود کا نام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھا۔ پیدائش کے ساتویں روز آپ علیہ السلام نے دومینڈھے ذبح فرمائے اوریوں عقیقہ ادا کیا۔ بعض روایات میں ایک مینڈھے کا ذکر آتا ہے مگر دو مینڈھوں والی روایت پر اصحاب سیر کا اجماع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرکومنڈوایااور بالوں کے برابر چاندی صدقہ فرمائی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دایہ کے فرائض حضرت سودہ بنت سرح الکندیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرانجام دیئے۔

فضائل ومناقب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شدید محبت فرماتے تھے۔ سیدنا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناف سے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مشابہت رکھتے جب کہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناف سے پاؤں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شبیہہ تھے''۔

(محبت مصطفٰے علیہ السلام)

سرکار مدینہ سرور سینہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ محبت کا یہ عالم تھا کہ چھوٹی عمر میں حضور علیہ السلام ان کے ہونٹوں کو بوسہ دیتے اور بعض اوقات ان کی زبان کو چوستے اور گلے لگا لیتے۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں بیٹھ جاتے کبھی کندھوں پر چڑھ جاتے اور کبھی پشت مبارکہ پر حضور علیہ السلام اِن کے ساتھ نہایت ہی شفقت کا سلوک فرماتے۔

دنیا کے پھول

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''بے شک حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں''۔ (ترمذی)

صلح کرنے والے

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں فرمایا۔

ان ابنی هذا سیّد'' و عسی اللّٰه ان یقبیه حتیٰ یصلح به بین فتین عظیمتن .من المسلمین .

یہ میرا بیٹا سید ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اُس وقت تک باقی رکھے گا کہ اس کے وسیلے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح ہو جائے۔ (مناقب اہلبیت)

عمدہ سواری

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے دیکھ کر کہا سواری بہت خوب ہے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''سوار بھی تو خوب ہے''۔ (بخاری شریف)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور منبرِ رسول علیہ السلام

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض اوقات حضور علیہ السلام کے ہمراہ مسجد میں منبر پر چڑھ جاتے تھے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم علیہ السلام مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے آپ علیہ السلام نے سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کولڑکھڑاتے دیکھا آپ علیہ السلام خطبہ چھوڑ کران کے قریب تشریف لے گئے ان کو اپنی گود مبارک میں اٹھایا اور ہمراہ منبر پر لے آئے۔ ارشادفرمایا" اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے اموال اور اولاد فتنہ ہے میں نے جب ان دونوں کو چلتے ہوئے لڑکھڑاتے دیکھا تو خود پر قابو نہ پاسکا اور انکو اپنے ہمراہ اٹھالیا"۔ پھرارشادفرمایا" بلاشبہ تم پر اللہ کی رحمت ہو اور تمہاری تعظیم کی جاتی ہے اور تم سے محبت کی جاتی ہے"۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا حضور علیہ السلام کے کندھوں پر سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا" یاالٰہی میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما"۔

سرداران جنت

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے۔ جسے ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا فرمایا۔

وعن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَینُ سَیِّدا . شباب اھل الجنۃ

حضرت ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں"۔

روایت حضرت حاکم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی سُنی ہوئی منقبت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں بیان کی ہے فرماتے ہیں۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیادہ بیس حج فرمائے ان تمام سفروں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خدام اور سواریاں ہمراہ ہوتیں مگر سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود پیدل سفر کیا کرتے تھے۔

چادر تطہیر

نسائی شریف میں حدیث ہے جسے سیدّہ حضرت عائشہ صدیقہ وسیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے روایت کیا گیا ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ ایک روز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اُس چادر میں لے لیا جو آپ علیہ السلام اوڑھے ہوئے تھے پھر سیّدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں تو انکو بھی اس چادر میں چُھپالیا اس کے بعد سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو حضور

علیہ السلام نے اُنکوبھی چادر میں لے لیا اور یوں ارشاد فرمایا: ''اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ناپاکی دُور فرمادے اور انہیں اچھی طرح پاک فرمادے''۔

شفقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ اُس وقت سیدنا حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں اور دائیں کندھے پر سوار تھے۔ حضور علیہ السلام کبھی ایک شہزادے کو اپنے چہرہ انور کا بوسہ دیتے اور کبھی دوسرے شہزادے کو ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں سے محبت فرماتے ہیں؟ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''جس نے اِن دونوں سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے نفرت کی اُس نے مجھ سے نفرت کی''۔

ابوبکر بن عیاش نے عن عاصم عن زر عن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ سیدنا حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم آ گئے۔ حضور علیہ السلام نماز کے دوران جب سجدہ میں جاتے تو یہ دونوں حضور علیہ السلام کی پشت مبارکہ پر سوار ہو جاتے۔ لوگوں نے ان شہزادوں کو روکنا چاہا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیر کر لوگوں سے ارشاد فرمایا ''یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ جس نے ان دونوں سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی''۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ابی عدی نے' ابن عوف سے بحوالہ عمیر ابن اسحٰق ہم سے بیان کیا کہ میں سیدنا حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ تھا۔ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے۔ ہمیں دیکھ کر انہوں نے فرمایا مجھے اپنی قمیض کی وہ جگہ چومنے دو جہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے چومتے دیکھا ہے۔ پھر انہوں نے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناف پر بوسہ دیا۔

سرکار مدینہ سرور سینہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔ فرمایا

اَلْحسن وَالْحسینُ مِنّی وَ انا مِنُھم۔

''حضرت حسن و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں''۔

عہد صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کی مسند پر تشریف فرما ہوئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس قدر عزیز رکھتے تھے چنانچہ اسی نسبت سے خلیفہ اوّل حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بڑی شفقت و محبت فرماتے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے وقت سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارکہ صرف آٹھ (8) سال تھی۔ اس چھوٹی عمر کی وجہ سے بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑی شفقت فرماتے۔

ایک روز سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کی نماز پڑھ کر مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل میں مشغول ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُٹھا کر اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور فرمایا۔ ''قسم ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہے۔ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مشابہ نہیں ہے''۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سُنی اور مسکرانے لگے۔

از: بخاری شریف کتاب المناقب حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

عہد فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں سیدنا حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ نہایت ہی شفقت اور محبت کا سلوک رکھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں شہزادوں کے ساتھ وہی محبت آمیز سلوک فرماتے جو کبار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ساتھ فرماتے تھے۔ چنانچہ امیر المومنین نے جب کبار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے وظائف مقرر فرمائے تو سیدنا حضرت امام حسین وحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی پانچ ہزار درہم ماہانہ کا وظیفہ مقرر کیا۔ حالانکہ یہ دونوں شہزادے اُس وقت کبار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی صف میں شامل نہ تھے۔

عہد عثمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد صدیقیؓ و فاروقیؓ میں کم سنی کی عمر میں تھے مگر عہد عثمانیؓ میں شہزادہ بتول مکمل جوانی کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔ اس زمانے میں اپنی عملی زندگی کا آغاز فرمایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں لشکر اسلام نے طبرستان کی طرف فوج کشی کی۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لشکر میں شامل تھے۔ یہ لشکر اسلام سعید ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت طبرستان کی مہم پر گیا تھا۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معرکہ کفر و اسلام میں تلوار و شہ زوری کی وہ مثال قائم فرمائی کہ لوگ انگشت بدنداں رہ گئے۔ آپ لشکر اسلام کے عظیم مجاہد تھے۔ لشکر اسلام فتح و کامرانی کے جھنڈے لہراتا واپس مدینہ منورہ آیا۔

خلیفہ سوئم سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جب دشمنانِ اسلام نے اپنوں کی مدد سے فتنہ کھڑا کیا اور باغیوں نے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ اُس وقت سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کے لیے بھیجا۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپکے ساتھیوں نے نہایت دلیری۔ جوانمردی اور استقلال سے باغیوں کا مقابلہ کیا۔ باغی اپنی پوری کوشش کے باوجود سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر داخل نہ ہوسکے۔ باغیوں کے ساتھ جنگ کرتے کرتے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید زخمی ہوئے۔ سارا جسم مبارک خون سے رنگین ہوگیا۔ باغیوں نے جب یقین کرلیا کہ وہ دروازے کے راستے اس شیرِ حق کی موجودگی میں داخل نہیں ہوسکتے تو وہ باغی لوگ مکان کی چھت اور پچھلی دیوار کود کر سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر داخل ہوئے۔ اُس وقت امیر المومنین کلام پاک کی تلاوت فرمارہے تھے ان ظالموں نے اِسی حالات میں سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون نے قرآن کریم کے صفحات کو رنگین کردیا۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب علم ہوا کہ باغیوں نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردیا ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سختی سے پوچھا تم کیسی حفاظت کررہے تھے کہ باغی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

از: تاریخ الخلفا امام جلال الدین سیوطی۔ صفحہ۔159۔

جود وسخاوت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جود وسخاوت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جو بھی سائل آیا اپنی مراد پوری کر کے گیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یتیموں، حاجت مندوں، غریبوں اور سوال کرنے والوں کو ان کی حاجت وضرورت سے زیادہ عطا فرمایا کرتے تھے۔ محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہی شخص کو ایک لاکھ درہم تک عطا فرمادیا کرتے تھے۔

سعید بن عبدالعزیز نے بیان کیا ہے کہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز مسجد میں تشریف فرما تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب بیٹھا ایک شخص اللہ سے دُعا مانگ رہا تھا اے میرے پروردگار مجھے دس ہزار درہم کا مالک بنادے۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کا اللہ سے سوال کرنا سنا مسجد سے اٹھ کر سیدھے گھر تشریف لائے اور دس ہزار درہم لاکر اس شخص کو عطا فرمائے۔

غلام کی آزادی

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف خود ہی فیاض تھے بلکہ دوسروں کی فیاضی دیکھ کر بہت خوش

ہوتے تھے۔ کتب سیر میں آتا ہے کہ ایک روز مدینہ منورہ کے کسی کھجور کے باغ کی طرف گزر ہوا وہاں دیکھا کہ ایک حبشی غلام روٹی کھا رہا ہے اور اس کے قریب ایک کتا بیٹھا ہے۔ غلام روٹی کا ایک لقمہ خود کھاتا اور دوسرا کتے کو کھلاتا یہ دیکھ کر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غلام کے پاس کھڑے ہو گئے اور اس سے فرمایا کتے کو دھتکار کیوں نہیں دیتے غلام نے عرض کیا میری آنکھوں کو کتے کی آنکھوں سے حجاب معلوم ہوتا ہے۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلام سے پوچھا تم کون ہو۔ اس نے عرض کیا آبان بن عثمان کا غلام ہوں۔ پھر دریافت فرمایا اس باغ کا مالک کون ہے۔ غلام نے عرض کیا آبان بن عثمان۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا جب تک میں واپس نہ آجاؤں تم یہیں میرا انتظار کرنا یہ فرمایا اور آبان بن عثمان کے پاس تشریف لے گئے غلام اور باغ دونوں اس سے خرید کر واپس حبشی غلام کے پاس تشریف لائے غلام سے فرمایا میں نے تمہیں آبان بن عثمان سے خرید لیا ہے۔ غلام یہ سن کر تعظیماً کھڑا ہو گیا اور عرض کی اے آقا و مولا دل و جان سے خدمت کے لیے حاضر ہوں سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آج سے تم بھی آزاد ہو اور یہ باغ بھی تمہیں ہبہ میں بخش دیا۔ غلام نے آقا کا یہ فرمان سنا تو عرض کی اے آقا و مولا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اللہ کی راہ میں آزاد فرما کر یہ باغ ہبہ کر دیا ہے میں یہ باغ اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔

دشمن پر جود و عطا

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جود و سخا دوست و دشمن سب کے لیے بحر بیکراں تھی۔ اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ اک دفعہ ایک شخص مدینہ منورہ میں آیا وہ مسافر اور غریب الوطن تھا مگر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنی رکھتا تھا۔ اس کے پاس سواری اور زادراہ نہیں تھا اس شخص نے لوگوں سے مدد کا سوال کیا کسی نے کہا کہ مدینہ منورہ میں سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی فیاض نہیں ہے ان کے پاس جا کر اپنی حاجت بیان کرو فوراً پوری فرما دیں گے چنانچہ وہ شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو سواری اور زادراہ دونوں عطا فرمائے۔ وہ شخص اپنی حاجت پوری ہونے کے بعد چلا گیا لوگوں نے سوال کیا یا حضرت آپ نے ایسے شخص کے ساتھ رحم دلی کا سلوک فرمایا ہے جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے والد سیدنا امام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں سے عداوت و بغض رکھتا ہے۔ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں اپنی آبرو کو نہ بچاؤں۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فیاضی اور جود و سخا کے واقعات اس قدر کثیر ہیں کہ ان کو تحریر کرنے کے لیے دفتر درکار ہیں۔ یہاں مذکورہ واقعات پر ہی اکتفا کرتا ہوں اللہ قبول فرمائے (آمین)۔

خوش خلقی

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں سخاوت کے میدان میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے وہاں آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوش خلقی اور دوسروں کی مدد کرنے کی عادت کریمہ بھی ضرب المثل تھی۔خوش خلقی کے چند واقعات تبرک کے طور پر تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

حاجت مند کے لیے اعتکاف توڑ دیا

حضرت ابوجعفر الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک حاجت مند سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالت اعتکاف میں تھے۔ حاجت مند نے عرض کی یا حضرت میں نے ایک شخص کو قرض دیا تھا تا کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر لے۔اب اس بات کو عرصہ گزر چکا میرے بار بار یاد دلانے پر بھی وہ شخص قرض کی رقم واپس نہیں کر رہا میں آج کل سخت ضرورت مند ہوں مہربانی فرما کر میری اس سے سفارش فرما دیں امید قوی ہے وہ رقم واپس کر دے گا۔سائل کا سوال سن کر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں معذرت چاہتا ہوں کیونکہ میں اعتکاف کی حالت میں ہوں۔وہ شخص اس کے بعد سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی مذکورہ حاجت عرض کی۔اس وقت سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اعتکاف کی حالت میں تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاجت مند کی بات سنی اور اعتکاف چھوڑ کر اس کے ہمراہ قرض دار کے پاس تشریف لے گئے۔اسے فرمایا اسکی رقم واپس کر دو۔قرض دار فوراً گھر گیا اور پوری قرض کی رقم لا کر حاجت مند کو واپس کر دی۔لوگوں نے عرض کیا یا حضرت آپ تو اعتکاف کی حالت میں تھے۔فرمایا کسی حاجت مند کی جائز حاجت پوری کر دینا میرے نزدیک ایک ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

حاجت مند کے لیے طواف چھوڑ دیا

ایک دفعہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔اسی حالت میں ایک شخص آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک آیا اور عرض کی یا حضرت میں سخت ضرورت مند ہوں اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تو میری حاجت پوری ہو سکتی ہے۔سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ طواف چھوڑ کر اس شخص کے ہمراہ تشریف لے گئے اور اسکی حاجت پوری فرما کر واپس طواف کے لیے تشریف آئے اور یوں طواف مکمل فرمایا کسی حاسد نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل مبارک پر اعتراض کیا کہ آپ طواف چھوڑ کر چلے گئے۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لیے جاتا ہے اور اسکی حاجت پوری ہو جاتی ہے تو جانے والے کو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے'' اور اگر حاجت پوری نہیں ہوتی تو ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔اب میں اس فرمان مبارک کے معلوم ہونے پر کس طرح اس حاجت مند کے ہمراہ نہ جاتا۔اب میں نے ایک طواف کی بجائے ایک حج اور ایک

عمرہ کا ثواب حاصل کرلیا ہے اور طواف بھی مکمل کرلیا ہے۔ وہ حاسد یہ جواب سن کر شرمندہ ہوا اور توبہ کی۔

فن خطابت اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم فقیہہ، بلند پایہ عالم اور قرآن وسنت کو نہایت مدلل طریقے سے جاننے اور سمجھنے والے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس زمانے کے مروجہ علوم کے بحر بیکراں تھے۔ خطابت اور شاعری اس زمانے کے بڑے کمالات تھے۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے خطیب اعظم سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند اکبر تھے اس لیے فن خطابت آپکو ورثہ میں ملا تھا۔ لوگوں کے سامنے جب خطاب فرماتے تو مجمع پر سکوت طاری ہو جاتا ہر ایک ہمہ تن گوش ہو کر علم وعرفان کے اس پیکر کے الفاظ مبارک گویا دل کے کانوں سے سنتا تھا۔ ایک مرتبہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا بیٹا تم خطبہ دو اور میں سنوں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی والد گرامی مجھے آپکی موجودگی میں خطبہ دیتے ہوئے حجاب محسوس ہوتا ہے۔ یہ سن کر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آڑ میں چلے گئے۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور نہایت فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ سن کر بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا کیوں نہ ہو بیٹے میں باپ کا اثر ہوتا ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ خطابت کا یہ فن اوج ثریا تک پہنچ گیا تھا۔

اقوال زریں

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فن خطابت کے شہنشاہ تو تھے ہی اس کے علاوہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفتگو کے دوران ایسے حکیمانہ مقولے اور حکایات بیان فرمایا کرتے تھے جن میں سے ہر مقولہ بجائے خود ایک دفتر حکایت ونکات ہوتا تھا۔ "تاریخ اسلام" میں ایسے بے شمار مقولے جن میں حکمت ودانائی اور علم وفضل کی شعاعیں نکلتی ہیں موجود ہیں یہاں ہم ان میں سے چند بیان کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کررہے ہیں۔

1. ایک دفعہ کسی شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ یا حضرت زندگی بسر کرنے کے اعتبار سے سب سے اچھی زندگی کون بسر کرتا ہے۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا جو اپنی زندگی میں دوسروں کو بھی شریک کرلے۔

سوال: یا حضرت سب سے بری زندگی کس کی ہے؟

جواب: فرمایا جس کے ساتھ کوئی دوسرا زندگی بسر نہ کرسکے۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ "ضرورت کا پورا نہ ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس کے لیے کسی نااہل کی طرف رجوع کیا جائے"۔

2. حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے سوال کیا۔

سوال: یا حضرت مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے۔

جواب: ''فرمایا اس لیے کہ تو نے اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا ہے اگر اس مال کو آگے بھیج دیتا تو اس تک پہنچنے کے لیے خوفزدہ ہونے کی بجائے تو خوش ہوتا''۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے مکارم اخلاق دس ہیں۔

1. زبان کی سچائی
2. جنگ کے وقت حملے کی شدت
3. حسن خلق سے پیش آنا
4. احسان کا بدلہ دینا
5. سائل و حاجتمند کو دینا
6. صلہ رحمی کا سلوک کرنا
7. مہمان نوازی
8. پڑوسی کی حفاظت وحمایت
9. حق دار کو اسکا حق ادا کرنا
10. شرم وحیا کا دامن تھامے رہنا

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے بیان کیا کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فقر مجھے تونگری سے زیادہ محبوب ہے۔ اور بیماری مجھے صحت سے زیادہ عزیز ہے یہ سن کر سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے میں کہتا ہوں جو شخص اس نیکی پر بھروسہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند کی ہے وہ اس حالت کے سوا جو اللہ نے اسکے لیے پسند کی ہے اور کسی حالت کی تمنا نہ کرے۔ اور یہ اس رضا پر مطلع ہونا ہے جسے قضا جانتی ہے۔

ایک روز سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا'' میں تمہیں اس شخص اپنے بھائی کے بارے میں اطلاع دیتا ہوں جس کی میری نگاہ میں بڑی قدر ہے میں اس بھائی کی قدر ان باتوں کی وجہ سے کرتا ہوں۔

1. دنیا اسکی نگاہ میں ہیچ تھی
2. وہ اپنے پیٹ کی دنیا کا باغی تھا
3. وہ جو چیز نہ پاتا اسکی خواہش نہ کرتا
4. وہ جب پاتا اس سے زیادہ کی خواہش نہ کرتا
5. وہ اپنی شرمگاہ کی حکومت کا باغی تھا
6. وہ اپنی جہالت کی دنیا کا بھی باغی تھا
7. وہ فائدہ بخش یقین پر ہاتھ پھیلاتا اور نیکی کے لیے ہی پاؤں اٹھاتا تھا

8. جب وہ علما میں مل بیٹھتا تو زیادہ بولنے سے زیادہ سننا پسند کرتا تھا
9. وہ نہ ناراض ہوتا اور نہ ہی زچ ہوتا تھا
10. وہ عمر کا زیادہ حصہ روزہ دار رہا
11. جب وہ بولنے سے مغلوب ہو جاتا تو خاموشی سے مغلوب نہ ہوتا
12. جب وہ بات کرتا تو بولنے والوں کی مذمت نہ کرتا
13. وہ کسی دعوے میں حصہ دار نہ بنتا
14. وہ کسی جھگڑے میں شامل نہ ہوتا
15. وہ کبھی کوئی حجت پیش نہ کرتا
14. وہ کسی جھگڑے میں شامل نہ ہوتا
15. وہ قاضی کو وہ بات کہتے سنتا جو وہ نہ کرتا اور وہ کرتے دیکھتا جو وہ نہ کہتا.
16. وہ اپنے بھائیوں سے غافل نہ ہوتا اور انکو چھوڑ کر اپنے لیے کسی چیز کو مخصوص نہ کرتا
17. وہ کسی شخص کی ایسے کام میں عزت نہ کرتا جس کی مثل میں عذر پیش ہو سکتا
18. جب اسے دو کام کرنے کو پیش ہوتے اور اسے پتہ نہ چلتا کہ ان دونوں کاموں میں سے حق کے زیادہ قریب کونسا کام ہے تو وہ ان دونوں کے بارے میں غور فکر کرتا۔ پھر جب اسے معلوم ہو جاتا کہ ان دونوں کاموں میں سے اسکی خواہش کے قریب کونسا ہے تو وہ اس کی مخالفت کرتا''۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حکومت کے بارے میں مشورہ لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے کہا اے ابو محمد آج تک مجھے تین باتوں کے معنی کسی نے نہیں بتائے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کونسی تین باتیں انہوں نے کہا

(1) مروۃ (2) کرم (3) بہادری

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا

(1) مروۃ: کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مذہب کی اصلاح کرے اپنے مال کی دیکھ بھال کرے اسکی نگرانی کرے اور اس مال کو صحیح طریقے سے ضرورت کے وقت خرچ کرے۔ دوسروں کو سلام زیادہ کرے۔ لوگوں میں زیادہ محبوبیت حاصل کرے۔

(2) کرم: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کرم کا مطلب یوں ارشاد فرمایا۔ مانگنے سے پہلے دینا۔ احسان

واچھا سلوک کرنا۔ برمحل کھانا پلانا وغیرہ۔

(3) بہادری: پڑوسی کی طرف سے مدافعت کرنا۔ مشکل وقت میں اسکے کام آنا اسکی ہر قسم کی مدد کرنا اور سب سے بڑھ کر مصیبت کے وقت صبر کرنا بہادری ہے۔

عبادت

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ زہد وتقویٰ کے پیکر تھے۔ عبادت الٰہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محبوب ترین عمل تھا۔ وقت کا بڑا حصہ عبادت وریاضت میں مصروف رہتے ساری ساری رات ذکر الٰہی میں گزار دیتے تھے۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت شریفہ تھی کہ فجر کی نماز کے بعد مصلیٰ پر ہی تشریف فرما رہتے اور اذکار میں مشغول رہتے جب آفتاب طلوع ہوتا تو ذکر سے فارغ ہوتے پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور ہر آنے والے سے ملتے انکے مسائل سنتے اور حل فرماتے پھر چاشت پڑھ کر امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے ان کو سلام کرتے کچھ دیر ان کے پاس بیٹھتے پھر اپنے گھر واپس تشریف لے آتے۔

مکہ مکرمہ میں قیام کے زمانے میں معمول تھا کہ عصر کی نماز خانہ کعبہ میں ہی ادا فرماتے پھر طواف میں مصروف ہو جاتے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سیدنا حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خانہ کعبہ میں با جماعت نماز ادا فرمائی اور پھر کعبہ کے سات چکر لگائے حجر اسود کو بوسے دیئے اور بعد میں دو رکعت نماز پڑھی لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ آپ خانوادہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چشم وچراغ ہیں تو عشاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقیدت ومحبت سے قدم بوسی کے لیے پروانہ وار گرد اکٹھے ہو گئے اس قدر ازدحام ہو گیا کہ راستہ ہی رک گیا۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے جم غفیر میں گھر گئے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی مشکل سے انہیں ہجوم سے نکالا۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ کہف ایک تختی پر لکھوائی ہوئی تھی جسے ہر وقت اپنے پاس رکھتے اور اسکی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد پیدل حج فرمائے آپ کا قول امام نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں نقل کرتے ہیں کہ فرمایا "مجھے خدا سے حجاب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ملوں اور اس کے گھر پا پیادہ نہ گیا ہوں"۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری ساری رات نوافل ادا کرنے میں بسر فرمادیا کرتے تھے۔ کثرت سے روزے رکھتے اور اکثر اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عملی طور پر اسلام کی شان اور اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں فنا تھے۔ سنت رسول علیہ السلام اور عقیدہ اسلام پر سختی سے کاربند تھے اور دوسروں کو ہمیشہ اسکی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ عقیدہ ہی اصل اور اسلام کی بنیاد ہے

اگراس میں فتور پیدا ہو جائے تو مذہب کی پوری عمارت ہی متزلزل ہو جاتی ہے۔

فہم وفراست حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فہم وفراست کے پیکر تھے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ طلب فرمایا کرتے تھے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فہم وفراست کی بنا پر حالات کے پیش نظر ایسے ایسے عمدہ مشورے دیا کرتے تھے جو حکمت ودانائی اور بردباری کا نایاب ثبوت ہوتے۔ بعض اوقات سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدالت کے دوران حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ طلب فرماتے یہ باریک بین فہم وفراست کی عملی تصویر ایسے عقل ودانائی پر مبنی مشورے دیتے کہ دنیا کی عقل ان پر قربان۔ علامہ ابن القیم نے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک قانونی مشورے کا ذکر کیا ہے جو کہ عقل وفراست کا نایاب ثبوت ہے یہاں وہ مشورہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

ایک مرتبہ ایک شخص گرفتار ہو کر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ان کی عدالت میں پیش کیا گیا اس شخص کو ویران علاقے سے اس حالت میں گرفتار کیا گیا کہ اس کے ہاتھ میں خون آلودہ چھری تھی اور وہ ایک لاش کے قریب کھڑا تھا جو خاک وخون میں تڑپ رہی تھی۔ اس شخص نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اپنے جرم کا اقرار کرلیا۔ امیر المومنین نے قصاص کا حکم فرما دیا عین اس وقت ایک شخص دوڑتا ہوا سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقتول کا قاتل میں ہوں خلیفہ وقت نے پہلے شخص سے دریافت فرمایا کہ ''تو نے قتل بھی نہیں کیا تھا پھر اس جرم کا اقبال کیوں کیا''۔

اس شخص نے عرض کی یا امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن حالات میں مجھے گرفتار کیا گیا تھا ان حالات میں میرا جرم سے انکار کرنا بے سود تھا۔ میں خون آلود چھری پکڑے مقتول کے قریب کھڑا تھا جبکہ وہاں میرے علاوہ کوئی ایسا شخص بھی موجود نہ تھا جو میری بے گناہی کی گواہی دیتا۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اصل واقعہ کیا ہے بیان کرو۔ وہ شخص کہنے لگا میں قصاب ہوں جائے وقوع کے قریب میں نے گائے ذبح کی اور گوشت کاٹ رہا تھا مجھے پیشاب نے تنگ کیا میں گوشت بنانا چھوڑ کر قریب ہی پیشاب کرنے بیٹھ گیا۔ پیشاب سے فارغ ہوا اور واپس آنے لگا تو میری نظر اس لاش پر پڑی جسے دیکھنے کے لیے میں لاش کے قریب چلا گیا۔ عین اسی وقت پولیس وہاں آگئی اور مجھے گرفتار کرلیا۔ سب کہنے لگے یہی شخص قاتل ہے۔ حالات کو دیکھتے ہوئے میں نے یقین کرلیا کہ میرا انکار کچھ فائدہ نہیں دے گا کیونکہ لوگوں نے مجھے ایسی حالت میں پکڑا ہے اس لیے جرم کا اقرار کرلیا۔

اس شخص کا واقعہ سن کر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تمہاری کیا رائے ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا امیر المومنین اس شخص نے گو ایک انسان کو قتل

کیا ہے مگر دوسرے بے گناہ انسان کی جان بھی بچائی ہے لہٰذا اس شخص کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔(سورۃ المائدہ آیت32)

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا

ترجمہ:اور جس نے ایک جان کو جلالیا (بچالیا) اس نے گویا سب لوگوں کو جلالیا (بچالیا)۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکمت و دانائی پر مبنی یہ مشورہ قبول فرماتے ہوئے اس شخص کو چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے ادا فرمایا۔سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ تدبر قرآن تھا جس کی روشنی میں مشورہ دے کر اس شخص کی جان جیسی قیمتی دولت کو بچالیا۔

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مسند خلافت خالی ہوئی تو اہل اسلام کی نگاہ انتخاب سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی۔ مسلمانوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔اس وقت سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت دوراندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ اس وقت تک خلافت قبول نہ فرمائیں جب تک پوری مملکت اسلامیہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست خلافت نہ کرے۔سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ خلیفہ کا انتخاب صرف مہاجرین وانصار کا حق ہے جب وہ کسی کو خلیفہ تسلیم کرلیں تو پھر تمام ممالک اسلامیہ پر اسکی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔پوری اسلامی دنیا سے مشورہ بیعت لینا شرط نہیں ہے۔اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت قبول فرمالی۔

شہادت سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا پانچواں سال تھا کہ ابن ملجم لعین نے حضرت پر بزدلانہ قاتلانہ حملہ کیا زخم اس قدر کاری تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل وحرکت سے معذور ہوگئے۔ جمعہ کے خطبے کے لیے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا۔شہزادے نے جمعہ کے روز اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

"خدانے جس نبی کو مبعوث کیا اس کو ایک ذات،ایک قبیلہ،اور ایک گھر عطا فرمایا۔اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔جو شخص ہم اہل بیت کا کوئی حق تلف کرے گا خدا اس حق تلف کرنے کے بقدر اس شخص کا حق گھٹادے گا"۔

از: تاریخ طبری

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جان نثاروں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانشینی کا اعلان فرمادیں۔سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''میں حسن رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا نہ تو اعلان کرتا ہوں اور نہ ہی کسی کو روکتا ہوں''۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہونے کے تیسرے روز (20 رمضان المبارک 40ھ) اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خالق حقیقی کے پاس تشریف لے گئے۔ سیدنا حضرت امام حسن وحسین وجعفر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے غسل دیا۔ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور فجر کی نماز سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسد مبارک کو رحبہ کی جامع مسجد کے متصل کوفہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے درمیان ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا جس کو پر کرنا اشد مشکل تھا بعد میں افراتفری اور بے سکونی کی نہ رکنے والی وبا چل نکلی۔

خلافت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبوضہ علاقوں کے علاوہ باقی سارے عالم اسلام کی نگاہیں سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین سے فارغ ہو کر جامعہ مسجد کوفہ میں تشریف لائے اور بیعت کا آغاز فرمایا لوگوں نے جوق در جوق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی کتب سیر میں آتا ہے کہ قریباً 90000 (نوے ہزار) مسلمانوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت کرتے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر المومنین تسلیم کیا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کے بعد جو تقریر فرمائی علم کے موتیوں کا انمول خزانہ ہے فرمایا۔

''اے لوگو! کل جو ہستی تم سے بچھڑی ہے نہ اگلے اس سے بڑھ سکے اور نہ بعد میں آنے والے اس کو پا سکیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنا علم (جھنڈا) عطا فرما کر جنگوں پر روانہ فرمایا کرتے تھے۔ وہ کسی بھی جنگ میں ناکام نہیں لوٹے۔ حضرت میکائیل اور حضرت جبریل علیہ السلام ان کے جلو میں ہوتے تھے۔ انہوں نے سات سو درہم (700) کے علاوہ جو ان کے مقررہ وظیفے سے بچ رہے تھے سونے چاندی وغیرہ کا کوئی ذرہ نہیں چھوڑا ہے۔ یہ درہم بھی ایک خادم خریدنے کے لیے جمع فرمائے تھے''۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے سے پہلے یہ خطبہ یا تقریر مبارکہ تھی جو انہوں نے کوفہ کی جامعہ مسجد میں ارشاد فرمائی۔

از: طبقات ابن سعد، مستدرک امام حاکم وغیرہ

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش قدمی

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان بہت قدیم اختلاف چلا آرہا

تھا امیر معاویہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ میں ہی پورے عالم اسلام کی حکومت کے آرزومند تھے۔ مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ میں انکی یہ آرزو پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس آرزو میں شدت پیدا ہو گئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھی طرح جانتے تھے کہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل و غارت اور خون ریزی سے سخت نفرت فرماتے ہیں اور حقیقت بھی یہی تھی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے امیر معاویہ نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سنتے ہی جارحانہ قدم اٹھاتے ہوئے اپنی فوجوں کے ساتھ کوفہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ عبداللہ بن عامر کو مقدمہ الجیش کے طور پر پہلے روانہ کیا جو مقام انبار سے ہوتا ہوا مدائن کی طرف بڑھنے لگا۔

جریر نے بحوالہ مغیرہ بیان کیا ہے کہ جب سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو وہ ایک گرم دن تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زوجہ فاختہؑ بنت قرظہ کے ہاں آرام فرما رہے تھے خبر سن کر اٹھ بیٹھے اور پڑھا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پھر رونے لگے فاختہؑ نے کہا کل تو آپ ان ہیں عیب نکالتے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "تو ہلاک ہو میں اس لیے روتا ہوں کہ لوگوں نے ان کے علم و حلم، فیصلوں اور اقدمیت اور بھلائی کو کھو دیا"۔

از البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 741

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں تھے کہ آپ کو عبداللہ بن عامر کی پیش قدمی کی اطلاع ملی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کوفہ سے مدائن کی طرف اپنے لشکر کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقام ساباط پہنچے تو اپنی فوج میں کمزوری اور جنگ سے پہلو تہی کے آثار دیکھ کر اسی مقام پر رک گئے اور نہایت ہی فصیح خطبہ ارشاد فرمایا۔

"میں کسی مسلمان کے لیے اپنے دل میں بغض و نفرت نہیں رکھتا میں تم لوگوں کے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ میں تمہارے سامنے اپنی ایک رائے پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں تم اہل لشکر میری اس رائے کو پسند کرو گے نا کہ مسترد۔ جس اتحاد اور یکجہتی کو تم لوگ ناپسند کرتے ہو وہ اس اختلاف و تفرقہ سے افضل و بہتر ہے جس تفرقہ کو تم پسند کرتے ہو میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر جنگ سے پہلو تہی کر رہے ہیں۔ اور بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لڑنے سے بچنا چاہتے ہیں۔ میں تم لوگوں کو تمہاری مرضی کے خلاف مجبور نہیں کرنا چاہتا"۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد سن کر لوگ حیران رہ گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں ایسے لوگ بھی تھے جو لڑنا نہیں چاہتے تھے جبکہ خارجی عقائد کے بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو حضرت معاویہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لڑنا فرض سمجھتے تھے۔خارجیوں نے جب سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ خیالات سنے تو انہوں نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازیبا کلمات کہنا شروع کر دیئے۔آپ جس مصلیٰ پر تشریف فرماتے تھے حملہ کر کے اسے چھین لیا اور یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیراہن مبارک اور چادر مبارکہ بھی کھینچی اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربیعہ اور ہمدان کی مدد سے ان خارجیوں کے نرغے سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور مدائن کی طرف روانہ ہو گئے۔راستے میں ایک لعین خارجی جراح بن قبیعہ حملے کی تاک میں چھپا ہوا تھا اس بدبخت نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا جسکی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زانو مبارک زخمی ہو گیا۔عبداللہ بن خطل اور عبداللہ بن ظبیان جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھے انہوں نے اس حملہ آور پر حملہ کر دیا اور یوں اسے واصل جہنم کیا۔سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن جا کر قصر ابیض میں قیام پذیر ہوئے اور زخم اچھا ہونے تک اسی قصر میں آرام فرماتے رہے۔جب مکمل صحت یاب ہوئے تو اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔تاکہ عبداللہ بن عامر کا مقابلہ کیا جائے۔ادھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کماندار قیس بن عامر کا محاصرہ کر لیا سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عامر کے مدمقابل آ گئے۔

عبداللہ بن عامر کی چال

عبداللہ بن عامر اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر جنگ شروع ہو گئی تو سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جان نثار اسے اور اس کی فوج کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیں گے۔اس چالاک شخص نے اس موقع پر ایک چال چلی اور سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے عراقیو میں خود جنگ نہیں کرنا چاہتا میری حیثیت تو محض حضرت معاویہ کے مقدمۃ الجیش کی ہے۔امیر معاویہ خود اپنی افواج کے ہمراہ مقام انبار تک پہنچ چکے ہیں۔اس لیے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرا سلام کہہ دو۔اور انہیں پیغام پہنچا دو کہ انہیں اپنی ذات اور جماعت کی قسم جنگ ملتوی فرما دیں۔عبداللہ بن عامر کی یہ جنگی چال کارگر ثابت ہوئی۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکریوں نے عبداللہ بن عامر کی یہ گفتگو سنی تو وہ میدان جنگ سے پیچھے ہٹنے لگے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکریوں کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ مدائن واپس تشریف لے آئے۔عبداللہ بن عامر نے مدائن کا محاصرہ کر لیا۔سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کی بزدلی اور کمزوری کا تجربہ فرماتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صلح کا ارادہ فرما لیا۔

صلح کے ایلچی

عراقیوں کا میدان جنگ میں کبھی لڑائی پر آمادہ ہونا کبھی بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان سے پیچھے ہٹ

جانا۔ ادھر شامی فوجوں کا متواتر آگے بڑھتے آنا۔ خارجیوں کا سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بدتمیزی کا سلوک یہ وہ تمام عوامل تھے جنہوں نے دونوں بزرگوں کو صلح کی طرف راغب کیا پھر سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کا خون کسی حال میں نہیں بہانا چاہتے تھے۔ ان حالات کے پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش بنی عبد شمس میں سے دو آدمی عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سفید کاغذ دے کر روانہ کیا کہ آپ جو شرائط پسند فرمائیں اس کاغذ پر تحریر فرمادیں مجھے منظور ہوں گی یہ دونوں شخص سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام دیا۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پیغام کو قبول فرماتے ہوئے چند شرائط پر صلح فرمالی۔

صلح اور شرائط

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو شرائط پیش فرمائیں وہ درج ذیل ہیں۔ عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمٰن بن سمرہ یہ شرائط لے کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے انہوں نے تمام شرائط منظور کرلیں۔ اور یوں صلح ہوگئی۔ شرائط یہ تھیں۔

1. کسی عراقی کو محض بغض یا پرانی عداوت کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔
2. ہر شخص کو کسی شرط کے بغیر پناہ دی جائے گی۔
3. اس علاقے کا کل خراج حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لیے مخصوص کردیا جائے گا۔
4. بنی ہاشم کو محصولات وعطایا (عطیے) میں بنی عبد شمس کو بنی امیہ پر ترجیح دی جائے گی۔
5. دولاکھ درہم سالانہ اس کے علاوہ حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیئے جائیں گے۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان شرائط پر کسی قسم کی ترمیم کے بغیر اپنے اور کچھ اپنے معززین عمائد کے دستخط اور مہر ثبت کرنے کے بعد سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھجوادیا۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ دست برداری کے بعد اپنے کمانڈر قیس بن سعد انصاری جو کہ مقدمۃ الجیش کے ہمراہ شامیوں کے خلاف صف آرا تھا کو اطلاع دی کہ تم تمام امور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کرنے کے بعد واپس مدائن چلے آؤ۔ قیس کو یہ پیغام ملا تو اس نے لشکریوں کو پڑھ کر سنایا اور انہیں کہا کہ اب ہمارے سامنے دو ہی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ امام عالی مقام کے بغیر ہی جنگ جاری رکھیں یا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت قبول کرلیں۔ لشکریوں میں سے کچھ کمزور لوگوں نے اطاعت قبول کرلی اور قیس بن سعد انصاری حسب حکم امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس مدائن آگیا پھر سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ہمراہ لے کر کوفہ

تشریف لے آئے۔

مجمع عام میں تقریر اور مدینہ منورہ کو واپسی

صلح کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہمارے لیے یہ بات بہتر ہے کہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجمع عام میں اپنی دستبرداری کا اعلان فرمادیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں مزید حجت مناسب نہیں سمجھتا اس لیے اعلان کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ برابر اپنی بات پر زور دیتے رہے۔ آخر کار امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے سامنے دستبرداری کا اعلان فرما دیں چنانچہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرمائش پر لوگوں سے یوں خطاب فرمایا۔

خطاب مبارک

''حمد وثنا اللہ تعالیٰ کی اور درود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر'' اور ارشاد فرمایا "امابعد! لوگو خدا نے ہمارے اگلوں سے تمہاری ہدایت اور پچھلوں (بعد والوں سے) تمہاری خونریزی کرائی۔ دانائیوں میں بہترین دانائی، تقویٰ اور کمزوریوں میں سب سے بڑی کمزوری بداعمالیاں ہیں۔ یہ امر (خلافت) جو ہمارے اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیاں متنازعہ فیہ ہے۔ اس کے یہ زیادہ حقدار ہیں یا میں دونوں صورتوں میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح اور بہتری اور تم لوگوں کو خونریزی سے بچانے کے لیے میں اس سے دستبردار ہوتا ہوں''۔ پھر امیر معاویہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"یہ خلافت تمہارے لیے فتنہ اور چند روزہ سرمایہ ہے" امیر معاویہ نے یہ الفاظ سن کر عرض کی حضرت بس کیجیے اس قدر ہی کافی ہے اس پر سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا خطاب ختم فرمادیا۔

خطاب کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم نے مجھے یہ بات ہی سنوانے کے لیے خطاب اور اعلان کا مشورہ دیا تھا یعنی عمرو بن العاص پر ناراضگی کا اظہار کیا۔

از: اسد الغابہ جلد 2، صفحہ 14

استیعاب جلد 1، صفحہ 144

البدایہ والنہایہ جلد 8، صفحہ 745

مدینہ منورہ کو روانگی

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل وعیال کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اس

طرح سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان مبارک جس کوابوبکرۃ نے بیان کیا ہے سچ ثابت ہوا کہ۔
میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر تشریف فرما دیکھا اور حضرت ابن علی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ ایک دفعہ لوگوں کو دیکھتے اور دوسری دفعہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے اور ارشاد فرماتے ''بلاشبہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور اس کے ذریعے مسلمانوں کے دوعظیم گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا''۔
کتب سیر میں آتا ہے کہ حضور علیہ اسلام نے ارشاد فرمایا ''میرے بعد خلافت 30 سال رہے گی پھر بادشاہت شروع ہوجائے گی'' 41ھ میں تیس سال پورے ہوچکے تھے اس لیے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت سے دستبردار ہوکر اس فرمان مبارک کو بھی سچ ثابت کردیا۔ (''واللہ اعلم'')

وصال شریف

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ سے واپس آکر اپنے نانا جان سیدنا ومولانا فخر کونین تاجدار عرب وعجم سرور کائنات حضور پرنور شافع یوم نشور فخر موجودات احمد مصطفیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار رحمت میں خاموشی سے زندگی بسر فرماتے رہے۔ کتب سیر میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین بار زہر پلایا گیا پہلی دو باریوں میں زہر نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نقصان نہ پہنچایا مگر تیسری دفعہ دیا جانے والا زہر سم قاتل تھا جسکی وجہ سے آپ نے وفات پائی۔
عبدالرحمٰن بن جعفر نے بحوالہ ام بکر بنت المسور سے بیان کیا ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کئی بار زہر پلایا گیا اور آپ اس سے بچ جاتے رہے حتیٰ کہ آخری بار جو زہر پلایا گیا اس سے فوت ہوگئے۔ اس زہر نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جگر مبارک کو پکڑ لیا تھا۔ اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی جعدہ بنت اشعث سیرہ نے آخری بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر پلایا۔ زہر اس قدر تیز اور خطرناک تھا کہ اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جگر مبارک کو کاٹ ڈالا (واللہ اعلم)۔
جب سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت مبارکہ زیادہ خراب ہوئی تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اے ابومحمد مجھے بتایئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر کس نے دیا ہے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا بھائی تم زہر دینے والے کا نام کیوں پوچھ رہے ہو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں آپ کو دفن کرنے سے پہلے اسے قتل کروں گا۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے میرے بھائی یہ دنیا فانی ہے اس کو چھوڑ دو اگر میرا اس کے لیے خیال صحیح ہے تو خدا بہتر بدلہ لینے والا ہے اور اگر میرا خیال صحیح نہیں تو میں کسی بے گناہ کو اس کے ناکردہ گناہ کی سزا کیوں دلواؤں اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زہر دینے والے کا نام

نہ بتایا۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش تھی کہ انہیں نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نانی جان سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حجرہ نبوی میں دفن ہونے کی اجازت طلب کی جوانہوں نے خوشی سے دے دی۔حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا مجھے خطرہ ہے کہ شاید بنوامیہ میرے دفن کرنے پر مزاحم ہوں اگر ایسا ہوا تو جھگڑا نہ کرنا بلکہ مجھے جنت البقیع میں والدہ ماجدہ کے پہلو میں دفن کر دینا۔زہر کھانے کے تیسرے دن ضروری ہدایات ووصیت فرمانے کے بعد ربیع الاول 49ھ یا 50ھ میں 47 یا 48 سال کی عمر مبارک میں اس فانی دنیا کو خیر باد کہا۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روحانی تصرف

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حجرہ پاک نبوی علیہ السلام میں دفن ہونے کی اجازت عطا فرما چکی تھیں مگر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اندیشہ صحیح ثابت ہوا۔مروان کو جب خبر ملی کہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن کیا جا رہا ہے تو وہ کہنے لگا یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ان لوگوں نے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حجرہ مبارک میں دفن نہیں ہونے دیا تھا اب حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہاں کیسے دفن کر سکتے ہیں ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔مروان کی بات سن کر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جوش آ گیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے ممکن تھا کہ سرزمین مدینہ منورہ ایک بار پھر مسلمانوں کے خون سے سرخ ہو جاتی عین اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچ گئے اور چلا کر فرمانے لگے۔

"یہ کیا ظلم ہے کہ ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے نانا جان کے پہلو میں دفن ہونے سے روکا جا رہا ہے" پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی اے شہزادے کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت بھول گئے کہ اگر خون ریزی کا خطرہ ہو تو مجھے جنت البقیع میں والدہ ماجدہ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر امام عالی مقام سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور انہوں نے بھائی کو جنت البقیع میں دفن کرنے کا فیصلہ فرما لیا یوں بنو ہاشم اور بنوامیہ میں جنگ ہوتے ہوئے رہ گئی۔مروان ایسا بدبخت شخص تھا کہ ہمیشہ اہل نبی علیہ السلام کی مخالفت کرتا رہا اور آخر اس مخالفت کی حالت میں ہی مرا۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے

کے بجائے جنت البقیع میں دفن ہونا بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روحانی تصرف کا عملی ثبوت تھا۔ جس عظیم ہستی نے دنیا کی تمام دولت تخت اور جاہ و حشم سب کچھ ٹھکرا دیا مگر مسلمانوں کے خون کا ایک قطرہ نہ بہنے دیا اسی لافانی ہستی نے اس فانی دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد بھی مسلمانوں کے خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہنے دیا اور بقیع کے گور غریباں میں دفن ہوئے ایسے روحانی تصرف کی مثال بہت مشکل سے ملتی ہے۔ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سالم بن ابی حفصہ سے بحوالہ ابو حازم بیان کیا ہے کہ اس روز حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے کیا اور فرمایا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھاؤ اور فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی تو میں انہیں آگے نہ کرتا۔

مدینہ منورہ میں سوگ

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال شریف کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ بلکہ حلم وعفو، صلح و مصالحت، صبر و تحمل، استغنا و بے نیازی کے پیکر خاندان نبوت کے چشم و چراغ کی جدائی تھی جس نے مدینہ منورہ کے گھر گھر میں سوگ برپا کر دیا۔ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ بازار بند اور گلیاں کوچے سنسان ہو گئے۔ ہر سو غم افسردگی رنج والم کا عالم تھا۔ محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ بنی سعد بن بکر کے غلام مساور نے مجھ سے بیان کیا کہ جس روز سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد نبوی پر کھڑے ہو کر با آواز بلند یہ اعلان کرتے ہوئے سنا اے لوگو آج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محبوب فوت ہو گیا پس تم سب گریہ کرو بنو ہاشم کی عورتوں نے ایک ماہ تک مسلسل آپ کا نوحہ کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا سوگ منایا۔

کتب سیر میں ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت یوں درج ہے فرماتے ہیں سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ میں شریک تھا۔ لوگوں کا اسقدر ہجوم تھا جو پہلے کبھی مدینہ منورہ میں دیکھنے کو نہیں آیا ازدھام کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ اگر سوئی جیسی کوئی چیز زمین پر پھینکی جاتی تو وہ زمین پر نہیں گر سکتی تھی بلکہ لوگوں کے سروں پر ہی رہتی۔ آخر بے پناہ مخلوق کے اس کثیر ہجوم کے سامنے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت البقیع میں سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

تعداد ازواج اور اولاد پاک

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات شادیاں فرمائیں بعض روایات میں اس سے زیادہ تعداد کا ذکر بھی آتا ہے کچھ روایات ایسی بھی ہیں کہ سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج کی تعداد 90 بتاتی ہیں۔ مگر یہ محض مبالغہ پر مبنی روایات ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک کی تعداد بارہ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں تعداد اولاد سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ کثرت تعداد کی روایت تو صحیح ہے مگر 90 تعداد کی جو روایت ہے وہ غلط ہے۔ روایت میں

یوں بھی آتا ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جامعہ مسجد کوفہ میں کھڑے ہوکر فرمایا تھا کہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی اپنی لڑکی نہ دے کیوں کہ یہ بہت طلاقیں دیتا ہے۔ مگر عام مسلمان اس رشتہ سے خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ اپنی نسبت قائم ہو جانے پر فخر کرتے اوراس عظیم سعادت کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے لوگ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کے باوجود شہزادے کے ساتھ اپنی بیٹیوں کا رشتہ کرتے۔

ازواج کے اسماء گرامی

1. حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت منظور بن ریان
4. حضرت ام اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت مسعود عقبہ
6. حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت امراء القیس
7. حضرت جعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت سیرہ المخزومی

اولاد کے اسماء گرامی

صاحبزادے

1. حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت مسعود عتبہ
2. حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت منظور بن ریان
3. حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ حضرت ام اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت حسین الاثرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. حضرت اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6. حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7. حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

8. حضرت یعقوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9. حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا
10. حضرت ابوبکر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا
11. حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12. حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

صاحبزادیاں

1. حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت ام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت ام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. حضرت ام الحسین رملہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلسلہ نسل پاک

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار بیٹوں یعنی

1. حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت حسین الاثرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے سلسلہ نسل چلا مگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل اب باقی نہیں ہے اب دنیا میں صرف حضرت زید اور حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسل باقی ہے اور اللہ کریم نے اس نسل میں بڑی برکت عطا فرمائی ہے۔ بڑے بڑے جلیل القدر اولیا کرام اور بزرگ علما و محققین اس نسل مبارک کے مہکتے پھول ہیں۔

نسب مبارک غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ محض بن حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت موسیٰ الجون رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی نسل میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت رکھی ہے۔ یہ نسل بہت پھیلی ہے سیدنا و مرشدنا شیخ الجلیل امام الاولیاء تاج الصالحین، ابو صالح سید عبدالقادر جیلانی پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی کی نسل پاک سے ہیں۔ حضرت امام شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلسلہ نسب یوں تحریر کیا ہے۔

''سیدنا و مولانا تاج الاولیا ابو صالح سید پیر عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابو صالح، بن موسیٰ جنگی بن عبداللہ بن یحییٰ زاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن امام عالی مقام سیدنا حضرت حسن رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

سیدنا حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ رحمۃ اللہ علیہ سیدنا حضرت زید بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک میں سے ہیں۔

اہم وضاحت

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک میں سے سیدنا حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہوئی ان کے بطن سے حضرت ابراہیم الغمر، حضرت مثلث اور حضرت عبداللہ المحض رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پیدا ہوئے جنکی اولاد بہت پھیلی یہ تینوں بزرگ طرفین سے فاطمی ہیں اور یہ اعزاز و شرف ان کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ سیدنا حضرت ابو صالح محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ محض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک میں سے ہیں اسی لیے نجیب الطرفین سید یعنی والد اور والدہ کی طرف سے فاطمی ہیں۔

روایت شدہ احادیث مبارکہ

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جتنی احادیث مروی ہیں انکی تعداد تیرہ (13) ہے ان احادیث مبارکہ میں سے زیادہ تر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہند سے مروی ہیں۔ ان حدیثوں کو روایت کرنے والوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حسن بن حسن، ابو جعفر، جبیر بن نصیر۔ عکرمہ، محمد بن سیرین اور سفیان بن لیل رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شامل ہیں۔

از: بخاری شریف کتاب المناقب الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
ترمذی مناقب الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
طبقات ابن سعد تذکرہ علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تذکرہ الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ صفحہ نمبر 112
تاریخ طبری جلد 7 صفحہ 4, 3, 2, 1
ابن اثیر جلد 3 صفحہ 345, 344, 343
اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 15, 14, 13
تاریخ الخلفا از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ 189, 159
مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 17 فضائل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
استیصاب جلد 1 صفحہ 145, 143, 142
تہذیب التہذیب جلد 2 صفحہ 301, 296, 295
تہذیب الکمال صفحہ 89, 88
ابن عساکر جلد 4 صفحہ 219
مسعودی جلد 4 صفحہ 363
ابن عساکر جلد 4 صفحہ 224, 221, 220, 216, 214, 213, 212
ابن عساکر جلد 2 صفحہ 219
مسعودی جلد 4 صفحہ 363
اعلام الموقعین جلد 1 صفحہ 12
اخبار الطوال صفحہ 230, 155, 154, 142
البدایہ والنہایہ جلد 8، صفحات 142 تا 230, 780, 781, 782, 783, 784, 785, 786
,777 ,779,778

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ریاض نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ خوش رنگ ارغوانی پھول تھے جس کی دل نواز مہک حق وصداقت ایثار وقربانی۔ جرأت، بسالت، عزم واستقلال۔ شہہ زوری ودلیری۔ تقویٰ و طہارت اور حسن وجمال وقربانی کی وادیوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آباد رکھے گی اور جس کی حقیقی رنگینی سے دنیا قیامت تک فیض یاب ہوتی رہے گی۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نانا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی سربلندی کے لیے نہ صرف اپنا تن من دھن ہی راہ خدا میں قربان فرمایا بلکہ اپنی اولاد اور عزیز واقارب کو بھی دین اسلام کی سربلندی کے لیے قربان فرما کر اوراق تاریخ پر وہ انمٹ اور لازوال مثال پیش فرمائی جس کی نظیر نہ پہلے کہیں

ملتی ہے اور نہ ہی قیامت تک مل سکے گی۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس عملی کیفیت کو اشعار کے رنگ میں پیش کر کے گویا حق گوئی اور واقعات کو بیان کرنے کا ایسا ثبوت دیا ہے کہ جسکی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے۔

غریب وسادہ ورنگین ہے داستان حرم
نہایت جس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

نیز کہا:

شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

پیدائش مبارکہ

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی اپنی والدہ ماجدہ سیدہ طیبہ وطاہرہ حضرت فاطمہ الزہرا خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم مبارک میں ہی تھے کہ ایک روز حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی نے خواب دیکھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پرنور جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر انکی گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے ایک ناگوار اور بھیانک خواب دیکھا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کی ناقابل بیان خواب ہے کس طرح عرض کروں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم بے خوف بیان کرو۔ انہوں نے مذکورہ خواب بیان کر دیا جسے سن کر سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "یہ تو نہایت مبارک خواب ہے میری لخت جگر نور نظر فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاں اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے گا اور تم اس شہزادے کو اپنی گود میں لوگی"۔

از: مستدرک امام ابن حاکم جلد 3 صفحہ 176

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کچھ روز بعد سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ 5 شعبان المعظم 4 ہجری کو مدینہ منورہ میں سیدہ حضرت فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پیدا ہوئے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت کی وجہ سے سیدنا ومولانا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کاشانہ مبارک رشک گلزار بن گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ولادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطلاع دی گئی۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا بیٹے کو دکھاؤ۔ نومولود کو لا کر حضور علیہ السلام کی گود مبارک میں ڈالا گیا۔ حضور علیہ السلام نے نومولود کو اپنے مبارک ہاتھوں سے کھجور کی گھٹی دی پھر کانوں میں اذان

دی اس طرح گویا پہلی مرتبہ خود زبان وحی والہام نے نومولود کے کانوں میں توحید الٰہی کا صور پھونکا جسکی برکت واثر سے تاحیات سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ توحید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سربلندی کے لیے کوشاں رہے اور اپنے نانا جان کے دین کا جھنڈا افلاک کی بلندیوں تک لہراتے رہے۔ باطل کیسا ہی زور آور، ظالم، وحشی وخونخوار ہو اس کے سامنے کبھی سر نہ جھکایا یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی حق کی آواز اور اہل حق کے لیے ضرب المثل بن گئی۔

نام مبارک

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت فرمایا بچے کا نام کیا رکھا ہے انہوں نے عرض کی حرب۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا نومولود کا نام حرب نہیں بلکہ بدل کر ''حسین وشبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھتا ہوں'' کیا ہی خوش قسمت اور عظیم قدر ومنزلت والی ہستی تھی جن کا اسم گرامی ہی اس ذات مقدسہ علیہ السلام نے رکھا جو بعد از خدا بزرگ وبرتر ہے اس نام مبارک نے وہ مقام عظمت، رفعت اور شان پائی جو کسی دوسرے کو کم ہی نصیب ہوتی ہے۔ قیامت تک اس نام مبارک کے ڈنکے کائنات کے کونے کونے میں سنائی دیتے رہیں گے۔ یہ نام مبارک حلم، علم، خوش بختی، عظمت شان اور ترقی وغیرہ کا ضامن ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عقیقہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح فرمانے کا حکم دیا اس کے بعد شہزادہ کائنات کے مبارک سر کے بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کرنے کا حکم فرمایا۔ اس طرح حسب حکم آقا نامدار علیہ السلام چاندی غریب ومساکین میں تقسیم کی گئی۔ سیدنا حضرت امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مبارک عمروں کا فرق ایک حمل کا زمانہ ہے جسے واقدی اور دیگر اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت کے 50 یوم بعد سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ کے جسم اطہر میں استقرار پایا تھا۔

نسب اور کنیت ولقب

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب مبارک شجرہ طیبہ یہ ہے۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی بن ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف قریشی ہاشمی ومطلبی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وریحانۃ الرسول رکھا۔

عہد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارکہ بہت چھوٹی تھی۔ حضور علیہ السلام ان کے ساتھ غیر معمولی شفقت فرماتے تھے۔ حضور علیہ السلام تقریباً ہر روز سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے اور دونوں شہزادوں کو پیار کرتے۔ ان کے ساتھ نہایت ہی شفقت آمیز سلوک فرماتے۔ اسکی تفصیل انشاء اللہ مناقب حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان میں عرض کروں گا۔ حضور علیہ السلام کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ بچپن ہی گزرا کیونکہ وصال نبی علیہ السلام کے وقت ان کی عمر مبارکہ 7 سات سال تھی۔

عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کی مسند پر رونق افروز ہوئے اس وقت سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک قریباً (7) سات یا (8) آٹھ سال تھی۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے ہونے کی حیثیت سے بڑا احترام اور شفقت کا سلوک کرتے۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد صدیقی میں بچپن کی عمر مبارک میں تھے اس لیے عہد صدیقی کا کوئی خاص واقعہ قابل ذکر نہیں ہے۔

عہد عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد فاروقی کی ابتدا میں صغیر السن تھے۔ البتہ اس عہد مبارک کے آخر میں سن شعور کو پہنچ چکے تھے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ نہایت ہی شفقت سے پیش آتے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کو ہمیشہ اولیت دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بدری صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بیٹوں کا وظیفہ مقرر فرمایا تو انکو دو ہزار ماہانہ عطا فرماتے جبکہ قرابت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے سیدنا حضرت امام حسن وسیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ماہانہ وظیفہ پانچ ہزار مقرر فرمایا۔

از: فتوح البلدان بلازری

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر چیز میں حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ذات گرامی کو مقدم رکھتے انکو کبھی نظر انداز نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ یمن سے کچھ خوبصورت حلے آئے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی

اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کی قبرانور اور منبر مبارک کے درمیان تشریف فرما تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ حلے لوگوں میں تقسیم فرمائے۔لوگ حلے لے کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سلام عرض کرتے تھے۔اس دوران حسنین کریمین اپنے گھر سے باہر تشریف لائے۔سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہزادوں کو دیکھا تو انکے مبارک جسموں پر حلے نہیں تھے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اے لوگو مجھے تم لوگوں کو حلے دے کر کوئی خوشی نہیں ہوئی۔لوگوں نے عرض کیا یا حضرت اسکی کیا وجہ ہے۔فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور نظر اور نوجوانان جنت کے سرداروں کے مبارک جسموں پر حلے نہیں ہیں۔اسی وقت حاکم یمن کو حکم بھیجا کہ فوراً دو نہایت اعلیٰ وشاندار حلے لے کر مدینہ منورہ بھیجو۔جب حسب حکم حلے پہنچ گئے تو دونوں شہزادوں کو عطا فرما کر کہا مجھے پہن کر دکھاؤ۔انہوں نے حلے پہنے تو دیکھ کر بڑے مسرور ہوئے۔اور ارشاد فرمایا اب مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔بعض روایات میں آتا ہے کہ پہلے حلے شہزادوں کی شان کے لائق نہ تھے اس لیے عمدہ حلے منگوا کر شہزادوں کو دیئے۔سبحان اللہ قربان جائیں اس عشق وعقیدت مصطفیٰ اور آل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جس کا مظاہرہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

از: امام ابن عساکر جلد 4 صفحہ 321-323

کتب سیر میں روایت کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی کے منبر پر تشریف فرما خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔اسی اثنا میں سید الشہداء حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ مسجد میں تشریف لے آئے اور منبر پر چڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا "میرے باپ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے منبر سے اترو اور اپنے باپ کے منبر پر جاؤ"۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے اس بچگانہ شوخی کے جواب میں فرمایا "میرے باپ کا تو کوئی منبر ہی نہیں تھا"۔پھر شہزادے کو اپنے پاس بٹھالیا۔خطبہ سے فارغ ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ہمراہ گھر لیتے گئے۔راستے میں فرمایا یہ بات تمہیں کس نے سکھائی۔انہوں جواب دیا "واللہ کسی نے نہیں"۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "کبھی کبھی میرے پاس آیا کرو"۔اصابہ مشہور سیرت کی کتاب میں ہی موجود ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملنے تشریف لے گئے۔اس وقت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تنہائی میں گفتگو فرما رہے تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما باہر دروازے پر کھڑے تھے۔حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور کچھ دیر بعد ملاقات کے بغیر واپس تشریف لے گئے۔بعد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا "اے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملاقات کے لیے ہی نہیں آئے"۔سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "میں ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تھا مگر اے امیر المومنین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو میں مشغول تھے اس لئے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

ساتھ کھڑا رہا اور پھر انتظار کے بعد انہی کے ساتھ لوٹ گیا''۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انکا ساتھ دینے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہماری جو کچھ عزت ہے وہ خدا کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی ہی دی ہوئی ہے''۔ سبحان اللہ تکریم خانوادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حق یوں ہی ادا کیا جاتا ہے۔

از: اصابہ جلد 2 صفحہ 15

عہد عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکمل جوان تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام الشہدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑا احترام وتکریم کیا کرتے تھے۔ ہر قسم کی سہولت اور دیکھ بھال کا خود خیال رکھتے۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 30ھ میں طبرستان (غالباً شمالی ایران) کے جہاد میں شرکت فرمائی اور جوانمردی کے ایسے جوہر دکھائے کہ لوگ انگشت بدندان رہ گئے۔ پھر جب باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کرنے والے شیر دلوں میں شامل تھے۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت، دلیری اور رعب کی وجہ سے باغیوں کو ہمت نہ ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دولت کدہ میں داخل ہوسکیں۔ باغیوں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا اور مکان پر چڑھ کر پچھلی طرف سے گھر کے اندر داخل ہوکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو اس وقت قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے شہید کردیا۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تمہارے ہوتے باغی اندر کس طرح گھس گئے۔ جواب میں عرض کیا یا حضرت باغی دروازے سے نہیں بلکہ چھت پر چڑھ کر پچھلی طرف سے گھر کے اندر داخل ہوئے ہیں۔ سامنے میں تھا کسی نے اس طرف سے گھر میں داخل ہونے کی ہمت نہیں کی۔

از: تاریخ امام جلال الدین سیوطی صفحہ 159

عہد سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد گرامی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں انکے ساتھ مکمل تعاون فرماتے رہے۔ خلافت کے کاموں میں والد گرامی کا ہاتھ بٹاتے۔ جنگ جمل میں شامیوں کے خلاف نہایت دلیری سے لڑے۔ اسکے بعد جنگ صفین کے قیامت خیز معرکہ میں جوانمردی کے خوب جوہر دکھائے۔ اس جنگ میں جو معاہدہ تحریر کیا گیا اس پر گواہ کے طور پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستخط ہیں۔ اس جنگ کے

بعد جب خوارج نے فتنہ برپا کیا اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کی سرکوبی فرمائی تو سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان معرکوں میں پیش پیش تھے۔ یہ تمام حالات تفصیل کے ساتھ تحریر کرنا تو ہمارے موضوع کو بہت ہی طویل بنانے کا باعث ہوں گے اس لیے انہی الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں۔

40ھ میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ابن ملجم نے قاتلانہ حملہ کیا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید زخمی ہو گئے اور انہی زخموں کی وجہ سے 20 رمضان 40 ہجری کو شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں شہزادوں حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو شہادت سے پہلے مفید نصیحتیں فرمائیں اور حسن سلوک کے ساتھ رہنے، امت محمدیہ اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے اپنا وقت اور مال و جان قربان کرنے کی تلقین فرمائی۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ کا عہد

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ اور عراق والوں کی بھاری اکثریت نے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی اور ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برادر محترم کے ساتھ پورا پورا تعاون فرمایا اور پھر جب حضرت امیر معاویہ کے ساتھ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح فرمائی تو بھائی جان کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور بمعہ اہل و عیال برادر بزرگ کے حکم پر کوفہ سے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ یہ تمام حالات ہم سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں اپنے نانا جان کے شہر میں رہتے ہوئے عالم اسلام کو اپنے علم و عرفان سے فیض پہنچا رہے تھے۔ حضرت امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی یزید کی بیعت لے لی تھی۔ اس موقع پر سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام خاموش رہے اور یزید کی بیعت نہ کی پھر جب 60ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا اور یزید نے حکومت سنبھالی تو اس کے لیے سب سے اہم معاملہ سیدنا حضرت امام حسین و سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بیعت کا تھا۔ یزید پلید نے حکومت سنبھالتے ہی حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو حکم بھیجا کہ ان دونوں سے میری بیعت لی جائے۔ ولید بن عتبہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ان بزرگوں سے یزید پلید کی بیعت لینا ممکن نہیں ہے۔ پھر بھی اس نے حکم کے مطابق سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر یزید کی بیعت کے لیے کہا۔ امام عالی مقام نے ولید بن عتبہ سے فرمایا میں اس مسئلے پر غور و فکر کرنے کے بعد جواب دوں گا۔ دراصل امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ذلیل انسان کی بیعت نہیں فرمانا چاہتے تھے اور دوسرا اس معاملے کی نزاکت کو سمجھتے

ہوئے مسلمانوں کوخون خرابے سے بچانا چاہتے تھے۔ ولید بن عتبہ کے ہاں سے واپسی پرسید الشہدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمعہ اہل وعیال ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ کی طرف کوچ فرما گئے۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ہی مکہ مکرمہ روانہ ہو چکے تھے

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل کوفہ کی دعوت

یزید کے تخت نشین ہوتے ہی ہر طرف افراتفری کا ماحول پیدا ہو گیا خاص طور پر مدینہ منورہ کا ماحول تو بڑا ہی پرآشوب ہو رہا تھا۔ اہل کوفہ خط پر خط لکھ رہے تھے ان کے آدمی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پاس تشریف لے آئیں ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرتے ہوئے جان مال طاقت وثروت سب کچھ آپکے قدموں پر قربان کر دیں گے۔ حالات کے پیش نظر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ جانے کا ارادہ فرمالیا۔ اس طرح 60ھ میں بمعہ اہل وعیال مکہ مکرمہ کی حاضری دے کر کوفہ جانے کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام عالی مقام سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی اور جگہ جانے کی بجائے مکہ مکرمہ میں ہی قیام فرمائیں پورا عرب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں جاں نثاری کے لیے امنڈ آئے گا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوفے کا ارادہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا منع کرنا

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ 28 رجب 60ھ بروز اتوار مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے اور 3 شعبان جمعہ کی شب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ مکرمہ میں اقامت اختیار فرمالی۔ لوگوں کو جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (41ھ-60ھ) کے انتقال اور یزید (60-64ھ) کی حکومت کا معلوم ہوا تو وہ جوق در جوق سید الشہدا امام عالی مقام کے گرد اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔ اہل عراق نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں متواتر خطوط اور قاصد وایلچی روانہ کرنے شروع کیے۔ دس رمضان کو سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عبداللہ بن سبع ہمدانی اور عبداللہ بن دال حاضر ہوئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی پھر ایک اور جماعت دعوت کے ساتھ حاضر خدمت ہوئی۔ جس میں قیس بن مسہر صدائی۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ عمارۃ بن عبداللہ سلولی شامل تھے ان لوگوں نے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط خدمت میں پیش کیے جن میں کوفہ آنے کی دعوت تھی۔ اسطرح ایلچی وخطوط آنے کا سلسلہ جاری رہا جس کے مطابق اہل کوفہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے کو تیار تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ جانے کا ارادہ فرمالیا۔ مگر سیدنا حضرت امام حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عم زاد سیدنا حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ جانے کا حکم دیا تاکہ وہاں جا کر مکمل حالات کا اندازہ لگا سکیں۔ حسب حکم امام وہ کوفہ تشریف لے گئے کوفیوں نے جوق در جوق امام مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا شروع کر دی اور ہزاروں لوگ اس بیعت میں شامل ہوئے۔ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ آپ تشریف لے آئیں لوگ ہزاروں کی تعداد میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ جانے کی تیاری فرمالی۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوچ کا مشورہ دیا جبکہ حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوسعید رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ تشریف نہ لے جائیں۔ وہ لوگ وعدہ کے پکے نہیں ہیں کیونکہ مشہور ہے " کوفی لا یوفی" مگر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ جانے کا پختہ ارادہ فرما چکے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشورہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ جانے سے روکتے وقت عرض کی کہ حضور کوفہ والے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا حاکم بنانا چاہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے حکومت پر فقر وفاقہ کو ترجیح دی تھی جبکہ آپ علیہ السلام کو دونوں میں سے کسی بھی چیز کو قبول فرمانے کا اختیار تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کے ٹکڑے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکومت کا ارادہ ترک فرما دیں۔ مگر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل کوفہ پر حجت فرمانا چاہتے تھے اس لیے کوفہ جانے کے ارادہ پر قائم رہے۔ روانگی کے وقت حضرت عبداللہ بن عمر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغل گیر ہوئے اور انہیں رخصت کرتے وقت فرمایا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوچ کرنے میں ہماری بات نہ مان کر ہمیں مغلوب کر دیا حالانکہ وہ اپنے والد گرامی سیدنا حضرت علی و بھائی سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اہل عراق کے سلوک کو اچھی طرح دیکھ چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش گوئی

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر میں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا مجھے اللہ کی قسم ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اپنے خاندان کے درمیاں شہید کیے جائیں گے۔ مگر اس کے باوجود امام عالی مقام نے اپنے ارادے پر نظر ثانی نہ فرمائی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور فرمایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات مان لی ہے اور ہماری نہیں پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں بتا دوں سیدنا حضرت امام حسین رضی

اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں تو داغ مفارقت دیئے جا رہے ہیں لیکن تمہیں اور حجاز مقدس کو بھی چھوڑ جائیں گے۔

محمد بن حنیفہ اور عبداللہ بن مطیع کا مشورہ

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینہ منورہ سے روانہ ہونے لگے تو محمد بن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی حضرت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی اور مقام پر جانے کی بجائے مکہ مکرمہ تشریف لے جائیں اور وہاں ہی قیام فرمائیں۔ کیونکہ وہ مرکز محفوظ ہے۔ امام عالی مقام اسی مشورہ کے مطابق مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور عرض کی یا حضرت میرے ماں باپ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فدا ہوں کہاں کا ارادہ ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا فی الحال تو مکہ مکرمہ کا ارادہ ہے یہ سن کر انہوں نے کہا اس میں مضائقہ نہیں مگر خدا کے لیے کوفہ جانے کا قصد نہ کیجیے گا۔ کیونکہ وہ شہر منحوس ہے۔ وہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی جان محترم سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا اور انہیں زخمی کیا گیا۔ اے میرے آقا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم پاک میں تشریف فرما ہوں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو عرب کے سردار ہیں۔ حجازی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں کسی کو نہیں مانیں گے کیونکہ اس وقت پوری دنیا میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ محترم اور اعلیٰ شان والی کوئی دوسری شخصیت نہیں ہے۔ اگر خدانخواستہ نصیب دشمناں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کوئی مصیبت آئی تو پھر ہم سب غلام بنا ڈالے جائیں گے۔ سیدنا حضرت امام عالی مقام مدینہ منورہ سے ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہوئے۔

عمرو بن عبدالرحمٰن کی درخواست

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ روانہ فرما چکے تھے تاکہ وہ حالات کا جائزہ لیں۔ کوفیوں کے ابتدائی بہتر سلوک کو دیکھتے ہوئے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ بھیجا تھا کہ لوگوں کی اکثریت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہے کوفہ تشریف لے آئیں۔ اس خط کے بعد امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ جانے کے لیے تیاریاں کرنے لگے۔ اہل مکہ مکرمہ کوفیوں کی بدفطرتی اور وعدہ خلافیوں کو اچھی طرح جانتے تھے۔ عمرو بن عبدالرحمٰن کو جب امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیاریوں کا معلوم ہوا تو وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا حضرت میں نے سنا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شہر میں تشریف لے جا رہے ہیں جہاں دوسروں کی حکومت ہے۔ وہاں ان کے امراء و عمال موجود ہیں جنکے قبضہ میں بیت المال ہے عوام اور دولت ان کے پاس ہے۔ اہل کوفہ سگِ دنیا ہیں جن کی زندگیوں کا مقصد ہی مال و دولت کا حصول ہے۔ اس لیے مجھے اندیشہ ہے یہ لوگ بدعہدی کرتے ہوئے آپ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کوشہید کردیں گے اس لیے خدارا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ جانے کا ارادہ ترک فرمادیں۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن عبدالرحمان کے ہمدردانہ مشورہ کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا میں کوفیوں پر اتمام حجت پوری کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشورہ

کوفیوں کی طرف سے خطوط پر خطوط اور ایلچیوں کی متواتر آمد سے سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے کہ امام عالی مقام کوفہ تشریف لے جائیں مگر بعد میں اس خوف سے کہ کہیں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انکی طرف سے کوئی بدگمانی نہ پیدا ہو اور دوسرا دیگر تمام اکابرین کی طرف سے کوفہ نہ جانے کی درخواست کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجاز مقدس میں ہی تشریف فرما رہیں۔ ہم سب آپکی بیعت کر کے ہر ممکن مدد کریں گے اور اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ جانے کا پختہ ارادہ کر ہی لیا ہے تو ہم جاں نثار ساتھ چلتے ہیں۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا بھائی میرا کسی کے ساتھ لڑنے کا ہرگز ارادہ نہیں ہے اس لیے میں اپنے ہمراہ اہل بیت کو ہی لے کر جا رہا ہوں۔

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکہ مکرمہ سے روانگی

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعبان، رمضان، شوال اور ذیقعد تک مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے۔ پھر دس ذوالحج 60ھ کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اہل بیت کے چند نوجوان کچھ عورتیں اور چند بچے شریک سفر تھے۔ اہل بیت کے علاوہ کچھ اور جان نثار بھی ساتھ شامل ہو گئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نزدیک ترین نسبت رکھنے والے نفوس قدسیہ کا یہ قافلہ حق و باطل میں امتیاز کرنے جا رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پھر درخواست کی مجھے بھی جان نثاری کے لیے ہمراہ لے چلیں میرے ساتھ دو ہزار جوان بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قربان ہونے کے لیے شریک سفر ہونے کو تیار ہیں مگر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بھائی جان مجھے اس قدر اہتمام کی ضرورت نہیں میرے اہل بیت کے علاوہ کسی اور کا ہمراہ جانا مناسب نہیں کیونکہ میں جنگ کے ارادے سے نہیں جا رہا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں مکہ مکرمہ میں ہی تشریف رکھیں۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ بات تھی کہ تم سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھو بیٹھو گے اس لیے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فکرمند تھے انہوں نے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الوداع کہتے ہوئے پرنم آنکھوں سے یہ اشعار کہے۔

ترحلتم عنی انتم احبتی	تم مجھ سے کوچ کر گئے اور تم میرے محبوب ہو۔
وخلفشحونی فی الدیار رھین	اور تم نے مجھے وطن میں رہن رکھ دیا
ترکتم عیونی لا تمل من البکاء	تم میری آنکھوں کو اس حال میں چھوڑ گئے وہ رونے سے نہیں اکتاتیں تمہارے نہ ہونے سے دل غمگین ہو گیا۔
لفقد کم صار الفوء ادحزینا	
ایاغائبا عنا ملکت فواء دنا	اے وہ شخص جو ہم سے غائب ہے تو ہمارے دلوں کا بادشاہ ہوا۔
و اسقیتنا اکاس الفراق یقینا	اور تو نے یقیناً ہمیں جدائی کا پیالہ نوش کرایا
وصاد فوادی بالفراق معذبا	میرا دل جدائی کے عذاب میں مبتلا ہو گیا
یذھب من الھجران لیس مکینا	دل جدائی سے پگھل رہا ہے اسے سکون نہیں ہے۔

از: نور العین صفحہ 31

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کو ہمراہ لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منزلیں طے فرما رہے تھے ادھر ابن زیاد نے امام عالی مقام کا راستہ روکنے کے لیے ہر منزل پر اپنے فوجی مقرر کر دیئے تا کہ امام عالی مقام کا کوئی خط یا پیغام کوفہ نہ پہنچ سکے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں تبدیلی حالات سے بے خبر منزل پر منزل طے فرماتے جا رہے تھے۔ راستے میں لوگ جوق در جوق سرکار کے ساتھ شامل ہوتے جا رہے تھے۔ اس طرح یہ قافلہ تعداد میں زیادہ ہوتا گیا۔ لوگ بظاہر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عقیدت و محبت کے ساتھ شامل ہو رہے تھے مگر جب وقت آیا تو سب ساتھ چھوڑ کر گھروں کو لوٹ گئے اور یوں وہی نفوس قدسیہ ہمراہ رہ گئے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقام ثعلبیہ پر پہنچے تو کوفہ سے آنے والے ایک اسدی نے خدمت میں عرض کیا کہ ابن زیاد نے حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ اور سب کوفی اپنی فطرت کے مطابق لایوفی ہو گئے ہیں۔ وہ سب شامیوں کے ساتھ مل گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون" پڑھا۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خبر سن کر بھی کوفہ کی طرف بڑھتے رہے جب رزبار کے مقام پر پہنچے تو ایک کوفی سوار نے خبر دی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جس قاصد یعنی عبداللہ بن بقطر کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پیغام دے کر روانہ فرمایا تھا ابن زیاد نے ان کو بھی شہید کر دیا ہے۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ دل شکن خبریں ملیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اپنے ساتھیوں کو جمع ہونے کا حکم فرمایا۔اور یوں تقریر فرمائی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ حالات دیکھے تو اپنے ساتھیوں سے یوں خطاب فرمایا ''تم لوگ مسلم بن عقیل اور عبداللہ بن بقطر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کا سن چکے ہو اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ہمارے ساتھی کہلانے والے اہل کوفہ شامیوں کے ساتھ مل گئے ہیں۔اس لیے تم میں سے جو شخص واپس جانا چاہتا ہے چلا جائے میری طرف سے اس پر کوئی الزام نہیں ہوگا''۔امام عالی مقام کی یہ تقریر سن کر ہجوم منتشر ہونے لگا اور یوں باقی وہی جان نثار رہ گئے جو مکہ مکرمہ سے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چلے تھے، یہاں بھی چند مخلص لوگوں نے مشورہ دیا کہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے واپس مکہ مکرمہ تشریف لے جائیں مگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف نہیں کیا جاسکتا۔حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سفر پھر جاری فرمایا اور چلتے چلتے ایسی سرزمین پر پہنچے جسے کربلا کہا جاتا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشت کربلا میں

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کربلا کے میدان میں پہنچے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جگہ کی مٹی اٹھا کر اسے غور سے دیکھا اور فرمایا اس مٹی کی رنگت اور خوشبو اس مٹی سے ملتی جلتی ہے جو جبریل علیہ السلام نے میرے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لا کر دی تھی اور کہا تھا کہ یہ اس سرزمین کی مٹی ہے جہاں حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید ہوں گے۔امام عالی مقام نے اپنے جان نثاروں سے ارشاد فرمایا اسی جگہ ڈیرے لگا دو کیونکہ یہی سرزمین ہمارے جوانوں کے قتل۔بچوں کے ذبح اور پردہ نشینوں کے بے سایہ ہونے کی جگہ ہے۔ اللہ کی قسم یہ جگہ ہمارا مدفن ہے۔یہاں عزت والوں کے ساتھ زیادتی وظلم کیا جائے گا۔اسی جگہ وہ وعدہ پورا ہوگا جسے کسی حال میں نہیں ٹلنا۔دشت کربلا دریائے فرات سے تین میل دور سخت گرم اور چٹیل بے آباد جگہ ہے۔اہل بیت حسب حکم خیمہ زن ہوئے۔اس طرح دریائے فرات اور حسینی لشکر کے درمیان چار ہزار شامیوں کا لشکر حائل تھا جس کی کمان عمرو بن سعد کر رہا تھا۔یاد رہے یہ عمرو بن سعد حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح ایران کا بیٹا تھا مگر عزت، شہرت اور عہدہ کے لالچ نے اس کو ایسا اندھا کر دیا کہ نواسۂ رسول علیہ السلام پر مظالم کی ابتدا یعنی پانی بند کرنے والا یہی شخص تھا۔

شب عاشورہ

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں خیمہ زن ہو چکے تھے دوسری طرف یزیدی

افواج ابن زیاد کے کہنے پر عمرو بن سعد کی زیر کمان خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ختم کرنے کے لیے اپنے تمام تر مظالم کے ساتھ پڑاؤ ڈالے پڑی تھی۔ کوفیوں کی اس فوج میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پے در پے لاتعداد خطوط لکھے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ تشریف لے آئیں ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کو تیار ہیں مگر یہ ضمیر فروش سگ دنیا دولت کی لالچ میں یزیدی لشکر میں شامل ہو چکے تھے۔ یہ تمام حالات دیکھتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہو چکا تھا کہ اب جنگ کے علاوہ کوئی چارہ نہیں اس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع فرما کر یوں خطاب فرمایا۔

خطاب مبارک

''میں خدا کا بہترین ثناخواں ہوں اور مصیبت وراحت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں اے اللہ میں تیری حمد بیان کرتا ہوں کہ تو نے ہم لوگوں کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ ہمیں دل آشنا عطا کیا۔ ہمیں قرآن سکھایا اور دین میں فہم و علم عطا فرمایا۔ ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمایا۔ اما بعد تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کن کن مصائب سے دوچار ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ان مصائب میں تمہیں بھی ڈالوں۔ اس وقت رات کا سناٹا ہے ہر طرف خاموشی طاری ہے لوگ بے خبر محو خواب ہیں شامیوں کو صرف میری ضرورت ہے۔ میں جانوں اور یہ لوگ۔ خداوند کریم تم لوگوں کو میرا اتنا ساتھ دینے پر اجر عظیم عطا کرے۔ رات کی اس تاریکی میں تم لوگ یہاں سے نکل جاؤ میری طرف سے اجازت ہے۔ یہ اجازت میں بخوشی دے رہا ہوں۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو''۔

جاں نثاروں کا جواب

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان مبارک سن کر اہل بیت نے یک زبان ہو کر عرض کی'' اے ہمارے آقا و مولا کیا ہم صرف اس لیے چلے جائیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہم کو یہ دن نہ دکھائے۔ ہم لوگ کونسا منہ لے کر واپس جائیں خدا کی قسم ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی حال میں اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ ہماری جانیں سب سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قربان ہوں گی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد زندگی کا برا ہو''۔ اس کے بعد ہر جان نثار نے اپنی اپنی عقیدت اور جان نثاری کا اظہار کیا اور یوں سب سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی جانوں کا نذرانہ دینے کو تیار ہو گئے۔ جان نثاروں کا جذبہ قربانی دیکھ کر حضرت امام عالی مقام خاموش ہو گئے اور ان کے لیے دعا خیر فرمائی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یزیدی لشکر کے سامنے آخری خطبہ

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفیوں کو اپنے اور پانی کے درمیان حائل ہونے جیسی انتہائی

ذلیل حرکت اور اہل بیت کو متواتر مصائب میں مبتلا کرنے کی مکروہ حرکات کے بعد کوفیوں کے لشکر سے یوں خطاب فرمایا۔

''اے لوگو جلدی نہ کرو! پہلے میرا کہنا سن لو اور مجھ پر تم لوگوں کو سمجھانے کا جو حق ہے اسے پورا کر لینے دو۔ میرا یہاں آنے کا مقصد سن کر کوئی فیصلہ کرو تاکہ جہنم کا ایندھن بننے سے بچ سکو۔ اگر تم لوگوں نے میرا عذر نہ سنا اسے قبول نہ کیا اور انصاف کا دامن چھوڑ دیا تو کل قیامت کے روز رسوائی اور نامرادی تمہارا مقدر ہو گی۔ لوگو مجھے پہچانتے ہو۔ میں کون ہوں؟ میرے جدامجد کون ہیں؟ اور میری والدہ کون ہے؟''

''کیا میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ان کی لخت جگر سیدہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا و شیر خدا اسد اللہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا تم لوگ نہیں جانتے۔ یقیناً جانتے ہو کہ میں اور میرے جان نثار کون ہیں اور میرے جدامجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حوض کوثر کے ساقی ہیں۔ قیامت کے روز لواء (جھنڈا) حمد میرے نانا جان کے ہاتھ میں ہوگا میرے جدامجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فرمایا کہ یہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں قرآن اور اپنی سنت اور اہل بیت چھوڑ کر جا رہا ہوں ان کے ساتھ وابستہ رہو گے تو راہ ہدایت اور نجات پر رہو گے۔ پھر تم میں کتنے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھے خطوط لکھے تھے کہ پھل پک چکے ہیں۔ کھجوریں سرسبز ہیں۔ دریا جوش میں ہیں فوجیں تیار ہیں تم فوراً آ جاؤ پھر نام لے کر فرمایا اے شیث بن ربعی، اے حجار بن الجبر، اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث جواب دو تم لوگوں نے یہ سب کچھ لکھا تھا یا نہیں؟ پھر بھی اگر تم لوگوں کو میرا یہاں آنا ناگوار ہے تو میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں اپنے اہل و عیال اور ساتھیوں کے ساتھ کسی پرامن خطہ کی طرف چلا جاؤں"۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خطاب مبارک سن کر سب کوفیوں نے کہا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ کہا وہ صحیح اور حق ہے ہم سب کچھ جانتے ہیں مگر ہم تمہیں بھوکا پیاسا موت کا ذائقہ چکھا کر چھوڑیں گے۔ کوفیوں کی یہ بات سن کر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ ''لوگو اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر اپنے آپ کو ملامت کرو۔ اور سوچو کیا میرا قتل اور میری آبروریزی تمہارے لیے زیبا ہے''۔ امام عالی مقام کے فرمان کو سن کر کوفیوں میں سے قیس بن اشعث نے کہا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری بات کیوں نہیں مان لیتے؟ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں ذلیل کی طرح اس (یزید) کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دوں گا اور غلام کی طرح اس کا اقرار نہیں کروں گا۔ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یقین فرما لیا کہ اس لشکر کے بدبخت لشکریوں کے سامنے مزید گفتگو بے کار ہے تو آخر میں ارشاد فرمایا۔

"میں ہر اس مغرور طاقت سے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ چاہتا ہوں جس کا یوم حساب پر ایمان نہ ہو"

از: نور العین صفحہ 32

حضرت حر کی لشکر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شمولیت

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد گرامی کو کوفیوں نے سنا مگران بد بخت لوگوں کی قسمت میں حق کی طرف لوٹنا نہیں لکھا تھا اس لیے جنگ پر ہی بضدر ہے۔ عین اس وقت جب طبل جنگ پر چوٹ پڑنے والی تھی حضرت حر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آنکھوں سے گمراہی اور تاریکی کا پردہ ہٹ گیا انہیں حق کا جلوہ نظر آنے لگا چنانچہ وہ اپنے بیٹے کے ہمراہ کوفی لشکر کو چھوڑ کر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جان نثاروں میں آ کر شامل ہو گئے۔ اور اپنی گزشتہ کوتاہیوں اور سلوک کی معافی طلب کی سید الشہداء نے ان کو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کا مژدہ سنایا جس پر حضرت حر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ اشعار کہے۔

آلَیتُ لاَ تُقتلُ حَتی اقتلا   ولن اصاب الیوم المقبلا

میں نے قسم اٹھائی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل نہ ہوں گے یہاں تک کہ میں قتل ہو جاؤں اور مجھے اس حالت میں موت آئے کہ تیرا میں سامنا کرنے والا ہوں

اضر بُحضُح بِالسَّیف ضَربا مُقصلا   لَا نَا کِلاَعَنھُم وَ لاَ مُھمِلا

میں دشمنوں کو تلوار کے ذریعے کاٹ ڈالنے والی ضرب ماروں گا میں اس سے پیچھے ہٹنے والا اور (اپنے والد کو) بیکار کرنے والا نہیں ہوں

(از: البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 183

حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن رباح کی تقریر

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں شامل ہونے کے بعد حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفی لشکر سے یوں خطاب کیا۔ ''اے لوگو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہارے سامنے تین شرائط پیش فرمائی ہیں یعنی (1) میرے ساتھ صلح کرلو (2) میرا راستہ چھوڑ دو میں جہاں جانا چاہتا ہوں چلا جاؤں (3) مجھے یزید کے پاس لے چلو تا کہ میں اس سے بات کروں''۔

تم لوگ ان میں سے کوئی ایک شرط منظور کیوں نہیں کر لیتے تا کہ تم حق کے ساتھ جنگ کرنے سے بچ جاؤ۔ اور خود کو جہنم کا ایندھن بننے سے محفوظ رکھو۔ ابن سعد نے یہ سن کر کہا میں تو دل سے یہ چاہتا ہوں مگر کوئی سبیل نہیں بنتی۔ یہ سن کر حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''اے اہل کوفہ پہلے تم لوگوں نے خطوط لکھ کر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور اب عہد شکنی کرتے ہوئے سفا کی کا یہ مظاہرہ کر رہے ہو کہ ان کو چاروں طرف سے گھیر کر قیدی بنا ڈالا ہے۔ ان عظیم ہستیوں پر فرات کا وہ پانی تک بند کر دیا ہے جسے مجوسی، عیسائی و یہودی اور یہاں تک کہ دیہات کے کتے بھی پی رہے ہیں۔ تم سفاک لوگوں نے ہی کیسا اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ادا کیا ہے؟ اگر تم اب

بھی توبہ کرتے ہوئے اپنی ان حرکات سے باز نہ آئے تو یاد رکھو قیامت کے روز اللہ تمہیں بھی پیاسا رکھے گا اور ذلیل و رسوا کرے گا''۔

آغاز جنگِ مبارزت

حضرت عبداللہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جوانمردی

حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کے بعد ابن سعد نے تیر چلا کر اعلان جنگ کیا اس طرح مبارزت سے جنگ کی ابتدا ہوئی کوفیوں کی فوج سے یسار اور سالم بڑے غرور سے باہر نکلے ان دونوں کے مقابلے میں امام عالی مقام کے شیر حضرت عبداللہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے باہر آئے پہلے ہی وار میں یسار کو جہنم رسید کیا۔ سالم نے بڑھ کر وار کیا جس کو عبداللہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ پر روکا انگلیاں کٹ کر گر گئیں مگر انہوں نے اسی حالت میں سالم کو قتل کر دیا۔

ابن حوزہ کا دردناک انجام

جب دونوں شامی مارے گئے تو شامی فوج سے ابن حوزہ نامی ایک بد بخت باہر آیا اور بلند آواز سے پکارا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ لوگوں نے پوچھا تم کیا کہنا چاہتے ہو بولا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوزخ کی بشارت ہو (نعوذ باللہ) سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر فرمایا'' تو کذاب (جھوٹا) ہے میں دوزخ میں نہیں بلکہ اپنے مالک حقیقی کے حضور جاؤں گا۔ تو اپنا نام بتا'' اس شخص نے کہا میرا نام ابن حوزہ ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا'' خدایا اس کو آگ میں داخل کر''۔ ان الفاظ کا فرمانا تھا کہ اس بد بخت کا گھوڑا بدکا وہ گھوڑے سے نیچے گرا اور اسکا پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ گھوڑا سرپٹ دوڑ پڑا اسطرح ابن حوزہ پتھروں اور سخت گرم ریت پر گھوڑے کے ساتھ لٹکتا زخموں سے چور ہو کر نہایت دردناک موت سے دوچار ہو کر واصل جہنم ہوا۔

حضرت بریر بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیری

یزیدی لشکر سے یزید بن مقعل بڑے تکبر کے ساتھ میدان میں آیا۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ان کے سپاہی حضرت بریر بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے مقابلے پر آئے۔ یزید بن مقعل نے حضرت بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تلوار کا وار کیا جسے انہوں نے ایک طرف جھکتے ہوئے خالی جانے دیا پھر خود اس قدر جوش سے اس ملعون پر تلوار کا وار کیا کہ خود کاٹتا ہوا اس کے دماغ تک پہنچ گیا یوں وہ نامراد شامی یزید بن مقعل واصل جہنم ہوا۔ یزید کا یہ انجام دیکھ کر ایک شامی رضی بن منقد آگے بڑھا اور حضرت بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ آور ہوا دونوں میں کشتی ہونے لگی حضرت بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے نیچے گرا لیا اور اسکے سینے پر بیٹھ گئے یہ کیفیت دیکھ کر ایک شامی کعب

بن جابرازدی نے بزدلی کا مظاہر کرتے ہوئے ان کی پشت میں نیزہ اتار دیا آپ زخمی ہوئے اس شخص نے تلوار کا بھر پور وار کیا اس طرح حضرت بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

حضرت عمرو بن قرظہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن قرظہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں آئے ان کے مقابلے میں ایک شامی بڑی تیزی سے باہر آیا اور حملہ کر دیا۔ حضرت عمرو بن قرظہ نے ایک ہی وار میں اسکو ٹھنڈا کر دیا اسی اثنا میں ایک اور شامی نے پیچھے سے حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔

حضرت نافع بن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمرو بن قرظہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی یزیدی لشکر میں شامل تھا اس نے جب اپنے بھائی کو شہید ہوتا دیکھا تو بھائی کے خون نے جوش مارا اور وہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں مخاطب ہوا اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور وہ قتل ہو گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "وہ گمراہ نہیں ہوا وہ حق پر تھا گمراہ تو ہوا ہے" وہ کہنے لگا جب تک میں تمہیں قتل نہ کروں اللہ مجھے قتل کرے۔ یہ کہتا ہوا سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف جھپٹا مگر حضرت نافع بن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بدبخت کے ایسا تاک کر نیزہ مارا کہ وہ چاروں شانے چت گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔ اسکے ساتھی آگے بڑھے اور اسے بچا کر لے گئے۔ شامی لشکر سے مزاحم بن حریث باہر آیا جسے نافع بن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی وار میں جہنم واصل کر دیا۔ مزاحم کے قتل ہوتے ہی کئی شامی نافع بن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ٹوٹ پڑے اور یوں وہ عظیم قتال کرتے ہوئے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قربان ہو گئے۔

حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن یزید کی شہادت

حضرت حرؒ بن یزید نے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جاں نثار کی حیثیت سے میدان میں آ کر شامیوں کو للکارا۔ شامی فوج سے یزید بن سفیان میدان میں آیا۔ حضرت حر بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔

عام جنگ

حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

شامی فوج کے میمنہ دستے نے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پروانوں پر مل کر حملہ کر دیا۔ اصل میں

شامی فوج اگر جنگ مبارزت جاری رکھتی تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پروانے اکیلا اکیلا انکو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیتے اس صورت حال کو دیکھ کر شامیوں نے مل کر حملہ کیا۔ حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی دلیری کے ساتھ شامیوں کے اس دستہ کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ اس قدر شجاعت سے شامیوں کا مقابلہ کیا کہ جدھر کا رخ کرتے شامی بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگ جاتے اکیلا انسان آخر کب تک مقابلہ کرتا لڑتے لڑتے زخموں سے چُور ہو گئے اور آخر شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ سبحان اللہ.

عبداللہ الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

شامی فوج حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر بہت خوش ہوئی۔ شمر نے میسرہ کی کمان کرتے ہوئے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے میسرہ پر زبردست حملہ کیا اور تیروں کی بارش شروع کر دی۔ حسینی جوان چٹان کی طرح اس دستے کے سامنے ڈٹ گئے خاص طور پر حضرت عبداللہ الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کئی شامیوں کو واصل جہنم کیا۔ شامی اپنا یہ حشر دیکھ کر گھبرا گئے اور عمرو بن سعد کو مزید مدد کے لیے کہا اس نے پانچ سو سوار بھیج دیئے جنہوں نے حسینی شیروں پر حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ داد شجاعت دیتے ہوئے اپنے آقا پر قربان ہو گئے۔ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس دستہ میں کل 23 جوان تھے مگر انہوں نے یزیدی ٹڈی دل کو ایک انچ آگے نہ بڑھنے دیا۔

عمرو بن عبداللہ صاعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

یہ معرکہ حق و باطل صبح سے جاری تھا سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سے پروانے اس شمع حق پر نثار ہو چکے تھے۔ 72 نفوس میں سے جب ایک شہید ہو جاتا تو اسکی جگہ پر نمایاں خلا نظر آنے لگتا۔ جبکہ دوسری طرف ایک ٹڈی مرتی تو اسکی جگہ دوسری ٹڈی فوراً پہنچ جاتی۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت عمرو بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت طلب فرمائی تاکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نثار ہو جائے۔ اجازت مل جانے کے بعد اس انبوہ کثیر پر ٹوٹ پڑے اور یوں داد شجاعت دیتے ہوئے شہادت کا مرتبہ پایا۔

حضرت حُر بن ریاح اور حضرت زبیر بن قین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شہادت

جاں نثاروں کی یکے بعد دیگرے شہادت کی وجہ سے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ مبارک پر غمگینی کے آثار دیکھ کر حضرت حر بن ریاح اور حضرت زبیر بن قین رضی اللہ تعالیٰ عنہم رجز پڑھتے ہوئے

شامیوں پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر دلیری سے لڑے کہ بہت سے یزیدی قتل کر ڈالے یہ دونوں کب تک اس جم غفیر کے ساتھ لڑتے رہتے آخر دشمن نے چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کر دیا اس طرح یہ جانباز بھی اپنے آقا و مولا پر فدا ہو گئے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام کے حق دار ٹھہرے۔

نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ہلال بجلی کی شہادت

یزیدی لشکر کا زور لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا جبکہ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پروانوں کی تعداد چند نفوس رہ گئی تھی۔ حضرت نافع بن ہلال بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیر کی مانند کوفیوں پر ٹوٹ پڑے اور قریباً بارہ (12) کوفیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کوفیوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا وہ زخموں سے نڈھال ہو چکے تھے کوفیوں نے انہیں گرفتار کرنے کے بعد نہایت بے دردی سے شہید کر دیا۔

حضرت عبد اللہ اور حضرت عبد الرحمٰن رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شہادت

دشمن بہت قریب آ چکا تھا اس لیے تمام فدائی اہل بیت ایک کے بعد ایک اپنے آقا پر قربان ہونے کے لیے دشمن پر حملہ آور ہونے لگا سب سے پہلے حضرت عبد اللہ اور حضرت عبد الرحمان رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین دشمن پر عقابوں کی طرح حملہ آور ہوئے اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا۔

سیف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور مالک بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت سیف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مالک بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دشمن کی طرف بڑھے تو انکی آنکھوں میں آنسو تھے۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''تم کیوں رو رہے ہو؟'' انہوں نے عرض کی آقا اپنی جانوں کے خوف سے نہیں رو رہے بلکہ اس بات پر رونا آ رہا ہے کہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن سے بڑھ کر پوری زمین پر کوئی معزز نہیں دشمنوں کے نرغے میں محصور ہے۔ اور ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ جواب سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''خدا تم دونوں کو متقیوں جیسی جزا دے''۔ یہ دونوں جانباز دشمن پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامی کی شہادت

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامی نے ایک بار پھر کوفیوں کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ بے سود رہی۔ امام

عالی مقام نے فرمایا کہ ان لوگوں کو کچھ سمجھانا بے کار ہے کیونکہ افہام و تفہیم کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کے بعد حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک بھیجتے ہوئے دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور نہایت جوانمردی سے لڑتے ہوئے شہادت کے رتبہ پر فائز ہوئے۔

حضرت سیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

کوفیوں کی کوشش تھی کہ ان مٹھی بھر جان نثاروں کو جلد از جلد ختم کر دیا جائے اس لیے وہ ہر بار زوردار حملہ کرتے مگر قربان جائیں راہ حق کے پروانوں پر کہ ہر حملے کو چٹان بن کر روک لیتے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت سیف اور حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے ان دونوں نے کوفی فوج پر بڑی بے جگری سے حملہ کیا اور لڑتے ہوئے اپنے آقا پر قربان ہو گئے۔

حضرت عابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت شوزب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت شوزب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجز پڑھتے ہوئے شامی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت شوزب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے لڑتے درجہ شہادت پر فائز ہوئے مگر حضرت عابس بڑے مشہور مرد میدان اور شہ زور تھے۔ دشمن انکے آگے بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگ رہے تھے۔ کسی شامی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ انکے مقابلہ میں آتا چنانچہ شامیوں نے مل کر ان پر سنگ باری شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر حضرت عابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا خود اور زرہ اتار دی اور بزدل دشمن جو کہ دور سے پتھر پھینک رہے تھے انکی صفوں میں گھس گئے یوں بہت سے شامیوں کو قتل کیا مگر اکیلا انسان اس کثیر اجتماع کا کب تک مقابلہ کرتا آخر لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت عمرو بن خالد، جبار بن حارث، سعد، مجمع بن عبید اللہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شہادت

یزیدی لشکر نے مل کر ایک زوردار حملہ کیا تو سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مذکورہ پروانے مل کر اہل بیت پر اس حملے کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن گئے۔ ان سرفروشوں نے یزیدی لشکر کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں مگر دشمن کے جم غفیر کے سامنے یہ چند نفوس کتنی دیر ٹھہر سکتے تھے آخر یہ سب کے سب میدان کربلا میں جوانمردی کے جوہر دکھا کر اپنے آقا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت کے ناموس کی خاطر مرتبہ شہادت پر یکے بعد دیگرے فائز ہوئے۔

سیدنا حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدائیوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ان کی زندگیوں میں دشمن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت تک نہیں پہنچ سکتا اس لیے شامیوں کے ہر حملہ کا دندان شکن جواب دیتے ہوئے سب ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ اس طرح خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ باقی سب اپنا فرض پورا کرنے کے بعد قربان ہو چکے تھے۔ اہل بیت کرام میں سے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور نظر اہل بیت کے تابندہ قمر سیدنا حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیدری تلوار لے کر میدان جنگ میں اترے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ ''میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ خدا کی قسم ہم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب کے سب سے زیادہ حق دار ہیں''۔ سیدنا علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ رجز پڑھتے ہوئے دشمن پر اس طرح حملہ آور ہوتے گویا بجلی کا کوندہ ہے جس طرف رخ فرماتے دشمن کو کاٹ ڈالتے۔ شامی فوج میں مرہ بن منقد تمیمی نے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برق رفتاری دیکھی تو باآواز بلند بولا اگر علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری طرف سے گزرے تو میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے لڑکا بنا دوں۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکے یہ طنزیہ الفاظ سن کر اسکی طرف بڑھے۔ وہ بدبخت نہایت تجربہ کار اور جہاندیدہ سپاہی تھا اس نے تاک کر ایسا نیزہ مارا کہ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم مبارک کے پار ہو گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے نیچے گر گئے اس طرح شامی بزدل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے یوں اس شہزادے نے جام شہادت نوش فرما کر اسلام کی اپنے خون سے آبیاری کا حق ادا فرمایا۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواں سال بیٹے کا جسم زخموں سے چور دیکھا تو آسمان کی طرف چہرہ مبارک اٹھا کر فرمایا۔ ''اے اللہ آج تیرے ایک وفادار بندے نے تیری راہ میں سب سے بڑی نذر پیش فرما کر سنت ابراہیمی پوری کر دی ہے تو اس نذر کو قبول فرما'' سبحان اللہ کیا ہی حوصلہ اور ہمت ہے کہ ایسے موقعہ پر بھی زبان مبارک سے کلمہ شکر اور کلمہ بندگی ہی ادا فرمایا۔ کسی قسم کی شکایت یا دوسرے الفاظ استعمال نہ فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شہادت

سیدنا حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں آئے اور شامی فوج پر شیر کی مانند حملہ آور ہوئے نہایت دلیری سے دشمن پر حملہ کرتے رہے۔ دشمن ان پر قابو پانے کی کوشش میں چند جانیں کھو بیٹھا۔ اسی اثنا میں شامی فوج کے ایک شخص عمرو بن صبیح نے تاک کر ایسا تیر مارا جو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے جام شہادت نوش کرنے کا

ذریعہ ثابت ہوا۔

حضرت عدی وعبدالرحمٰن بن عقیل و محمد بن عقیل رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شہادت

حضرت عبداللہ بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کے بعد جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عدی وعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عبداللہ بن عروہ نے تیر مار کر شہید کر دیا بھائی کی موت کو دیکھ کر حضرت محمد بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن پر حملہ آور ہوئے اور کچھ دیر لڑنے کے بعد لقیط بن ناشر کے تیر سے شہید ہوئے۔

حضرت قاسم بن امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم وحضرت ابوبکر بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت

حضرت عدی، عبدالرحمٰن اور محمد بن عقیل رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شہادت کے بعد سیدنا حضرت امام حسن کے فرزند سیدنا حضرت امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں آئے اور دشمن پر اس انداز سے حملہ کیا کہ شامی ادھر ادھر بھاگ کر اپنی جانیں بچانے لگے اچانک ایک شقی القلب عمرو بن سعد بن مقبل نے پیچھے سے وار کیا جو جان لیوا ثابت ہوا اس طرح یہ شہزادہ اپنے چچا کی آبرو اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے شہادت کے درجہ پر فائز ہوا۔ حضرت ابوبکر بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھائی کی شہادت کے بعد دشمن پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے عبداللہ بن عقبہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہ، جعفر، اور عثمان بن علی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شہادت

سیدنا حضرت عباس علمبردار بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب دیکھا کہ جو میدان جنگ میں آتا ہے درجہ شہادت پر فائز ہو جاتا ہے اس طرح کچھ دیر بعد ہی شامی لشکر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ جائے گا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تینوں مذکورہ بھائیوں سے فرمایا آگے بڑھو اور دشمن کے سامنے چٹان کی طرح جم جاؤ تاکہ وہ امام عالی مقام تک نہ پہنچ سکیں۔ تینوں بھائی میدان میں نکلے اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے سینہ سپر ہو گئے تیروں کی بارش کو اپنے سینوں پر روکتے رہے۔ جسموں سے خون کے فوارے پھوٹنے لگے مگر ان جان

نثاروں کے قدم نہ ہلے آخر ہانی بن ثوب نے حضرت عبداللہ اور جعفر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو شہید کر دیا جبکہ تیسرے بھائی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید اصحی کے تیر کا نشانہ بن کر شہید ہوئے۔

سیدنا حضرت عباس بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ تینوں بھائیوں کی بنائی ہوئی دیوار یکے بعد دیگرے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قربان ہو کر ٹوٹ چکی ہے تو اللہ کے یہ شیر اپنے بھائی جان محترم کی حفاظت کے لیے تلوار سونت کر میدان میں امام عالی مقام کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ دشمن جس طرف سے حملہ آور ہوتا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقاب کی مانند جھپٹ کر اس کو جہنم رسید کر دیتے۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام ساتھی شہید ہو چکے تھے اب صرف ایک یہی شیر مرد اپنے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کے لیے دشمن کے ہر حملہ کو ناکام بنا رہا تھا۔ لڑتے لڑتے جسم اقدس زخموں سے چُور ہو گیا مگر حضرت عباس علمبردار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حالت میں بھی بھائی جان محترم کے سامنے آہنی دیوار کی مانند ڈٹے رہے مگر اکیلا نفس کب تک ٹڈی دل کا مقابلہ کرتا آخر زخموں سے اس قدر نڈھال ہو گئے کہ کھڑے رہنے کی سکت باقی نہ رہی امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر بھائی کو تھام لیا مگر زخم اپنا کام کر چکے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ اقدس کی طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھا اور بھائی جان محترم کو الوداع کہتے ہوئے ناموس اکبر کی حفاظت کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ قربان جائیں ان نفوس قدسیہ کے ایثار پر۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عظمیٰ

جیسا کہ ہم گزشتہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں کہ میدان کربلا میں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام جاں نثار ایک ایک کر کے شہید ہو چکے تھے اب اہل بیت میں سید الشہدا امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے لخت جگر سیدنا حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ باقی رہ گئے تھے شامی فوج ہر حال میں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قابو پانا چاہتی تھی۔ آخر کار وہ قیامت خیز گھڑی بھی آ گئی جب زمین و آسمان نے دیکھا کہ۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کا تارا سیدہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لخت جگر اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہزادہ امام عالی مقام ظالم شامیوں کی فوج کی طرف بڑھے شامی فوج میں سے کسی کو جرأت نہ تھی کہ اللہ کے اس شیر کا سامنا کرتا ہر ایک ادھر ادھر ہو کر اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا۔ فوج کی یہ حالت دیکھ کر شمر ذی الجوشن چلایا بدبختو کس بات کا انتظار کر رہے ہو آگے بڑھو اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دو اس لعین کی یہ بات سن کر یزیدی لشکر ہجوم کی شکل میں امام عالی مقام پر ٹوٹ پڑا ان شوریدہ بدبختوں نے ہر طرف سے امام

عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یلغار کر دی۔ ادھر شمشیر حسینی ان ٹڈی دلوں پر اس انداز سے برس رہی تھی کہ دشمن بھیڑ بکریوں کی طرح آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ان باطل بادلوں کو ہوا کی طرح اڑا دیتی تھی۔ مگر اکیلے خستہ دل خستہ جگر زخموں سے چور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کب تک ان درندوں کے خلاف ڈٹے رہتے۔ یہ تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مقدسہ کا ہی حوصلہ تھا کہ اپنا سارا کنبہ اور دیگر جان نثاروں کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے بعد دشمن کے اس ریلے کو روکے ہوئے تھے۔ لمحہ بہ لمحہ دشمن کا زور بڑھتا جا رہا تھا۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شمشیر حسینی بجلی کی طرح دشمن پر برابر کوندرہی تھی اچانک شامی فوج سے ایک بد بخت مالک بن شہر کندی نے۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایسا وار کیا کہ اس کی تلوار سرکار کی دستار مبارک کو کاٹتی ہوئی کاسہ سر تک پہنچ گئی خون کا فوارہ پھوٹ نکلا امام عالی مقام کا سارا جسم مبارک خون سے رنگین ہو گیا۔ اس حالت میں بھی سید الشہدا کے صبر و ہمت میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زخمی سر مبارک پر کس کر عمامہ باندھا اور پھر قتال میں مصروف ہو گئے۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن کے ساتھ لڑائی میں مصروف رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے ہوئے ارشاد فرماتے جاتے "اے لوگو آج تم میرے قتل کے لیے یہاں جمع ہو خدا کی قسم میرے بعد تم کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرو گے جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔ میرے بعد تم باہم خون ریزی کرو گے اور اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اس وقت تک معاف نہیں فرمائے گا جب تک تم پر دوگنا عذاب نازل نہ فرمالے"

کافی دیر سے متواتر تلوار چلاتے چلاتے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازو مبارک شل ہو چکے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت آہستہ آہستہ غیر ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے باوجود شامی فوج میں سے کسی کو ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرے اس موقعہ پر شمر ذی الجوشن ایک مرتبہ پھر چلایا۔ اے شامیو تمہارا برا ہو تمہاری مائیں لڑکوں کو روئیں دیکھتے کیا ہو آگے بڑھو اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کر دو۔ شمر کی اس للکار پر شامی بھوکے بھیڑیوں کی طرح ہجوم کی شکل میں امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ٹوٹ پڑے۔ ایک ظالم نے ایسا تیر مارا کہ حضرت کی گردن مبارک میں پیوست ہو گیا۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تیر کھینچ کر گردن مبارک سے نکالا عین اس وقت زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بائیں ہاتھ مبارک پر تلوار کا بھرپور وار کیا جس کی وجہ سے حضرت نڈھال ہو گئے دوسری سمت سے سنان بن انس لعین نے اس قدر زور سے جسم اطہر پر نیزہ مارا کہ شہزادہ کائنات گھوڑے سے زمین پر تشریف لے آئے۔ شامی فوج میں سے خولی بن یزید مردود آگے بڑھا تا کہ امام عالی مقام کا سر مبارک تن اقدس سے جدا کر دے مگر قریب پہنچ کر جلالت حسینی کی وجہ سے کانپ گیا تھرا کر پیچھے ہٹ گیا یہ دیکھ کر رسوائے زمانہ بد بخت شامی سنان بن انس اپنی تمام تر سفاکیوں اور مظالم کے ساتھ آگے بڑھا اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو اس جگہ سے جو سرکار دو عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کی بوسہ گاہ تھا جسم اطہر سے الگ کر دیا۔ بعض روایات کے مطابق سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک شمر ذی الجوشن نے تن اقدس سے جدا کیا تھا (واللہ اعلم) (شمر ذی الجوشن سیدنا حضرت عباس علمبر دار کا حقیقی ماموں تھا) اسی وقت زمین کانپ اٹھی آسمان نے شرمندگی سے آہ لی۔ میدان کربلا میں قیامت بپا ہوگئی۔ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جسم اطہر سر مقدسہ کے بغیر اس سرزمین پر بے یار و مددگار پڑا تھا جو امام کے نانا علیہ السلام کے لیے رب نے پیدا کی۔ 10 محرم الحرام 61ھ کو اہل بیت کا یہ آفتاب ہدایت دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شقاوت اور سنگدلی پر مبنی قتل پر زمین کانپ اٹھی عرش الٰہی تھرا گیا ہوا خاموش ہوگئی۔ پانی کی روانی تھم گئی زمین سے خونی چشمے پھوٹ پڑے آسمان خون کے آنسو رویا۔ تمام شجر و حجر اس بے کسی کی موت پر آہ و بکا کرنے لگے ہر سو صف ماتم بچھ گئی۔ آہ افسوس صد افسوس آج سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لال کربلا کی زمین پر بے گور و کفن پڑا ہے سیدہ کے گھر کا چراغ بجھ گیا۔ سیدنا شیر خدا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چمن اجڑ گیا۔ دنیا سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظاہری وجود مبارک اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمتوں، رحمتوں، برکتوں اور ذات ہمہ صفات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہوگئی۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا گھرانہ اور دیگر جان نثار اور خود اپنی متاع حیات کو اللہ کے راستے میں قربان کر دیا مگر ظلم، جبر، سفاکی اور لادینیت کے آگے سر نہ جھکایا۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فعل مبارکہ کو شہنشاہ ہند سیدنا حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ان اشعار میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ کربلا میں پیش آنے والے حالات اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل مبارک کی مکمل عکاسی ہو جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر دریا کو کوزے میں بند فرما دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

شاہ است حسینؓ — بادشاہ است حسینؓ
دین است حسینؓ — دین پناہ است حسینؓ
سر داد نہ داد دست در دست یزید — حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؓ

از خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ

بظاہر واقعہ کربلا میں یزیدی لشکر نے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کے بعد یزید پلید کی حکومت کو مستحکم کر دیا تھا۔ اور یوں یزید اسلامی مملکت کا حکمران بننے میں کامیاب ہو گیا مگر حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت عظمیٰ کے درجہ پر فائز ہوئے اور یہ شہادت یزید کے لیے باعث رسوائی اور ہلاکت کا سبب بنی۔ ڈاکٹر محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو ایک شعر میں بیان کر کے واقعہ کربلا اور اس کے بعد قیامت تک اسکی حقیقت کا اظہار نہایت ہی عمدہ انداز میں کیا ہے۔

قتل حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

شہادت کے وقت سیدالشہد اسیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارکہ 55 سال تھی۔

تعداد شرکاء کربلا و اسمائے گرامی

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کی تعداد بہتر (72) تھی جن میں سے 32 گھوڑا سوار تھے اور 40 پیدل تھے۔ میدان کربلا میں ایک ہی دن یعنی 10 محرم کو 72 نفوس قدسیہ نے جام شہادت نوش فرمایا ان میں سے 20 خاندان نبوت کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت محمد بن حنیفہ برادر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کرام میں سے 17 نفوس نے جام شہادت نوش فرمایا جبکہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ انکی تعداد 16 تھی (واللہ علم) ان شہدا کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1. سیدنا حضرت امام حسین سیدالشہد ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
2. سیدنا حضرت عباس علمدار بن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
3. سیدنا حضرت جعفر بن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
4. سیدنا حضرت عبداللہ بن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
5. سیدنا حضرت عثمان بن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
6. سیدنا حضرت محمد بن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
7. سیدنا حضرت ابوبکر بن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
8. سیدنا حضرت علی اکبر بن سیدنا حضرت امام حسین بن سیدنا حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔ (شبیہہ رسول علیہ السلام)
9. سیدنا حضرت عبداللہ بن سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
10. سیدنا حضرت ابوبکر بن سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم
11. سیدنا حضرت عبداللہ بن سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم
12. سیدنا حضرت قاسم بن سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
13. سیدنا حضرت عون بن عبداللہ بن حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
14. سیدنا حضرت محمد عبداللہ بن حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
15. سیدنا حضرت جعفر بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

16. سیدنا حضرت عبدالرحمن بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
17. سیدنا حضرت عبداللہ بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
18. سیدنا حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
19. سیدنا حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
20. سیدنا حضرت محمد بن ابوسعید بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

خاندان نبوت کے علاوہ شہید ہونے والوں کے اسمائے گرامی

کربلا کے شہدا کی کل تعداد 72 تھی جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ ان میں سے خاندان نبوت کے شہزادوں کے نام ہم درج کر چکے ہیں۔ خاندان نبوت کے علاوہ جن سرفروشوں نے جام شہادت نوش فرمایا ان میں سے جن کے اسمائے گرامی کتب سیر وتاریخ سے مل سکے ہیں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

1. حضرت زبیر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
2. حضرت حر بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
3. حضرت ابن حر بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
4. حضرت نافع بن ہلال بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
5. حضرت سیف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
6. حضرت مالک بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
7. حضرت حنظلہ بن شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
8. حضرت عابس بن ابی شبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
9. حضرت شوزب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
10. حضرت عمرو بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
11. حضرت جبار بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
12. حضرت مجمع بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
13. حضرت سوید بن ابی المطالع رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
14. حضرت عمرو بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
15. حضرت حبیب بن مظہر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
16. حضرت عبداللہ الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

17. حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
18. حضرت عبداللہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
19. حضرت بریر بن صفیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
20. حضرت عمرو بن قرظہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
21. حضرت سعد بن عبداللہ حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
22. حضرت ابوثمامہ صائدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
23. حضرت قیس بن مشہر قاصد حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
24. حضرت ہانی بن عروہ قاصد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
25. حضرت عبداللہ بن بقطر قاصد حسین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔
26. دیگر ہمراہی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ اجمعین۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار شریف

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد یزیدی لشکر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر اقدس تن مبارک سے جدا کرنے کے بعد ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ ابن زیاد نے سر مبارک یزید کے پاس دمشق بھیج دیا اور پھر وہاں سے یزید پلید نے سرکار کا سر مبارک مدینہ منورہ کے حاکم عمرو بن سعید کے پاس بھیج دیا۔ حاکم مدینہ نے سر اقدس سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار اقدس کے ساتھ دفن کر دیا۔ اصحاب سیر کی اکثریت اس روایت سے متفق ہے کچھ کا خیال ہے کہ سر مبارک مصر میں دفن ہے مگر یہ روایت غلط ہے شہادت کے بعد یزیدی تو میدان کربلا سے سر اقدس اور اہل بیت کو لے کر چلے گئے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپکے جاں نثاروں کے جسم اطہر بے گور کفن پڑے رہے۔ دو تین روز کے بعد غاضریہ کے باشندوں نے وہ اجسام مبارک دفن کیئے۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پرانوار کربلا (عراق) میں ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک دمشق میں دفن ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ کا مزار شریف مشہد میں ہے۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب اور فضائل وکمالات

سیدنا ومولانا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب وفضائل وکمالات اسقدر ہیں کہ انکو تحریر کرنے کے لیے دفتر درکار ہیں۔ طوالت موضوع کے ڈر سے ان کمالات وفضائل میں سے چیدہ چیدہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں تاکہ مجھ ناچیز کا نام بھی سید الشہدا کی عظمت وشان بیان کرنے والوں کی فہرست میں شامل

ہو جائے اور اللہ کریم امام عالی مقام کی شہادت عظمیٰ و مقدسہ کے صدقے مجھ گناہ گار کی ایمان کے ساتھ بخشش فرمائے آمین۔

مناقب وفضائل

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر چھوٹی تھی اصحاب سیر کے نزدیک چھ یا سات برس۔ اس لیے حضور علیہم السلام کی ذات مقدسہ سے براہ راست استفادہ کا موقع نہ ملا مگر علم کے دروازے سیدنا و مولانا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی مجمع البحر شخصیت نے تعلیم و تربیت کے تمام مراحل نہایت احسن طریقے سے مکمل کرائے۔ والد گرامی کی خصوصی توجہ نے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم کا سمندر بے کران بنا دیا تھا۔ علامہ ابن عبدالبر۔ امام نووی، علامہ ابن اثیر، علامہ عماد الدین ابن کثیر، امام طبری رحمہما اللہ علیہم وغیرہ اصحاب سیر نے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل، علم وحکمت کے زبردست قائل ہیں ان کے علاوہ تمام اہل علم و اہل قلم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات علمی پر متفق ہیں۔ فقہ و فتاویٰ میں کمال درجہ رکھتے تھے۔ یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندانی اعجاز تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاصر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس میدان میں استفادہ کیا کرتے تھے۔ مثلاً سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خود صاحب کمال تھے ایک مرتبہ قیدی کی رہائی کے سلسلے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فتویٰ دریافت فرمایا۔ امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا قیدی کی رہائی کا فرض ان لوگوں پر ہے جن کی حمایت میں وہ لڑ رہا تھا۔

اسی طرح شیر خوار بچہ کے وظیفہ کے بارے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا پیدائش کے بعد ہی جب بچہ آواز نکالتا ہے تو اسکا وظیفہ واجب ہو جاتا ہے۔ اس طرح اور بہت سے فتاویٰ اور فقہی مسائل حل فرمائے یہاں موضوع کی طوالت کے خوف سے مذکورہ دو واقعات ہی تحریر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں اللہ قبول فرمائے آمین۔

خطابت

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فن خطابت وراثت میں ملا تھا جب امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ ارشاد فرماتے تو حاضرین کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ گویا بے جان جسم ہیں۔ یعنی مجمع پر سکوت طاری ہوتا مسجد نبوی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات سننے کے لیے دور دور سے لوگ چل کر آتے اور اپنی خالی جھولیاں علم وعرفان کی دولت سے بھر کر لے جاتے۔ میدان کربلا اور اس سے قبل اہل بیت جاں نثاران قافلہ اور یزیدی لشکر کے سامنے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبات ارشاد فرمائے وہ فن خطابت کا شہکار ہیں۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خطبہ شروع فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ علم کا بحر بیکراں موجزن ہے زبان مبارکہ سے خطبے کے الفاظ موتیوں کی

طرح لڑیوں کی صورت میں ادا ہوتے۔

شاعری وتعلیمات

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاعری سے بھی شوق فرماتے تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار نہایت حکیمانہ ہوتے جو امام عالی مقام کی سیرت مبارکہ اور تعلیم اسلام پر مبنی ہوتے۔درج ذیل اشعار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کا مکمل نمونہ اور محبان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(1) اِغنَ عَنِ المَخلوق بِالخَالِق

تَسدُ عَلَى الكَاذِب وَ الصَّادِق

ترجمہ: اپنے خالق و مالک پر بھروسہ کر کے مخلوق سے بے نیاز ہوجا۔پھر تم ہر سچے جھوٹے پر اپنی حاجت پیش کرنا بند کردو گے۔

(2) واسترزق الرحمٰن من فصله

فليس غير الله من رازق

ترجمہ: خدا رحمان سے اس کے فضل کی وجہ سے رزق مانگو۔پس اللہ کے سوا کوئی رزق دینے والا نہیں۔

(3) من ظن ان الناس يغنونه

فليس بالرحمان بالواثق

ترجمہ: جس نے یہ گمان کیا کہ لوگ اس کے کام آسکتے ہیں۔وہ اللہ پر بھروسہ کرنے والا نہیں۔

(4) اوظن ان المال من كسبه

زلت به النعلان من خالق

ترجمہ: اس نے گمان کیا کہ اس کا مال و دولت صرف اسکی کمائی سے ہے (نہ کہ خدا کے فضل سے) اس کے دونوں پاؤں بلند پہاڑ کی چوٹی سے پھسل گئے۔(یعنی وہ ہلاک ہوگیا)۔

خلاصہ اشعار

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مذکورہ چار اشعار میں تعلیمات حسینی کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ گویا دریائے موجزن کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرمار ہے ہیں کہ مخلوق پر بھروسا کرنے کی بجائے اپنے خالق و مالک حقیقی پر مکمل اعتماد کریں۔جو ہر ایک کو دینے والا ہے نفع و نقصان سب کچھ اسی کی طرف سے ہے۔

فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا روزی رساں سمجھنا چاہیے اور ہمیشہ اس کے فضل کے متلاشی رہیں اور یقین

رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی رازق حقیقی نہیں ہے۔ انسان ہمیشہ رزق حلال ہی کھائے حرام سے دور رہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا کارساز سمجھنا چاہیے۔ جو اللہ تعالیٰ کو کارساز حقیقی نہیں سمجھتا بلکہ لوگوں پر اپنی حاجتوں کو موقوف رکھتا ہے کہ فلاں شخص یا فلاں ہستی میری کارساز ہے وہ ہمیشہ نقصان اور خسارہ ہی اٹھائے گا۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات بھی عبرت آموز ہے کہ جو شخص اپنے مال و دولت کو اپنی محنت کا نتیجہ خیال کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم خیال نہیں کرتا اسکی مثال ایسے ہے کہ جیسے وہ ایک فلک بوس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جائے پھر اس کے دونوں پاؤں چوٹی سے پھسل جائیں اور وہ زمین پر آ گرے تو اس کے لیے ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

اقوال زریں

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھوٹے چھوٹے کلمات طیبات کے ذریعے حکمت و دانائی کی وہ باتیں ارشاد فرمایا کرتے تھے جو دوسرے شائد لمبی چوڑی گفتگو کے بعد بھی ادا نہ کرسکتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ ارشادات اور حکیمانہ مقولے اخلاق و حکمت کا وہ سبق دیتے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان دین و دنیا کی تمام عظمتیں۔ سربلندیاں اور رفعتیں حاصل کرسکتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے۔

1. سچائی عزت ہے۔ 2. جھوٹ عجز ہے 3. رازداری امانت ہے
4. امداد دوستی ہے۔ 5. عمل تجربہ ہے 6. حسن خلق عبادت ہے
7. خاموشی زینت ہے 8. بخل فقر ہے 9. سخاوت دولتمندی ہے
10. نرمی عقلمندی ہے 11. بہترین مال وہ ہے ہے جس کے ذریعے آبرو بچائی جائے۔
12. حق جوار قرابت ہے

مناقب

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لاتعداد مناقب ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

ارشادات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

1. دنیا کے پھول

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "اَلحَسن وَ الحُسین هُمَا ریحانی"

''حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں''۔

مشکوٰۃ شریف

2. جنت کے نوجوانوں کے سردار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اَلْحَسن وَ الحُسَین سیّد الشَبَاب اَھل الجَنَّۃ۔

''حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہیں''۔

مشکوٰۃ شریف

3. شبیہہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناف مبارکہ سے لے کر پاؤں مبارک تک شبیہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

4. مِنِّی وَ اَنَا مِنه

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اَلْحَسُن وَ الحُسَین مِنّی وَ اَنَا مِنه"

ترجمہ: ''حضرت امام حسن اور امام حسین (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں''۔

5. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا برائے حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

تاجدار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "یاالٰہ العالمین میں ان دونوں (حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے محبت کرتا ہوں اور تو بھی ان سے محبت فرما"

صحیح بخاری ومسلم

6. جگر کا ٹکڑا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب وہ بچے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر اوپر اٹھایا۔ حضرت امام

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں حضورعلیہ السلام کی ناف مبارک کے برابر تھے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا اوپر چڑھو۔امام عالی مقام اوپر چڑھتے گئے یہاں تک کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس کے برابر تھے منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منہ مبارک کے برابر۔حضورعلیہ السلام نے فرمایا منہ کھولو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منہ کھولا تو حضورعلیہ السلام نے انکا منہ مبارک چوم لیا۔پھر فرمایا''یاالٰہی یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں۔تو بھی اس سے محبت فرما''۔

مناقب اہلبیت

7. حضورعلیہ السلام کا ارشاد مبارک

سفیان نے عن ابی الجحاف انہوں نے ابی حازم اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا''جس نے ان دونوں (یعنی حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا''۔

البدایہ والنہایہ۔جلد ششم،صفحہ 1113

مسئلہ

ہر کلمہ گو کے لیے ضروری ہے کہ وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے محبت کرے کیونکہ یہ ایمان کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔جبکہ اہل بیت سے بغض عداوت ودشمنی رکھنا نفاق۔بے دینی اور بدبختی کی علامت ہے۔دعا ہے اللہ کریم اپنے محبوب علیہ السلام کے وسیلہ مبارک سے ہر کلمہ گو کو اہل بیت سے محبت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

عبادت وصدقات

عبادت وریاضت ایک مسلمان کا وہ فعل ہے جو اسکو ترقی کی انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت متقی پرہیزگار اور قائم الیل تھے۔عبادات میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصاً نماز سے بڑا ذوق تھا۔اسکی وجہ یہ ہے کہ بچپن سے ہی تعلیم صاحب شریعت آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم سے حاصل کی تھی۔پھر سیدنا حضرت اسد اللہ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تربیت مکمل فرمائی۔جس کا یہ اثر ہوا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت سے عبادت میں مشغول رہتے۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔اصحاب سیر کا اس بات پر

اجماع ہے کہ امام عالی مقام کثرت صیام میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے برادر حقیقی سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بیس (20) حج کیے جبکہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد پانچ (5) حج اکیلے کیے۔ دنیا کی ہر نعمت وسہولت کے باوجود حج پر پیدل ہی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ سواریاں اور غلام ہمراہ ہوتے مگر عجز و انکساری کی کیفیت یہ تھی کہ تاجدار عرب وعجم کے نور نظر اور دل کا ٹکڑا اللہ جل شانہٗ کی طرف سے عائد شدہ فرض کی تکمیل پاپیادہ فرماتے تھے۔ آپ کی عبادت گزاری کے سلسلہ میں کتب سیر اور مناقب اہل بیت بھری پڑی ہیں۔

صدقات وخیرات حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصف تھا۔ مالی اعتبار سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ کریم نے جس قدر فارغ البالی عطا فرمائی تھی اسی فیاضی اور دریا دلی سے اللہ کی راہ میں خرچ فرمایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در سے کبھی کوئی سائل خالی نہ گیا۔ مانگنے والے کو اسکی ضرورت سے بھی زیادہ عطا فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک سائل مدینہ منورہ کی گلیوں میں پھرتا پھراتا امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در جود وسخا پر پہنچا اور صدا بلند کی اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں مشغول تھے۔ سائل کی صدا سن کر نماز کو مختصر فرمادیا اور در دولت سے باہر تشریف لائے دیکھا کہ سائل کے چہرے پر پریشانی اور فقر وفاقہ عیاں تھا فوراً اپنے خادم قنبر کو آواز دی۔ وہ حاضر خدمت ہوا تو دریافت فرمایا ہمارے اخراجات میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے۔ قنبر نے عرض کیا حضور دوسو درہم جو اہل بیت میں تقسیم کرنے کے لئے عطا فرمائے تھے وہ ابھی تقسیم نہیں کیے میرے پاس ہی ہیں۔ ارشاد فرمایا وہ درہم لے آو اہل بیت سے زیادہ مستحق آگیا ہے۔ قنبر نے حسب حکم درہم خدمت میں حاضر کیے آپ نے درہموں کی وہ تھیلی سائل کو عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا ''اس وقت یہ رقم ہی موجود ہے اس سے زیادہ نہیں دے سکتے جس کے لیے ہم معذرت کرتے ہیں''۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں بصرہ سے جو آپ کا ذاتی مال آتا اسے اسی وقت مجلس میں تشریف فرما ہوتے ہی تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ فیاضی اور سخاوت میں سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کمال درجہ پر فائز تھے مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ مستحق افراد کو ہی عطا فرمایا کرتے تھے۔ جبکہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھلا تھا۔ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید الشہدا کو فرمایا کرتے تھے بھائی بے محل فیاضی نہ کیا کرو سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا ''بہترین مال وہی ہے جسکے ذریعے آبرو بچائی جائے''۔ مختصراً سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جود وسخا کا بے مثل سمندر تھے۔

تواضع وانکساری

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تواضع وانکساری کا پیکر تھے۔ آپ کی ذات مقدسہ تمکنت وخود

پسندی سے بے نیاز تھی۔آپ ادنیٰ سے ادنیٰ لوگوں کے ساتھ بھی بے تکلف بات چیت فرماتے اوران کے ساتھ بے تکلف ملتے تھے۔امام عالی مقام کی تواضع وانکساری کا ایک واقعہ عرض کرر ہاہوں۔ایک دفعہ کہیں تشریف لے جار ہے تھے راستے میں کچھ فقراء کھانے میں مصروف تھے انہوں نے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گزارش کی یا حضرت ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً سواری سے اتر پڑے اوران لوگوں کے ہمراہ کھانے میں شریک ہوگئے۔دوران کھانا ارشاد فرمایا "تکبر کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا۔پھران فقراء سے فرمایا میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے تم بھی میری دعوت قبول کرو"۔یوں سب لوگوں کو ہمراہ لے کر دولت خانہ پرتشریف لائے اوران فقراء کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ نہایت عزت واحترام اور تواضع وانکساری سے پیش آتے یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان حاجت مند کسی خوف کے بغیر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اپنا حال بیان کر دیتا تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر ایک کی حاجت روائی کو اولیت دیتے تھے۔

حلیہ اور شخصیت مبارکہ

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت وجیہ اور حسین وجمیل تھے۔ناف سے لے کر پاؤں مبارک تک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں بے حد مقبول تھے۔ہر ایک دل وجان سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدر کرتا۔عشاق ہر وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولی اشارے پر اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار رہتے۔آپ نہایت بلند اخلاق حلیم الطبع بردبار۔عفوودرگزر کرنے والے تھے۔عبادت وریاضت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرہ امتیاز تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت جری شجاع وبہادر تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت شریفہ میں انکساری اور ایثار وجودوسخا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔قناعت قائم الیل آپ کا وصف خاص تھا۔قربانی وحق پرستی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب فضائل واخلاق کا عیاں باب تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اوصاف حمیدہ کی مثال میں واقعہ کربلا اور شہادت پیش کرنا ہی کافی ہے کہ حق کی راہ میں سارا کنبہ تہ تیغ کرادیا مگر ظالم حکومت کے مقابلہ میں ہتھیار نہ ڈالے۔ مختصراً آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مقدسہ ہر ممکن خوبیوں کا جلی عملی نمونہ تھی۔

تعداد ازواج واولاد اور اسمائے گرامی

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں فرمائیں جنکی مجموعی تعداد سات ہے ان تمام ازواج سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پیدا ہوئی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1. حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابی مرہ بن عروہ ثقفی۔یہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نواسی ہیں اسطرح

یزید پلید کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔سیدنا حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شبیہہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے۔

2. حضرت بی بی شہر بانو رحمہا اللہ تعالیٰ علیہا بنت یزدگرد شہنشاہ ایران۔یہ قید ہوکر مدینہ منورہ آئیں اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکا عقد امام عالی مقام سے کیا۔سیدنا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکے بطن سے پیدا ہوئے۔

3. حضرت ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔سیدہ حضرت سکینہ وسیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انکے بطن سے پیدا ہوئیں۔

4. حضرت رباب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت امراء القیس،سیدنا حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکے بطن سے پیدا ہوئے۔

5. قبیلہ بنی قضاعہ کی ایک خاتون سے شادی فرمائی جنکا نام کتب سیر سے دستیاب نہیں ہوسکا سیدنا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکے صاحب زادے تھے۔

6. حضرت حفصہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔سیدنا حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکے بیٹے تھے۔

7. حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحب زادی سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔سیدہ حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انکی بیٹی تھیں۔

ماخذ کتب

1. از: تاریخ یعقوبی۔جلد2 صفحہ 292, 193, 192
2. تاریخ طبری جلد7 صفحہ 298, 297, 275, 274, 266, 265, 221, 220, 177, 351, 350,
3. طبقات ابن سعد جلد6 صفحہ 164
4. موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، باب مناقب اہلبیت وباب الصقیقہ
5. صحیح بخاری اول باب الاستقاص صفحہ 136 وباب مناقب اہلبیت
6. صحیح مسلم باب مناقب اہلبیت
7. مشکوٰۃ شریف۔باب الفضائل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8. شمائل ترمذی شریف
9. مستدرک امام حاکم، جلد3 صفحہ 176 وفضائل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10. تاریخ الخلفا صفحہ 158, 159 ازعلامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

11. السواعق المحرقۃ صفحہ 221 از امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
12. تہذیب التہذیب۔جلد 4 صفحہ 345 جلد، 11 صفحہ 361 جلد 10 صفحہ 39 از امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ
13. اسدالغابہ: جلد 2 صفحہ 18 تذکرہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
14. ابن اثیر جلد 4 صفحہ 58, 52, 40, 36, 33, 27, 24, 10 وغیرہ
15. اخبارالطّول صفحہ , 259, 258, 251, 250, 249, 241
16. مسعودی جلد 3 صفحہ 457
17. میزان الاعتدال جلد 3 صفحہ 457
18. البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 1048 تا 1121
19. تاریخ ابن عساکر جلد 4 صفحہ 324, 323, 322, 312
20. تہذیب الاسماء جلد 2 صفحہ 163 از: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ
21. شرح فقہ اکبر صفحہ 72 از ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
22. نورالعین صفحہ 32, 31, 5
23. ماشبت بالنسۃ صفحہ 31
24. تہذیب الکمال جلد 6 صفحہ 164 از امام علامہ صفی الدین احمد بن عبد اللہ وغیرہ۔

سیّدہ اُمِّ کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سیّدہ حضرت امّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی کا اسم مبارک سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا اور والدہ گرامی سیّدہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔سیّدہ امّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا چالیس ہزار درہم حق مہر مقرر کیا گیا۔سیّدہ حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کے بارے میں اصحاب سیر کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔اکثر کتب سیر میں ہے کہ سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی اولاد نہیں ہے جبکہ بعض کے نزدیک حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اولاد تھی (واللہ اعلم)

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سیّدہ امّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دوسرا نکاح حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا۔حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تیسرا نکاح حضرت عون بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا اور اُنہی کے گھر وصال پایا۔

نماز جنازہ

سیدہ حضرت امّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب وصال ہوا تو نماز جناز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔قبر شریف جنت البقیع میں ہے۔صواق محرقہ۔صفحہ۔156۔157، فروع کافی۔جلد۔6۔صفحہ۔115،مسائل الشیصہ۔جلد۔7۔صفحہ۔458۔

سیّدہ حضرت زنیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیّدہ حضرت زنیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی سیّدہ حضرت فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔

پیدائش

سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 5 جمادی الاول 5ھ کو مدینہ منورہ میں سیّدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پیدا ہوئیں۔زہد وتقوٰی ان کا مثالی تھا۔غریب پرور نیک سیرت اور نہایت شریف النفس تھیں۔

شادی

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ حضرت زینب بنت سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد اپنے بڑے بھائی سیدنا حضرت جعفر طیاّر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لخت جگر سیدنا حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مدینہ منورہ میں کیا۔اللہ کریم نے سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اولاد کی دولت سے نواز رکھا تھا۔عون ومحمد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے تھے۔

واقعہ کربلا اور صبر زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ مکرمہ سے کوفے کو روانہ ہوئے تو اہل خاندان آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھے سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے حقیقی بھائی سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھیں۔پورا سانحہ کربلا سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی مبارک آنکھوں سے دیکھا۔اپنے عظیم بھائی اُنکی اولاد اور اپنی اولاد کو نانا پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی سربلندی کے لیے شہید ہوتے دیکھا۔شہادت کے بعد ان عظیم ہستیوں کی مبارک لاشوں کو گھوڑوں سے پامال ہوتے دیکھا مگر نہایت صبر اور بردباری کی ایسی مثال

قائم فرمائی جس کی نظیر پھر تاریخِ عالم پیش نہیں کر سکی۔ یزیدی لشکر جب اس بے خانماں قافلے کو لے کر شام کی طرف روانہ ہوا تو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سفر کی تمام تکلیفوں اور مظالم کو نہایت صبر و تحمل سے برداشت کیا۔

یزید پلید کے دربار میں پہنچ کر ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ لوگ انگشت بدندان رہ گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید اور درباریوں کے تمام سوالات کے نہایت تدبر سے دندان شکن جوابات دئے۔ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عظیم برادر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک یزید کے دربار میں لایا گیا تو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس وقت دربار میں موجود تھیں۔ یزید نے سر مبارک دیکھ کر خود کو پیٹنا شروع کر دیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکمل حالاتِ زندگی بیان کرنے کے لیے دفتر درکار ہیں یہاں انہی الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں اللہ قبول فرمائے۔

وصال

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 10 رجب 47ھ کو دمشق میں (56) سال کی عمر میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ مزار پر انوار دمشق کے مضافات میں واقع زینبیہ میں ہے (اور راقم کو مزار پر حاضری کا شرف حاصل ہے)۔

حضرت ام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدہ حضرت ام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور والدہ سیدہ حضرت ام سعید بنت عروہ مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھیں۔ انکا نکاح حضرت جعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ہبیرا مخزومی کے ساتھ ہوا۔ یہ حضرت جعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں گورنری یعنی امارت کے عہدے پر فائز تھے۔

سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبکہ والدہ گرامی کا نام حضرت ام البنین بنت حرام تھا۔ انکا نکاح سعید بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ دیگر حالات پردۂ اخفا میں ہیں۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ صاحبزادیوں کے علاوہ باقی تمام صاحبزادیاں سیدنا حضرت عباس علمدار اور حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے عقد میں تھیں۔ یہاں ایک وضاحت کر دینا نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو اولادِ پاک سیدہ حضرت فاطمہ الزہرا خاتونِ جنت کے بطنِ پاک سے تھی پھر اس کا سلسلہ آگے چلا اور چل رہا ہے صرف وہی اولاد سید یا سادات ہے باقی ازواج سے پیدا ہونے والی

اولاد غیر فاطمی کہلاتی ہے۔سادات میں درج ذیل مشہور خاندان ہیں۔

(i) بخاری (ii) سید (iii) رضوی (iv) ترمذی (v) جعفری
(vi) اسماعیلی (vii) گردیزی (viii) جیلانی (ix) شمسی (x) قریشی
(xi) اور قواسم وغیرہ

سیدنا حضرت عباس بن سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمدار

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی کا اسم مبارک سیدنا حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا جبکہ حضرت ام البنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حرام بن خالد والدہ ماجدہ تھیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھائی کا نام شمر ذی الجوشن تھا۔نہایت سخت دل تھا جنگ صفین میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپاہی کی حیثیت سے لڑا مگر بعد میں اپنی بدقسمتی کی وجہ سے یزید کا طرف دار ہوگیا۔اسی بدبخت شخص نے میدان کربلا میں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا۔یہ شمر سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماموں تھا۔سیدنا حضرت عباس بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔انہوں نے میدان کربلا میں جام شہادت نوش فرما کر برادر ہونے کا حق ادا فرما دیا۔

سیدنا حضرت عباس بن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم 26ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ابوالفضل آپکی کنیت تھی۔میدان کربلا میں حسینی لشکر کا علم (جھنڈا) انہیں کے پاس تھا اسی نسبت سے عباس علمدار کہلاتے ہیں۔میدان کربلا میں خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دریائے فرات سے پانی لانے کی ذمہ داری آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھی۔اس وجہ سے سقائے اہل بیت کا عظیم خطاب ملا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت دلیری سے ہر مشکل کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔اہل بیت اور انکے معصوم بچے جب پیاس کی شدت سے نڈھال ہونے کو آئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشکیزہ لے کر دریائے فرات سے پانی لینے روانہ ہوئے۔یزیدی فوج نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانی لینے سے روکا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی دلیری سے ظالم یزیدیوں کا مقابلہ کیا اور اپنی جان کی بازی لگا کر بھی پانی سے بھرے ہوئے مشکیزے کی حفاظت فرمائی۔یزیدی تعداد میں بہت زیادہ تھے چاروں طرف سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھیر کر حملے کر رہے تھے یہ جوانمرد اللہ کے سپاہی ہر حملے کا جواب شیر کی مانند دیتے۔لڑتے لڑتے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بازو کٹ گیا آپ نے فوراً مشکیزہ دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا کچھ دیر مقابلہ کے بعد دوسرا بازو بھی شہید ہوگیا مگر اللہ کے اس سپاہی نے مشکیزہ دانتوں سے پکڑ لیا اور لڑتے ہوئے خیموں کی طرف سفر جاری رکھا۔سفاک دشمنوں نے تیروں کی بارش کردی مشکیزہ چھلنی ہوگیا اور سارا پانی زمین کربلا پر گر گیا۔اس طرح سیدنا حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ معرکہ کربلا کے

پہلے شہید تھے۔شہادت کے وقت شہزادے کی عمر مبارکہ 34 سال تھی۔

حضرت عمر بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جبکہ والدہ کا نام ام البنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حرام بن خالد ہے۔حضرت عباس علمدار، حضرت عمر، حضرت عبید اللہ وحضرت عثمان رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حقیقی بھائی ہیں۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کثیر اولاد ہے جبکہ دیگر دو بھائیوں کی اولاد اور خود ان کے حالات زندگی کے بارے میں تفصیل نہیں ملتی۔اس لیے انہی الفاظ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔البتہ حضرت عباس علمدار بن علی وحضرت عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد در اولاد مصر اور ملتان میں آباد ہوئی۔اسی نسل میں سے حضرت قاسم بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین وہ ہیں جن کی اولاد ملتان میں آباد ہے اور یہ حاکم ملتان بھی تھے۔اس کے علاوہ حضرت ابو محمد حضرت اسمٰعیل حضرت ابوالحسن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بن عمر بن محمد بن عمر بن علی کرم اللہ وجہہ ورضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی اولاد کثیر بغداد، خراسان اور بلخ میں آباد ہے ان بزرگوں نے اس علاقے میں دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

حضرت محمد بن الحنیفہ بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت محمد بن الحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور والدہ گرامی حضرت خولہ بنت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں انکا تعلق قبیلہ بنی لحیم سے تھا۔سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں اس قبیلہ نے ارتداد کا ارتکاب کیا۔سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قبیلے کے خلاف جہاد کا حکم فرمایا قبیلے والوں کو شکست ہوئی اور اسیران جنگ میں حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھیں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے عقد فرمالیا۔قبیلہ بنی لحیم بعد میں اپنے ارتداد سے تائب ہوگیا تھا۔

18ھ عہد خلافت خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت محمد ابن الحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔آپ نہایت زاہد، عابد، متقی، پرہیزگار، شجاعت میں لاثانی اور سخی تھے۔اپنی جوانمردی کی وجہ سے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے علمدار رہا کرتے تھے۔سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت و دلیری کا عملی نمونہ تھے۔کتب سیر میں آتا ہے کسی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی یا حضرت سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دونوں بڑے شہزادوں سیدنا حضرت امام حسن وسیدنا امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو جنگ میں نہیں بھیجا کرتے تھے جبکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت سے سخت معرکوں میں بھیجتے۔یہ سوال سن کر آپ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے دونوں بڑے بھائی حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میرے والد ماجد سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں ہیں جبکہ میں والد گرامی کا ہاتھ ہوں۔ واقعہ کربلا میں شریک نہیں تھے۔ اس واقعہ کے بعد عہد کیا کہ میں یزیدی لشکر اور حکومت سے اہل بیت پر کیے جانے والے اس ظلم کا بدلہ ضرور لوں گا چنانچہ عرصہ دراز تک اپنے بھائی سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور خانوادہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کیے جانے والے مظالم کا بدلہ لینے کے لیے یزیدی حکومت کے خلاف لڑتے رہے اور کثیر تعداد کو جہنم واصل کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قدرت نے کثیر اولاد کی دولت سے نواز رکھا تھا۔ حضرت محمد بن الحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 63 سال کی عمر میں 81ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت محمد بن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم شیر خدا سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہیں۔ والدہ کا نام حضرت امامہ بنت العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ یہ رشتے میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں۔ حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں اپنے خانوادہ کے ساتھ شریک تھے۔ میدان جنگ میں نہایت دلیری اور شجاعت سے لڑتے ہوئے بہت سے یزیدیوں کو واصل جہنم کیا اور یوں خود جام شہادت نوش فرما کر دین اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی قیمتی جان کا نذرانہ بحضور خداوند کریم پیش کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد وسلسلہ نسب کے بارے میں کتب تاریخ خاموش ہیں۔

حضرت ابوبکر بن حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

حضرت ابوبکر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا اسم گرامی حضرت لیلیٰ بنت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ نہایت بردبار سخی اور شجاع تھے۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ شریک سفر تھے۔ میدان کربلا میں جان اسلام کی سربلندی اور بھائی جان محترم کی حفاظت میں اللہ کے سپرد کی۔ میدان کربلا میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہادت کا جام نوش فرمایا۔ اولاد کے حالات نہیں مل سکے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیگر فرزند حضرت عبید اللہ حضرت عون اور حضرت یحییٰ وحضرت عمر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے حالات کتب سیر وتاریخ سے معلوم نہیں ہو سکے اس لیے انہی الفاظ پر اکتفا کر رہا ہوں۔

از اسد الغابہ جلد 7 صفحہ 21، مشکوٰۃ شریف، ترمذی شریف مناقب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
مسند امام احمد باب مناقب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اصحاب بدر صفحہ 82،
تذکرہ صحابیات صفحہ 132-131 وغیرہ

(4) سیدنا حضرت حمزہ سیدالشہد ارضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبدالمطلب کے بڑے ہی صاحب جلال، جری، اور دوراندیش فرزند تھے۔ طاقت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اکثر شکار کے لیے کئی کئی روز تک اکیلے ہی مکہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔ اہل قریش کے ہاں شیردل کے نام سے مشہور تھے۔ اسلام لانے کے بعد اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی بجا آوری کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔ عملی طور پر ایسے ایسے مشکل وقت میں ثابت قدم رہے کہ اسلام کو ان پر فخر ہے۔ اسلام میں سب سے پہلے جو لشکر بھیجا گیا وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت ہی گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے تمام چچاؤں میں بہترین حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سید الشہدا کا لقب عطا فرمایا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صادق القول، معاملہ فہم، بہترین تیرانداز، ماہر گھوڑ اسوار، نیزہ باز، غریبوں و مسکینوں کے ساتھ دلی عملی ہمدردی رکھنے والے اور جود و سخا کے میدان میں ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھے۔ دشمن صرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سن کر ہی بھاگ جاتا تھا۔ میدان جنگ میں جری سے جری دشمن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آنے کی ہمت نہیں کرتا تھا جو ایک دفعہ سامنے آ گیا تو پہلی ہی ضرب میں واصل جہنم ہو جاتا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریخ اسلام کا وہ درخشندہ ستارہ ہیں۔ جسکی مثال نہیں ملتی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانے میں 39 واں نمبر ہے اسطرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات السابقون الاولون میں شامل ہے۔ اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست راست و نہایت اعلیٰ مددگار و رفیق ثابت ہوئے۔

پیدائش

سیدالشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر میں چار سال بڑے تھے بعض کتب میں 2 سال بڑے تحریر کیا گیا ہے۔ مورخین کی اکثریت چار سال بڑے قول کے حق میں ہے اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 567ء میں حضرت عبدالمطلب کے ہاں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوعمارہ و ابویعلیٰ اور لقب اسدالرسول، سیدالشہدا ء ہے۔

سلسلہ نسب

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاشمی قریشی تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ تھا جو قبیلہ بنی زہرہ سے تعلق رکھتی تھیں۔

مختصر حالات زندگی ومناقب

سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تفصیلی حالات زندگی ومناقب تحریر کرنے کے لیے دفتر درکار ہیں پھر ہماری کتاب کا یہ موضوع بھی نہیں ہے۔ یہاں متلاشیان علم اور اہل حق کے جذبہ ایمانی میں جولانی پیدا کرنے کے لیے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی اور مناقب اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا، خالہ زاد اور رضائی بھائی وہم زلف سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید الشہداحضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے اس نسبت سے آپ علیہ السلام کے چچا تھے۔ اس رشتے کے علاوہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو اور رشتے بھی تھے۔۔ انکی والدہ حضرت ہالہ بنت وہیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چچازاد بہن تھی اس نسبت سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالہ زاد بھائی تھے۔ دوسرا رشتہ یہ تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابولہب کی لونڈی ثویبہ (اکثر اصحاب سیر نے اس کا نام ثویبہ تحریر کیا ہے اور یہی صحیح ہے) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ نوش فرمایا تھا اس نسبت سے رضاعی بھائی تھے۔ گوعمر میں فرق تھا مگر دونوں ہستیوں نے دوسال یا چار سال کے وقفہ سے حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ نوش فرمایا تھا۔ سیرت نبوی کا تحقیقی مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اہم اور چوتھا باہمی رشتہ بھی تھا وہ یہ کہ حضور علیہ السلام کی آخری زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ہند بنت عوف اور والد حارث بن بجیر بن محرم تھے۔ جبکہ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک زوجہ محترمہ کا نام سلمی بنت ہند بنت عوف اور والد کا نام عمیس تھا گودونوں کے باپ الگ الگ ہیں مگر والدہ ایک ہی ہے اس نسبت سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم زلف بھی تھے۔ اس طرح رشتوں کی تعداد وترتیب یوں بنتی ہے۔ (1) چچا، (2) خالہ زاد بھائی، (3) رضاعی بھائی، (4) ہم زلف

حالات زندگی

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار صحابی ہیں۔ آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچپن کے حالات کتب سیر یا تاریخ اسلام میں نہیں ملتے البتہ یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچپن سے ہی پہلوانی، تیراندازی، شمشیرزنی اور شکار کا بے حد شوق تھا۔ جوانی میں قدم رکھنے کے بعد اپنے مذکورہ مشاغل میں ہی مصروف رہتے تھے قریش کی سیاست اور جھگڑوں سے ہمیشہ دور رہتے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چچا ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قلبی لگاؤ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلان نبوت فرمائے ہوئے تقریباً چھ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک کو دعوت حق دیتے قریش مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ساتھیوں پر طرح طرح کے مظالم روا رکھے۔ اہل حق کو ہر قسم کی اذیت پہنچائی مگر اللہ کے یہ برگزیدہ پیغمبر تبلیغ اسلام کے فریضہ کی تکمیل میں برابر مصروف رہے۔ ان تمام حالات و واقعات سے لاپرواہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مشاغل میں مصروف رہے۔ یوں لگتا ہے کہ ان دنوں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک زندگی بسر کرنے کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ شکار مارنا اور اسے کھا کر لطف اٹھانا۔ شب و روز اس طرح بسر ہو رہے تھے کہ ایک روز ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ان کی زندگی کا نہ صرف رخ ہی موڑ دیا بلکہ سید الشہداء اور اسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم القاب کا مالک بنا دیا گیا۔

قبول اسلام

ایک دن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ارقم کے گھر سے باہر تشریف لائے مٹھی بھر جاں نثار بھی ہمراہ تھے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کا پیغام دینے کے لیے سلسلہ کلام شروع فرمایا اتفاق سے اس وقت ابوجہل، عدی بن حمرا اور ابن الاصداء وغیرہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ ابوجہل نے حضور علیہ السلام کو دعوت توحید دیتے سنا تو اس بدبخت سے برداشت نہ ہوا۔ اس نے دین اسلام کے بارے میں نازیبا کلمات ہی نہ کہے بلکہ رحمت عالم نورِ مجسم تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں بھی بہت سے برے الفاظ استعمال کیے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے اہل حق پر ہاتھ بھی اٹھائے مگر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ساتھی خاموشی سے سب کچھ برداشت کرتے رہے کفار کی اس بدتمیزی کا کوئی جواب نہ دیا بدبختوں کا یہ ٹولہ تھک ہار کر بکواس بکتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ حسن اتفاق سے عبداللہ بن جدعان رئیس بنو تمیم کی آزاد کردہ لونڈی کوہ صفا پر بیٹھی یہ سب منظر دیکھ رہی تھی اس واقعہ کے چند لمحوں بعد سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ جو کئی روز کے بعد شکار سے واپس آ رہے تھے اس آزاد کردہ لونڈی کے گھر کے قریب سے گزرے لونڈی نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے یوں کہا۔

"اے ابوعمارہ کاش تھوڑی دیر پہلے تم اس جگہ موجود ہوتے تو دیکھتے کہ عمرو بن ہشام (ابوجہل) نے تمہارے بھتیجے کے ساتھ کیسا ناقابل برداشت سلوک کیا ہے۔ ان کو سخت گالیاں دی ہیں مگر ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ابوجہل اور اسکے ساتھیوں کے اس ناروا سلوک کا خاموشی کے سوا کچھ جواب نہیں دیا یہاں تک کہ وہ لوگ سخت زیادتی کے بعد بے بس ہو کر واپس چلے گئے"۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سارا حال سنا تو حضور علیہ السلام کی محبت نے جوش مارا سیدھے خانہ کعبہ تشریف لے گئے ابوجہل اس وقت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کعبہ میں بیٹھا خوش گپیوں میں مصروف تھا۔حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کمان پورے زور سے ابوجہل کے سر پر ماری اور گہرا زخم کر دیا جس سے خون بہہ نکلا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کڑک کر فرمایا"تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گالیاں بکتا ہے۔کان کھول کر سن لو وہ جو کچھ فرماتے ہیں میں بھی وہی کہتا ہوں اگر تجھ میں ہمت ہے تو مجھے بھی گالیاں بک پھر دیکھ میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں"۔ ابوجہل یہ سب کچھ برداشت کر گیا اور خاموش رہا وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ٹکڑے کر دیں گے۔

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں سے فارغ ہو کر سیدھے رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی"میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام صادق ہیں۔ آپ علیہ السلام اپنے دین کا کھل کر اظہار فرمائیں۔اللہ کی قسم میں ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میرے سر پر آسمان سایہ فگن ہو اور میں اپنے پہلے دین پر قائم رہوں"۔

یہ فرمایا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر حضور علیہ السلام کے دست حق پرست پر بیعت فرما کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔سبحان اللہ کیا ہی خوب فیصلہ فرمایا۔

مناقب سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدالشہد احضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب اس قدر ہیں کہ ان کو بیان کرنے کے لیے نہ صرف دفتر کے دفتر درکار ہیں بلکہ ایک لمبا عرصہ بھی چاہیے۔یہاں ان مناقب میں سے چیدہ چیدہ تبرکاً تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ہر وقت فخر دوعالم سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے تھے۔ زیادہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر بسر فرماتے۔ایک روز جاں نثاران مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر خدمت تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی ایک صحابی نے جھری میں سے جھانک کر دیکھا تو باہر سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شمشیر بکف کھڑے تھے۔اس صحابی نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں صورت حال عرض کی۔یہ سن کر سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا"عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو آنے دو اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو خیر ورنہ

اسی کی ننگی تلوار سے اس کا سرتن سے جدا کردونگا''۔ دروازہ کھولا گیا سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لائے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی ''میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں''۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی اس نعرہ میں شامل ہوگئے اس نعرہ مبارک سے پہاڑ وصحرا گونج اٹھے یوں عرب کے دومرد آہن دائرہ اسلام میں داخل ہوکر حضور علیہ السلام کے دست وبازو بن گئے۔ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو ہاشم اور بنی المطلب کے فرد اور حضور علیہ السلام کے رفیق خاص ہونے کی وجہ سے اہل حق کے ہمراہ شعب ابی طالب میں محصور رہ کر ہر قسم کی تکلیف اور مصائب وآلام کو نہایت بردباری سے برداشت فرما کر ثابت قدم رہے۔

علمدار اسلام

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے پہلا علمدار اسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یکم رمضان المبارک 1 ھ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیس سواروں کا ایک دستہ تیار کیا جس کی کمان سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی اور اسلام کا پہلا تیار کیا ہوا علم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔ اس دستے کے ذمے قریش مکہ کے تجارتی قافلوں کی نگرانی اور دیکھ بھال تھی۔ اس سریہ کو سریہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاتا ہے۔

غزوہ دوان

رسول اللہ نے 2ھ ماہ صفر میں ساٹھ ستر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ غزوہ دوان کا سفر فرمایا اس مہم میں لشکر اسلام کی علمداری کا فریضہ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمایا اس غزوہ میں قتال کی نوبت نہیں آئی البتہ اہل حق کا بنوضمرہ سے ایک دوستانہ معاہدہ طے پایا جس کی رو سے اہل قبیلہ جنگ کی حالت میں نہ تو مسلمانوں کی مدد کریں گے اور نہ ہی قریش کی بلکہ ہر حال میں غیر جانبدار رہیں گے۔

غزوہ بدر الکبریٰ

غزوہ بدر الکبریٰ اسلام وکفر کا پہلا باقاعدہ معرکہ تھا اس معرکہ میں سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ جری سے جری بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔ رمضان المبارک 2ھ میں حق وباطل کے اس پہلے معرکہ میں کفار اپنی طاقت اور تعداد کے نشے میں صف بستہ تھے جبکہ دوسری طرف اہل حق بے سروسامانی اور قلت تعداد کے باوجود اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پختہ ایمان کے ساتھ صف بستہ تھے۔ عام لڑائی شروع ہونے سے پہلے لشکر کفار میں سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تلواریں لہراتے آگے آئے۔ لشکر اسلام میں سے حضور علیہ السلام نے حضرت معاذ حضرت معوذ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ان کے

مقابلہ میں بھیجا۔ قریش جنگجوؤں کو جب علم ہوا کہ ان کے مقابلے میں آنے والے اہل مدینہ میں سے ہیں تو عتبہ نے بلند آواز سے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے مقابلے کے آدمی بھیجیں جو ہماری قوم سے ہوں۔ عتبہ کی یہ بات سن کر سرکار دوعالم نے ان تینوں مجاہدوں کو واپس طلب فرمایا اور ان کی جگہ سیدنا حضرت حمزہ، سیدنا حضرت علی اور سیدنا حضرت عبیدہ بن حارث رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مقابلے کے لیے جانے کا حکم فرمایا۔ یہ تینوں جاں نثار رجز پڑھتے ہوئے مقابلے کے لیے میدان میں نکلے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں شیبہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں ولید جبکہ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں عتبہ آیا۔ حضرت حمزہ و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حریفوں کو پہلے ہی وار میں واصل جہنم کر دیا جبکہ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت مقابلہ میں شدید زخمی ہوئے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر عتبہ کا ایک وار میں کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد عام حملہ شروع ہوا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ہاتھوں میں تلواریں پکڑے شیر کی مانند دشمن کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے۔ اللہ کے کرم سے مسلمان اس جنگ میں کامیاب رہے جبکہ کفار کو شدید نقصان اور شکست فاش ہوئی۔ ستر مشرک مارے گئے جن میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید نصر بن الحارث وغیرہ سرداران قریش شامل تھے۔

اسود بن عبدالاسد کا قتل

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں اپنی دستار مبارک پر شتر مرغ کی کلغی لگا کر رکھتے تھے۔ غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت جی داری سے تلوار کے ذریعے دشمنوں کا صفایہ کر رہے تھے۔ مشرکین کی فوج میں بنو مخزوم کا ایک جنگجو اسود بن عبدالاسد بھی شامل تھا اس نے سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قدر دلیری سے لڑتے دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے پوچھا جس شخص نے دستار پر شتر مرغ کی کلغی لگا رکھی ہے وہ کون ہے اس کے ساتھیوں نے بتایا یہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس مشرک نے میدان جنگ میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے قسم اٹھائی کہ میں آج مسلمانوں کے حوض سے پانی ضرور پیوں گا اور پھر اس حوض کو خراب کر ڈالوں گا۔ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکی یہ بات سنی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصے سے بے تاب ہو گئے آنکھ جھپکتے ہی اسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موذی کے سر پر پہنچ گئے اور پہلا ہی ایسا وار کیا کہ اس کی ٹانگ کاٹ ڈالی۔ وہ زمین پر گر پڑا مگر ہمت کرتے ہوئے اٹھا اور جسم کو گھسیٹتا ہوا مسلمانوں کے حوض تک پہنچ گیا۔ سیدالشہدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پیچھے حوض پر پہنچ گئے اسود نے حوض میں چھلانگ لگا دی آپ رضی اللہ تعالیٰ بھی حوض میں کود گئے اور اس موذی کو واصل جہنم کیا۔

اسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غزوہ بدرالکبریٰ میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت اور جوانمردی دیکھ کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے ان کو اسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطاب عطا فرمایا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

مشہور زمانہ مثنوی شریف میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جوانی میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ زرہ پہن کر لڑا کرتے تھے لیکن جب رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کرم کے صدقے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو زرہ پہننا چھوڑ دی میدان جنگ میں زرہ کے بغیر حصہ لیتے اور سینہ مبارک کو کھلا رکھتے تھے۔ دشمن کا قتال کرتے وقت دونوں ہاتھوں سے تلوار چلاتے تھے۔لوگوں نے دریافت کیا اے عم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اے مرد مجاہد، جوانمردوں کے سالار کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کا حکم نہیں سنا کہ جان بوجھ کر خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں احتیاط سے کیوں کام نہیں لیتے۔ جب آپ جواں، شہہ زور طاقت ور اور مضبوط جسم کے مالک تھے تو ہمیشہ زرہ پہن کر لڑتے تھے مگر اب جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوڑھے ہو گئے ہیں تو تمام حفاظتی تدابیروں کو چھوڑ دیا ہے۔اپنی جان کی طرف سے بے پروا ہو گئے ہیں۔تلوار اور تیر و نیزہ کسی کا خیال نہیں رکھتا کسی کی رعایت نہیں کرتا۔ہمیں یہ پسند نہیں کہ اسد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی بے احتیاطی سے دشمن کے ناپاک ہاتھوں سے قتل ہو جائے۔ان لوگوں کی باتیں سن کر سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''میں جب جوان تھا تو خیال کرتا تھا کہ موت انسان کو دنیائے آرام و آسائش سے محروم کر دیتی ہے اس لیے ہر ممکن احتیاطی تدابیر اختیار کرتا تھا تا کہ موت کے بے رحم ہاتھوں سے اپنی جان کو محفوظ رکھ سکوں مگر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لطف و کرم اور فیضان نظر نے مجھے اس فانی دنیا سے بالکل بے پروا کر دیا ہے۔موت تو مجھے جنت کی کنجی معلوم ہوتی ہے۔ پھر موت سے تو وہ ڈرے جسے علم ہو کہ وہ ہمیشہ اس فانی دنیا میں ہی رہے گا۔ جبکہ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔جس کو تم لوگ موت کہتے ہو اصل میں وہ میرے لیے ابدی زندگی ہے''۔سبحان اللہ قربان جائیں نگاہ مصطفیٰ کے جس کی برکت سے راہ حق کے یہ ستارے موت سے ڈرنے کی بجائے سربلندی اسلام کے لیے اسے خود گلے سے لگانے کو تیار رہتے تھے۔

جبریل علیہ السلام کو دیکھنے کی خواہش

سیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور زمانہ کتاب طبقات ابن سعد میں ایک روایت ملتی ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے جبریل علیہ السلام کی اصل صورت دکھا دیجیے حضور علیہ السلام نے یہ سن کر ارشاد فرمایا "چچا جان آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبریل علیہ السلام کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے یعنی جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت شریفہ میں دیکھنا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طاقت سے باہر ہے" حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس میں

جبریل علیہ السلام کی اصل صورت شریفہ دیکھنے کے لیے پھر عرض کیا۔ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں موجود تھے۔سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا چچا جان اپنی نگاہ اوپر اٹھائیے اور دیکھیں حضرت جبریل علیہ السلام اپنی اصل صورت میں حاضر ہیں۔حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نگاہ اوپر اٹھائی تو حضرت جبریل علیہ السلام کے پاؤں دیکھ بے ہوش ہو گئے۔

قرآنی آیات میں اشارہ

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں قرآنی آیات میں اشارے موجود ہیں۔حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سلفی نے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں قرآن کریم میں اللہ کا یہ فرمان سورۃ الفجر آیت 27-28۔

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾

ترجمہ: ''اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی''۔

سے مراد سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔اس طرح سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا سورۃ الاحزاب آیت 23

فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ

ترجمہ: تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا۔

اس فرمان مبارک میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی مراد ہیں۔

ارشادات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

قرآن کریم کے علاوہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے ارشادات میں سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف موجود ہے۔آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسد اللہ واسد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد انکی لاش مقدسہ کو دیکھ کر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو الفاظ ارشاد فرمائے وہ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کے لیے کائنات سے وزنی اور قیمتی ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

"اے حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم پر اللہ کی رحمت ہو کیونکہ مجھے معلوم ہے تم قرابت داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے۔اور نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے"۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا" میرے تمام چچاؤں میں بہترین حمزہ ہیں اور حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب سید الشہد اہیں"۔

سیدالشہد احضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے پکے جان نثار اور اسلام کے مضبوط بازو ثابت ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شب وروز دین حق کی اشاعت اور دشمنان اسلام کی سرکوبی کے لیے وقف فرمار کھے تھے۔ غزوہ بدر میں شجاعت کے ایسے جوہر دیکھائے کہ اہل عرب کے ہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دلیری میں طوطی بولنے لگا۔ 3ھ میں مشرکین مکہ نے غزوہ بدر کا انتقام لینے کے لیے بڑے جوش وخروش سے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی۔ مشرکین کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی جن میں سے دوسو سوار اور سات سو زرہ پوش تھے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں کو اس ترتیب سے صف آراء فرمایا کہ احد پہاڑ ان کے پیچھے تھا تقریباً پچاس تیراندازوں کو پہاڑ کی طرف موجود درے کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا تا کہ دشمن عقب سے حملہ نہ کر سکے۔ غزوہ احد کی تفصیل ہم باب غزوات میں بیان کریں گے یہاں سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت بیان کرنا مقصود ہے۔

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دستے کے سالار تھے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے مشرکین مکہ کا ایک سردار طلحہ بن ابی طلحہ اپنی صفوں سے آگے آیا اور مسلمانوں کو للکار کر دعوت مبارزت دی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مشرک کے مقابلہ میں تشریف لائے اور پہلے ہی وار میں اس کو واصل جہنم کیا اس کے بعد مشرکین مکہ کی طرف سے اس کا بھائی عثمان بن ابوطلحہ میدان میں آیا جس کو سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قدر زور سے تلوار ماری کہ کمر تک کاٹتی چلی گئی پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعرہ مارا کہ ''میں ہوں ساقی حجاج عبدالمطلب کا بیٹا'' اس کے بعد چند انفرادی مقابلے ہوئے جن میں مشرکین کو اپنے تمام ساتھیوں کی جان سے ہاتھ دھونے پڑے انہوں نے یہ دیکھ کر عام حملہ کر دیا۔

سیدنا حضرت علی، سیدنا حضرت حمزہ، سیدنا حضرت ابودجانہ، سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص، سیدنا حضرت طلحہ، سیدنا حضرت سعد بن معاذ اور سیدنا حضرت اسید بن حضیر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جذبہ شہادت سے سرشار اسلام کی سربلندی کے لیے جوش سے لڑتے ہوئے دشمن کی صفوں کے اندر گھس گئے سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ہاتھوں سے تلوار چلاتے ہوئے دشمن کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ بلند آواز میں فرماتے جاتے تھے'' اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شیر ہوں''۔ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جدھر جاتے دشمن کی صفیں الٹ دیتے ادھر جبیر کا حبشی غلام جس کا نام وحشی تھا وہ نیزہ مارنے میں بڑا مشاق تھا۔ وحشی کو کہا گیا تھا کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دے تو اسے انعام دے کر آزاد کر دیا جائے گا۔ وہ ظالم ایک چٹان کے پیچھے گھات لگائے منتظر تھا جیسے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے ہوئے اس پتھر کے قریب پہنچے اس ظالم کو موقع مل گیا ادھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں پھسل گیا وحشی نے اپنا مخصوص چھوٹا بھالا ان پر پھینکا جو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناف مبارک کے پار ہو گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید زخم کے باوجود حملہ کرنے کے لیے اٹھے مگر لڑکھڑا کر گر پڑے اور یوں جام شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيهِ رَاجِعُوْن٥

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مُثلہ کا بیان

مثلہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی جسم کے اعضا کو کاٹنا ہے۔ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحشی بن حرب کے بزدلانہ وار سے شہید ہو گئے اس خبر کو سن کر مشرکین بہت خوش ہوئے۔ ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان نے سید الشہدا کی نعش مقدسہ سے کان ناک اور ہونٹ کاٹ ڈالے پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ اقدس چاک کرنے کے بعد جگر نکال کر چبایا وہ جگر مقدسہ کو نگلنا چاہتی تھی مگر ایسا نہ کر سکی اور تھوک دیا۔ پھر بلندی پر چڑھ کر خوشی کے مارے چیخنے لگی آج ہم نے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا وحشی بن حرب نے میرا دل ٹھنڈا کر دیا میں بقایا ساری عمر اسکی شکر گزار اور احسان مند رہوں گی۔ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید تو حبشی نے کیا جس کو وحشی کہا جاتا تھا مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم اطہر کا مثلہ کر کے ہندہ اور دیگر مشرکین نے وحشی سے بھی بدتر انسانیت سوز سلوک کا مظاہرہ کیا۔ قربان جائیں رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عفو و درگزر کے کہ بعد میں جب ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان اور وحشی اسلام لے آئے تو حضور علیہ السلام نے ان کو معاف فرما دیا۔

سید الشہدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثلہ شدہ لاش دیکھ کر حضور علیہ السلام کا فرمان اور عمل مبارک

جب جنگ ختم ہوئی تو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثلہ شدہ لاش کے قریب تشریف لائے۔ نعش پاک کی حالت دیکھ کر فرط غم سے بیقرار ہو گئے۔ لاش پاک کو مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا "تم پر اللہ کی رحمت ہو کیوں کہ تم عزیز و اقربا کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے اور ہمیشہ نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔ اگر مجھے (صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کی پھوپھی اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ) کے رنج و غم کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہاری لاش کو اسی طرح چھوڑ دیتا تا کہ اسے درندے اور پرندے کھا جائیں اور تم قیامت کے روز انہی کے پیٹ سے اٹھائے جاؤ"۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش دیکھ کر روئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بے ہوشی کی حالت طاری ہوگئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اے عم رسول اللہ اے اسد اللہ اے اسد رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اے نیکیوں میں پیش پیش رہنے والے اے سختیوں کو برداشت کرنے والے اے حمزہ اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روئے انور کو پگھلا دینے والے" حضور علیہ السلام کے مذکورہ الفاظ مبارک اور کیفیت شریفہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انتہائی غم کی صورت میں بے اختیاری کے عالم میں فرمایا اور آہ وزاری واقع ہوئی جو اصل میں تقاضہ بشریت کے مطابق امت کی تعلیم کے لیے تھی (واللہ اعلم)۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شفیق ومحبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثلہ شدہ لاش مقدسہ دیکھی تو حضور علیہ السلام کے دہن اقدس سے ہلکی سی چیخ نکل گئی اور آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "آج جس قدر میں مصیبت زدہ ہوں تمہاری مانند مجھے کبھی مصیبت نہ ہوگی۔ اور جیسے میں اس جگہ غضبناک کھڑا ہوں کسی اور جگہ کبھی نہیں ہوں گا"۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ ہندہ زوجہ ابوسفیان نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم اطہر کا مثلہ کرنے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جگر مبارک نکال کر چبایا ہے تو حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ ہندہ نے جگر پاک میں سے کچھ کھایا تو نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے کسی جسم کے حصے کو جہنم میں داخل نہ فرمانا"

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مجھے جبریل علیہ السلام نے بشارت دی ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب ساتویں آسمان پر اسد اللہ واسد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھے گئے ہیں"۔ پھر حضور علیہ السلام نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "سید الشہداء" کا لقب عطا فرمایا۔

طبقات الکبیر میں ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کو اس قدر بے دردی سے مثلہ شدہ دیکھا تو فرمایا "خدا کی قسم میں تمہارے بدلہ میں مشرکین مکہ کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا" جیسے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات ارشاد فرمائے اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام حکم خداوندی لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ اور سورۃ نحل کی یہ آیات نازل ہوئیں۔ سورۃ النحل آیت 126، 127:۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ

ترجمہ: ''اور اگر تم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جیسی آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو تکلیف پہچائی گئی اور اگر صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر سب سے اچھا ہے اور تم صبر کرو اور تمہارا صبر کرنا خاص اللہ ہی کی توفیق سے ہے''۔

اس حکم کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں صبر کرتا ہوں اور انتقام نہیں لوں گا''۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے صبر اختیار فرمایا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عبدالمطلب کا مثالی صبر

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت عبدالمطلب سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی اور سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ وہ مدینہ منورہ سے جنگ کا حال دریافت کرنے نکلیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انکے صاحب زادے سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ'' اپنی والدہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش نہ دیکھنے دینا'' بیٹے نے والدہ کو بھائی کی لاش دیکھنے سے منع کیا۔ اس پر سیدہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں جنگ اور بھائی کا سارا حال سن چکی ہوں۔ پھر حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ بھائی کی لاش دیکھنے کی اجازت عطا فرمائیں اجازت مل جانے پر لاش مبارکہ محترم بھائی کی لاش کے ٹکڑے دیکھے اور فرمایا یہ اللہ کی راہ میں کوئی بڑی قربانی نہیں ہے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک قطرہ نہ بہنے دیا زبان سے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کے سوا کچھ اور ارشاد نہ فرمایا۔ بیٹے سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو عدد چادریں دیں اور فرمایا ماموں کو اس چادر کا کفن پہنا دینا اس کے بعد مدینہ واپس تشریف لے آئیں۔

جنازہ اور تدفین

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ سب سے پہلے پڑھائی پھر باری باری دوسرے شہیدوں کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں رکھنے کا عمل جاری رہا حضور علیہ السلام ہر ایک کی نماز جنازہ پڑھتے رہے اس طرح سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ستر (70) بار نماز جنازہ پڑھی گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ یہ اعزاز کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔ شہدا احد کو غسل کے بغیر ہی نماز جنازہ کے بعد دفن کیا گیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طویل قد اور طاقت ور جسم کے مالک تھے بہن کی دی ہوئی چادر سے بھانجے سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماموں کو کفن پہنانا چاہا تو چادر چھوٹی نکلی کیونکہ ساتھ ہی دوسرے صحابی کی لاش پڑی تھی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چادر اس لاش پر ڈال دی تھی۔ اب کیفیت یہ تھی کہ چادر سے چہرہ مقدسہ چھپایا جاتا تو پیر مقدسہ کھل جاتے اور اگر پیر مقدسہ چھپائے جاتے تو چہرہ اقدس کھل جاتا۔ اس صورت حال

کو دیکھتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "چچا کا چہرہ اقدس چادر سے ڈھانپ کر پاؤں مقدسہ کو گھاس سے ڈھانپ دیا جائے"۔ حکم کے مطابق ایسا کیا گیا۔ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہدا احد میں شامل تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ تدفین کی کیفیت دیکھ کر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین رونے لگے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے دریافت فرمایا "آپ لوگ کیوں رو رہے ہیں" انہوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہم لوگ آج اس حیثیت میں بھی نہیں کہ آپ علیہ السلام کے عزیز چچا کا پورا جسم ڈھانپنے کے لیے کپڑا ہی مہیا کر سکیں"۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ ایسے مقامات پر رہنا پسند کریں گے جہاں کھانے پینے پہننے اور اوڑھنے کی چیزوں وسواریوں کی کثرت ہوگی پھر وہ لوگ وہاں سے مدینہ میں رہنے والے اپنے عزیزوں کو نقل مکانی کر کے اس جگہ آباد ہونے کو کہیں گے"۔ تاریخ کا مطالعہ کریں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان مبارک سچ ثابت ہوا اور کیوں نہ ہوتا جبکہ آپ علیہ السلام ہر چیز کا علم رکھتے ہیں

عمر مبارکہ

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 10 شوال بروز ہفتہ 3 ہجری کو 59 سال کی عمر میں شہادت پائی۔ مقام احد پر گنج شہیداں (شہدائے احد) میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور مرکز تجلیات ربانی زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ جہاں لوگ فاتحہ شریف پڑھتے اور اپنی مرادیں حاصل کرتے ہیں۔

شہادت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر سنی تو یہ اشعار کہے۔

بکت عینی و حق بها بکاء	میری آنکھ روتی ہے یہ رونا ٹھیک بھی ہے
و ما یغنی البکاء ا لاالعویل	بے شک رونے کا نتیجہ کچھ بھی نہیں ہے
علی اسدالاله غداة قالوا	رونا اس شیر خدا پر ہے جب یہ صدا آئی
لحمزه ذاک الرجل القبل	کہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے ہیں
اصیب المسلمون به جمعیاً	تمام مسلمانوں نے ان کے واقعہ کو مصیبت سمجھا

هناک و قد اُصیب به الرّسول	یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی
ابا یعلی لک الارکان هدت	ابو یعلیٰ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گر کر شہید ہو گئے مگر شک نہیں بڑے عزت والے
وانت الماجد البر الوصول	اور لوگوں سے بھلائی کرنے والے قرابت داروں سے احسان کرنے والے
علیک سلام ربک فی جنان	حمزہ پر اللہ کی سلامتی ہو وہ ان بہشتوں میں
یخالطها نعیم لا یزول	ہیں جہاں کی نعمتوں کو زوال نہیں
الا یا هاشم الاخیار صبراً	آل ہاشم کے سرداروں سے عرض ہے کہ صبر کریں
فکل فما لکم حسن جمیل	ان کے سبھی کام تو اچھے ہوتے ہیں

مذکورہ اشعار سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کے آئینہ دار اور انکی خدمات و مقام اسلام کی پوری پوری عکاسی کرتے ہیں

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین بیویاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

1. بنت لمت بن مالک 2. خولہ بنت قیس 3. سلمیٰ بنت عمیس

اولاد

1. بنت لمتہ بن مالک: دولڑکے یعلیٰ اور عامر پیدا ہوئے
2. خولہ بنت قیس: ایک لڑکا عمارہ پیدا ہوا
3. سلمیٰ بنت عمیس: ایک بیٹی حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔

حضرت سلمیٰ بنت عمیس اور حضرت اُم المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔

عامر اور عمارہ

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں صاحب زادے عامر اور عمارہ سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ دونوں لاولد فوت ہوئے۔

یعلیٰ

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے یعلیٰ کے ہاں چند بچے پیدا ہوئے مگر سب کے سب بچپن میں فوت ہو گئے اور نسل آگے نہ بڑھی۔

حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ مکرمہ میں ہی تھیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب 7ہجری میں صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط کے مطابق مکہ میں تین دن قیام کے بعد واپس چلنے لگے تو حضرت امامہ جو اس وقت کم سن یتیم بچی تھیں یا عم یا عم کہتی ہوئی حضور علیہ السلام کی طرف دوڑیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو گود میں اٹھالیا اور لے جاکر خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں ڈال کر فرمایا یہ تمہاری بنت عم ہے اسکی پرورش کریں۔ انہی حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تربیت اور پرورش کے لیے حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کہ حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خالو و حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلامی بھائی تھے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پرورش کے لیے دعوے پیش کیے۔ سیدنا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانا تھا کہ یہ میری بیوی کی بھانجی ہیں اس لیے اس کی پرورش کا میرا حق ہے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان تھا کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اس لیے پرورش کا میں حقدار ہوں۔ جبکہ سیدنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ تھا کہ یہ میرے دینی بھائی کی بیٹی ہے اس کی پرورش کرنا میرا حق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فیصلہ صادر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ''کیونکہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خالہ ہیں اور خالہ کا رشتہ ماں کا رشتہ ہوتا ہے اس لیے پرورش کرنے کے یہی حق دار ہیں''۔ حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی مسلمہ مخزومی سے ہوا مگر ان سے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔

الاستیعاب از: حافظ ابن عبدلبر رحمۃ اللہ علیہ، طبقات ابن سعد بحوالہ واقدی، طبرانی بحوالہ حضرت حارث تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، طبقات ابن سعد و سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 571 و سورۃ نحل، صحیح بخاری مناقب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ، اسد الغابہ از: حافظ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 791-790 وغیرہ۔

(5) سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ نہایت وجیہہ سرخ وسفید رنگ، دراز قد، نہایت ہی مضبوط جسم، خوبصورت گیسو، چمکدار دانت، روشن چہرہ، کشادہ پیشانی، غرض تمام دیگر اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات پر سختی سے عمل کرتے ہوئے اسلام کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

پیدائش مبارکہ

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ 568 عیسوی میں مکہ مکرمہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عمر میں تین سال بڑے تھے۔ حضور علیہ السلام کے چچا تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی بہن تھیں۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابتدا ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا ابن سعد کی روایت ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد عورتوں میں ان کا ایمان سب پر مقدم تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔

سلسلہ نسب

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بن مناف بن قصیٰ بن کلابُ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاشمی قریشی تھے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ کی والدہ کا نام نتیلہ بنت خباب بن کلیب تھا جن کا تعلق قبیلہ ربیعہ سے تھا۔

کنیت

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بیٹے کا نام فضل تھا جن کی نسبت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوالفضل تھی۔

حالات زندگی

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکمل حالات زندگی تحریر کرنے کے لیے بہت سا وقت اور لاتعداد صفحات کی ضرورت ہے۔ پھر ایسا کرنا ہمارے اصل موضوع کتاب سے بھی مطابقت نہیں رکھتا۔ مگر خاندان نبوت کی تاریخ تحریر کرنے کے لیے آپ علیہ السلام کے ان عزیز چچا کے گزشتہ روایت کے مطابق چیدہ چیدہ حالات زندگی تحریر کرنا ضروری ہیں۔ دعا ہے اللہ کریم توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

والدہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغلاف کعبہ

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت عبدالمطلب کی والدہ نتیلہ بنت خباب بن کلب عرب کی وہ خاتون ہیں جن کو سب سے پہلے کعبۃ اللہ کا غلاف بنانے اور اسے اللہ کے گھر پر چڑھانے کی سعادت نصیب

ہوئی۔ کتب تاریخ اسلام میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچپن میں ایک دفعہ گم ہو گئے تھے کافی تلاش کیا گیا مگر نہ مل سکے۔ آخر انکی والدہ نے نذر مانی کہ اگر عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے تو میں بیت اللہ شریف پر ریشم سے منقش غلاف چڑھاؤں گی۔ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے تو انکی والدہ نے بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھانے کی نذر پوری کی۔

مسجد الحرام اور حاجیوں کی دیکھ بھال

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش مکہ کے ممتاز سردار تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی زمانہ جاہلیت میں بھی ہر قسم کی برائیوں اور گناہوں سے پاک تھی۔ مسجد الحرام میں کسی قسم کا فساد، خرابی پیدا کرنا یا کسی کو گالی گلوچ دینا حرام تھا۔ کوئی شخص اس قانون کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا تھا۔ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سختی سے اس قانون پر عمل کرانے والے تھے۔ اس کے علاوہ حاجیوں کی دیکھ بھال ان کے کھانے پینے کا خیال رکھنا اور خاص طور پر آب زم زم کی نگرانی اور تقسیم انہی کے ذمہ تھی۔ اہل قریش نے متفقہ طور پر یہ فریضۂ منصبی حضرت کے سپرد کر رکھا تھا اس لیے خود اہل قریش بھی اس قانون پر سختی سے عمل کرتے اور ہمیشہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کرتے۔ اس اعزاز کی وجہ سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل عرب کے ہاں بڑی قدر و منزلت کے مالک تھے۔

بیعت عقبہ ثانی و حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حج کے ایام میں مدینہ منورہ کے کچھ لوگوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلام مبارک اور حقانیت اسلام سے متاثر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اس وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ اس بیعت کو بیعت عقبہ ثانی کہتے ہیں۔ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے ارشاد فرمایا ''اے گروہ انصار تم لوگوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں نہایت بزرگ اور عظمت والے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ جو عہد تم آج آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باندھ رہے ہو بعد میں اس عہد کو توڑ دو اس لیے اچھی طرح غور و فکر کرلو تا کہ بعد میں شرمندگی نہ ہو''۔ بقایا تفصیل ہم بیعت عقبہ ثانی کے باب میں درج کریں گے ہیں۔ گو سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ کے جواب میں انصار نے عہد پورا کرنے کا جو وعدہ کیا اس کو پورا کیا اور یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قلبی وابستگی اور محبت کی عملی مثال تھی۔

اسیران بدر اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسلام اور کفر کے درمیان ہونے والے پہلے معرکہ بدر میں قید ہونے والے لوگوں میں سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر سب قیدیوں کو رسیوں کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت بندش کی وجہ سے کراہ رہے تھے۔ بندش کی سختی کی وجہ سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کراہ رہے تھے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس رات دیر تک سونہ سکے ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کو نیند کیوں نہیں آرہی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کراہنے کی وجہ سے نیند نہیں آرہی۔ وہ صحابی فوراً حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور رسی کی بندش ڈھیلی کردی۔ اسطرح حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کراہنا بند ہوگیا۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ تمام قیدیوں کے بند ڈھیلے کردیئے جائیں۔ قربان جائیں حضور علیہ السلام کے حسن سلوک اور مساوات کے اور کیوں نہ ہو آپ علیہ السلام تو ہیں ہی رحمت اللعالمین۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

کتب سیر میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت مدینہ منورہ سے پہلے اسلام لاچکے تھے۔ مگر انہوں نے اپنے اسلام لانے کو پوشیدہ رکھا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ سے مشرکین کی تمام خبریں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ میں رہنے والے مسلمانوں کی ہر طرح سے مدد کیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے مکہ مکرمہ کے مسلمانوں کو بڑی تسلی اور تقویت حاصل تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو حضور علیہ السلام نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ "مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والے تم سب سے آخری مسلمان ہوگے اور یوں تم پر ہی ہجرت ختم ہوگی"۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں مشرکین مکہ کی طرف سے شامل تھے مگر حضور علیہ السلام کیونکہ تمام حالات سے باخبر تھے اسی لیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرمایا "اگر دوران جنگ تم میں سے کسی کو عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے یعنی اس کی زد میں آجائے تو اسکو قتل نہ کیا جائے کیونکہ وہ اس جنگ میں خود نہیں آیا بلکہ جبراً لایا گیا ہے"۔ ابو جہل اور دیگر کفار مکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زبردستی اپنے ہمراہ لائے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غزوہ حنین

غزوہ حنین میں سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے

دوران جنگ حضور علیہ السلام کی حفاظت کے لیے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر سائے کی طرح ساتھ ساتھ رہے اور بڑی دلیری کے ساتھ دشمنوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔ حضور علیہ السلام سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ آپ علیہ السلام ارشاد فرماتے ''ھذا عمی و ضوابی''۔ ''یہ میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے برابر ہیں''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ''جس نے میرے چچا عباس کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذاء پہنچائی''۔ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت مکہ مکرمہ فتح ہو چکا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ حنین، غزوہ طائف اور غزوہ تبوک میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ شامل تھے۔

مناقب سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب لاتعداد ہیں سب کا بیان کرنا تو ہمارے موضوع کی طوالت کا باعث ہوگا البتہ چیدہ چیدہ مناقب تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی عزت اور تعریف فرمایا کرتے تھے۔ فرماتے ''عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور شفیق ہیں''۔ ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی طرف آتا دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور خود چچا کی طرف آگے بڑھ کر ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسا دیا مجلس میں ان کو اپنے دائیں ہاتھ بٹھایا پھر ارشاد فرمایا ''یہ میرے چچا ہیں۔ ہر ایک خواہش کرتا ہے کہ وہ اپنے چچا پر فخر کرے''۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنی خوش کر دینے والی بات ارشاد فرما رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے یہ سن کر ارشاد فرمایا ''میں اس طرح کیوں نہ کہوں کیونکہ تم میرے چچا ہو اور تم میرے لیے باپ ہو میرے اجداد میں سے تم ہی باقی ہو اور تم میرے وارث ہو اور اپنے اہل میں سے جو بہترین شخص چھوڑ کر جا رہا ہوں وہ تم ہی تو ہو''۔

ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا ''اے چچا تم اپنے گھر میں ہی رہنا اور بچوں کو بھی گھر سے باہر نہ نکلنے دینا میں کل تمہارے پاس آؤں گا مجھے تمہارے ساتھ ایک کام ہے''۔ اگلے روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف فرما ہوئے آپ علیہ السلام نے تمام اہل گھرانہ پر اپنی چادر مبارک ڈالی ایک روایت میں آتا ہے کہ اپنی چادر مبارکہ سے تمام لوگوں یعنی گھرانہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھانپ کر ارشاد فرمایا ''اے اللہ یہ میرے چچا ہیں اور قائم مقام ہیں میرے والد کی جگہ۔ یہ ان کے بیٹے میرے اہل بیت ہیں۔ تو بھی ان تمام کو دوزخ کی آگ سے اسی طرح چھپا جیسا کہ میں نے ان کو اپنی چادر میں چھپا رکھا ہے''۔ اس کے بعد تمام گھر والوں نے آمین کہا یہاں تک کہ گھر کے تمام در و دیوار بھی

آمین آمین پکارے۔

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت بردبار، عاقل، صاحب الرائے، رشتہ داروں سے نہایت اچھا سلوک کرنے والے، غریبوں بیکسوں کے سہارا اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنے والے تھے۔ اہل عرب کے ہاں بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے۔ ہاشمی قریشی خاندان کے جگمگاتے چراغ تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ مبارک

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت وجیہہ اور دراز قد تھے۔ حسین و جمیل بڑے مضبوط جسم کے مالک تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گیسو نہایت خوبصورت اور دراز تھے جو ہمیشہ شانوں کے دونوں جانب ہوتے۔ آنکھیں سیاہ اور روشن دانت اسقدر چمکدار کہ جب مسکراتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے نور کی شعائیں نکل رہی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رانیں بھاری اور پنڈلیاں مضبوط تھیں بڑی بارعب شخصیت کے مالک تھے جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتا تو بس دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ غزوہ بدر میں اسیر ہوئے تو کرتہ شریف پھٹ گیا دراز قد ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے کا کرتہ پورا نہیں آتا تھا۔ اس وقت سردار المنافقین عبداللہ بن ابی جو کہ دراز قد تھا اس نے اپنا کرتہ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ منافق مرا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس احسان کے بدلے عبداللہ بن ابی کو اپنا کرتہ مبارک بطور کفن پہنایا۔ حضور علیہ السلام کے چچاؤں میں سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت اہمیت کے حامل تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے دو سال پہلے وصال فرمایا۔ ماہ رجب کی چودہ تاریخ 32ھ یا بعض کے نزدیک 34ھ میں اسلام لانے کے بعد 32 سال دین حق کی اشاعت و تبلیغ میں بسر کرنے کے بعد اس فانی دنیا سے کوچ کیا۔

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قبر میں اتارا۔

عمر مبارکہ

وصال شریف کے وقت عمر مبارک 88 برس تھی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کرام

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قدرت نے اولاد کی دولت سے نواز رکھا تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس بیٹے اور تین بیٹیاں اور بعض روایات کے مطابق 9 بیٹے اور دو بیٹیاں صلبی اولاد تھیں قدرت نے ساری اولاد نہایت پاک دامن، صاحب علم، زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ اور چمکتے ستاروں کی مانند تمام خوبیوں کی مالکہ بنائی تھی، اولاد کی مختصر تاریخ وحالات یہ ہیں۔

1. حضرت فضل بن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔انکی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔اسی فرزند ارجمند کی نسبت سے سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوالفضل جبکہ والدہ صاحبہ کی کنیت ام الفضل تھی۔

حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت متقی اور جری مسلمان تھے۔ حجۃ الوداع میں حضور علیہ السلام کے ہمرکاب تھے۔غزوہ حنین میں سرکار دوعالم کے ساتھ شامل تھے اور جان نثاری کا عملی نمونہ پیش فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد غسل اطہر نبوی علیہ السلام میں شامل تھے۔سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کے جسم مبارک کو غسل دے رہے تھے تو پانی یہی ڈالتے تھے۔18ھ عہد فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جنگ عمواس میں جام شہادت نوش فرمایا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک ہی بیٹی ام کلثوم تھیں جن کا پہلا نکاح سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا تھا انکی شہادت کے بعد سیدنا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسرا نکاح کیا۔صاحب علم تھیں حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

2. سیدنا حضرت عبداللہ بن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ صاحبہ کا نام اُم الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے نمبر پر ہیں مگر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سب سے زیادہ متقی پرہیز گار اور علم کا سمندر تھے۔حضور علیہ السلام کی امت میں علمی اعتبار سے بے مثل تھے۔ ابوالخلفا، حبر اُمّت اور ربّی اُمّت کے لقب سے مشہور تھے۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو والدہ صاحبہ حضرت ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انکو لے کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں

حاضر ہوئیں حضور علیہ السلام نے انکے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت پھر ارشاد فرمایا ''لے جاؤ ابوالخلفاء کو'' اللہ کریم نے انکی اولاد میں بڑی برکت و وسعت فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے ارشاد فرمایا۔ '' اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَ تَاوِيْلُ الْقُرْآن o'' اے اللہ عبداللہ کو حکمت عطا فرما اور قرآن کریم کو سمجھنے کی توفیق دے۔

ایک اور جگہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فرمایا ''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِ وَ انْشرمِنْهُ وَ اجْعَل لَهُ مِن عِبَادِكَ الصَّالِحِين o'' ''اے اللہ برکت عطا فرما اور اسے اپنے خاص نیک بندوں میں داخل فرما''۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی دعا کے صدقے اللہ کریم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علوم دین و دنیا کا سمندر بے کراں بنا دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علوم قرآن و حدیث، تفسیر، فقہ، علوم شعر والانساب ایام عرب وغیرہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مشہور عالم دین حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی علمی، بدنی اور دنیاوی حیثیت کے لیے جو الفاظ استعمال کیے ہیں گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سب سے زیادہ حسین وجمیل ہیں جب انکی روایات سنیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان سا عظیم عالم دین کوئی دوسرا نہیں ہے انکی گفتگو سن کر معلوم ہوتا ہے کہ فصاحت و بلاغت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بے مثل ہیں۔ یہ سب اللہ کا انعام ہے وہ جسے چاہے عطا فرما دیتا ہے''۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دور خلافت میں بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمدرد و جان نثار ساتھی تھے۔ جنگ جمل، جنگ صفین و جنگ نہروان میں سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمرکاب شریک رہے۔ ان جنگوں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت محمد، حضرت حسن و حضرت حسین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی شامل تھے۔ آخری عمر میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ مختصراً سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخصیت تھی جس پر اسلام کو فخر ہے اور قیامت تک فخر رہے گا۔

وصال شریف

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے 70 سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد 68ھ میں طائف کے مقام پر انتقال فرمایا۔ حضرت محمد ابن الحنیفہ بن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ

پڑھائی۔ مزار شریف طائف میں ہے۔

اولاد کرام

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چھ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(1) حضرت فضل (2) حضرت علی (3) حضرت عباس (4) حضرت محمد

(5) حضرت عبدالرحمٰن (6) حضرت عبیداللہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین وحضرت لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(3) حضرت معبد بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ صاحب زادے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیدا ہوئے۔ نہایت جری اور مرد میدان تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ صاحبہ کا نام حضرت امّ الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں افریقہ کے مقام پر جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

(4) حضرت قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہونہار فرزند تھے۔ بڑے دلیر اور عاقل تھے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنے دور خلافت میں مکہ مکرمہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تک مکہ مکرمہ کے گورنر رہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اور قثم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھیل رہے تھے اچانک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ علیہ السلام نے ہم دونوں کو اپنے پیچھے سوار فرمایا اور ہمارے لیے دُعا فرمائی۔ حضرت قثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سعید بن عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ سمرقند کے جہاد میں شریک تھے۔ سمرقند میں ہی شہادت پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ حضور علیہ السلام کو جب لحد انور میں اُتارا گیا تو لحد سے سب کے بعد باہر آنے والے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔

(5) حضرت عبدالرحمٰن بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ صاحب زادے عہد نبوی میں مکہ ومکرمہ کے مقام پر پیدا ہوئے نہایت ہی حسین وجمیل۔ بردبار۔ صاحب سیف۔ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے جان نثار تھے۔ زہد وتقویٰ میں درجہ کمال پر فائز تھے۔ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جان کی قربانی دینے کو ہر وقت تیار رہتے تھے۔ مجاہدین اسلام عرب سے نکل کر افریقہ تک ہلالی پرچم کی سربلندی کے لیے جہاد میں مصروف تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائی حضرت معبد بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ افریقہ میں جہاد کی غرض سے تشریف لے گئے اور دشمنان اسلام کے خلاف اسلام کی سر بلندی کے لیے نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

(6) حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ صاحب زادے ہجرت مدینہ منورہ سے ایک سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ عمر میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک سال چھوٹے تھے۔ نہایت ہی دلیر، مرد میدان، زبردست نیزہ باز، تیرانداز اور تلوار کے دھنی تھے۔ حسن و جمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ جود وسخا کی دنیا میں ان کی مثال ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی سی تھی۔ نہایت عابد متقی اور پرہیز گار تھے۔ ساری رات عبادت میں گزار دیتے اللہ کریم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان میں ایسی تاثیر رکھ دی تھی کہ جو دُعا مانگتے اللہ کریم اپنے محبوب علیہ السلام کے صدقے قبول فرماتا یہی وجہ ہے مستجاب الدعوات مشہور تھے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اِن کو یمن کا حاکم مقرر فرمایا تھا اِس کے علاوہ 36-37ھ میں عرصہ دو سال تک امیر الحجاج کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹے تھے جو حضرت عائشہ الحارثیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ سیدنا حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ 59 سال کی عمر میں 58ھ کو اس فانی دنیا سے کوچ فرما گئے۔

(7) حضرت تمام بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت تمام بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُوسری زوجہ محترمہ حضرت رومیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ مرد میدان اور حیرت کی حد تک شہ زور وصاحب سیف تھے۔ مذہب کی دنیا میں نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔ اسلام کی سر بلندی کے لیے لاتعداد قربانیاں اور ایثار فرمائے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حاکم مدینہ کے منصب پر فائز تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قدرت نے اولاد کی دولت سے نواز رکھا تھا۔

(8) حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سیدنا حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سیدنا حضرت تمام بن عباس رضی اللہ عنہما کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا اسم گرامی حضرت امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا 10ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ قدرت نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حُسن کی دولت سے مالا مال کر رکھا تھا۔ نہایت ہی حُسین اور دلکش شخصیت کے

مالک تھے۔ علمی میدان میں بلند پایہ عالم۔ بے مثل فقیہہ اور زہد و تقویٰ میں نہایت بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو صاحب زادوں حضرت عون و حضرت حارث رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے حالات زندگی کے سلسلے میں کتب تاریخ خاموش ہیں۔

سیدہ حضرت امّ حبیب بنت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ حضرت اُمّ حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحب زادی تھیں۔ انکی شادی حضرت اسود بن سفیان عبدالاسد مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ یہ حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ امّ المومنین سیدہ حضرت اُم سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔

حضرت ام حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچازاد ہمشیرہ تھیں جبکہ ان کے خاوند حضرت اسود بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کے بردار نسبتی تھے۔

عجیب اتفاق

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان صاحب زادوں کے مقام وصال پر اگر نظر ڈالیں جو سیدہ حضرت ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے تو ایک عجیب اتفاق ہمارے سامنے آتا ہے۔ جو شاید اس محترم والدہ کے علاوہ تاریخ میں کسی دوسری خاتون کے ساتھ پیش نہ آیا ہو۔ وہ اتفاق یہ ہے کہ ان کے آٹھ بیٹوں میں سے چھ کا وصال و شہادت ایک دُوسرے سے ہزاروں میل دور واقع ہوئی۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادگان دین اسلام کی اشاعت کے لیے ہلالی پرچم تھامے دنیا کے کن کن علاقوں میں تشریف لے گئے۔

(1) سیدنا حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے

(2) مفسر قرآن، عظیم فقیہہ جن کو سب سے پہلے قرآن کے مفسر ہونے کا اعزاز حاصل ہے یعنی سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما 70 سال قرآن و حدیث کا درس و تدریس دینے کے بعد طائف میں فوت ہوئے۔ حضرت ابوالحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور طائف میں ہی مزار اقدس ہے 2660 احادیث آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔

(3) سیدنا حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرصہ دراز تک علم دین کی اشاعت اور خدمت کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں 59 سال کی عمر میں 58ھ کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

(4) سیدنا حضرت قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمرقند میں جہاد کے دوران دین حق کی سربلندی کے لیے جام شہادت نوش فرمایا۔

(5) سیدنا حضرت عبدالرحمٰن بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا کے اُس کونے افریقہ میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی سربلندی کے لیے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

(6) سیدنا حضرت معبد بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی افریقہ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔2۔ صفحہ۔747

تاریخ طبری۔ جلد۔3۔ صفحہ 400۔

سیرۃ ابن ہشام۔ جلد۔2۔ صفحہ۔710

صحیح بخاری شریف باب مناقب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اسد لغابہ از: حافظ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ

مدارج النبوت جلد۔2 صفحہ۔792۔791 وغیرہ

(6) ابولہب بن حضرت عبدالمطلب

حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے دوسرے بیٹے کا نام ابولہب تھا۔ یہ عمر میں حضرت حارث بن عبدالمطلب سے چھوٹا تھا۔ ابتدائی عمر میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اِس کے تعلقات اچھے تھے مگر اعلان نبوت کے بعد اس حقیقی چچا نے حضور علیہ السلام کی مخالف میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی۔ حضور علیہ السلام سے عداوت کی وجہ نے اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا میں اس قدر ذلیل و رسوا کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ قرآن کریم میں اس شخص کی مذمت کے سلسلے میں سورۃ مبارکہ (یعنی سورۃ تبت) نازل ہوئی۔ آخر کتے کی طرح ذلیل وخوار ہو کر واصل جہنم ہوا۔

سلسلہ نسب

ابولہب کا اصل نام عبدالعزیٰ اور کنیت ابوعتبہ تھی۔ عتبہ اس کا بڑا بیٹا تھا اس کی نسبت سے ابوعتبہ کنیت رکھتا تھا۔ عتیبہ بن ابولہب وہ بدبخت شخص تھا جس کو حضور علیہ السلام کی بددُعا کی وجہ سے شیر نے چیر پھاڑ کر واصل جہنم کیا۔ عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب نام تھا۔ والدہ کا نام لبنیٰ بنت ہاجر تھا۔ یہ لبنیٰ بنت ہاجر کی اکلوتی اولاد تھا۔ نسب کے اعتبار سے ہاشمی قریشی تھا۔

حالات زندگی

ابولہب بن حضرت عبدالمطلب جسمانی اعتبار سے مضبوط اور حسین وجمیل تھا۔ بظاہر حُسن و جمال کا مالک

ضرور تھا مگر باطنی اعتبار سے نہایت مکروہ اور کوڑھی تھا۔اس بدبخت شخص نے فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کر کے ذلت ورسوائی اوردین ودنیا کی بربادی کو اپنا مقدر بنالیا تھا۔ظاہری خوبصورتی کے ساتھ احول یعنی بھینگا تھا خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے سونے کے ہرن کو اسی نے چوری کیا تھا۔اس حرکت سے ابولہب کی فطرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مقدسہ سے پہلے ابولہب کے آپ علیہ السلام کے ساتھ تعلقات اچھے تھے۔ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی لونڈی تھی۔حضور علیہ السلام کی ولادت شریفہ کی خبر لے کر اس کے پاس گئی تو اس نے بھتیجے کی خوشی میں ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کردیا۔حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دایہ ہونے کا شرف عظیم حاصل ہے۔اس کے علاوہ حضور علیہ السلام نے اپنی دو صاحب زادیوں سیدہ حضرت رقیہ اور سیدہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ وعتیبہ سے کررکھی تھی۔جیسے ہی حضور علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا ابولہب نے آپ علیہ السلام کی شدید مخالف شروع کردی۔

مخالفت اسلام

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو یہ چچا اور اس کے بیٹے اسلام کے سخت ترین دشمن بن گئے۔ابولہب اور اسکے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ نے نہ صرف حضور علیہ السلام کی مخالفت پر کمر باندھ لی بلکہ اہل حق کو انسانیت سوز اذیتیں دینا اپنا من پسند مشغلہ بنالیا۔یہ لوگ اہل حق کی مخالفت میں اس حد تک پیش پیش تھے کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ شامل ہوکر ہر جگہ مسلمانوں کی شدید ترین ہجو کرنا اپنا مقصد حیات بنالیا۔

ابولہب اخلاقیات کی تمام حدیں پھلانگ کر اس حد تک ذلیل حرکات پر اُتر آیا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے اسلام کی حقانیت بیان کرنے کے لیے واعظ مبارک کا سلسلہ شروع کرتے تو یہ ذلیل شخص وہاں پہنچ کر شور کرنا شروع کردیتا اور چلا چلا کر عجیب وغریب آوازیں نکالتا اخلاقیات سے گرے ہوئے الفاظ استعمال کرتا یہاں تک کہ (نعوذ باللہ) لوگوں سے کہتا یہ تو دیوانے ہیں۔ان کی بات ہرگز ہرگز نہ سننا یہ جادوگر ہیں۔ ابولہب نے کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی تھی جہاں پہنچ کر اس نے حضور علیہ السلام کی مخالف کے لیے ذلیل حرکات نہ کی ہوں۔اس خبیث نے فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں تک بکیں۔اللہ اس پر لعنت بھیجے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں اس حد تک چلا گیا کہ اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کہا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں صاحب زادیوں سے نسبت ختم کردو۔دونوں ذلیل بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ ابولہب کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے حضور علیہ السلام کی (نعوذ باللہ) رسوائی ہوگی۔مگر اللہ کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اولاد کو وہ شرف وعظمت عطا فرمائی جس کا بیان کرنا انسانی عقل وہمت سے باہر ہے جبکہ ابولہب

اور اسکے بیٹوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ذلیل وخوار کیا کہ قیامت تک ان کو نشان عبرت بنا دیا۔

جان نثاران اسلام کو ایذائیں دینے میں ابولہب یا اُس کے بیٹے ہی شامل نہ تھے بلکہ اسکی بیوی اُم جمیل بنت حرب ہمشیرہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پیش پیش تھی۔ یہ دونوں میاں بیوی ہر وقت اسی سوچ میں گم رہتے کہ کس طرح اہل حق اور خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچائی جائے۔ ابولہب اور اُس کی بیوی جب اسلام دشمنی میں حد سے بڑھ گئے تو اللہ کریم نے ان دونوں کی مذمت کے لیے قرآن کریم میں سورہ تبت یعنی اللھب نازل کی جس میں یوں ارشاد فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

ترجمہ: اللہ بے حد مہربان اور نہایت رحم والے کے نام سے شروع۔ تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہی ہو گیا۔ اسے کچھ کام نہ آیا اُسکا مال اور نہ جو کمایا۔ اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ۔ اور اسکی بیوی لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھاتی۔ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

مذکورہ آیت قرانی میں اللہ تعالیٰ نے ابولہب اور اُس کی بیوی کا جس انداز میں ذکر فرمایا ہے وہ اُن دونوں کے انجام بد اور ذلت ورسوائی کا وہ عیاں ثبوت ہے جو امر ہو چکا۔ اس سورہ مبارکہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جس شخص نے بھی حضور علیہ السلام کی شان اقدس میں کسی قسم کی گستاخی کا ارتکاب کیا وہ جہنم کا ایندھن بنے گا اور اسی خوف ناک جگہ کا باسی ہو گا چاہے دنیا میں کسی رتبے۔ عہدے یا خزانوں کا مالک ہی کیوں نہ ہو۔

ابولہب کا انجام بد

ابولہب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام دشمنی میں اخلاقیات اور ایذاء رسانیوں کی تمام حدوں کو پیچھے چھوڑ گیا تھا اس دشمن دین کا آخرت میں انجام نہایت عبرتناک ہونا ہی تھا مگر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی اس کو ایسی ذلیل اور مکروہ حالت میں موت دی کہ دوسروں کے لیے باعث عبرت بن گئی۔ اللہ کریم نے اسکا دنیا میں ہی بد انجام دکھا کر قیامت تک آنے والے لوگوں کو بتا دیا کہ اگر کسی نے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی تو یاد رکھو دنیا میں اس کا حشر ایسا ہی کر دوں گا۔ ابولہب غزوہ بدر سے آٹھ (8) دن بعد طاعون کے مرض میں مبتلا ہوا۔ مرض اس قدر شدید تھا کہ یہ شیطان صفت شخص اسی مرض سے ہلاک ہو گیا۔ مرض کی شدت نے اس کے جسم کو

پھاڑ ڈالا۔ ابولہب کا جسم تین روز تک گھر کے اندر ہی پڑا سڑتا رہا۔ اس کے جسم سے اُٹھنے والی بدبو نے پورے محلے کو متعفن بنا دیا کہ لوگوں کا سانس لینا مشکل ہو گیا۔ آخر اُس کے عزیز و اقارب اور محلّہ والوں نے دیوار پر چڑھ کر لمبی لمبی لکڑیوں کی مدد سے اس کا ناپاک سڑا ہوا جسم چارپائی سے نیچے گرا کر اس پر اس قدر پتھر پھینکے کہ ابولہب کا ناپاک و پلید جسم اُن پتھروں کے ڈھیر میں چھپ گیا۔ اس طرح پتھر اور اس کا ناپاک جسم ایک ہی وقت میں جہنم کی لپٹ مارتی ہوئی آگ کا ایندھن بنے۔

ابولہب کی اولاد

ابولہب کے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹوں کے نام۔ عتبہ۔ عتیبہ۔ عقبہ و معقب۔ جبکہ بیٹی کا نام دُرّہ تھا۔ عقبہ اور عتیبہ دونوں ہی مشرک تھے اور حالت شرک میں ہی مرے۔ عتیبہ اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے بد دُعا کی تھی اور فرمایا اے اللہ کریم تو اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما۔ نبی علیہ السلام کے دہنِ اقدس سے نکلی ہوئی بات پوری ہوئی چنانچہ یہ بدبخت ایک سفر کے دوران جنگل سے گزر رہا تھا کہ اچانک شیر نے اُس پر حملہ کر دیا اور آن واحد میں اس پلید کے جسم کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ عقبہ بھی کفر و شرک کی حالت میں ذلیل و خوار ہو کر جہنم کا ایندھن بنا۔

عتبہ اور معقب عام الفتح کے دن دائرہ اسلام میں داخل ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دونوں بھائی غزوہ حُنین میں رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ دشمنوں کے خلاف جوانمردی کے خوب جوہر دکھائے۔ حضرت معقب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس قدر دلیری کے ساتھ لڑے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک آنکھ شہید ہو گئی۔ یہ دونوں بھائی مکہ مکرمہ میں ہی رہائش پذیر رہے۔ ابولہب کی بیٹی حضرت دُرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام لے آئیں اور اُن کا نکاح حضرت حارث بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا۔ انکے بطن سے تین بیٹے حضرت عتبہ۔ ولید اور ابومسلم رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے یہ تینوں صحابیت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

حضرت دُرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابولہب سے دو حدیثیں مروی ہیں۔ جو یہ ہیں۔ لوگوں نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں بہتر کون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انه سئل ای الناس خیر فقال اتقاهم الله و امرهم بالمعروف و انها هم عن المنکر و اوصلهم لرحمه

ترجمہ: لوگوں میں بہتر کون ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''وہ جسے خدا کا تقویٰ زیادہ ہو جو لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرتا ہو اور برے کاموں سے روکتا اور قرابت داروں سے بہتر سلوک کرتا ہو''۔

دوسری حدیث یہ ہے

لا یؤذی حی بمیت

ترجمہ: ’’کسی مردہ کے افعال کے بدلے کسی زندہ کو اذیت نہیں دی جاسکتی‘‘۔

عمّات (پھوپھیاں) النّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچاؤں کے مختصر حالات زندگی بیان ہوچکے ہیں یہاں ہم حضور علیہ السلام کی پھوپھیوں کے مختصر حالات زندگی بیان کررہے ہیں۔آپ علیہ السلام کی چھ پھوپھیاں تھیں عربی میں پھوپھی کو عّم کہا جاتا ہے۔ان کے نام اور حالات زندگی کی تفصیل۔

(1) حضرت اُمّ حکیم بیضاء بنت حضرت عبدالمطلب۔رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(2) حضرت امیمہ بنت حضرت عبدالمطلب۔رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(3) حضرت عاتکہ بنت حضرت عبدالمطلب۔رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(4) حضرت برہ بنت حضرت عبدالمطلب۔رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(5) حضرت اروی بنت حضرت عبدالمطلب۔رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(6) حضرت صفیہ بنت حضرت عبدالمطلب۔رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(1) حضرت اُمّ حکیم بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت اُمّ حکیم بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت عبدالمطلب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی پھوپھی ہیں۔عمر میں سب بہنوں سے بڑی تھیں۔سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ گرامی فخر کونین نور مجسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد وحضرت ابوطالب اور حضرت زبیر کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم تھا۔

نکاح

حضرت اُمّ حکیم بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ایک بیٹا حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک بیٹی حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئے۔حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے۔پھر ان کے صاحب زادے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی صحابی ہونے کی نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں خراسان کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپس میں پھوپھی زاد وماموں زاد بھائی ہیں۔کیونکہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت

اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امّ حکیم بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی اور حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ ہیں۔اس طرح حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی ماموں ہیں۔اس رشتے کے اعتبار سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے ہیں۔

از: زرقانی،الاستیعاب، مدارج النبوت شریف وغیرہ۔

(2) حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت عبدالمطلب

حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت عبدالمطلب حضور علیہ السلام کی حقیقی پھوپھی ہیں۔عمر میں حضرت امّ حکیم بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چھوٹی تھیں۔ان کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عایذ بن عمران ابن مخزوم تھا۔

نکاح

حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت عبدالمطلب کا نکاح جحش بن ایاب بن یعمر بن جبیسر بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ الاسدی سے ہوا۔یہ شمالی عرب کے رہنے والے تھے۔بعض وجوہات کی بنا پر مکہ مکرمہ میں آ کر آباد ہوئے۔ابتداء اسلام میں ہی یہ پورا خاندان مسلمان ہوگیا پھر چند وجوہات کی بنا پر مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں منتقل اور آباد ہوگیا۔

اولاد

حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت عبدالمطلب کو قدرت نے اولاد کی نعمت سے نواز رکھا تھا۔ انکے تین بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔حضرت عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔حضرت ابواحمد عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔جبکہ سیدہ حضرت اُم المومنین حضرت زینب۔حضرت اُم حبیبہ۔حضرت حمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔بیٹیاں تھیں۔

(i) حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ اُحد میں نہایت دلیری کے ساتھ مشرکین مکہ کے خلاف جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ان کو سیدنا حضرت امیر حمزہ سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک ہی جگہ اکٹھا دفن کیا گیا۔سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماموں تھے۔

(ii) حضرت ابو احمد عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو احمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت بہادر اور شہ زور تھے۔ شعر وسخن سے خاصی حد تک لگاؤ تھا اس لیے اچھے شاعروں میں شمار ہوتے تھے۔ ہجرت حبشہ کرنے والے اہل حق میں شامل تھے۔ حبشہ سے سیدھے مدینہ منورہ آئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کی آخری عمر میں بینائی جاتی رہی۔ مدینہ منورہ میں ہی انتقال ہوا۔

(iii) عبید اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عبید اللہ بن جحش ابتداء اسلام سے ہی اہل خاندان کے ساتھ مسلمان ہو چکا تھا۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکی زوجہ محترمہ تھیں۔ دونوں میاں بیوی قریش کے مظالم سے تنگ آکر حبشہ ہجرت کر گئے۔ حبشہ پہنچ کر عبید اللہ نے عیسائیوں کے ساتھ مل کر شراب نوشی شروع کر دی اور اسلام سے مرتد ہو گیا اور یوں نشے کی حالت میں ہی مر گیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی بیوہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا اور یوں شاہ حبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور علیہ السلام سے نکاح کر دیا اور حق مہر کی رقم از گرہ خود سے ادا کی۔ یوں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں شامل ہو گئیں۔

(iv) اُمّ المومنین سیدہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح سیدنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی۔ عدت پوری ہونے کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح فرمالیا اور یوں انہوں نے امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کے پاک گروہ میں شامل ہو کر امّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب حاصل کیا۔

(v) حضرت اُمّ حبیبہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم المومنین سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ ہمشیرہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جحش سیدنا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں تھیں۔ سیدنا حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کے جان نثار صحابی اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں (عشرہ مبشرہ وہ صحابی جن کو حضور علیہ السلام نے دنیا میں ہی جنتی ہونے کی خوشخبری سنادی تھی)۔

(vi) حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے مبلغ اسلام ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ میں تبلیغ اسلام کا اعزاز حاصل کیا۔ان کی شکل حضور علیہ السلام کے ساتھ بہت حد تک ملتی تھی اس لیے یہ شبیہہ رسول کہلاتے تھے۔غزوہ اُحد میں شہید ہوئے۔شہادت کے بعد حضرت حمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسرا نکاح کر لیا تھا۔محمد اور عمران رضوان اللہ اجمعین دو بیٹے پیدا ہوئے۔

3۔ حضرت عاتکہ بنت حضرت عبدالمطلب

حضرت عاتکہ بنت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم ہے۔کچھ اصحاب سیر کے نزدیک یہ اسلام نہیں لائی تھیں جبکہ اکثریت کا قول ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔(واللہ اعلم) عاتکہ عربی زبان میں طاہرہ کو کہتے ہیں۔

نکاح

حضرت عاتکہ بنت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ابی اُمیہ بن المغیرہ المخزومی کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ہوا۔

انکا خواب اور قریش مکہ کا طنز

مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔اور وہاں سکون سے تبلیغ اسلام میں مشغول ہو گئے۔غزوہ بدر سے چند یوم پہلے حضرت عاتکہ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک سوار ہے جس نے کوہ ابوقبیس سے ایک پتھر اُٹھایا اور رکن کعبہ پر کھینچ کر مارا۔وہ پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔پھر ہر ریزہ قریش کے ہر گھر میں جا گرا البتہ بنوزہرہ اس ریزے سے محفوظ رہے۔کفار مکہ نے جب یہ خواب سُنا تو بہت ہنسے اور مذاق اُڑا کر کہنے لگے۔اب تو بنو ہاشم کی لڑکیاں بھی دعوٰی نبوت کرنے لگی ہیں۔مگر بعد میں غزوہ بدر کے نتیجہ نے ثابت کر دیا کہ حضرت عاتکہ کا خواب حقیقت پر مبنی تھا۔کیونکہ غزوہ بدر میں مارے جانے والے کفار میں قریش کے گھر کا ایک ایک فرد ضرور شامل تھا۔بعض کے زیادہ افراد بھی تھے۔یہ خواب کی تعبیر تھی۔

4 ۔حضرت برہ بنت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت برہ بنت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں۔انکی والدہ بھی فاطمہ بنت عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم ہے۔

نکاح

حضرت برہ بنت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح عبدالاسد بن حلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم قریشی کے ساتھ ہوا۔حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے فرزندار جمند تھے۔سیدنا حضرت عبداللہ بن عبدالاسد ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے والی پہلی جماعت کے مقدس رکن تھے۔اسلام لانے میں انکا گیارھواں نمبر ہے۔حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ہند بنت ابی امیہ سہیل بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم) ان کی زوجہ محترمہ تھیں۔دونوں میاں بیوی ہجرت حبشہ میں شامل تھے۔ان دونوں کو السابقون الاولون کی مقدس جماعت میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت ابوسلمہ اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں مُستقل سکونت پذیر ہو گئے۔غزوہ بدر میں شیر کی مانند کفار کا شکار کرتے رہے۔پھر غزوہ اُحد میں شدید زخمی ہوئے اور یوں زخموں کی وجہ سے 3ھ کو مدینہ منورہ میں شہادت پائی۔حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمالیا۔اس طرح حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امہات المومنین کی مقدس جماعت میں شامل ہوگئیں۔

5۔ حضرت اروی بنت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عبدالمطلب سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی پھوپھی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم تھا۔طبقات میں ابن سعد اور حافظ ابن القیمؒ نے ان کے اسلام لانے کی تصدیق کی ہے۔حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح عمیر بن وہب بن عبد بن قصیٰ سے ہوا تھا۔

واقدی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے طلَیب نے والدہ کو اپنے اسلام لانے کی خبر سنائی تو انہوں نے فرمایا۔

''ان احق من وازرت و عضرت ابن خالک لو کنا نقدر علی مالقیدر علیه ارجال لمنعناه و زبیناه عنه

تیرے لیے تیرے ماموں کا بیٹا سب سے بڑھ کر خدمت اور مدد کا حق دار ہے بخدا اگر ہم عورتوں کو مردوں جیسی طاقت ہوتی تو ہم اس کا بچاؤ کیا کرتیں اور اس کے دشمنوں کا جواب دیا کرتیں۔

حضرت طلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ السابقون الاولون کی مقدس جماعت کے رکن تھے۔ یہ اولین مہاجرین میں شمار ہوتے ہیں۔ کفار مکہ نے جب اہل حق پر مظالم کی انتہا کر دی تو یہ بھی مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے بعد حبشہ چلے گئے۔ پھر حبشہ سے ہجرت کی اور مدینہ منورہ آ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ غزوہ بدر میں کفار کو مولی گاجر کی طرح کاٹتے ہوئے شجاعت و جوانمردی کے وہ جوہر دکھائے کہ لوگ انگشت بدنداں رہ گئے۔ واقعہ اجنادین میں حسب سابقہ نہایت دلیری سے لڑتے ہوئے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ انکی کوئی اولاد نہیں تھی۔

6۔حضرت صفیہ بنت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت عبدالمطلب کی والدہ کا نام ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔

نکاح

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح حارث بن اُمیہ سے ہوا تھا ان کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرا نکاح عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا۔ عوام بن خویلد سیدہ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھائی ہیں۔ عوام بن خویلد ظہور اسلام سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔

اولاد

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو بیٹے تھے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سائب بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سیدنا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جبکہ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوام بڑے دلیر اور شہسوار تھے۔ غزوہ بدر اور غزوہ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ جنگ یمامہ میں نہایت دلیری سے لڑتے ہوئے شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوام نہایت بہادر، بردبار، عالم اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ ان کی شادی سیدہ حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ سیدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

حجاج بن یوسف نے سفا کی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں پھانسی پر چڑھا دیا۔

وصال

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت دلیر اور دلا ورخاتون تھیں۔غزوہ خندق کے موقعہ پر ایک یہودی نے جب قلعہ بند عورتوں کی طرف آنے کوشش کی تو انہوں نے چوب کی مدد سے اس یہودی کو قتل کرڈالا۔حضور علیہ السلام نے اس بہادری پر اُنہیں مالِ غنیمت میں سے حصّہ عطا فرمایا۔غزوہ اُحد کے موقعہ پر کمال قوت ایمانی کا عملی ثبوت دیا عزیز بھائی حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش پاک کو دیکھ کر جس کا مثلہ کیا گیا تھا صرف ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُو ن''۔ پڑھا دُعا کی اور واپس مدینہ منورہ چلی آئیں ایک آنسو تک نہ بہایا۔حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں 73 سال کی عمر میں وصال پایا۔مزار شریف جنت البقیع میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

والدگرامی

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدنا حضرت عبداللہ بن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخر کونین تاجدار عرب وعجم حضور پرنور احمد مصطفٰے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی ہیں۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت حسین وجمیل۔ بردبار۔عاقل۔دلیر اور متقی و پرہیز گار تھے۔ان کے والد حضرت عبدالمطلب سب بیٹوں سے زیادہ انہی سے محبت کرتے تھے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبدالمطلب کے چھوٹے اور لاڈلے بیٹے تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخلوق میں سب سے اعلیٰ۔ارفع اور افضل ترین ہستی کے والد گرامی ہونے کا وہ شرف عظیم عطا فرمایا جو کائنات میں نہ پہلے کسی کو نصیب ہوا اور نہ قیامت تک کسی کو نصیب ہوگا۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی مبارکہ میں چمکنے والا نور عظیم احمد مختار بے کسوں کے ملجاو ماوا سرکار مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی تھا جس کی برکت وعظمت سے کون ومکاں ان کے آگے جھک جاتے تھے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اللہ کریم نے وہ رعب اور دبدبہ عطا فرمایا تھا جسکی بدولت ہر دیکھنے والا ان پر رشک کرتا تھا۔خیر خواہ ان کو دیکھ کر خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔جس راستے سے گزر جاتے وہ راہ دیر تک نورِ محمدیؐ کی وجہ سے معطر رہتی تھی۔خالق کائنات نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساری دنیا کے لیے قابل رشک بنا دیا تھا۔

پیدائش مبارکہ

حضرت عبداللہ بن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام الفیل سے پچیس (25) سال پہلے 547ء مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

سلسلہ نسب

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیٰ بن کلاب۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاشمی قریشی تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ تھا جو قبیلہ بنومخزوم سے تھیں۔ حضرت ابوطالب۔ عبدالکعبہ۔ اور زبیر آپ رضی اللہ تعالیٰ کے حقیقی بھائی تھے۔

حضرت عبدالمطلب کی منّت

قدرت نے حضرت عبدالمطلب کوخواب میں زم زم کے کنویں کی نشاندہی کر دی تھی۔ انہوں نے اپنے بیٹے حارث کے ہمراہ زم زم کے کنویں کی کھدائی شروع کر دی۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب کے یہی حارث واحد بیٹے تھے۔ باپ بیٹا دونوں کھدائی میں مصروف تھے قریش میں سے کسی نے مدد کے لیے ہاتھ نہ بڑھایا۔ حضرت عبدالمطلب کوشدید احساس ہوا کہ اگر آج میری اور اولاد ہوتی تو میرے دست و باز و بنتی۔ کھدائی کا کام جاری تھا کہ عدی بن نوفل کا وہاں سے گزر ہوا اُس نے عبدالمطلب کو بیٹے کے ہمراہ فخر سے کھدائی کرتے دیکھا تو انہیں طعنہ دیتے ہوئے یوں کہا۔

یا عبد المطلب اتستطیل علینا ۔	اے عبدالمطلب ہمیں اکڑ کر دکھاتے ہو۔
وانت فذلا ولد لک فقا ل ابا لقلة ۔	حالانکہ تم اکیلے ہو تمہاری اولاد نہیں۔
تعیر نی !فو اللهمئن اتانی الله ۔	عبدالمطلب کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔
عشر ة من الو لد زکو رً الا نعر ن .	حسرت اور عاجزی سے بارگاہ رب العزت میں
احد هم عبد الکعبة۔	دعا کی۔ اے اللہ مجھ کو دس جوان بیٹے عطا فرما ان میں سے ایک تیری راہ میں قربان کروں گا۔

حضرت عبدالمطلب نے زم زم کے کنوئیں کی کھدائی کے دوران یہ دُعا مانگی تھی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور یوں چند سال گزر جانے کے بعد اُنکے بیٹوں کی تعداد دس ہوگئی۔ ایک رات حضرت عبدالمطلب خانہ کعبہ کے سامنے سو رہے تھے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے۔ اے عبدالمطلب اپنی منّت کو پورا کرو اس گھر کے مالک کے لئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے۔ عبدالمطلب خواب سے بیدار ہوئے اور اپنی مانی ہوئی منّت کو پورا کرنے کے لیے

تیار ہوئے۔

قرعہ اندازی

حضرت عبدالمطلب نے اپنے تمام بیٹوں کو بلایا اور انہیں اپنی منت کے بارے میں بتایا تمام بیٹے اطاعت و خلوص کی تصویر بن گئے اور نیاز مندی سے عرض کیا والد گرامی ہم سب حاضر ہیں جسے چاہیں اپنی نذر پوری کرنے کے لئے قربان کر دیں۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمانبردار بیٹوں کا جواب سُن کر کعبہ کے پجاری کو حکم دیا کہ ان بچوں کے نام کا قرعہ نکالو قرعہ میں جس کا نام نکلا اسے اللہ کی راہ میں قربان کروں گا۔ سارے بیٹے ایک قطار میں کھڑے ہو گئے قرعہ نکالا گیا تو حضرت عبدالمطلب کے سب سے لاڈلے اور پیارے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نکل آیا۔ حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے مگر زبان سے کسی قسم کا کوئی لفظ کہے بغیر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر قربان گاہ کی طرف چل پڑے۔ اطاعت گزار بیٹا خاموشی سے ساتھ چل دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوطالب۔ قریش اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ننھیال سب چیخ پڑے ہر ایک نے یک زبان کہا۔ اے سردار قریش اولاد کو ذبح کرنے کی یہ ریت نہ ڈالیں ورنہ مستقبل میں اس رسم کو پورا کرنے کے لیے لوگ آپکے فعل پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے جو کہ عملی اور عقلی اعتبار سے ممکن نہ ہوگی۔ اس لیے کوئی ایسا حل تلاش کریں کہ آپ کی مَنّت بھی پوری ہو جائے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان بھی محفوظ رہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا بہنوں اور ننھیال کے اصرار پر حضرت عبدالمطلب جو کہ بڑے ہی زیرک، دانا، مدبر اور باریک بین تھے کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ سب عزیز رشتہ دار جو بات کہہ رہے ہیں وہ حقیقت سے قریب تر ہے۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ فلاں کاہنہ بہت مشہور ہے اس کو صورت حال سے آگاہ کیا جائے اور پھر وہ جو مشورہ دے اس پر عمل کیا جائے۔ بعض اہل سیر کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ننھیال میں سے اور بعض کے نزدیک اُنکی بہنوں نے یہ مشورہ دیا کہ عرب میں رواج ہے کہ خون بہا یعنی دیت دس اونٹ ہیں۔ اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا جائے جب قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نکل آئے تو اتنے اونٹ ذبح کر دئے جائیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اونٹوں کے درمیان قرعہ

حضرت عبدالمطلب نے حسب مشورہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی شروع کی جس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک پرچی پر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لکھا گیا اور دوسری پرچی پر دس اونٹ پھر پرچی اُٹھائی گئی تو نام حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکلا۔ اس طرح ہر بار دس دس اونٹوں کا اضافہ کر کے

قرعہ ڈالتے رہے یہاں تک کہ جب قرعے میں اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچ گئی تو قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بجائے اونٹوں کے نام نکل آیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام عزیز واقربا نے سکھ کا سانس لیا مگر حضرت عبدالمطلب کی انصاف پسند اور متقی طبیعت کو اس پر بھی اطمینان نہ ہوا انہوں نے تین بار اسی طریقے پر قرعہ اندازی کرائی مگر ہر بار سو اونٹوں کی تعداد پر قرعہ اونٹوں کے نام ہی نکلا تو ان کو یقین ہو گیا کہ میرا رب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے سو اونٹوں کی قربانی پر راضی ہے۔ اس طرح حضرت عبدالمطلب نے سو اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کر دیئے۔

اسی واسطے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

''انا ابن الذبیحین'' ترجمہ: ''میں دو ذبیح (اسمٰعیل علیہ السلام وعبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بیٹا ہوں''۔

دِیّت کی مقدار میں اضافہ

یہاں ایک اہم مسئلہ کی وضاحت کر دینا اشد ضروری ہے وہ یہ کہ انسانی قربانی کسی شک وشبہ کے بغیر ایک ظالمانہ رسم ہے پھر حضرت عبدالمطلب نے ایسی رسم کو پورا کرنے کے لیے منّت کیوں مانی؟ دیت اہل عرب کے ہاں دس اونٹ ہوا کرتی تھی اس کی تعداد سو کیسے ہوئی؟ ان سوالوں کے مختصراً جواب عرض کر رہا ہوں۔

انسانی قربانی کی وحشیانہ رسم اُس زمانے تک ہر ملک میں پائی جاتی تھی۔ تاریخ عالم کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ ہندوستان، چین، ایران، افریقہ، یونان غرض ہر ملک میں اس رسم پر عمل کیا جاتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے بھی اس رسم کے مطابق نذر مانی۔ ان کے اس فعل میں دوسروں کی نسبت اصولی اور عام فرق یہ تھا کہ دوسرے لوگ بتوں کے نام پر انسانی قربانیاں کرتے چلے آرہے تھے جبکہ یہاں حضرت عبدالمطلب نے انسانی قربانی کی نذر کسی بت یا غیر اللہ کے لیے نہیں مانی تھی بلکہ مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کے لیے مانی تھی۔ اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ عین ممکن ہے حضرت عبدالمطلب کے دل میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سُنت پر عمل کرنے کا خیال آیا ہو مگر وہ مامور اللہ (اللہ کی طرف سے حکم پر) اور غیر مامور کا فرق نہ سمجھ سکے ہوں۔ اور انہوں نے خیال کر لیا ہو کہ ہر باپ کو بیٹے کی قربانی کا حق حاصل ہے۔ حضرت عبدالمطلب کی اس منّت کو اللہ کریم نے اُن پر احسان عظیم فرماتے ہوئے یوں پورا کروادیا کہ منّت بھی پوری ہوگئی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی مبارکہ بھی محفوظ رہی۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ جس طرح اللہ کریم کے حکم پر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لیے اُن کے حلق پر چھری چلائی مگر دُنبے کی شکل میں وہ قربانی قبولیت کو پہنچی اسی طرح حضرت عبدالمطلب کی مانی ہوئی نذر کو اللہ کریم نے سو اونٹوں کی قربانی کی شکل میں قبولیت کا درجہ عطا فرمایا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس وقعہ نے اہل عرب ہی نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے اہل

اسلام کے خون کی قیمت کودس اونٹوں سے بڑھا کرسواونٹ تک پہنچا دیا۔اس طرح انسانی خون کی قدر ومنزلت میں دس گنا اضافہ ہوگیا۔اس کے علاوہ یہ بات یقینی ہے کہ اہل عرب کے ہاں قتل کی وارداتوں میں نمایاں کمی واقع ہوئی ہو گی۔یوں یہ واقعہ بنی نوع انسان کے لیے امن وبرکت کا باعث ثابت ہوا۔حضرت عبدالمطلب وہ شخص ہیں جنہوں نے دیت کی قیمت دس گناہ بڑھادی اور پھراس مقدار کوسرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برقرار رکھا۔اوراس طرح قیامت تک عورت اورمرد کی دیت سواونٹ ہی رہے گی۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

" کا نت الدیۃ یو م مئذعشر امن الاھل ۔و عبد المطلب اول من سن دیۃ النفس ۔ما ئۃ من الاھل فجر ت فی . قریش و العر ب ما ئۃ من الا ھل واقر ھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما کانت علیہ.

اس زمانے فی کس دیت دس اونٹ تھی۔حضرت عبدالمطلب پہلے شخص تھے جنہوں نے سو اونٹ دیت مقرر کی پھرقبیلہ قریش بلکہ پورے عرب میں یہی دیت مقرر ہوگئی اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسے برقرار رکھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ذبیح اللہ کالقب

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل عرب کے ہاں بڑی قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے جبکہ اہل قریش کے ہاں توخصوصی اہمیت وافضلیت کے حامل تھے۔اس واقعہ کے بعدتوخاص طور پرعرب اوراطراف میں آپ کی عظمت وبرتری دوچند ہوگئی۔لوگوں میں ذبیح کے لقب سے مشہور ہوگئے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فرزند عظیم کائنات یعنی تمام عالموں کے لیے رحمت بن کرتشریف لانے والے تھے۔اس لیے رحمتہ اللعالمین کی ذات گرامی کے آباواجداد کا بھی بنی نوع انسان کے لیے ایسے ہی محسن ہونا ضروری تھا۔ذبیح کالقب حضرت عبداللہ کے لیے امتیاز کانشان بن گیااوراہل خاندان کے لیے وجہ افتخار ثابت ہوا۔ذبیح کالقب اپنے اندروہ انفرادیت رکھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والدگرامی کے لیے یہ لفظ سُنا اوراظہارخوشنودی فرمایا۔پھرحضورعلیہ السلام کااپناذاتی فرمان مبارک ہے۔" اَنَا بنُ ذَبِیْحِیْنَ " ترجمہ:"میں دوذبیحوں کابیٹاہوں"۔

حضورعلیہ السلام کے اس فرمان میں سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام اورحضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذات گرامی کی طرف اشارہ ہے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث روایت کی ہے۔فرماتے ہیں۔

"سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خُدام صحابہ کرام خدمت اقدس میں بڑے ادب واحترم سے سرِ نیازخم کئے بیٹھے تھے کہ ایک دیہاتی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوااوراپنے علاقے میں شدید قحط سالی کا حال یوں بیان

کیا۔ اے ہمارے آقا و مولا! آبادیاں سخت قحط کی لپیٹ میں ہیں۔ پانی کا ایک قطرہ میسر نہیں۔ جانور و تمام دیگر مال و مویشی نہایت کمزور ہو چکے ہیں۔ بچے بھوک سے نڈھال ہیں اور اناج نہ ہونے کی وجہ سے بھوک کے مر رہے ہیں۔ پھر مزید عرض کرتے ہوئے وہ یوں گویا ہوا۔

فعد علی مما افاء اللہ علیک یا ابن الذبیحین. فتبسّم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم. ولم ینکر علیہ.

اے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذبیح کے بیٹے اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ اُن میں سے مجھے بھی کچھ عطا فرما دیجیے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ لقب سُن کر بُرا نہ مانا بلکہ تبسم فرمایا۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عفتِ نفس

قدرت نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقویٰ پرہیز گاری اور عفت نفس کی دولت سے مالا مال کر رکھا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عفت نفس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اس ارشاد کو ابو نعیم اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا ہے۔ مکہ مکرمہ میں فاطمہ بنت مفر الخثیمہ نامی ایک مال دار خاتون تھی۔ اس عورت نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اظہار محبت کیا مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ آخر جب اس عورت نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں کسی قسم کی دلچسپی نہیں لے رہے تو اُس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے سو اونٹ کا عطیہ دینا چاہا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کی اس پیش کش کو رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا حرام فعل پر عمل کرنے سے تو بہتر ہے انسان مر جائے۔ ہاں میں حلال فعل کو پسند کرتا ہوں مگر اس کے لیے اعلان کرنا ضروری ہے۔ تو مجھے اپنے دام فریب میں پھنسانا چاہتی ہے حالانکہ شریف النفس انسان کے لیے فرض ہے کہ وہ اپنی عزت و عفت کی ہر حال میں حفاظت کرے۔ وہ عورت اس قدر سخت جواب کے باوجود اپنی حرکات سے باز نہ آئی پھر جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی ہوگئی اور چند روز کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر اس طرف سے ہوا جہاں وہ عورت ہمیشہ دعوت محبت دینے کو تیار رہتی تھی تو اس عورت نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غور سے دیکھ کر کسی قسم کی حرکت یا اظہار محبت نہ کیا اس کے بعد جب بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرف سے گزرتے وہ عورت نہ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ کو متوجہ کرتی اور نہ ہی پہلی سی حرکات۔ ایک روز اُس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑا کیا اور کہنے لگی اے عبد اللہ میں تمہاری پیشانی پر چمکنے والے نور کی وجہ سے تم میں جنون کی حد تک دلچسپی لیا کرتی تھی مگر چند یوم سے وہ نور تمہاری پیشانی میں نظر نہیں آ رہا اس لیے اب مجھے تمہاری ذات کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ حقیقت بھی یہی تھی کہ حضرت

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی مبارکہ میں چمکنے والا نورِ مصطفیٰ علیہ السلام سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اقدس میں منتقل ہو چکا تھا۔ واقعہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یہاں ان الفاظ پر ہی اکتفا کر رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی

حضرت عبدالمطلب جب اونٹوں کی قربانی سے فارغ ہوئے تو ان کے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے لاڈلے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی کردی جائے۔ رشتے کی تلاش شروع ہوئی۔ والد گرامی کی خواہش تھی کہ لاڈلے بیٹے کی شادی اور اُس کی جان بچ جانے کی خوشی کا جشن ایک ساتھ ہی منایا جائے۔ اُدھر قریش کے قبائل مخزوم بنو عبد مناف اور بنو عبد شمس کی تمام دوشیزائیں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سر کا تاج بنانے کے لیے یہ آس لگائے بیٹھی تھیں کہ کب انکی قسمت کا ستارہ چمکتا ہے اور کوئی رشتے کی خبر جان فزاء ان کو سناتا ہے۔ تمام دوشیزائیں اور ان کے اہل گھرانہ اس شادی کے لیے اپنی جائیداد اور مال ومتاع تک قربان کرنے کو تیار تھیں۔ اس خواہش کے پیچھے دو عظیم عوامل کارفرما تھے ایک تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذاتی حُسن و جمال وجاہت اور خاندانی عزت وافتخار اور دوسرا اہم ترین سبب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں چمکنے والا سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک۔ سیرت حلبیہ میں ان دونوں وجوہات کا ذکر یوں کیا گیا ہے:۔

کا ن عبد اللہ احسن فتی یر ی فی .قر یش واجمعلھم و کا ن نو ر البنی علیه السلام. یر ی فی و جھه کا لکو کب الد ر ی حتی . شغفت به نسا ء قر یش ولقی .منھن عنا ء

حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پورے قریش میں سب سے زیادہ حسین وجمیل نظر آنے والے نوجوان تھے۔ نور النبی علیہ السلام اُن کے چہرہ پر روشن ستارے کی طرح چمکتا تھا۔ اسی وجہ سے قریش کی لڑکیاں اُن کے ساتھ شادی کرنے کی آرزومند تھیں۔

(از سیرت حلبیہ۔ جلد۔1۔ صفحہ۔38)

حضرت عبدالمطلب کی خواہش تھی کہ اپنے ہونہار بیٹے کی شادی ان کی شان وشوکت کے مطابق کسی گھرانے میں کی جائے۔ اس سلسلے میں حضرت عبدالمطلب نے مدینہ منورہ کے قبیلہ بنو زہرہ کا انتخاب کیا۔ یہ قبیلہ شرافت نسبی میں نہایت ممتاز تھا۔ قبیلہ بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف کی لخت جگر سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اہل قریش میں سب سے ممتاز حیثیت کی مالکہ تھیں۔ ان کے والد وہب بن عبد مناف وفات پا چکے تھے اس لیے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے چچا وہیب بن عبد مناف کے زیر سایہ تھیں۔ حضرت عبدالمطلب وہیب بن عبد مناف کے پاس تشریف لے گئے اور سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کا پیغام دیا۔ وہیب بن عبد مناف نے بڑی خوشی وانبساط سے اس پیغام نکاح کو قبول کیا۔ وہیب بن عبد

مناف کی اپنی بیٹی ''ہالہ'' بھی جوان تھی حضرت عبدالمطلب نے اُسے وہیب سے اپنے لیے مانگا تاکہ اس خاندان کے ساتھ رشتہ داری مزید مضبوط ہو سکے۔ وہیب بن عبد مناف نے اسے رشتے کو بھی فخر کے ساتھ قبول کیا اور یوں یہ دونوں نکاح ایک ہی وقت میں پڑھے گئے۔ یاد رہے یہی ہالہ سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ گرامی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ میں خالہ محترمہ ہیں۔

از: سیرۃ النبی۔ صفحہ نمبر 108، روض الانف۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 179

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے دستور کے مطابق صرف تین روز تک اپنی زوجہ محترمہ کے پاس تشریف فرما رہے پھر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور تجارتی قافلے کے ہمراہ ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

روایت از: محمد بن سائب کلبی سیرۃ النبی 1۔ صفحہ۔ 108۔ (واللہ اعلم)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کا تاریخی پس منظر

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کا حال اُوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اس نکاح مبارک کا ایک تاریخی پس منظر بھی ہے جسے یہاں بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں تاکہ مکمل حالات سے آگاہی حاصل ہو سکے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب اپنے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والد گرامی حضرت عبدالمطلب کے بنی زہرہ میں نکاح فرمانے کا تاریخی پس منظر یوں بیان فرماتے ہیں۔

''ایک دفعہ میں اور میرے والد حضرت عبدالمطلب تجارتی قافلے کے ہمراہ یمن گئے۔ یمن میں ایک یہودی کے پاس ٹھہرے۔ وہ یہودی بڑا عاقل، عالم، فاضل، پرانی تمام آسمانی کتب کا ماہر اور قیافہ شناسی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اُس یہودی نے والد گرامی حضرت عبدالمطلب کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

تم کون ہو؟

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ''میں قریشی ہوں''۔

یہودی نے پوچھا قریش کی کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو؟

حضرت عبدالمطلب نے جواب میں فرمایا ''بنو ہاشم سے''

یہودی یہ جواب سُن کر چونک پڑا اور حضرت عبدالمطلب سے کہنے لگا ''کیا آپ مجھے اپنی ناک دیکھنے کی اجازت دیں گے''؟

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ''میری طرف سے اجازت ہے''۔

یہودی نے والد گرامی کی ناک کے دونوں نتھنے دیکھ کر بڑے جچے تلے انداز میں وثوق کے ساتھ کہا۔ میرے علم کے

مطابق تمہارے ایک ہاتھ میں حکومت جبکہ دُوسرے ہاتھ میں نبوت ہے۔ پھر یہ دونوں صفتیں قبیلہ بنوزہرہ میں اکٹھی ہو جائیں گی۔

اس کے بعد یہودی نے کہا۔ ''کیاتم نے بنی زہرہ سے رشتہ قائم کرلیا ہے؟

حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا ''ابھی تک تو رشتہ قائم نہیں کیا''۔

یہ سُن کرانہیں یہودی نے کہاتم بنی زہرہ میں ضرور رشتہ قائم کرو یہ میری نصیحت ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ'' والدگرامی کے ذہن پر یہ واقعہ نقش ہو چکا تھا جو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے رشتہ ڈھونڈنے کے وقت تازہ ہوگیا اور یوں انہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر بنی زہرہ کے سردار وہیب سے سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ہالہ بنت وہیب دونوں کا بالترتیب حضرت عبداللہ رضی تعالیٰ عنہ اور اپنے لیے رشتہ مانگا جو وہیب بن عبدمناف نے صدمسرت کے ساتھ قبول کیا یوں ایک ہی مجلس میں یہ دونوں نکاح پڑھے گئے''۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی کے وقت عمر مبارکہ 25یا23 سال کے قریب تھی۔آپ چند یوم اپنی زوجہ محترمہ کے پاس حسب رواج تشریف فرمارہے۔انہی ایام میں جمعہ کی مبارک شب کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطن آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں منتقل ہوا۔شادی کے چند روز بعد ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدگرامی کے حکم پر تجارتی قافلے کے ہمراہ ملک شام تشریف لے گئے۔ کامیاب تجارتی سفر کے بعد واپس تشریف لارہے تھے کہ طبیعت کچھ ناساز ہوگئی مدینہ منورہ (یثرب) پہنچ کر قافلے والوں سے فرمایا کہ میں چندروز یہاں ٹھہر کر آرام کرتا ہوں اور دوسرا والدگرامی نے مدینہ منورہ (یثرب) کی کھجوروں کا سودا کرنے کا حکم بھی فرمایا تھا وہ بھی پورا کرلوں گا۔آپ لوگ اپنا سفر جاری رکھیں اور منزل پر پہنچ کر والدگرامی کو تمام صورت حال بتادینا۔اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے ننھیال بنوعدی بن نجار کے ہاں آرام و علاج وغیرہ کی غرض سے ٹھہر گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری کا جوں جوں علاج کیا گیا مرض بڑھتا ہی گیا آخر ایک ماہ بیمار رہنے کے بعد وصال فرماگئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 571ء کو مدینہ منورہ (یثرب) میں انتقال فرماگئے۔انتقال کے وقت عمر مبارکہ 24یا25 برس تھی۔(اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

قدرت کو یہی منظور تھا کہ جب اُس کے پیارے محبوب تاجدار عرب وعجم فخر کونین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دنیا میں تشریف لائیں تو باپ کا شفیق سایہ سر پر نہ ہو۔اللہ کریم نے ازل سے ہی یہ فیصلہ فرمارکھا تھا پھر گزشتہ

تمام آسمانی کتب میں مذکور ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب پیارے آخرالزمان نبی علیہ السلام یتیم پیدا ہوں گے۔ اس طرح آخری نبوت کی صداقت کی ایک یہ علامت بھی تھی جسے ہر حال میں پورا ہونا تھا اور وہ پوری ہو گئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے وقت حضور علیہ السلام شکمِ مادر میں ہی تھے۔

تجارتی قافلے کی واپسی اور اندوہ ناک خبر

اہلِ قریش کا تجارتی قافلہ جب مکہ مکرمہ واپس آیا تو حضرت عبدالمطلب اپنے ہونہار فرزند کو قافلے کے ہمراہ نہ پا کر بہت بے قرار ہوئے۔ اہلِ قافلہ نے حضرت عبدالمطلب کو سارا حال بتایا جسے سُن کر حضرت عبدالمطلب نے فوراً اپنے بڑے صاحب زادے حارث کو مدینہ منورہ (یثرب) روانہ کیا کہ بھائی کی خبر لائیں۔ حارث جب مدینہ منورہ پہنچے تو اُن کو معلوم ہوا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ماہ علیل رہنے کے بعد اس فانی دنیا سے آخرت کو سدھار گئے ہیں۔ حارث اس حادثہ جانکاہ کی اطلاع لے کر مکہ مکرمہ واپس آئے اور حضرت عبدالمطلب و دیگر اعزوا قارب کو یہ اندوہناک خبر سنائی۔ اہلِ خاندان اور خاص طور پر حضرت عبدالمطلب یہ افسوس ناک خبر سُن کر سخت رنجیدہ ہوئے۔ انہوں نے بڑی مشکل سے یہ صدمہ برداشت کیا۔ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو اس حادثہ جانکاہ کی خبر سُن کر سخت نڈھال ہو گئیں۔ ایسے دریا دل، فیاض، کریم، دوست، بردبار اور نہایت مہربان انسان و ہمدرد شوہر کی وفات کا سُن کر بیوی کے لیے فرطِ غم سے نڈھال ہو جانا ایک فطری عمل ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبرِ انور

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی مدینہ منورہ میں ایک ماہ علیل رہ کر انتقال فرما گئے۔ بیماری کے ایام اپنے سُسرال میں ہی گزارے تھے وفات کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبرِ انور بھی مدینہ منورہ میں نابعہ کے گھر کے صحن میں بنائی گئی جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ کو دفن کیا گیا۔

(آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبرِ انور اور مسجد فاطمہ کے درمیان ایک گلی کے ایک مکان کی بیرونی دیوار سے ملحق تھی۔ راقم کو اس قبرِ انور کی زیارت کا شرف تقریباً 80-1979 عیسوی میں حاصل ہوا۔ مگر اب مسجد نبوی میں توسیع سے یہ تمام علاقہ بلکہ تمام قدیم شہر مدینہ مسمار ہو چکا ہے)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترکہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس فانی دنیا سے کوچ کیا تو ان کے ترکہ میں بکریوں کا ایک ریوڑ۔ پانچ اونٹ اور ایک باندی حضرت ایمن شامل تھیں۔ حضرت ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصل نام برکتہ تھا۔ یہ سب کچھ حضور علیہ السلام کے حصّے میں آیا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ خوش قسمت خاتون تھیں جن کو یہ اعزاز

عظمٰی حاصل تھا کہ انہوں نے سید انس وجان سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود کھلایا اور بہت خدمت کی۔حضور علیہ السلام انکا بہت احترام فرمایا کرتے تھے۔

طبقات ابن سعد۔جلد 1۔صفحہ۔89،
دلائل النبوۃ۔از:بیہقی۔صفحہ۔89،
الطبقات الکبریٰ۔جلد۔1۔صفحہ۔89،
زرقانی۔جلد۔1۔صفحہ۔97،
سیرت حلبیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔39۔43۔44،
الطبقات۔جلد۔1۔صفحہ۔99،
سیرت المصطفیٰ۔جلد۔1۔صفحہ۔46،
البدایہ والنہایہ۔جلد۔4۔صفحہ۔549وغیرہ۔

سّیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت وہب

والدہ گرامی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبیلہ بنوزہرہ کے نامور سردار وہب بن عبدمناف کی باکمال۔نیک سیرت،نیک بخت اور حُسن وجمال میں یکتا اکیلی صاحب زادی تھیں۔بچپن سے ہی والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا۔انکی پرورش اور کفالت کی تمام تر ذمہ داریاں حقیقی چچا وہیب بن عبدمناف نے اٹھالی تھیں۔چچا کی زیر کفالت اور سرپرستی میں اخلاقیات۔حسن سلوک۔نیک برتاؤ۔ودیگر تمام دنیاوی خوبیاں حاصل کرچکی تھیں۔قدرت نے سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایسے عظیم اعزاز کے لیے منتخب فرمالیا تھا جس کے سامنے ہفت اکلیم کی کوئی حیثیت نہ تھی۔سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ کریم نے اس نعمت عظمٰی کے لیے چن لیا تھا جو نہ پہلے کسی کو نصیب ہوئی اور نہ ہی قیامت تک کسی کو نصیب ہوگی۔سیدہ حضرت آمنہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہونے کا جو شرف عظیم قدرت نے عطا فرمایا اسکا احاطہ کرنا انسانی عقل وشعور سے باہر ہے۔یہ تمام رفعتیں۔عظمتیں۔شان۔درجات کی بلندی۔کائنات کی تمام عورتوں میں ممتاز حیثیت حاصل ہونا اصل میں سرکار مدینہ سرورسینہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے ہی نصیب ہوئیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''اہل کتاب بعض علامتوں اورنشانیوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود اقدس حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صلب میں ودیعت ہے وہ ان کے دشمن بن کر ہلاکت کے درپے ہوگئے اور اطراف وجوانب سے ان کو ہلاک کرنے کے ارادے سے مکہ آنے لگے۔ یہاں انہوں نے عجیب وغریب آثار وقرائن کا مشاہدہ کیا اور وہ خائب وخاسر بے نیل ومرام لوٹ گئے۔ ایک دن حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکار کے لیے تشریف لے گئے تھے اہل کتاب کی ایک بہت بڑی جماعت شام کی جانب سے تلواریں سونت کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے ارادے سے نمودار ہوئی۔ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد حضرت وہب بن مناف بھی جنگل میں موجود تھے انہوں نے دیکھا کہ چند سوار جن کی شکل وصورت اس دنیا کے لوگوں سے مشابہ نہ تھی غیب سے ظاہر ہوئے اور وہ اس حملہ آور گروہ کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے سے دور کرنے لگے۔ وہب بن عبدمناف نے گھر آکر اپنے گھر والوں سے کہا میں چاہتا ہوں اپنی بیٹی سیدہ آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب سے کردوں اور پھر یہ بات اپنے دوستوں کے ذریعہ حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں پہنچائی۔ حضرت عبدالمطلب بھی یہی چاہتے تھے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی ہوجائے اس سلسلے میں کسی ایسی عورت کی جستجو میں تھے جو شرفِ حسب ونسب اور عفت میں ممتاز ہو۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت وہب میں یہ صفات موجود تھیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اس رشتہ کو پسند کیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان سے نکاح کردیا''۔

سلسلہ نسب

سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امّ برّہ بنت عبدالعزّیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن مّرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔

بّرہ کی والدہ کا نام اُمِ حبیب بنت اسد بن عبدالعزّیٰ بن قصیٰ بن کلاب بن مّرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی وہب بن عبدمناف قبیلہ بنوزہرہ کے سردار تھے۔

مختصر حالات زندگی

سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد وہب قبیلہ بنو زہرہ کے سردار تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابھی چھوٹی ہی تھیں کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ کے چچا وہیب بن عبد مناف قبیلے کے سردار بنے اور اپنی معصوم بھتیجی کی بڑی شان و ناز و نعمت سے پرورش کی۔ وہیب کی اپنی بیٹی ہالہ تھی۔ دونوں بہنیں نہایت بلند اخلاق، نیک سیرت اور غریبوں کی ہمدرد و غمگسار تھیں۔ جو کوئی ان دونوں کو دیکھتا تعریف کئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ قدرت نے تمام خوبیاں اِن دونوں میں اس لیے جمع فرما دی تھیں کہ ان میں سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فخر کونین تاجدار عرب وعجم حضور پرنور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ گرامی ہونے کا شرف عظیم حاصل ہونا تھا۔ جبکہ ہالہ بنت وہیب کو حضور علیہ السلام کی دادی محترمہ اور سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہونے کی سعادت حاصل ہونے والی تھی۔ حضرت عبد المطلب وہیب بن عبد مناف کے پاس حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے تشریف لے گئے اور اُن سے کہا کہ میں تمہاری بھتیجی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ اپنے اس فرزند کے لیے طلب کرتا ہوں وہیب بن مناف نے بصد شوق یہ رشتہ قبول کر لیا پھر حضرت عبد المطلب نے وہیب کی بیٹی ہالہ کے لیے اپنا رشتہ مانگا جس کو انہوں نے خوشی سے قبول کیا اس طرح ایک ہی مجلس میں دونوں نکاح سرانجام پائے۔

شادی کے بعد پہلے ہفتے ہی سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور نبوی کی امانت دار بن گئی تھیں۔ ایام حمل میں اہل عرب کے ہاں دستور تھا کہ عورت کے گلے اور بازوؤں پر لوہا لٹکانے اور باندھنے کو کہا جاتا۔ اس دستور کے مطابق بوڑھی عورتوں نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایسا کرنے کا مشورہ دیا انہوں نے اس پر عمل کیا۔ کچھ روز کے بعد ہی وہ لوہے کی اشیاء خود بخود ٹوٹ کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ کے جسم سے گر گئیں۔ پھر ایک رات حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے جو ذات مقدسہ تمہارے پیٹ میں ہے اسکا نام نامی اسم گرامی احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھنا۔ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ خود فرماتی ہیں کہ مجھے یقین کامل ہو گیا کہ یہ مولود نہایت ہی مبارک، عظیم، اعلیٰ اور بلند ترین مقام کا حامل ہوگا۔ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے صدقے اُن عظیم مشاہدات سے گزر رہی تھیں جنکا بیان احاطہ قلم سے باہر ہے۔ آخر وہ عظیم الشان گھڑی آن پہنچی جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان

سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ نور نبوت کی امین بن جانے کے بعد کافی عرصہ تک مجھے یہ احساس ہی نہ ہوا کہ میرے جسم میں ایک نیا وجود پرورش پا رہا ہے اور میں کچھ عرصہ بعد ماں بننے والی ہوں۔ جسم

نہایت ہلکا اور کسی قسم کے دباؤ وغیرہ سے خالی رہا یعنی عورتیں اس حالت میں جن تبدیلیوں سے گزرتی ہیں میں ان سے بالکل محفوظ تھی۔ طبقات ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ میں آتا ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

”لقد علقت به فما وجدت له مشقته حتى وضعته“۔

ترجمہ: ”میں باردار ہوگئی تھی لیکن شروع سے آخر تک میں نے کوئی دقت اور مشقت محسوس نہ کی“۔

سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے جسم کی لطافت کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس عظیم امانت کا علم ہی نورانی بشارات کے ذریعے ہوا۔ مجھے قدم قدم پر راہنمائی ملنے لگی تا کہ میں اس بات سے آگاہ ہو جاؤں کہ آنے والا وجودِ مسعود کائنات کی عظیم ترین ہستی کا ہے جس پر دین و دنیا کی تمام راحتیں، حکومتیں، مال و متاع اور زندگی جیسی عزیز چیز کو بھی قربان کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان ایام میں عجیب عجیب کمالات اور قدرت کے مشاہدے فرمائے۔

ولادت مبارک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت شریفہ کے وقت کائنات انوار و تجلیات سے چکا چوند ہوگئی۔ ہر سمت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پھیل گیا جس نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس موقعہ پر حوریں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوئیں اور انہیں کائنات کی عظیم ہستی کی والدہ بننے کے شرف پر مبارک باد دی۔ حضو علیہ السلام شکم مادر سے باہر تشریف لائے تو پورا گھر انوار اور تجلیات کا گہوارہ بن گیا پھر ان تجلیات اور نور نے ساری کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا دنیا میں وہ عظیم ہستی تشریف لا چکی تھی جس جیسا نہ کوئی پہلے ہوا اور نہ ہی کوئی بعد میں ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا تفصیلی حال ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مقدسہ کے بعد والدہ ماجدہ نے آپ علیہ السلام کا مبارک نام ”احمد“ رکھا جسکی انکو خواب میں بشارت ہو چکی تھی جبکہ شفیق دادا نے اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا۔ یاد رہے احمد و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور علیہ السلام کے ذاتی نام مبارک ہیں۔

پرورش

اہل عرب کے ہاں دستور تھا کہ جب کسی کے شہر میں بچہ پیدا ہوتا تو ابتدائی چند سال تربیت اور خالص آب و ہوا اور خوراک کے لیے اُسے گاؤں میں کسی دایہ کے سپرد کر دیا جاتا اور یوں وہ اُجرت لے کر چند سال بچے کی پرورش کرتی۔ چنانچہ اِسی دستور کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

ہاں پرورش پائی۔ دوسال کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کو لے کر سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں مکہ مکرمہ واپس تشریف لائیں۔ان دنوں مکہ میں کوئی وبا پھیلی ہوئی تھی والدہ گرامی نے حضور علیہ السلام کو دوبارہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کردیا۔اس طرح حضور علیہ السلام مزید تین سال کا عرصہ اُنکے پاس رہے۔ جب عمر مبارکہ (5) پانچ سال ہوئی تو حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ علیہ السلام کو پھر واپس والدہ گرامی کے پاس مکہ مکرمہ لائیں۔شفیق والدہ گرامی نے اپنے لخت جگر نور نظر بیکسوں کے ملجاو ماوٰی احمد مختار تاجدار عرب وعجم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی گود شفقت میں لے لیا۔تا کہ اس حسین وجمیل وافضل واعلیٰ رحمت کائنات کی پرورش کی سعادت عظمیٰ حاصل کرسکیں۔

سفر یثرب (مدینہ منورہ)

سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شدید خواہش تھی کہ اپنے لخت جگر نور نظر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمراہ لے کر شوہر نامدار حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی زیارت پر جائیں۔جب اس شوق زیارت میں مزید شدت پیدا ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام اور اپنی کنیز حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہمراہ لے کر یثرب (مدینہ منورہ) تشریف لائیں۔شوہر نامدار کے مزار کی زیارت کی۔ننھیال والے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر اسقدر خوش ہوئے کہ احاطہ قلم سے باہر ہے۔حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تقریباً ایک ماہ دارالنابغہ میں قیام پذیر رہیں۔پھر واپسی کا سفر اختیار فرمایا۔مکہ مکرمہ واپسی پر اُن کے ساتھ دو اونٹ اور کنیز حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا و خالق کائنات کے محبوب علیہ السلام شامل تھے۔یہ مختصر قافلہ جب مقام ابواء پہنچا۔(مقام ابواء مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہے) تو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اچانک بیمار ہوگیں۔مجبوراً ان لوگوں کو اسی مقام پر ٹھہرنا پڑا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیماری کی وجہ سے مقام ابواء پر ٹھہر گئیں خیال تھا کہ افاقہ ہوگا تو مکہ مکرمہ کی طرف سفر جاری رکھ سکیں گی۔مگر مرض میں افاقہ ہونے کی بجائے شدت پیدا ہوتی گئی۔اسطرح وفا ومحبت کی یہ پیکر زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکیں اور یوں خاوند کی جدائی کا غم لیے چند دنوں کے بعد وصال فرما گئیں وصال کے وقت سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارکہ 20 سال تھی۔حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس اچانک موت نے حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صدمے سے نڈھال کردیا مگر اس وفا شعار کنیز مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حوصلے سے کام لیا اور سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو بصد حسرت ویاس مقام ابواء پر سپرد خاک کردیا۔یہ مزار پر انوار آج بھی اپنی پوری نورانی تجلیات کے ساتھ اسی جگہ موجود ہے اور قیامت تک لوگوں کو اپنی نورانی کرنوں سے منور

رکھے گا۔

حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مکہ مکرمہ واپس پہنچیں۔اور حضرت عبدالمطلب کوتمام حالات سے آگاہ کیا حضرت عبدالمطلب نے حضورعلیہ السلام کواپنی کفالت میں لے لیااور حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوحضورعلیہ السلام کی پرورش پر مامورفرمایا۔حضورعلیہ السلام نے حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوآزادفرمادیا تھااور ہمیشہ انکی بہت قدرومنزلت فرماتے ہوئے انہیں امّی بعدامّی یعنی ماں کے بعد ماں کے لقب سے یادفرمایا کرتے تھے۔

راقم (رانامحمدسرورخاں) کواللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے حضورعلیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبرانور کی زیارت کی سعادت 13 مارچ 1984 بمطابق 10 جمادی الثانی 1404 ہجری کوعطافرمائی۔قبرانورایک خشک پہاڑی کی چوٹی پرواقع ہےاوراللہ تعالیٰ کی شان کریمی کہ سرہانے کی طرف قبرانور سے صرف دوتین فٹ کے فاصلے پرکیکر(ببول) کا چھوٹادرخت پہاڑی چیرکرسرسبزلہلہارہاہےاورقبر انورپرسایہ کیئے ہوئے ہے۔

حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہافرماتی ہیں کہ یثرب (مدینہ منورہ) میں قیام کے دوران ایک ایسی بات میرے علم میں آئی جومدتوں میرے حافظہ میں نقش رہی۔فرماتی ہیں کہ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران یہودیوں کی ایک جماعت ہمارے ہاں آکرحضورعلیہ السلام کودیکھاکرتی تھی۔اس وقت آپ علیہ السلام کم سن تھے۔ایک روز میں نے اس جماعت کے ایک یہودی کویہ کہتے سُنا کہ یہ لڑکا نبی آخرالزمان ہےجسکی علامات ہماری کتب میں درج ہیں۔یہ نبی آخرالزمان ہجرت فرماکراسی شہرمیں آبادہوں گے۔حضرت ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہافرماتی ہیں کہ اس یہودی کی بات پوری ہوئی۔حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہاوہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کوخودصحابیہ اوردوجلیل القدرصحابی شوہراوردو جلیل القدرصحابی بیٹے ملنے کاشرف عظیم عطاہوا۔ان کے پہلے شوہرکانام حضرت عبیدبن زیدرضی اللہ تعالیٰ عنہ تھاجن سے حضرت ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیداہوئے پہلے شوہرکی وفات کے بعدانکادوسرانکاح سیدناحضرت زیدبن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سےہواجن سے سیدناحضرت اسامہ بن زیدرضی اللہ تعالیٰ عنہ حب النبی علیہ السلام پیداہوئے۔

ازطبقات ابن سعد۔جلد۔1۔صفحہ۔102۔89،

الخصائص الکبریٰ۔جلد۔1۔صفحہ 78،

السیرۃ الحلبیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔94،

زرقانی۔جلد۔1۔صفحہ۔114،

الوفاباحوال مصطفےٰ۔جلد۔1۔صفحہ۔33،

المواھب الدنیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔9وغیرہ۔

سیرت سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

کتابیات

نمبرشمار	نام کتاب	تالیف
1.	یہودا کا خط	یہودا کا خط عام
2.	کتاب پیدائش	حضرت نوح علیہ السلام
3.	رگ وید	
4.	انجیل متی	
5.	حضرت حزقیل نبی کی کتاب	
6.	بائبلیکل ریسرچ ان پیلسٹائن (فلسطین)	
7.	تورات مقدسہ	
8.	الوفا با احوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم	امام عبدالرحمٰن بن جوزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (متوفی 597ھ)
9.	انوار جمال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم	مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ
10.	شرف النبی علیہ السلام	علامہ ابوسعید نیشاپوری (المتوفی 407ھ)
11.	صحیح بخاری شریف	امام بخاری ابومحمد عبداللہ ابن اسماعیل (ولادت بخارا 194ھ وفات خرتنگ 296ھ)
12.	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیاں	
13.	زبور مقدسہ میں بشارات (صحیفہ حضرت داؤد علیہ السلام)	
14.	حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظیم پیشگوئی	
15.	صحیفہ حضرت شعیا علیہ السلام	
16.	یسعیاہ یا الیسع نبی علیہ السلام کی بشارات	
17.	صحیفہ حضرت حبقوق علیہ السلام	
18.	قرآن کریم فرقان حمید	
19.	اصحاب فیل کا واقعہ	

نمبر	کتاب	مصنف
.20	دائی حلیمہ سعدیہ کا خواب اور بشارت ولادت مبارک	
.21	ہندومت کی مختصر تاریخ	
.22	کتاب الہند	ابوریحان محمد بن احمد البیرونی متوفی 1048ھ
.23	وید	
.24	یجروید	
.25	پران	
.26	اپنشد	
.27	مہرویاس کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عقیدت اور پیشگوئی	
.28	اتھروید	
.29	کنتاپ سوکت	
.30	زرتشت	
.31	انجیل مقدسہ میں بشارات	
.32	انجیل برناباس	
.33	نیقیا کانفرنس	
.34	انجیل برناباس (انگریزی متن اور اُردو ترجمہ)	
.35	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور پرنور علیہ السلام کے ظہور کی بشارت	
.36	طبقات ابن سعد	امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 230ھ)
.37	ہدایۃ الحیاری	امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (691ھ - 751ھ)
.38	حضرت دانیال علیہ السلام کی بشارات	
.39	مقدمہ ابن خلدون	ابن خلدون (733ھ-809ھ = 1332ء- 1406ء)
.40	البدایہ والنہایہ	امام عمادالدین ابن کثیر دمشقی المتوفی 774ھ
.41	الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ
.42	کتاب الہدائف	خطابطی

43.	مغازی	محمد بن اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ (مدینہ منورہ 85ھ - 150ھ بغداد)
44.	سیرت النبی کامل (سیرت ابن ہشام)	ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیر ی (المتوفی 218ھ)
45.	مدارج النبوت	حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ دہلوی (ولادت 958ھ = 1551ء وفات 1073ھ = 1672ء)
46.	موطا امام مالک	امام ابو عبداللہ مالک بن انس اصبحی (ولادت 103ھ وفات مدینہ منورہ 179ھ)
47.	ترمذی شریف	امام ابو عیسیٰ محمد ابن عیسیٰ ترمذی (ولادت نہر بلخ جیحوں کے کنارے مقام ترمذ 229ھ وفات ترمذ 279ھ)
48.	نسائی شریف	امام ابو عبدالرحمٰن بن احمد ابن شعیب ابن بحر ابن سنان نسائی (ولادت خراساں کی بستی نساء 215ھ۔ وفات بعض کے مطابق مکہ مکرمہ 303ھ)
49.	سنن ابن ماجہ	امام ابو عبداللہ محمد ابن یزید ابن ماجہ (ولادت قزوین 209ھ وفات 273ھ)
50.	فضائل المصطفٰے	امام ابن جوزی متوفی 597ھ
51.	روح البیان	علامہ اسماعیل حقی متوفی 1137ھ (پیدائش 1063ھ)
52.	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ مظہری متوفی 1225ھ
53.	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی 1250ھ
54.	لباب التاویل	علامہ علاؤ الدین علی بغدادی متوفی 750ھ
55.	معالم التنزیل	علامہ ابو محمد الحسن بن سعود الفراء بغوی متوفی 516ھ
56.	تاریخ المکہ	علامہ ابو الولید محمد بن عبدالکریم الارزقی متوفی 223ھ

نمبر	کتاب	مصنف
57.	دلائل النبوت	علامہ ابونعیم الاصبہانی متوفی 430ھ
58.	معجم المولفین	علامہ سدید الدولتہ محمد بن عبدالکریم بن ابراھیم بن عبدالکریم بن رفاعہ الشیانی المعروف باابن الانباری متوفی 557ھ
59.	الدلائل فی شرح غریب الحدیث	علامہ ابومحمد قاسم بن ثابت بن حزم بن عبدالرحمٰن ابن مطرف بن سلیمان یحیٰی السرقطی۔ متوفی 302ھ سرقسطۃ
60.	سیرۃ حلبیہ (انسان العیون)	علامہ علی ابن برہان الدین حلبی (975-1044ھ)
61.	التعظیم والمنۃ	امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ
62.	العزر من الاخبار	علامہ ابوبکر محمد بن خلف بن حبان المعروف وکیع۔ متوفی 306ھ بغداد۔
63.	بغیۃ الوعاۃ	امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ
64.	سیرۃ النبویہ	علامہ زینی دحلان
65.	مرآۃ الجنان	علامہ امام زین العابدین ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الطّوسی الشافعی الغزالی (مولد طوس 450ھ متوفی 505ھ)
66.	تاج العروس من جواہر القاموس	حضرت محبّ الدین سید محمد بن محمد بن عبدالرزاق (مولد بلگرام ہند 1145ھ متوفی 1205ھ مصر)
67.	الجامع الاحکام القرآن	حضرت علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد ابی بکر بن فرح۔ الانصاری۔ الخزرجی۔ الاندلسی القرطبی۔ متوفی 671ھ

68.	دارمی شریف	امام عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابن افضل ابن بہرام دارمی (ولادت سمرقند181ھ وفات250ھ) (امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی محدثین آپ کے شاگرد ہیں)
69.	معارج النبوۃ	علامہ معین واعظ الکاشفی الہروی (المتوفی907ھ)
70.	معجم البلدان	حضرت شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی (پیدائش روم574ھ وفات حلب شہر کے قریب خان میں626ھ)
71.	لسان المیزان	علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی852ھ
72.	التقریب	علامہ ابوزکریا شیخ الاسلام محی الدین یحییٰ بن شرف بن الخزامی۔النووی (حوران کے شہر نووی میں631ھ پیدا ہوئے اور676ھ نووی میں وفات پائی)
73.	التدریب الراوی	امام جلال الدین سیوطی متوفی911ھ
74	معجم الکبیر	حضرت ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی (پیدائش طبران260ھ وفات اصفہان360ھ)
75.	السیرۃ النبویہ	علامہ ابوالفداء اسماعیل بن کثیر (701-774ھ)
76.	سیرۃ النبی کامل	ابن ہشام۔ابومحمد عبدالملک بن ہشام ابن ایوب الحمیری (المتوفی213ھ 833ء مقام فسطاط۔جو عمروبن العاص فاتح مصر نے آباد کیا اور آجکل قاہرہ کا ایک حصّہ ہے)۔
77.	تاریخ ابن کثیر	علامہ حافظ ابوالفداء عمادالدین ابن کثیر دمشقی۔ (متولد701ھ المتوفی774ھ)
78.	تاریخ الخمیس	امام دیارالبکری المتوفی966ھ
79.	تتمۃ المختصر فی اخبار البشر	علامہ ابن الوردی متوفی749ھ
80.	الروض الانف	امام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن ابی الحسن السہیلی (متولد508ھ متوفی581ھ)

81.	مسالک الحنفا	امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ
82.	انسان العیون	امام العصر امام حلبی متوفی 1044ھ
83.	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ مظہری متوفی 1225ھ
84.	دلائل النبوۃ	حضرت الحافظ ابونعیم الاصبہانی متوفی 430ھ
85.	اعلام النبوۃ	حضرت ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی متوفی 450ھ
86.	معجم المومنین۔تذکرۃ الحفاظ	علامہ ابوبکر ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی (متوفی 151ھ۔بغداد)
87.	مرۃ الجنان	امام ابوعبداللہ زبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر بن العوام القرشی الاسدی الزبیری۔قاضی مکہ مکرمہ التوفی 256ھ
88.	زادالمعاد	علامہ حافظ ابن قیم (691 - 751ھ)
89.	مرآۃ الجنان	علامہ ابومحمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عفیف المکی۔متوفی 768ھ
90.	سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد ابن یزید ابن ماجہ القزوینی (متوفی 273ھ ولادت قزوین 209ھ)
91.	سیرۃ النبویۃ	امام حافظ الحدیث ابوحاتم محمد بن حبان ابن احمد التمیمی البُستی التوفی 354ھ
92.	تفسیر کبیر	علامہ فخر الدین رازی (متوفی 606ھ)
93.	صحیح بخاری شریف	امام بخاری محمد بن اسماعیل بخاری (ولادت 192ھ مطابق 870ء۔التوفی 256ھ)
94.	صحیح مسلم شریف	امام ابوالحسین مسلم ابن حجاج قشیری نیشاپوری (ولادت نیشاپور 204ھ التوفی نیشاپور 261ھ)
95.	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانیؒ التوفی 852ھ
96.	سنن ابوداؤد	علامہ ابوداؤد ولادت 202ھ وفات 275ھ (ابوداؤد سلیمان بن اشعث)

97. العقد الثمین فی تاریخ البلدلامین — حضرت تقی الدین محمد بن احمد الحسنی الفاسی المکی متوفی 832ھ

98. مفاتیح الغیب — حضرت فخرالدین

99. طبقات ابن سعد — علامہ ابن سعد (علامہ محمد بن سعد) (المتوفی230ھ)

100. الموقضیات — علامہ زبیر بن بکار

101. تاریخ مصر — علامہ ابن عبدالحکم

102. تاریخ ابن الوردی — ابن الوردی (المتوفی749ھ)

103. روح المعانی — علامہ محمود آلوسی بغدادی۔ متوفی970ھ

104. انوارالتنزیل — امام دیارالبکری المتوفی966ھ

105. الکامل فی الصنعفاء — حضرت عدی

106. المدخل الی الصحیح — حضرت حاکم

107. تعظیم المنۃ — امام جلال الدین سیوطی۔ متوفی911ھ

108. کتاب الکلام — شیخ السلام ہروی

109. حلیۃ الاولیاء — امام ابونعیم

110. الجامع الاحکام القرآن — امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری۔ متوفی671ھ

111. زادالمیسر — حضرت عطا امام ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی القرشی البغدادی۔ متوفی597ھ

112. لباب التاویل — علامہ علاؤالدین علی بن محمد ابراہیم البغدادی۔ متوفی725ھ

113. فتح القدیر — علامہ محمد بن علی بن محمد الشوکانی۔ متوفی1250ھ

114. تفسیرزادالمیسر — امام جلال الدین عبدالرحمٰن علی الجوزی (597ھ)

115. تفسیردرمنثور — امام جلال الدین سیوطی (متوفی911ھ)

116. دلائل النبوۃ — علامہ بیہقی احمد بن حسین ابوبکر نیشاپوری۔ (متولد 384ھ- متوفی458ھ)

117. تفسیر منذری — حضرت امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ

118. کتاب الزھد — حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 241ھ)

119. تاریخ مکہ — حضرت امام ابوالولید محمد بن عبدالکریم

120. فضائل مکہ — حضرت امام جندی رحمۃ اللہ علیہ

121. سنن ترمذی شریف — حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ابوعیسیٰ محمد ابن عیسیٰ ترمذی (ولادت ترمذ 229ھ وفات 279ھ)

122. ذخائر العقبیٰ — علامہ محب الدین طبری

123. مسند بزار — امام بزار رحمۃ اللہ علیہ

124. اوسط طبرانی — علامہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب۔ (متوفی 360ھ)

125. امالی — حضرت امام ابن حجر مکی

126. کتاب الروح — علامہ حافظ ابن القیم (691ھ -751ھ)

127. تفسیر قرآن کریم — حضرت امام ابن ابی حاتم (المتوفی 327ھ)

128. مستدرک — حضرت حاکم رحمۃ اللہ علیہ

129. فتوحات المکیہ — علامہ محی الدین ابن عربی (561ھ-638ھ= 1165-1240ء)

130. شرح مسلم شریف — حضرت امام نووی (631ھ-676ھ)

131. تاریخ بغداد — حضرت خطیب بغدادی

132. شواہد النبوت — حضرت نورالدین عبدالرحمٰن جامی (متوفی 898ھ=1492ء)

133. اسد الغابہ — علامہ ابی الحسن علی الجزری ابن اثیر

134. فضائل نعلین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — علامہ احمد المقری التلمسانی

135. تاریخ خلفا — علامہ جلال الدین سیوطی۔ متوفی 911ھ

136. افضل الفوائد (راحت المحبین) — حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (محمد بن احمد بن دانیال بدایونی۔ متوفی 725ھ)

137. انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1176ھ 1762ء)
138. انیس الجلیس	علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 911ھ)
139. مکاشفۃ القلوب	حضرت ابوحامد محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ (450ھ - 505ھ)
140. فصوص الحکم	علامہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (561ھ-638ھ)
141. عوارف المعارف	شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
142. رسالہ قیشریہ	علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ
143. ہشت محفل	شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ
144. تاریخ المدینہ منورہ	محمد عبدالمعبود رحمۃ اللہ علیہ
145. حیات الحیوان	علامہ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ
146. اعلام النبوت	علامہ ابوالحسن علی الماوردی متوفی 450ھ
147. بلوغ الادب فی معرفۃ احوال العرب	سید محمود الشکری آلوسی
148. اسرار التنزیل	حضرت امام فخر الدین رازی (متوفی 606ھ)
149. المصنف عبدالرزاق	حضرت علامہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ بن ہمام (استاد حضرت محمد بن اسماعیل امام بخاری) (المتوفی 211ھ)
150. تاریخ ابن حبیب	ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ
151. التلقیح	علامہ حافظ ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 597ھ)
152. الناسخ والمنسوخ	حضرت علامہ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ
153. السالق واملاحق	حافظ ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
154. غرائب مالک	حضرت امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ

155. الحوالہ شمول الاسلام — حضرت امام ابن عساکر

156. فوائد السالکین — خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی (اوش فرغانہ وطن تھا۔ متوفی دہلی 633ھ)

157. المقتضیٰ فی شرف المصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم — علامہ ناصر الدین مالکی رحمۃ اللہ علیہ

158. عیون الاثر — علامہ حافظ فتح الدین بن سید الناس اندلسی متوفی 734ھ

159. موردالھادی فی مولا الھادی — علامہ حافظ شمس الدین بن ناصر دمشقی

160. شرح المواھب الدنیہ — حضرت امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1172ھ)

161. کتاب شفاء — حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ مالکی (المتوفی 544ھ)

162. تفسیر ابن کثیر — علامہ حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر دمشقی۔ المتوفی 774ھ (متولد 701ھ)

163. اسد الغابہ — علامہ ابی الحسن علی الجزری ابن اثیر

164. سیرۃ حلبیہ — علامہ علی ابن برہان الدین حلبی (975ھ - 1044ھ)

165. تاریخ الامم والملوک — حضرت امام طبری (متوفی 310ھ)

166. تاریخ طبری — حضرت امام طبری۔ علامہ ابن جریر طبری (متوفی 310ھ)

167. سیرۃ نبویہ وآثار المحمدیہ — علامہ احمد بن زینی بن احمد دحلان رحمۃ اللہ علیہ

168. المعجم الکبیر — علامہ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الطبرانی۔ متوفی 360ھ

169. اخبار مکہ — علامہ ابوالولید ارزقی المتوفی 245ھ

170. التدریب — حضرت امام جلال الدین سیوطی۔ متوفی 911ھ

171. لسان المیزان — علامہ سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر الطبرانی۔ متوفی 360ھ

حضرت نوح علیہ السلام

جنوبی عراق میں قوم نوح علیہ السلام کا علاقہ جہاں آج کوفہ آباد ہے

کوہ جودی (ترکی)

(از: اطلس القرآن مکتبہ دار السلام الریاض سعودی عرب)

حضرت ابراھیم علیہ السلام

ابوالانبیاء — خلیل الرحمن

قریباً 1800 ق م

(از: اطلس القرآن مکتبہ دارالسلام الریاض سعودی عرب)

جزیرہ نمائے عرب
فارس اور روم
ساتویں صدی عیسوی کے پہلے ربع میں

بحیرۂ روم
عکا
حیفا
صفد
بحیرہ طبریہ
ناصرہ
شام
دریائے یرموک
بیسان
فلسطین
نابلس
عجلون
دریائے اردن
دریائے زرقا
یافا
لُد
رملہ
رام اللہ
اریحا
سلط
عمان
القدس
بیت لحم
الخلیل
بحیرہ لوط (بحیرہ مردار)
غزہ
بئر سبع
کرک
معان
مصر
ایلہ
تبوک
دمشق
بُصریٰ
عثمانی سلطنت
دومۃ الجندل
مدین
تیماء
مدینہ منورہ
نجد
حجاز
حجر
یمامہ
سوادان
مکہ مکرمہ
جدہ
عسیر
ربع الخالی
عمان
ظفار
نجران
یمن
صنعاء
حضرموت
عدن
بحیرۂ عرب
حبشہ
جھیل تانا
دریائے نیل
سلطنت مناذرہ
حیرہ
طیسفون (مدائن)
ابلہ
سلطنت فارس
بوشہر
خلیج فارس
دارین
ہرمز
آبنائے ہرمز

أدْنَى الأَرْض (قریب کی سرزمین)
(شام و فلسطین)

(از: اطلس القرآن مکتبہ دارالسلام الریاض سعودی عرب)

جبل جماء ام خالد: الثانی فی جبال الجموات الثلاثة وقد وجد علی الجبل قبر و علیه حجر مکتوب فیه انا عبد الله من اهل نینوی رسول رسول الله عیسی بن مریم الی هذه القریة فادرکنی الموت فاؤصیت ان ادفن فی جماء ام خالد.

The mountain of Juma Umm Khalid. There used to be a grave there on which it was written: "I am a servant of Allah from Nineveh, the messenger of the Messenger of Allah, Jesus son of Mary, I came to this town as I was about to die, I bid them bury me in Juma Umm Khalid".
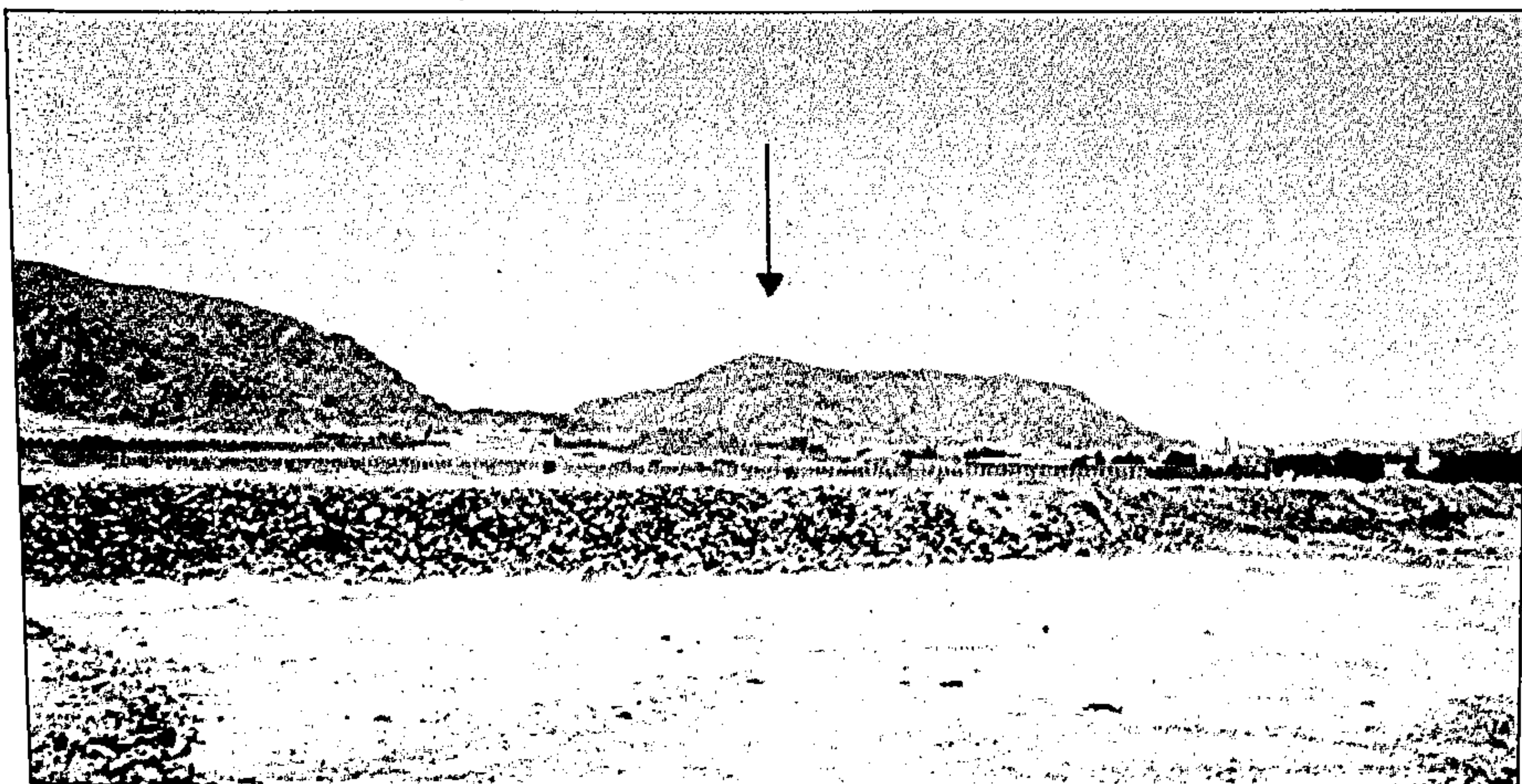
جبل جماء العاقر: فیه قول النبی صلی الله علیه وآلہ وسلّم : نعم الجماء المنزل لو لا کثرة الاساود وقوله صلی الله علیه وآلہ وسلّم لا تقوم الساعة حتی یقتل رجلان موضع فسطاطهما فی قبل الجماء

The mountain of Juma al Aqir: About which the Prophet (P.B.U.H.) said: "A good place to stay this Juma would have been, were it not for the numerous snakes"